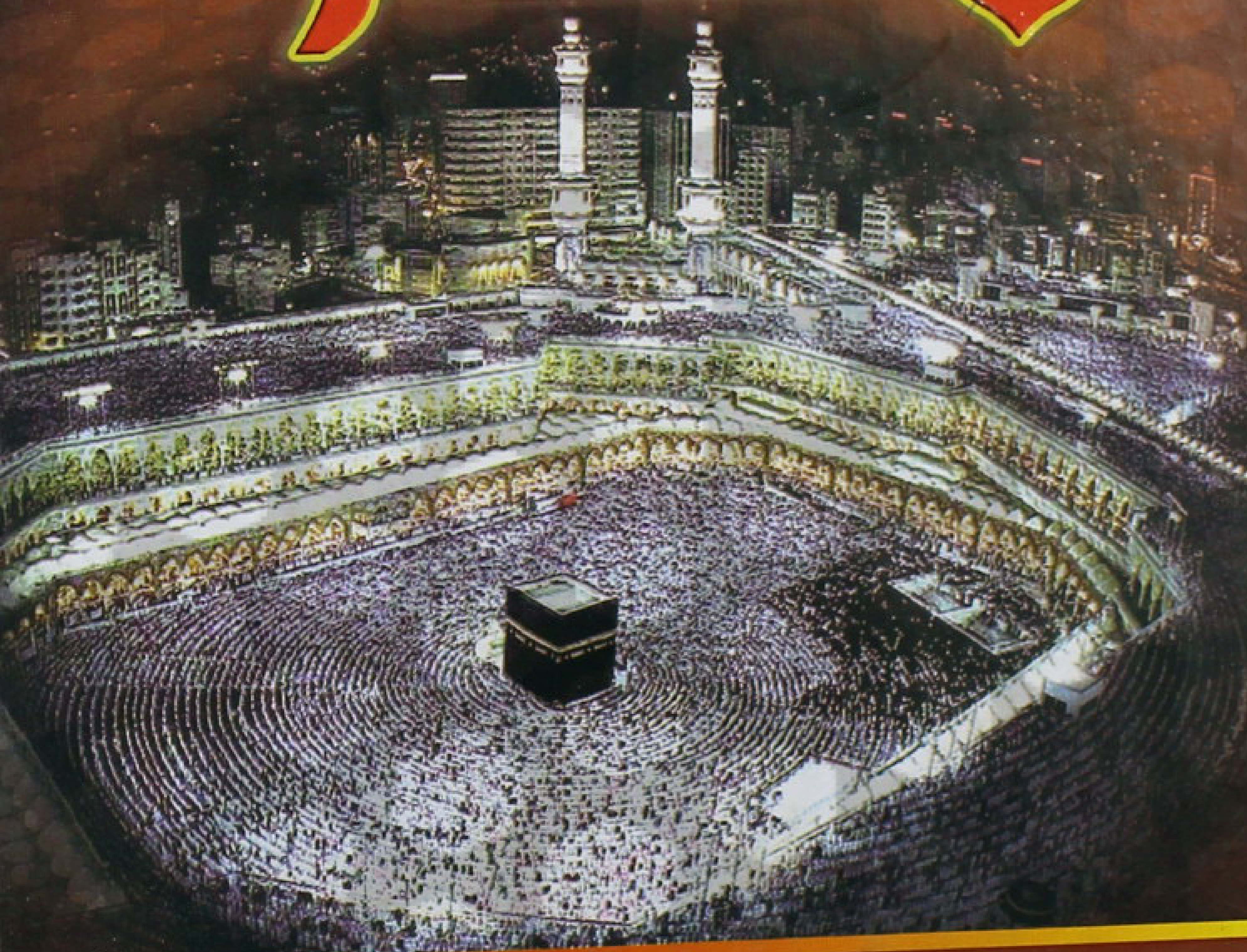
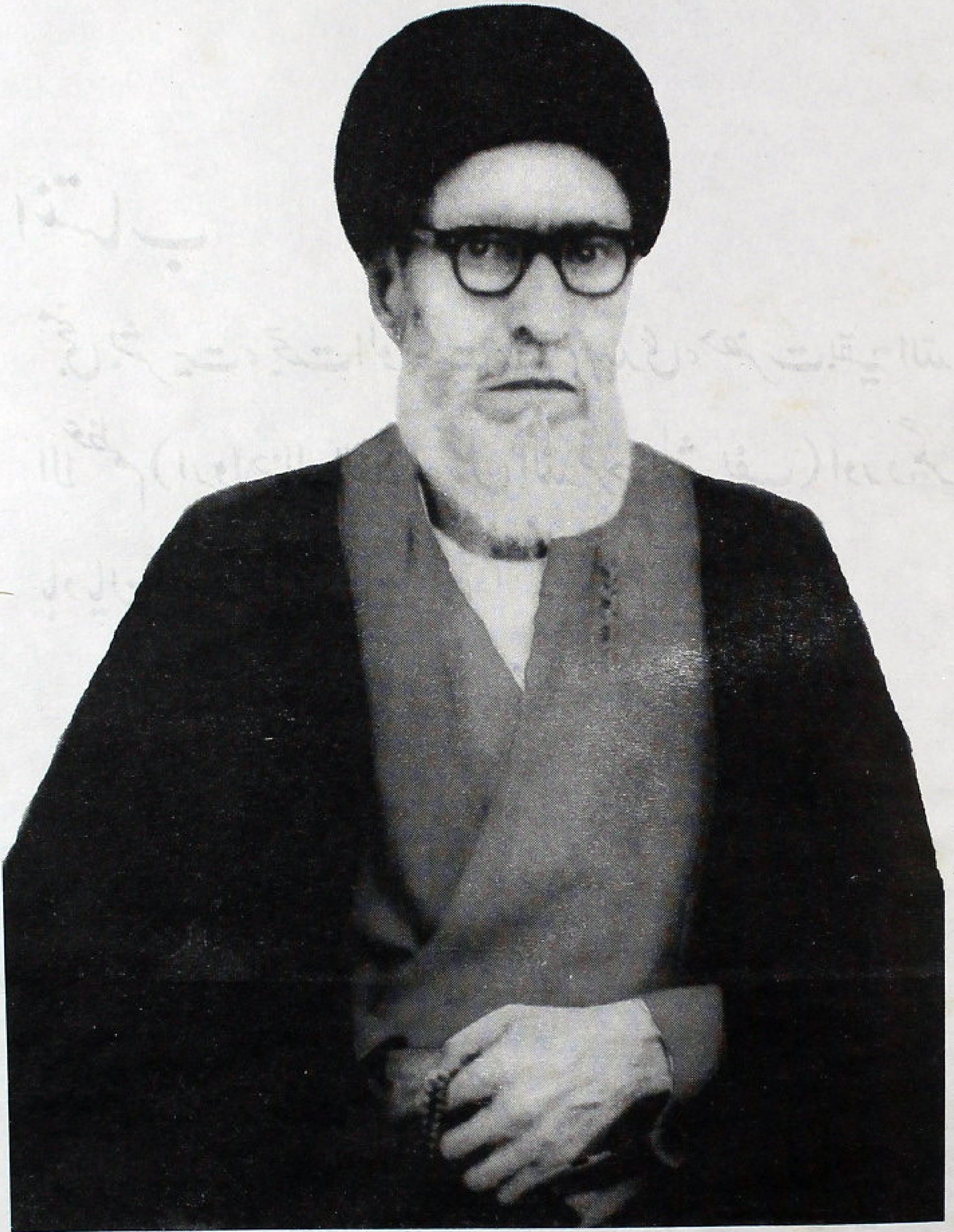
الفرقة الناجية فی الاسلام



فقیہ اہلبیت حضرت آیۃ اللہ سید علی رضوی گوپال پوری متوطن اترولہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم



فقیہ اہلبیت حضرت آیۃ اللہ سید علی رضوی گوپال پوری، متوطن اترولہ

انتساب

منجی بشریت، حجت الوہیت، امام مہدی، حضرت بقیۃ اللہ الاعظم (ارواحنالہ الفداء عجل اللہ فرجہ الشریف) اور دیگر ہادیان امت، ائمہ طاہرین علیہم السلام کے نام

مرحوم کے فرزندوں کی خواہش

ہم فرزندان مولانا سید علی رضوی "مرحوم" اجازت دیتے ہیں کہ موصوف کی مشہور کتاب "الفرقۃ الناجیہ فی الاسلام" اور دیگر مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتابوں کو نشر واشاعت دین کے لئے چھپوایا جاسکتا ہے۔

سید محمد عالی رضوی، سید محمد عابد رضوی (اترولہ) ۲۰۰۸/۶/۲۸

الفرقة الناجیة

فی

الاسلام

تصنیف

فقیہ اہلبیتؑ حضرت آیۃ اللہ سید علی رضوی

گوپال پوری،متوطن اترولہ

ناشر

ادارۂ اصلاح، مسجد دیوان ناصر علی مرتضیٰ حسین روڈ، لکھنؤ ۲۲۶۰۰۳، انڈیا

فون 0091-522-2261954 فیکس 0091-522-4077872

E-mail: info@islah.in, islah_lucknow@yahoo.co.in

www.islah.in

مشخّصات

نام کتاب : الفرقۃ الناجیۃ فی الاسلام

تصنیف : فقیہ بارع حضرت آیۃ اللہ سید علی رضوی گوپال پوری

صفحات : ۶۱۶

اشاعت جدید : فروری ۲۰۱۴ء

کورڈزائن : وزیر حسن چنداؔ

تعداد : ۲۰۰۰

مطبوعہ : عنبر پریس، لکھنؤ

قیمت : ۲۵۰ روپیہ

ناشر : ادارۂ اصلاح لکھنؤ (ہندوستان)

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ)

ملنے کے پتے:

۱. توحید اسلامک سینٹر اوسلو (ناروے)

Tauheed Islamic Centre

Olaves Hvervens vei 11

1226. Oslo Norway

Email: rizvi@live.no

۲. ادارۂ اصلاح مسجد دیوان ناصر علی، مرتضی حسین روڈ، لکھنؤ ۲۲۶۰۰۳، یوپی (ہندوستان)

فون نمبر 0091522\261954 E-mail:info@islah.in

عرض ناشر

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد الاھلہ و الصلواۃ علیٰ اھلھا

اسلام ایک ایسا بہترین دین ہے جس نے اگر ایک طرف عقیدۂ توحید کو مضبوط کیا ہے تو دوسری طرف اصلاح معاشرہ میں اس کی روش ومہم لاجواب ہے۔ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۲۳ رسال کے مختصر عرصہ میں دنیا کی کایا ہی پلٹ دی لیکن آپؐ کی رحلت کے بعد انحرافات نے امت پیغمبر کو ۷۳ فرقوں میں تقسیم کر دیا جن میں سے صرف ایک فرقہ ناجی ہے ''ہماری نجات آخرت کا دارمدار اسی پر ہے کہ اس ناجی فرقہ کی عقلی ونقلی دلائل سے شناخت کی جائے''۔

''الفرقۃ الناجیہ'' میں حجۃ الاسلام والمسلمین مفسر قرآن مولانا سید علی صاحب قبلہ گوپالپوری ثم اترولوی نے مذکورہ اشد ضرورت کے پیش نظر تاریخی مواد جمع کیا ہے۔اس کتاب کی ضرورت ومقبولیت کے پیش نظر اسے باربار شائع ہونا چاہیے۔

حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا سید علی صاحب قبلہ اپنے پدر بزرگوار آیۃ اللہ سید راحت حسین صاحب قبلہ گوپالپوری اعلی اللہ مقامہ کی طرح صاحب تصانیف کثیرہ تھے اپنے احوال زندگی میں انہوں نے اپنی کتابوں کی جو فہرست درج فرمائی ہے وہ اس طرح ہے:

(۱) اسرار کائنات در غرض خلقت ممکنات (دہریوں کی رد میں کتاب)۔ (۲) مرج البحرین در عقائد فریقین (اس کتاب میں توحید وعدل ونبوت وامامت وقیامت کے تفصیلی مباحث ہیں، سنی اور شیعہ کے عقائد بالمقابل لکھے گئے ہیں۔ (۳) معیار خلافت (۴) جناۃ المعارف (مختلف موضوعات علمیہ پر تحقیقی مضامین)۔ (۵) جلوۂ حیدریہ۔ (۶) دیوان آل عبدالمطلب (اس میں ابجد کی ترتیب سے خاندان عبدالمطلبؑ کے اشعار جمع کئے گئے ہیں)۔ (۷) منہاج النجاۃ (مجرب ومستند دعاؤں کا مجموعہ) (۸) مجربات مطب (سر سے پاؤں تک کے امراض کے تیر بہدف نسخے)۔ (۹) قیصر وزہرا کی مختصر تاریخ (عشری حسن پورہ سے دکھن میں دوشہیدوں کی قبروں کا تذکرہ جن کا پورا خاندان کفار سے جنگ میں مارا گیا۔ (۱۰) شرح خطبۂ شقشقیہ (عربی میں) (۱۱) کشکول عربی۔ (۱۲) ابوالفرج اصفہانی۔ (۱۳) صیغ العقود (۱۴) حواشی مکاسب محرمہ۔ (۱۵) حقیقت رویائے صادقہ وکاذبہ۔ (۱۶) تلخیص الدرایۃ۔ (۱۷) صاحب تاج المآثر حسن بسطامی کا مذہب ایک تاریخی اور تحقیقی رسالہ۔ (۱۸) وجود خدا۔ (۱۹) حقیقت وضو۔ (۲۰) علامات ظہور قائم آل محمد علیہم السلام۔ (۲۱) اتہام از دامن امامؑ۔

(۲۲) قرآن کا عمرانی نظام (روس کے داغستان یونیورسٹی کے پروفیسر عبداللہ نیف کا جواب)۔ (۲۳) شرح دعائے مکارم الاخلاق (ناتمام) (۲۴) منازل موت و برزخ۔ (۲۵) القرآن۔ (۲۶) معصوم کی نماز جنازہ۔ (۲۷) آریوں کی بت پرستی۔ (۲۸) ترجمہ دعائے فرمان صادق آل محمد علیہ السلام۔ (۲۹) نور وظلمت کی جنگ (مولانا عبدالصمد رحمانی کی کتاب فاطمہ کا چاند کا جواب) (۳۰) ایمان ابوطالبؑ۔ (۳۱) رسالۂ جنت و جہنم۔ (۳۲) کاروان نور۔ (مجموعۂ قصائد)۔ (۳۳) بزم نجوم (غزلوں اور نظموں کا مجموعہ)۔ (۳۴) خاتم النبیینؐ کے معنی اور امینی صاحب کی پریشانی (کلکتہ کے قادیانی عالم مولانا امینی کے رسالہ ''خاتم النبیین کا جواب) (۳۵) جواز عزاداری امام مظلومؑ (دیوبند کے رسالہ ''تعزیہ اسلام اور علماء کی نظر میں'' کا جواب)۔ (۳۶) تبرّہ اور اس کے حدود۔ (۳۷) پیام عمل۔ اہل محراب و منبر کو ہدایت۔ (۳۸) اوقات نماز شیعہ قرآن اور احادیث رسولؐ کی روشنی میں۔ (۳۹) رسالہ در جواز اعادۂ معدوم۔ (۴۰) الفرقۃ الناجیہ فی الاسلام۔ (۴۱) اعلام الہدایت باترجمہ اثبات وصیت۔ مسعودی۔ (۲ جلد)۔ (۴۲) نغمۂ ہستی در فلسفۂ تکوین۔ (ایک مسدس تیس بند کا مع شرح)۔ (۴۳) مودت اہلبیتؑ۔ (۴۴) کشکول اردو (دو جلدیں) (۴۵) تصوف کی حقیقت۔ (۴۶) پانچ شہدائے راہ خدا۔ (۴۷) ثقلین۔ (۴۸) تناقض واختلاف (مذہب اربعہ کے اختلافات) (۴۹) زیارت عاشورۂ غیر معروفہ۔

(ثقلین طبع جدید نور اسلام فیض آباد صفحہ ۱۷)

ماضی میں مرد مومن حاجی للن میر صاحب اترولوی مرحوم نے ''الفرقۃ الناجیہ'' کی اشاعت کا اہتمام کیا تھا اور اب مرحوم کے خویش حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا سید شمشاد حسین صاحب قبلہ رضوی اترولوی امام جمعہ و جماعت مسجد مرکز توحید اسلامی اوسلو ناروے اپنے قابل فخر استاذ کی مقبول کتاب ''الفرقۃ الناجیہ'' کی اشاعت نو کی جانب متوجہ ہیں۔ ادارۂ اصلاح اس کتاب کی اشاعت کا بیڑہ اٹھاتے ہوئے بارگاہ معبود میں محمدؐ و آل محمد علیہم السلام کے وسیلہ سے دعا گو ہے کہ اسے انشاءاللہ مستقبل میں بھی اشاعت دین کی توفیق فراہم ہوتی رہے۔

فقط

سید محمد جابر جوراسی

مسئول ادارۂ اصلاح لکھنؤ ۳

۲۸ر جنوری ۲۰۱۴ء

تنظیم وتنسیق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفرقۃ الناجیۃ فی الاسلام نامی کتاب کے مصنف فقیہ اہلبیت حضرت آیۃ اللہ سید علی رضوی گوپال پوری، متوطن اترولہ اس باعمل محقق، مدبر، مفکر، صاحب قلم اور آفاقی علمی شخصیت کا نام ہے جو مرنے کے بعد بھی زندہ ہے موصوف آسمان تصنیف وتالیف کے ان چمکتے ہوئے ستاروں میں ایک ہیں جن کے ذریعہ علم وحکمت کے پروانے روشنی حاصل کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا: "العُلَماءُ فِی الاَرضِ مَثَلُ النجومِ فِی السَّماء" علماء زمین پر رہ کر آسمانی ستاروں کی طرح چمکتے ہیں نیز ایک دوسری حدیث میں آیا ہے "فَضلُ العَالِمِ عَلی العَابِدِ کَفَضلِ القَمَرِ عَلٰی سَائِرِ النُّجومِ لَیلَۃَ البَدر" عالم، عبادت گزار پر اسی طرح فضیلت رکھتا ہے جیسے چودھوی کا چاند تمام ستاروں پر۔

مرحوم مصنف کی یہ کتاب فقط تاریخ وکلام، احادیث وآیات ہی کے گرانبہا متحقق گوہر اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے نہیں ہے بلکہ صاحبان قلم کے لئے مشعل راہ بھی ہے، جس کی روشنی میں تحقیق و تصنیف کے باب کھلتے ہیں یہ کتاب علمی مناظروں کی وادیوں سے باآسانی گزرنے کا بہترین نمونہ ہے نیز ان لوگوں کے لئے راہ راست پر آنے کے مسکت اور مدلل ثبوت ہیں جو لوگ غلط پروپیگنڈوں کے ذریعہ مذہب کے نام پر ناہنجار پگڈنڈیوں پر گامزن ہیں۔

مصنف نے اس کتاب میں احتجاج، استدلال، انبساط اور متقن دلیلوں کے ساتھ اہم ثبوت فراہم کئے ہیں جو قاری پر اعجازی اثر چھوڑتے ہیں اور اس کے قدم اس کتاب کے مستحکم اور موجز مطالب پر گامزن ہونے کے لئے مجبور ہو جاتے ہیں، یہ اپنے دور کی بے مثال کتاب ہے جو متون

ومفہوم کی گہرائی وگیرائی میں بے مثال ہے، اس کے فوائد کو سطروں کی شکل میں عوام کے سامنے پیش کرنا ناممکن ہے بلکہ قارئین ان کی طرف خود متوجہ ہونگے۔

مصنف نے اس کتاب کے لئے مکمل جانفشانی اور دقت نظر سے کام لیتے ہوئے مستحکم اور قابل اعتبار منابع پیش کر کے نہایت ایمانداری اور امانتداری کا ثبوت دیا ہے، اس میں فریقین کے علما، مورخین اور صاحبان قلم کے نظریات کو نقل کر کے منصفانہ نتیجہ عوام کے حوالے کیا ہے، مرحوم نے جو بھی ادعا کیا، بڑے اعتماد کے ساتھ کیا ہے اس کے لئے فریقین کی کتابوں سے ثبوت فراہم کئے ہیں بسا اوقات مخالفین کو انھیں کے منابع وماخذ کے ذریعہ خاموش کیا ہے۔

یہ کتاب اپنی افادیت واعتماد مطالب کے پیش نظر اس سے پہلے بھی دو مرتبہ زیور طبعہ سے آراستہ ہو چکی ہے اور اس کے ذریعہ کئی افراد راہ حق تلاش کر چکے ہیں کیونکہ یہ کتاب معاشرے کے لئے نہایت مفید ہے لہذا مرحوم مصنف کے تلمیذ خاص، استاد محترم حجۃ الاسلام والمسلمین استاد سید شمشاد حسین رضوی، اترولوی، ہندوستان (مقیم حال ناروے) کی خواہش تھی کہ اس کو نئے اسلوب اور تنظیم وتنسیق کے ساتھ شائع کیا جائے اس باعظمت خدمت کے لئے استاد محترم نے مجھے منتخب فرمایا خدائے وحدہ لاشریک کا لامحدود شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے یہ عظیم سعادت عطا فرمائی۔

مصنف کی اس عظیم المرتبت کتاب کا مبنیٰ اور اساس دس عدد اختلاف ہیں ان میں اہم ترین اختلاف واقعہ قرطاس سے متعلق ہے جو حیات رسول ہی میں رونما ہوا، جس سے مختلف فرقے وجود میں آئے اور تمام جھگڑوں کی بنیاد اور اساس قرار پایا، اگر کچھ نامور صحابی آپ کو قلم ودوات دینے سے انکار نہ کرتے اور بخار کا غلبہ بتا کر آپ پر ہذیان کی تہمت نہ لگاتے تو بعد رسول ہرگز یہ اختلاف وجود میں نہ آتے اور آپس میں بہتر یا تہتر فرقے نہ بنتے۔

امت مسلمہ میں وہ دس اختلاف جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد تفرقہ واقع ہونے کے سبب قرار پائے، مصنف نے ان کی ترتیب یوں بیان کی ہے: ملاحظہ فرمائیں:!!!

پہلا اختلاف "واقعہ قرطاس" مرض الموت کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قلم ودوات دینے سے انکار کرنا اور حسبنا کتاب اللہ کا دعویٰ کر دینا۔

دوسرا اختلاف "جیش اسامہ" بعض سرشناش صحابیوں کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی مخالفت کرنا، آپ کے مرض کو بہانہ بنا کر جیش اسامہ میں شرکت نہ کرنا۔

تیسرا اختلاف ''قتل کی دھمکی'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے وقت حضرت عمر کا یہ کہنا: جو یہ کہے گا کہ حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا سے چلے گئے میں اس کو قتل کر ڈالوں گا وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح آسمان پر اٹھا لئے گئے ہیں اور واپس آ کر ان لوگوں کے ہاتھ پیر قلم کر ڈالیں گے جو یہ کہیں گے کہ وہ مر چکے ہیں و...

چوتھا اختلاف ''دفن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دفن کے بارے میں مہاجرین کا نظریہ یہ تھا کہ آپ کو مکہ لے جائیں اور مدینہ والے یہ چاہتے تھے کہ مدینہ میں دفن کیا جائے جبکہ حضرت علی علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی مقام پر دفن کیا جہاں آپ نے رحلت فرمائی مسلمانوں کے نزدیک غسل وکفن دینے میں آپ کے ساتھ جناب عباس، فضل، قثم، اسامہ اور شقران کے علاوہ کوئی نام نہیں ملتا۔ یہ جھگڑا اور چہ مگوئیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ میں ہوئیں ہیں یا رحلت سے تین دن بعد جب خلافت معین ہو چکی تھی۔

پانچواں اختلاف ''امامت وخلافت پر ناجائز قبضہ'' رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے فوراً بعد بجائے یہ کہ مسلمان ان کی تجہیز وتدفین کرتے، تخت خلافت پر قبضہ کرنے کے ہتھکنڈوں میں الجھ گئے جبکہ خدا اسے غدیر خم کے میدان میں اپنے رسول کے ذریعہ آخری حج کے وقت پہلے ہی معین کر چکا تھا مگر ہوا وہوس کے شکار مسلمانوں نے سقیفہ کا بازار گرم کیا، مہاجرین وانصار کے درمیان تو تو میں میں ہوئی ایک گروہ نے کہا ایک امیر ہم سے ہوگا اور ایک تم میں سے!! دوسرے نے کہا: امیر ہم میں سے ہوگا اور وزیر تم میں سے ہوگا!! بہر حال جب خلافت کا نشہ ڈھیلا ہوا تو جنازہ رسول کی فکر ہوئی لیکن اس وقت حضرت علی علیہ السلام تجہیز وتدفین کے فرائض انجام دے چکے تھے۔

چھٹا اختلاف ''فدک اور وراثت'' وہ فدک اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ترکہ جو فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو آپ کی طرف سے ملا تھا، خلیفہ وقت نے ایک بے بنیاد حدیث کو سہارا بنا کر اسے اپنے قبضہ میں لے لیا دختر رسول خدا، فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے فدک اور وراثت دونوں کا مطالبہ کیا خلیفہ وقت کے انکار کرنے پر شہزادی نے ان سے رابطہ ختم کر لیا اور تا دم حیات بات نہ کی جس پر صحیح بخاری کے یہ جملے شاہد ہیں: ''فهجرته فلم تكلمه حتى توفيت'' یہی نہیں بلکہ خلیفہ نے شہزادی سے گواہ طلب کر ڈالے جبکہ فدک آپ کے تحت تصرف تھا۔

ساتواں اختلاف ''مانعین زکوۃ سے جنگ کرنا'' ان لوگوں نے ابوبکر کو زکوۃ دینے سے اس لئے

انکار کیا تھا کہ انھیں خلیفہ برحق نہیں سمجھتے تھے نہ کے زکات دینے کے منکر تھے، لیکن خلیفہ نے ان کا قتل عام کرایا، ان پر طرح طرح کے ظلم ڈھائے اور ان کی عورتوں سے زنا کاری ہوئی۔

آٹھواں اختلاف ''ابوبکر کا خلیفہ منصوب کرنا'' یہ اختلاف جناب ابوبکر کا عمر بن خطاب کو اپنی وفات کے وقت بااختیار خلیفہ بنانے اور لوگوں کی رائے کا احترام نہ کرنے سے وجود میں آیا۔

نواں اختلاف ''عثمان کا خاندان پروری کرنا'' اپنے دور خلافت میں حکم بن امیہ کو اپنے پاس مدینہ میں بلایا، جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ سے نکلوادیا تھا، ابوذر غفاری کو ربذہ جلاوطن کیا، مروان بن حکم کو دولاکھ دینار افریقہ کا خمس دیا، عبداللہ بن سرح کو مصر کا گورنر بنایا حالانکہ رسول اللہ نے اس کا خون ہدر کردیا تھا، عبداللہ بن عامر کو بصرہ کا گورنر بنایا جہاں اس نے فسق وفجور اور بدعت ایجاد کی، معاویہ کو شام کا، سعد بن ابی وقاص کو کوفہ کا اور سعد کے بعد ولید کو کوفہ کا والی قرار دیا۔

دسواں اختلاف: ''ناکثین، قاسطین اور مارقین کا وجود میں آنا''

ناکثین: بیعت شکنی کرنے والے ''طلحہ اور زبیر'' جو جنگ جمل میں حضرت علی علیہ السلام کے خلاف عائشہ کو ساتھ لیکر آئے۔ قاسطین: ''معاویہ اور عمر عاص وغیرہ جنھوں نے حضرت علی علیہ السلام کے خلاف خروج کیا اور جنگ صفین وجود میں آئی۔ مارقین: خوارج، جن سے نہروان کی جنگ ہوئی۔ اس کے بعد اس کتاب میں ان تہتر فرقوں کا بغور وتدبر جائزہ لیا ہے جو ان جھگڑوں کے سبب سے وجود میں آئے، مصنف نے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''ستفترق امتی ثلاثا وسبعین فرقة کلها فی النار الا واحدة منها ناجیة'' کی روشنی میں اپنے اس تحقیقی سفر کو آگے بڑھایا اور مختلف فرقوں کی اصلیت پر مدلل گفتگو کی اور ان کے باطل ہونے پر ثبوت فراہم کئے نیز ایک فرقہ کو فریقین کی مستحکم دلیلوں سے ثابت کیا کہ وہ جنتی اور ناجی فرقہ ہے۔ خدایا! ہمیں راہ حق پر گامزن رکھ، اہلبیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ محشور فرما، دنیا میں ان کی محبت پر پائیدار رکھ اور آخرت میں ان کے جوار میں جگہ عنایت فرما۔ آمین!!!

شیخ وزیر عباس حیدری، گڑھی مجھیڑا سادات، مظفر نگر، یوپی (حوزہ علمیہ قم، ۱۴۳۲ھ)

انا وابوبکر وعمر وعثمان وعلی انوار

قال النبی کنت انا وابوبکر وعمر وعثمان وعلی انوار علی یمین العرش قبل ان یخلق آدم بالف عام فلما خلق اسکناظهره و تنقل فی الاصلاب الطاهرة الی ان نقلنی اللّٰہ الی صلب عبداللّٰہ ونقل ابو بکر الی صلب ابی قحافه نقل عمر الی صلب الخطاب ونقل عثمان الی صلب عثمان ونقل علی الی صلب ابی طالب ثم اختارهم لی اصحابی وجعل ابابکر صدیقا وعمر فاروقا وعثمان ذالنورین وعلی وصیافمن سب اصحابی فقدسبنی ومن سبنی فقد سب اللّٰہ ومن سب اللّٰہ اکبه اللّٰہ فی النارعلی منخریه. (۱)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہم اور ابوبکر وعمر وعثمان وعلی آدم کی خلقت سے ہزار برس پہلے عرش پر چند نور تھے۔

جب خدا نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو ان لوگوں کے نور کو ان کی صلب میں رکھا، اس کے بعد وہ لوگ ہمیشہ اصلاب طاہرہ میں منتقل ہوتے رہے یہاں تک کہ خدا نے ان کو عبداللہ کے صلب میں اور ابوبکر کو ابو قحافہ کے صلب میں اور عمر کو خطاب کی صلب میں اور عثمان کو عفان کی صلب میں اور علی کو ابو طالب کی صلب میں منتقل فرمایا: اس کے بعد اس نے ان لوگوں کو میرا صحابی، ابوبکر کو صدیق، عمر کو فاروق، عثمان کو ذوالنورین اور علی کو میرا وصی بنایا۔ پس جس نے میرے اصحاب کو گالی دی اس نے مجھ کو گالی دی اور جس نے مجھ کو گالی دی اس نے خدا کو گالی دی اور جس نے خدا کو گالی دی اس کو منہ کے بل جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

میں عرض کرتا ہوں گڑھنے والے نے حدیث تو گڑھی لیکن حدیث نور کا مقابلہ نہ کر سکا، اس لئے کہ اس کا مضمون یہ ہے کہ ہم اور علی ایک نور سے پیدا ہوئے، اور اس حدیث کا مضمون یہ ہے کہ ہم لوگ جدا جدا متعدد نور تھے، یعنی خلفائے ثلاثہ نور رسالتمآب سے نہ تھے، لہٰذا ان لوگوں کو وہ فضلیت حاصل نہ ہوئی جو حضرت علی علیہ السلام کو حاصل تھی کیونکہ حضرت علی علیہ السلام نور رسالت کا حصہ تھے جیسا کہ حدیث نور سے ثابت ہے یہ طے ہے کہ یہ حدیث صرف حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کو ثابت کر رہی ہے اور خلفائے ثلاثہ کی خلافت کی نفی

---

۱. کتاب الانوار الہدیٰ

کر رہی ہے اس لئے کہ اس میں ہے کہ ابوبکر، عمر اور عثمان کو خدا نے میرا اصحابی بنایا اور علی کو میرا وصی اور جانشین بنایا حدیث بنانے والے نے اس امر کی طرف توجہ نہیں کی۔

تیسرا ثبوت اس حدیث کے جعلی ہونے کا یہ ہے کہ اس میں ایک جملہ آیا ہے کہ ہم لوگوں کا نور ہمیشہ اصلاب طاہرہ میں منتقل ہوتا رہا حالانکہ ظاہر ہے کہ خلفائے ثلاثہ کے آباؤ واجداد ہمیشہ کافر رہے، لہذا ان کی صلب نجس پر اصلاب طاہرہ کا اطلاق صحیح نہیں ہے۔

چوتھا ثبوت یہ ہے کہ اس حدیث میں صرف صحابہ کو گالی دینے والوں کو جہنمی کہا گیا ہے لیکن حضرت علی کو گالیاں دینے والوں کو جہنمی نہیں کہا گیا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ حدیث معاویہ کے زمانے میں بنائی گئی ہے جبکہ معاویہ کے حکم سے حضرت علی علیہ السلام کو منبروں پر گالیاں دی جاتی تھیں۔

افضل الناس علی

اخرج احمد والطبرانی فی الکبیر عن معقل بن سیار ان النبی قال لفاطمة حسن زوجها من علی الاترضین انی زوجتک اقدم امتی مسلما و اکثرهم علما و اعظمهم حلما (۱)

احمد نے اور طبرانی نے کبیر میں معقل بن سیار سے اخراج کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ میں نے تم کو ایسے شخص سے تزویج کیا ہے جو اسلام میں ہماری امت میں سب پر مقدم ہے اور علم میں سب سے زیادہ اور حلم میں سب سے بڑھا ہوا ہے۔

اخرج النسائی فی خصائص علی عن ابی هریره قال قال رسول لله یافاطمة اماترضین ان الله نظرالی اهل الارض فاختار رجلین احمد هماابوک و آخربعلک . (۲)

اس روایت کو بہت سے اصحاب سنن نے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے یعنی نسائی نے خصائص علی میں ابوہریرہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے فاطمہ کیا تم راضی نہیں ہو کہ پروردگار عالم نے اہل زمین پر نظر ڈالی تو دو شخصوں کو منتخب

---

۱. وسیلۃ النجات، ص ۱۳۲
۲. وسیلۃ النجات، ص ۱۳۲؛ مستدرک حاکم، ج ۳، ص ۱۲۹

فرمایا: ایک ان میں سے تمہارا باپ ہے اور دوسرا تمہارا شوہر ہے۔

عن جابربن عبداللہ انصاری قال قال رسول اللہ یومامحضرا لمهاجرین والانصاریا علی لوان احداعبداللہ حق عبادة ثم شک فیک واهلبیتک انکم افضل الناس کان فی النار. (۱)

جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہاجرین وانصار کے مجمع میں فرمایا: اے علی! اگر کوئی شخص خدا کی ایسی عبادت کرے جو حق ہے عبادت کرنے کا اور پھر تمہارے اہلبیت کے افضل الناس ہونے میں شک کرے وہ جہنم میں جائے گا۔

ملاعلی قاری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں:

قال محشی آخر فلاجهة للتوقف بل یجب ان بجزم بافضلیة علی رضی اللہ عنه اذقدتو اتر فی حقه مایدل علی عموم مناقبه واتصافه بالکمالات واختصا صه بالکر امات هذا هوالمفهوم من سو ق کلامه ولذاقیل رائحة الرفض لکنه قریة بلامریة اذکثرت فضائل علی وکمالاته العلیه وتواتر النقل فیه معنی بحیث لایمکن لاحد انکاره لوکان هذارفضاوتر کاللسنة لم یوجد من اهل الروایه ولدرایة سنی اصلا،فایاک والتعصب فی الدین .(۲)

یعنی شرح عقائد نسفی کے ایک دوسرے محشی نے کہا ہے کہ توقف کی کوئی وجہ نہیں بلکہ علی کی افضلیت کا یقین کرنا واجب ہے کیونکہ ان کے عام مناقب، کثرت فضائل وکمالات کے ساتھ ان کے متصف ہونے اور کرامات (معجزات) کے ساتھ مخصوص ہونے پر جوحدیثیں دلالت کرتی ہیں حدتواتر تک پہنچی ہوئی ہیں، اس محشی کے سیاق کلام سے یہی مطلب سمجھ میں آتا ہے۔

اسی سبب سے ان کے متعلق کہا گیا ہے کہ ان میں رافضیت کی بو ہے لیکن یہ بلاشبہ ایک دھوکا ہے اس لئے کہ حضرت علی علیہ السلام کے فضائل کی کثرت اوران کے کمالات علیہ اوران

---

۱. مودۃ القربی مودت حدیث ۵

۲. شرح فقہ اکبر،ص ۶۱،مطبوعہ مصر

کے متعلق احادیث کا تو اتر اس حد تک ہے کہ کسی شخص کے لئے اس سے انکار ممکن نہیں پس اگر یہی بات رافضیت اور سنت کے چھوڑنے کا سبب ہو تو اہل روایت و درایت میں کوئی سنی باقی ہی نہ رہے گا پس دیکھو دینی معاملات میں تعصب سے بچتے رہو۔

افضل الناس ابوبکر

اخرج البخاری عن محمد بن علی ابن ابی طالب قال قلت لابی ای الناس خیر بعد رسول اللہ قال ابوبکر قلت ثم من قال عمر و خشیت ان یقول عثمان قلت ثم انت قال ما انا الا رجل من المسلمن .(۱)

بخاری نے حضرت محمد حنفیہ سے اخراج کیا ہے انھوں نے کہا: میں نے اپنے پدر بزرگوار سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب انسانوں سے افضل کون ہے آپ نے فرمایا: ابوبکر میں نے کہا ان کے بعد آپ نے فرمایا: عمر، اب میں ڈرا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اب اگر پوچھوں تو کہدیں عثمان، لہٰذا میں نے کہا کہ اور ان کے بعد آپ ہیں تو آپ نے فرمایا: نہیں ہوں میں لیکن ایک مرد مسلمان۔ میں تو کچھ بھی نہیں ہوں،

ابن عساکر نے عبدالرحمٰن بن ابویعلی سے روایت کی ہے کہ ایک دن جناب عمر نے منبر پر کہا کہ جو شخص مجھ کو ابوبکر سے افضل کہے گا، وہ کاذب ہے اس کو کذاب کی سزا دوں گا۔(۲)

اخرج الترمذی عن جابر بن عبداللہ انصاری قال عمر لابی بکر خیر الناس بعد رسول اللہ فقال ابوبکر ما انک ان قلت ذالک فلقد سمعت رسول اللہ یقول ماطلعت الشمس علی رجل خیر من عمر. (۳)

ترمذی نے جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت کی ہے: ایک مرتبہ جناب عمر نے جناب ابوبکر سے کہا: اے افضل ترین انسان بعد رسول اللہ تو جناب ابوبکر نے کہا: لیکن آپ نے بھی ایسی (غلط) بات کہی تو سنئے کہ ہم نے آنحضرت کو کہتے سنا ہے کہ عمر سے افضل آدمی پر کبھی آفتاب نہیں چمکا۔

---

۱. تاریخ الخلفاء ص ۳۱ ۲. تاریخ الخلفاء ص ۳۱
۳. تاریخ الخلفاء ص ۳۱

میں عرض کرتا ہوں کہ نہ معلوم جناب عمر نے جناب ابوبکر کو کذاب والی سزا دی کہ نہیں کیونکہ خود ان کا قول تھا کہ جو مجھ کو ابوبکر سے افضل کہے گا اس کو کذاب والی سزا دوں گا اس لئے کہ وہ جھوٹا ہے۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں: جناب ابوبکر خلیفہ ہوئے تو خطبہ کہا جس میں کہا:

لست بخير من احمد كم فراعوني فاذا رايتموني استقمت فاتبعوني واذرئيتموني زغت فقوموني واعلموان لي شيطانا يعترينى . (۱)

میں تم میں سے کسی ایک سے بھی بہتر نہیں ہوں، تم مجھ پر نگاہ رکھو، جب دیکھو کہ میں سیدھی راہ پر چل رہا ہوں تو میری اطاعت کرو، اور جب دیکھو کہ میں حق سے بھٹک گیا تو مجھے سیدھا کردو آگاہ رہو کہ میرے ساتھ ایک شیطان لگا ہے جو مجھے بہکایا کرتا ہے۔

واضح ہو کہ اگر ان کل حدیثوں کو صحیح تسلیم کرلیا جائے تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حضرت علی علیہ السلام سے ملتے تھے تو فرماتے تھے کہ تم افضل الناس ہو اور تمہارے علاوہ جو افضل الناس ہونے کا دعویٰ کرے وہ جہنمی ہے پھر حضرت ابوبکر سے جب ملاقات ہوتی تو فرماتے کہ تم افضل الناس ہو اور جناب عمر سے جب سامنا ہوتا تو فرماتے تم افضل الناس ہو تم سے بہتر کسی شخص پر آسمان نے سایہ نہیں کیا اور ان لوگوں کا حال یہ تھا۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں میں عام مسلمانوں میں سے ایک مسلمان ہوں اور کچھ بھی نہیں، جناب ابوبکر کہتے تھے میں مسلمانوں میں سے کسی ایک سے بھی افضل نہیں ہوں اور جناب عمر نے کہا کہ میں ابوبکر سے افضل نہیں ہوں جو مجھ کو ابوبکر سے افضل کہے گا وہ جھوٹا ہے۔

یہ متضاد اقوال بتا رہے ہیں کہ افضلیت صحابہ کی حدیثیں سب جعلی ہیں امیر المومنین کی افضلیت کے مقابلہ میں بنائی گئی ہیں۔

علی کے سوا سب کے دروازے بند

حاکم نے زید ابن ارقم سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا: اصحاب رسول میں سے کچھ لوگوں کے دروازے مسجد رسول کے اندر کھلتے تھے یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا:

سدوا هذه الابواب الاباب علی فکلم فی ذالک ناس فقام رسول اللہ

---

۱. تاریخ الخلفاء، ص ۴۹

فحمدالله واثنى عليه ثم قال امابعد فانى امرت بسدهذه الا بواب غير باب على فقال فيه قائلكم والله ماسد وث شيئاولا فتحته ولكن امرت بشى فاتبعته هذا. (۱)

باب علی کے علاوہ مسجد میں کھلنے والے سب کے دروازے بند کردیئے جائیں لوگوں نے آنحضرت کے اس فرمان پر چہ میگوئیاں کی آپ نے حمدوثنائے پروردگار کے بعد فرمایا: میں نے تم لوگوں کو دروازے بند کرنے کا حکم دیا تو لوگ اس پر گفتگو کرنے لگے۔

خدا کی قسم میں نے نہ کسی کا دروازہ بند کیا نہ کھولا لیکن یہ کہ مجھ کو حکم دیا گیا اور میں نے اس کی پیروی کی۔

اس حدیث کو حاکم نے مستدرک میں نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور یہ حدیث امام نسائی نے عمر بن میمون سے اور احمد نے عمر بن خطاب سے روایت کی ہے یہ حدیث صواعق محرقہ میں بھی ہے۔ (۲)

ابوبکر کے سواسب کے دروازے مسجد کی طرف سے بند

علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لايبقين باب الاسدالاباب ابى بكر. (۳)

ابوبکر کے سواسب کے دروازے مسجد کی طرف سے بند کردیئے جائیں۔

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جناب ابوبکر کے علاوہ سب کے یہاں تک کہ حضرت علی علیہ السلام کا دروازہ بھی مسجد کی طرف سے بند کردیا جائے حضرت علی علیہ السلام کی شان میں جو بہت سی صحیح السند حدیثیں اس موضوع میں وارد ہوئیں ہیں ان کا مفہوم یہ ہے حضرت علی علیہ السلام کے سواسب کے یہاں تک کہ ابوبکر کا بھی دروازہ مسجد کی طرف سے بند کردیا جائے اور یہ کھلا ہوا تضاد ہے اور ایسا کلام آنحضرت ہرگز نہیں فرماسکتے تھے جس سے ثابت ہوا کہ ان دونوں میں سے ایک صفت کی حدیثیں جعلی اور جھوٹی ہیں اس موضوع پر تفصیلی بحث کا آئندہ انتظار کیجئے۔

---

۱. حدیث صحیح الاسناد ص ۱۳۵
۲. مستدرک ج ۳، ص ۱۲۵؛ صواعق محرقہ ص ۷۴
۳. تاریخ الخلفاء ص ۲۸

علی کے فضائل لاتحصیٰ

اخطب خوارزم باسناده عن ابن عباس قال رسول الله لوان الرياض اقلام والجرمداد والجن حساب والانس كتاب مااحصوافضائل علی ابن ابی طالب . (١)

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تمام دنیا کے درخت قلم بن جائیں اور دریا روشنائی بن جائیں اور جن حساب کرنے والے اور انسان لکھنے والے ہوں جب بھی علی ابن ابی طالب کے فضائل کا احصاء نہیں کر سکتے۔

ابوبکر کے فضائل لاتحصیٰ

عن عمار بن ياسرقال رسول الله اتانی جبرئيل آنفافقلت ياجبرئيل حدثنی فضائل عمر فقال يامحمدلو حدثتک بفضائل عمر مالبث نوح فی قومه مانفدت فضائل عمروان عمر حسنة من حسنات ابی بكر. (٢)

عمار بن یاسر نے کہا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ میرے پاس ابھی جبرئیل آئے تھے تو میں نے کہا: اے جبرئیل کچھ عمر کے فضائل بیان کیجئے تو جبرئیل نے کہا کہ اگر میں اتنی مدت جتنے دنوں حضرت نوح اپنی امت میں رہے جناب عمر کے فضائل بیان کروں تو ختم نہ ہوں گے اور عمر حسنات ابوبکر میں سے ایک حسنہ ہیں۔

امام احمد بن حنبل نے لکھا ہے: یہ حدیث بالکل غلط اور باطل ہے۔ (٣)

اس روایت کے بنانے والے نے اس کا بھی لحاظ نہ کیا کہ حدیث ایسی بنائے جس سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات میں نقص لازم نہ آئے اس نے اس حدیث میں جناب عمر کا مرتبہ اتنا اونچا کر دیا کہ خود حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی فضائل عمر کی حد معلوم نہ تھی تو آپ نے جبرئیل سے سوال کیا۔

لیکن حضرت جبرئیل بھی نہ بتا سکے اور اتنا کہہ کر ٹال دیا کہ اگر عمر نوح کے برابر فضائل عمر بیان کروں تو ختم نہ ہوں یعنی فضائل حضرت ابوبکر وعمر نہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہو سکے نہ حضرت جبرئیل کو۔

---

١. مودۃ القربیٰ مودت ٥ — ٢. تاریخ الخلفاء ص ٣٥

٣. لئالی مصنوعہ ص ١٨٣

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب حضرت علی علیہ السلام تھے

انس ابن مالک روایت کرتے ہیں: ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کسی نے بھنا ہوا پرندہ بھیجا، آپ نے دعا کی:

اللّٰهم اتینی باحب خلقک الیک یا کل معی هذا الطیر

یعنی اے میرے پروردگار جو شخص تیرے نزدیک تیرے بندوں میں سب سے زیادہ محبوب ہو اس کو میرے پاس بھیج کہ وہ میرے ساتھ بھنا ہوا پرندہ کھائے۔

انس کہتے ہیں کہ آپ دعا کر رہے تھے کہ علی آ گئے میں نے کہا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کام میں مشغول ہیں پس وہ واپس چلے گئے اس کے بعد پھر آئے میں نے پھر بہانہ کر دیا چنانچہ وہ واپس چلے گئے تیسری مرتبہ پھر تشریف لائے اور رسول کے پاس چلے گئے آپ نے پوچھا: اے علی میرے پاس آنے میں تم کو کسی نے روکا۔

آپ نے سارا واقعہ بیان کیا پس حضرت نے انس سے پوچھا کہ تم نے علی کو کیوں روکا۔

انس کہتے ہیں میں نے عرض کیا: جب میں نے آپ کی دعا سنی تو دل میں یہ تمنا پیدا ہوئی کہ کوئی میری قوم کا آ جاتا۔(۱)

یہ حدیث متواتر ہے اس حدیث کی ۳۵، صحابیوں نے انس سے روایت کی ہے اور حاکم نے لکھا ہے تیس صحابہ نے یہ حدیث انس سے روایت کی ہے۔

مسلمانوں کو غور کرنا چاہئے کہ جب اتنی سی بات کے لئے کہ مسجد میں حضرت علی علیہ السلام کا دروازہ کھلا رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آ کر بھنا ہوا پرندہ نوش فرمائیں صحابہ کے حسد کا یہ عالم تھا کہ رسول پر اعتراض اور اظہار ناراضگی و بہانہ کرتے تھے تو خلافت وحکومت کے مسئلہ میں انھوں نے بعد رسول کیا کیا نہ کیا ہوگا۔

ابوبکر، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب

اخرج الترمذی والنسائی والحاکم عن عبداللّٰه بن شقیق قال قلت

---

۱. مستدرک حاکم ج ۳، ص ۱۳۱

لعائشة ای اصحاب رسول اللّٰہ کان احب الی رسول اللّٰہ قالت ابوبکر قلت ثم من قالت عمر قلت ثم من قالت ابو عبیدة الجراح. (۱)

یعنی ترمذی، نسائی اور حاکم نے عبداللہ بن شفیق سے روایت کی ہے: میں نے عائشہ سے پوچھا کہ اصحاب میں کون حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زیادہ پیارا تھا؟

انھوں نے کہا: ابوبکر۔ میں نے پوچھا: ان کے بعد کون تھا؟

انھوں نے کہا: عمر۔ میں نے پوچھا ان کے بعد؟

انھوں نے کہا: ابوعبیدہ جراح۔

لیکن جناب عثمان اور حضرت علی علیہ السلام کا کوئی ذکر نہیں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان لوگوں سے کوئی خاص محبت نہ تھی۔

عن عمرو بن العاص قال قلت یا رسول اللّٰہ من احب الناس الیک قال ماترید الی ذلک قلت یا رسول اللّٰہ ارید ان اعلم ذلک قال عائشة قلت انما اعنی من الرجال قال ابوھا. (۲)

یعنی عمر بن عاص نے کہا: اے رسول اللہ لوگوں میں سب سے زیادہ آپ کو کون محبوب ہے آپ نے فرمایا: پوچھ کر کیا کروگے؟ عرض کیا: جاننا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: عائشہ۔ میں نے عرض کیا: میرا سوال مردوں کے بارے میں ہے آپ نے فرمایا: عائشہ کا باپ۔

ان دونوں حدیثوں کے متعلق صرف اتنا لکھ دینا کافی ہے کہ پہلی حدیث کی راویہ جناب عائشہ ہیں جو حضرت علی علیہ السلام سے جنگ جمل لڑیں اور دوسری حدیث کے راوی عمر بن عاص جو جنگ صفین میں لڑے اور حضرت کے سب سے بڑے دشمن تھے۔

الحق مع علی

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

علی مع الحق والحق مع علی یدور معه حیث دار. (۳)

---

۱. تاریخ الخلفاء، ص ۱۲ ۲. تاریخ الخلفا ص ۱۲

۳. الامامة والسیاسیة لابن قتیبه ج ۱ ص ۷۰؛ تاریخ خطیب ج ۱۴ ص ۲۱؛ ینابیع المودة باب ۱۴ ص ۵۹؛ فرائد السمطین باب ۳۷

حضرت علی حق کے ساتھ ہیں اور حق حضرت علی کے ساتھ ہے حق اس طرف مڑتا ہے جدھر وہ مڑتے ہیں۔

یہ حدیث احمد بن حنبل نے مسند میں اور طبرانی نے اوسط میں اور ان لوگوں کے علاوہ بہت سے محدثین نے نقل کی ہے۔

الحق مع عمر

عن ابن عباس قال رسول اللہ الحق بعدی مع عمر حیث کان . (۱)

ابن عباس نے کہا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حق ہمارے بعد عمر کے ساتھ ہے وہ جہاں بھی رہیں۔

یہ حدیث دو طریقہ سے منقول ہے اور علمائے اہلسنت کے نزدیک دونوں ضعیف ہیں۔ (۲)

منزلت ہارونی

حاکم نے مستدرک میں ابن عباس سے ایک طویل حدیث فضائل امیر المومنین میں نقل کی ہے اس میں ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا:

اما ترضی ان تکون منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لیس بعدی نبی.

اے علی! کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم کو مجھ سے وہی منزلت ہو جو ہارون کو موسیٰ سے تھی سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

یہ حدیث متواتر ہے ۲۵ر سے زیادہ اصحاب رسول نے اس کو نقل کیا ہے یہ حدیث بخاری ”کتاب مغازی“ اور مسلم میں بھی موجود ہے۔ (۳)

منزلت ہارونی

عن ابن عباس مرفوعا لو کنت متخذا خلیلا لا تخذت ابابکر خلیلا ولکن

---

۱. تاریخ الخلفا، ص ۸۱ ۲. میزان الاعتدال ج ۲، ص ۳۰۹

۳. مستدرک ج ۳، ص ۱۳۳؛ بخاری ج ۳، کتاب مغازی باب غزوہ تبوک ص ۵۷؛ مسلم ج ۲، ص ۲۳۶

نقیب اہلبیت علیہم السلام

حجۃ الاسلام والمسلمین استاد سید شمشاد حسین رضوی اترولوی قمی ''ہندوستان''
(مقیم حال اوسلو، ناروے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس حقیقت سے کون انکار کرسکتا ہے کہ (اسلام) کے مقابلے میں (کفر) ملت واحدہ ہے آج عالمی پیمانے پر صفوف مسلمین میں ہر روز و ہر ساعت تمام جزئی وفروعی اختلاف سے بالاتر ہو کر اتحاد کی شدید ضرورت ہے استعماری واستکباری طاقتوں نے اسلام و مسلمین کو کمزور کرنے اور ان میں انتشار واختلاف پیدا کرنے کی کیا کیا سازشیں کیں اور نت نئے مکارانہ اور فریب آور منصوبوں سے انھیں نیست ونابود کرنے کی نام کوششیں کیں بین الاقوامی سطح پر موجودہ صورت حال کے پیش نظر وسعت قلبی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مسلم مفکران، علماء اور دانشمندوں کو چاہئے کہ اس دنیا میں زبان و قلم سے اسلام اور مسلمین کی ایسی خدمت انجام دیں اور مسلم معاشرہ کی ایسی تربیت کریں جس سے اسلامی اقدار بلند ہوں، ہر سمت اس کا بول بالا ہو، مسلمانوں کی خوابیدہ صلاحتیں ابھریں تا کہ پورا معاشرہ لائق فخر اور قابل ستائش بن سکے۔

بوڑھے استعمار اور خونچکان استکبار کی پلاننگ ہمیشہ یہی رہی کہ مسلمانوں کو آپس میں لڑاتے رہو کبھی مذہب کے آپسی افکار عقائد کی بات چھیڑ دو تو کبھی زبان وقوم کا مسئلہ ابھار دو اور کبھی انھیں زمین وجائداد اور ملکیت کے گمبھیر مشکلات میں ڈال دو چنانچہ نادان مسلمان استعماری، استکباری صیہونیت کی ان چالوں میں آ کر اپنے وقار اور ملی اتحاد کو کھو بیٹھتا ہے اور ہر چیز کو داؤں پر لگا کر ایک دوسرے کی تباہی کا سامان بن جاتا ہے۔

برصغیر (ہندوستان و پاکستان) میں شیعیت کے خلاف پروپیگنڈے اور مذہب حقہ کے خلاف

اللہ اتخذ صاحبکم خلیلا وابوبکر وعمر منی بمنزلة هارون من موسیٰ

ابن عباس سے مرفوعا منقول ہے: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر میں کسی کو دوست بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن خدا نے تمہارے صاحب کو دوست بنالیا ابوبکر و عمر مجھ سے وہی منزلت رکھتے ہیں جو ہارون کو موسیٰ سے تھی۔

اس حدیث کے راوی قرعہ بن سوید کو امام نسائی اور ابن عدی نے ضعیف کہا ہے اور کہا ہے کہ اس کی یہ حدیث بالکل جھوٹی ہے۔(۱)

مدینة العلم

حاکم نے مستدرک میں ابن عباس سے نقل کیا ہے: انھوں نے کہا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

انامدينة العلم وعلی بابها فمن ارادالعلم فالیات الباب . (۲)

میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے پس جو شخص شہر میں داخل ہونے کا اردہ رکھتا ہو اس کو دروازے سے داخل ہونا چاہئے۔

یہ حدیث حاکم نے دو مضبوط سندوں کے ساتھ نقل کی ہے اور لکھا ہے کہ یہ صحیح ہے اور یہی حدیث ینابیع المودۃ میں بہت سی سندوں کے ساتھ وارد کی ہے اور اس حدیث کو ملا مبین فرنگی محل نے وسیلۃ النجات میں بھی لکھا ہے۔(۳)

اخرجه البزازعن جابربن عبداللّٰه انصاری وابن عدی عن ابن عمروالطبرانی عن کلیهماوالحاکم عن علی وابن عمروزادالطبرانی فی روایةعن ابن عباس مرفوعاً فمن ارادالعلم فلیات من بابه وهذالحدیث صحیح علی رای الحاکم وقال ابن حجر حسن وهوعندالتر مذی وابونعیم عن علی انادارالحکمة وعلی بابها.

اس حدیث کو بزاز نے جابر سے ابن عدی نے ابن عمر سے اور طبرانی دونوں سے اور حاکم نے حضرت علی علیہ السلام اور ابن عمر سے اخراج کیا ہے، طبرانی نے مرفوعا ابن عباس سے روایت

---

۱. میزان الاعتدال ص ۳۱۳ ج ۲

۲. مستدرک ج ۳، ص ۱۲۶

۳. ینابیع المودۃ باب ۱۴، ص ۵۹؛ وسیلۃ النجات ص ۱۳۶، ملا مبین فرنگی محل

کی ہے کہ جوارادہ کرے علم کا اس کو چاہئے کہ دروازے سے آئے اور یہ حدیث حاکم کی رائے میں صحیح ہے اور ابن حجر نے کہا ہے کہ حسن ہے یہ حدیث ترمذی اور ابونعیم نے حضرت علی علیہ السلام سے یوں روایت کی ہے:

انادار الحكمة وعلى بابها

یعنی میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔

فرات کوفی نے اس کو ابوالعلا سے اخراج کیا ہے اور انھوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے۔ (۱)

مدینۃ العلم

عن ابى هريره قال قال رسول الله انامدينة العلم وابوبكر اساسها وعمر حيطا نها وعثمان سقفها وعلى بابها. (۲)

ابو ہریرہ نے کہا: حضرت رسول اللہ نے فرمایا: میں علم کا شہر ہوں اور ابوبکر اس کی بنیاد ہیں اور عمر اس کی دیوار اور عثمان اس کی چھت اور علی اس کا دروازہ ہیں۔

اس حدیث کے راوی ابو ہریرہ ہیں جن کے حالات گذر چکے، آپ حدیث سازی والے محکمہ کے رکن اعلیٰ تھے آپ نے یہ حدیث بنائی، لیکن یہ نہ سوچا کی میں یہ کیا کہہ رہا ہوں ابوبکر کو رسول اللہ کے علم کی بنیاد بنادیا جس کے معنی یہ ہوئے کہ رسول اللہ کا سارا علم نبوت حضرت ابوبکر سے حاصل ہوا تھا اگر حضرت ابوبکر نہ ہوتے تو رسول کچھ نہ ہوتے نیز آپ کو یہ بھی یاد نہ رہا کہ شہر پر چھت نہیں ہوتی۔

جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ حدیث گڑھی ہوئی ہے لیکن پھر بھی یہ حدیث صاف بتارہی ہے کہ اگر علم حاصل کرنا ہو تو دروازہ سے آؤ یعنی علی سے حاصل کرو کیونکہ بنیاد اور چھت پر اور دیوار پر آنے والا چور کہا جاتا ہے۔

---

۱. تفسیر فرات کوفی ص ۱۲ ۲. صواعق محرقہ بحوالہ فردوس جہمی

عرش پر علی کا نام

قال رسول اللّٰہ: مکتوب علی ساق العرش لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ ایدته بعلی و نصرته بعلی. (۱)

یہ حدیث طبرانی نے کبیر میں اور ابن عساکر نے بھی روایات کی ہے۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ساق عرش پر لکھا ہے کہ اس خدا کے سوا کوئی خدا نہیں ہے اور محمد اللہ کے رسول ہیں، علی کے ذریعہ سے میں نے ان کی تائید اور مدد کی۔

جابر بن عبداللہ انصاری نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا:

مکتوب علی باب الجنة لا الہ الا اللّٰہ محمد رسو ل اللّٰہ علی ولی اللّٰہ اخو رسول اللّٰہ . (۲)

جنت کے دروازے پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ اخو رسول اللہ لکھا ہے۔

اس حدیث کو طبرانی نے اوسط میں اور خطیب نے المتفق والمفترق میں نقل کیا ہے۔

عرش پر ابوبکر کا نام

عن ابن عباس عن النبی قال لماعرج بی الي السماء رایت علی ساق العرش مکتوب لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ ابوبکر الصدیق و عمر الفاروق وعثمان ذو النورین رسول اللّٰہ .

ابن عباس سے منقول ہے: رسول اللہ نے فرمایا: جب مجھ کو آسمان پر لے گئے تو میں نے دیکھا کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ابوبکر صدیق عمر فاروق اور عثمان ذوالنورین لکھا ہے۔

اس حدیث میں خلفائے ثلاثہ کا نام ہے لیکن حضرت علی علیہ السلام کا نام نہیں ہے حالانکہ چاروں خلفاء کا نام ہونا چاہئے جو اس امر کا قوی قرینہ ہے کہ یہ حدیث حضرت علی علیہ السلام کے مقابلہ کے لئے بنائی گئی ہے چونکہ حضرت علی علیہ السلام کے اس مضمون کی حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وارد ہو چکی تھی لہذا خلفائے ثلاثہ کے لئے بھی حدیث بنائی گئیں اور علی علیہ السلام کا نام ترک کر دیا گیا۔

اس حدیث کے راوی علی بن جمیل کو ابن حبان اور دار قطنی نے جھوٹا کہا ہے۔ (۳)

---

۱. کنز العمال ج ۶ ص ۱۵۸ ۲. مودة القربیٰ مودة ۶ ۳. میزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۹۸

علی کا دشمن کافر

عن علی قال قال رسول اللّٰہ: لایحب علیا الامومن ولایبغضہ الاکافر. (۱)

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی کو دوست نہ رکھے گا مگر مومن اور اس سے بغض نہ رکھے گا مگر کافر اس مضمون کی حدیثیں کتب معتبرہ میں سندوں سے بکثرت منقول ہیں۔

ابوبکر کا دشمن کافر ہے

اخراج ابن عساکر عن انس مرفوعاحب ابی بکر وعمر ایمان وبغضھا کفر. (۲)

ابن عساکر نے انس سے مرفوعاروایت کی ہے کہ ابوبکر وعمر کی محبت ایمان اور ان دونوں کی دشمنی کفر ہے اس حدیث کے راوی انس ہیں جن کا حال گذر چکا کہ یہ مخالف اہلبیت تھے۔

علی کے ایمان کا وزن

عن عبداللّٰہ ابن جویشقہ عن عمربن الخطاب قال سمعت رسول اللہ یقول لوان ایمان اھل السموات والارض فی کفة ووضح ایمان علی فی کفة لرجح ایمان علی ابن ابی طالب . (۳)

عبداللہ بن جویشقہ نے عمر بن الخطاب سے روایت کی ہے انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: اگر اہل آسمان وزمین کے ایمان کو ترازو کے ایک پلہ میں رکھا جائے اور علی کا ایمان دوسرے پلہ میں رکھ کر تولا جائے تو علی کا ایمان بھاری ہوگا۔ یہ حدیث وسیلة النجات میں بھی موجود ہے۔ (۴)

---

۱. مودة القربیٰ مودة ۳، حدیث ۵
۲. تاریخ الخلفاء ص ۳۶
۳. مودة القربیٰ مودة ۷، حدیث ۱۰
۴. وسیلة النجات ص ۱۱۴، "فصل الخطاب"

ابوبکر کے ایمان کا وزن

طبرانی نے معاذ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے خواب میں دکھایا گیا کہ میں ترازو کے ایک پلہ میں رکھا گیا اور دوسرے میں میری امت رکھی گئی تو میں پوری امت کے برابر نکلا پھر ابوبکر تولے گئے تو وہ بھی پوری امت کے برابر ہوئے پھر عمر تولے گئے تو وہ بھی پوری امت کے برابر نکلے پھر عثمان تولے گئے تو وہ بھی پوری امت کے برابر نکلے اس کے بعد وہ ترازو جھٹ اٹھالی گئی۔

شاید ترازو جلدی سے اس لئے اٹھالی گئی کہ کہیں حضرت علی علیہ السلام نہ آ کر پلہ میں بیٹھ جائیں تو پھر خدا معلوم کیا ہو یہ حدیث بعض اہلسنت نے حضرت بہلول دانا کے سامنے بیان کی، انھوں نے کہا: اگر یہ حدیث صحیح ہے تو ترازو ہی میں خرابی تھی اسی لئے جلدی سے اٹھالی گئی۔

سید اشباب اہل الجنۃ

عن ابی ہریرہ قال قال رسول اللّٰہ ان ملکامن السماء لم یزرنی فاستاذن اللّٰہ فی زیارتی فبشرنی الی یوم القیامۃ واخبرنی ان فاطمہ سیدۃ نساء اہل الجنۃ والحسن والحسین سیداشباب اہل الجنۃ. (۱)

ابو ہریرہ نے کہا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک فرشتہ جس نے کبھی میری زیارت نہیں کی تھی، اللہ سے اجازت لے کر میری زیارت کو آیا اور اس نے مجھ کو قیامت تک کی بشارتیں دیں اور مجھ کو خبر دی کہ فاطمہ جنت کی عورتوں کی سردار اور حسن اور حسین بہشت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ (۲)

احب الناس فاطمہ

عن جمیع ابن عمیر قال دخلت مع عمتی علی عائشۃ فسئلت ای الناس کان احب الی رسول اللّٰہ قالت فاطمہ قیل فمن الرجال قالت زوجھا. (۳)

---

۱. مودۃ القربیٰ مودۃ ۱۲
۲. مستدرک حاکم ج ۳، ص ۳۸۱
۳. مستدرک حاکم ج ۳، ص ۱۵۷

جمیع ابن عمیر نے کہا: میں اپنی پھوپھی کے ساتھ عائشہ کے یہاں گیا، میں نے پوچھا کہ آنحضرت کو سب سے زیادہ کون محبوب تھا؟ انھوں نے کہا: مردوں میں۔

انھوں نے کہا: فاطمہ کا شوہر۔

اس مضمون کی حدیثیں کتب معتبرہ میں کثرت سے ہیں اور متفق علیہ ہیں۔

سیدا کھول اہل الجنۃ

اخرج الترمذی وغیرہ عن انس قال قال رسول اللّٰہ لابی بکر وعمر هذان سیدا کھول اهل النجة من الاولین و الاخرین الاالنبین والمرسلین . (۱)

ترمذی وغیرہ نے انس سے روایت کی: حضرت رسول اللہ نے فرمایا: ابوبکر وعمر جنت کے بڈھوں کے سردار ہیں، اولین سے ہوں، یا آخرین سے سوائے انبیاء مرسلین کے۔

اس روایت کے راوی انس ہیں جن کی دشمنی اہلبیت معلوم ہے نیز اینکہ عقلی دلیلوں سے ثابت ہے، کہ جنت میں سب جوان ہوں گے، وہاں کوئی بڈھا نہ ہوگا۔

احب الناس عائشہ

عمر بن عاص کی روایت گذر چکی کہ میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: آپ کو کون زیادہ محبوب ہے؟ تو آپ نے فرمایا: عائشہ۔

میں نے عرض کیا: میرا سوال مردوں کے متعلق ہے؟

آپ نے فرمایا: عائشہ کا باپ۔ (۲)

یہ چند حدیثیں میں نے بالمقابل نقل کر دیں تا کہ پڑھنے والوں کو معلوم ہو جائے کہ علامہ ابن عقیل اور ابن ابی الحدید وغیرہ نے جو فضائل امیر المومنین علیہ السلام کے بالمقابل صحابہ کی مدح میں حدیثیں بنائی جانے کی خبریں دی ہیں وہ بالکل صحیح ہیں، میں نے تو چند حدیثیں نقل کی ہے علمائے اہل سنت نے اس موضوع پر مستقل کتابیں لکھ دیں ہیں، جیسے ذہبی کی میزان الاعتدال اور ابن جوزی کی کتب الموضوعات یا جلال الدین سیوطی کی لئالی مصنوعہ اور علی قادری کی موضوعات وغیرہ۔

---

۱. تاریخ الخلفاء ص ۳۲، صحیح ترمذی، ج ۳، ص ۲۰۱   ۲. مستدرک ج ۴، ص ۱۲

احادیث فضائل امیر المومنین کے متعلق علمائے اہلسنت کی رائے

حاکم نے مستدرک میں لکھا ہے: ہم نے قاضی ابوالحسن علی بن حسن جراحی کو اور ابوالحسین محمو بن مظفر حافظ کو کہتے ہوئے سنا، انھوں نے ابو حامد بن محمد بن ہارون حضرمی سے سنا، انھوں نے محمد بن منصور طوسی سے سنا، انھوں نے احمد بن حنبل سے سنا، وہ کہتے تھے۔

ماجاء لاحد من اصحاب رسول اللّٰہ (ص) من الفضائل ماجاء لعلی بن ابی طالب رضی اللّٰہ عنه. (۱)

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی صحابی کے فضائل میں اتنی حدیثیں نہیں آئی جتنی حدیث فضائل علی بن ابی طالب میں وارد ہوئی ہیں۔

احمد ونسائی وغیرہ نے کہا ہے:

لم یروفی حق احمد من الصحابة بالاسانید الجباد اکثر مماجاء فی علی علیه السلام. (۲)

صحیح سندوں کے ساتھ کسی ایک صحابی کے حق میں اتنی حدیث وارد نہیں ہوئی ہیں جس قدر حضرت علی علیہ السلام کے حق میں آئی ہیں۔

امام یافعی نے مراۃ الجنان میں لکھا ہے: حضرت علی علیہ السلام کے مناقب ومفاخر تعداد میں شمار سے زیادہ ہیں۔(۳)

اور شرح فقہ اکبر میں ملا علی قاری کی تحریر گذر چکی کہ انھوں نے لکھا ہے:

اذ کثرت فضائل علی و کمالاته العلیه و تو اتر النقل فیه معنی بحیث لا یمکن لاحد انکاره ولو کان هذا رفضا و تر کا للسنة لم یوجد فی اهل الروایة و الدرایة سنی اصلافایاک و التعصب فی الدین . (۴)

حضرت علی علیہ السلام کے فضائل وکمالات علیہ کی کثرت اوران کا تواتر معنوی کسی شخص کے لئے قابل انکار نہیں ہے اور یہی بات اگر رافضیت اور مذہب اہل سنت سے خارج ہوجانے کا سبب ہوجائے تو اہل روایت ودرایت میں کوئی سنی باقی ہی نہ رہے۔

---

۱. مستدرک ج ۳، ص ۱۰۷
۲. وسیلۃ النجات ص ۵۵
۳. مراۃ الجنان ج ۱، ص ۱۰۹
۴. شرح اکبر مطبوعہ مصر ص ۶۲

پس دینی امور میں تعصب سے بہت بچتے رہو اسی طرح بہت سے علماء اہل سنت نے اقرار کیا ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے فضائل ومناقب اس کثرت سے احادیث صحیحہ میں وارد ہوئے ہیں جن سے انکار ممکن ہی نہیں۔

احادیث کی روشنی میں خلفائے ثلاثہ کے فضائل

فضائل صحابہ میں واضح احادیث کے متعلق علامہ ابن عقیل، ابن ابی الحدید اور علامہ شبلی وغیرہ کی تحریریں گذر چکیں ان کے علاوہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں، سیوطی نے لئالی مصنوعہ میں اور ابن جوزی نے موضوعات میں فضائل صحابہ کی بہت سی حدیثوں کو جھوٹی اور وضعی ثابت کیا ہے۔

شیخ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی صاحب قاموس نے اپنی کتاب سفر السعادۃ میں لکھا ہے:

ان مادرفی فضائل ابی بکر فھی من المفتریات التی شھیدبداھۃ العقل بکذبھا.

فضائل ابو بکر میں جو حدیثیں وارد ہوئی ہیں بالکل جھوٹ ہیں جن کے کذب پر عقل بالبداہت شہادت دیتی ہے۔

لیکن باوجود اس اقرار واعتراف کے علمائے اہل سنت کا تمام تر اعتماد انھیں جھوٹی اور بے بنیاد احادیث پر ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ اگر وہ لوگ ان احادیث کو ترک کر دیں تو صحیح احادیث کہاں سے لائیں جن کے مذہب کی بنیاد جمہوریت اور مخالفت خدا اور رسول پر ہے، امت نے خلافت کی بنیاد رکھی اور امت ہی نے اجتہاد وقیاس سے شریعت بنائی تو وہ لوگ ان چیزوں کی تائید میں آیات واحادیث کہاں سے لائیں رہا یہ شبہ کہ اگر صحابہ اور محدثین خائن وبے دین ہوتے تو اہل بیت کے فضائل کی حدیثیں کیوں روایت کرتے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ توریت وانجیل اور دیگر صحف آسمانی میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارتیں آج بھی موجود ہیں حالانکہ یہود ونصاریٰ نے آپ کا نام ونشان مٹانے کی انتہائی کوششیں کیں اور آپ کے متعلق آسمانی بشارتوں میں تغیر وتبدل کیا، ان کو کتابوں سے نکالا، ان کے الفاظ بدلے، ان کے معانی میں تاویلیں کیں لیکن اس کے بعد بھی نہ نکال سکے، خدا نے ان کی عقلوں اور آنکھوں پر پردہ ڈال دیا، اسی طرح فضائل اہل بیت کو قرآن واحادیث سے نکالنے اور ان کو دنیا سے مٹانے کی ہر ممکن

کوششوں کے باوجود دنیا والے اس میں کامیاب نہ سکے۔

خداوند عالم نے ان کی عقلوں اور آنکھوں پر پردہ ڈال دیا، کسی نے یہ سوچ کر فضائل اہل بیت بیان کئے کہ ان سے خلفائے ثلاثہ کی افضلیت وخلافت پر کوئی ضرب نہیں لگتی، کسی نے یہ خیال کر کے لکھا کہ محدثین نے کل موضوعات پر کتابیں لکھ دیں، اب اگر میں بھی وہی باتیں دہراؤں تو میری تحریر کا وقار کیا رہے گا۔

لہٰذا جو حدیثیں لوگوں نے چھوڑ دی ہیں ان کو میں تحریر کروں، جیسے حاکم نے مستدرک لکھی، کسی نے اس شرم سے فضائل اہلبیت لکھے کہ دنیا یہ نہ کہے کہ واقعاً...اہل سنت مخالف اہل بیت ہیں، لہٰذا کچھ ثبوت محبت دیدوں جیسا کہ ملامبین صاحب اپنی کتاب کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:

قد اشهر بين من يدعون بمحبة آل الرسالة انه ليس فی كتب السنة الجماعة فضائل ال عباومناقب علی الموتضیٰ امام الهدیٰ حتی سمعت هذالمقال من افواه بعض الرجال فاملاقلبی بفرط الملال وجرحة كاالسنان فی البال فالمت كما تيالم الجريح بالبنال والقريح بالنصال والقريح بالتصال ولله در من قال .جراحات السنان لهاالاَليتام ولايلتام ماجرح اللسان

اس کے بعد لکھتے ہیں:

فلما طال الكلام بعثنی صدق الهمة الیٰ ان اولف رسالة مشتملة علی الايات النازلة والاحاديث الواردة فی مودة القوبیٰ الخ

یعنی جو لوگ محبت آل رسول کے مدعی ہیں (شیعہ) ان کے درمیان میں مشہور ہو گیا کہ اہلسنت کی کتابوں میں آل عبا اور علی مرتضےٰ امام المهدیٰ کے فضائل نہیں ہیں یہاں تک کہ میں نے بعض لوگوں کی زبانی یہ بات سنی تو میرا قلب ملال سے بھر گیا اور دل میں نیزہ سا چبھ گیا اور میں یوں تڑپ اٹھا جیسے تیر کا زخمی تڑپتا ہے اور خدا بھلا کرے شاعر کا اس نے کیا خوب کہا ہے کہ نیزوں کے زخم تو بھر جاتے ہیں لیکن زبان کا زخم نہیں بھرتا۔

اس کے بعد لکھا ہے کہ جب بات زیادہ بڑھی تو میری سچی ہمت نے مجھے ابھارا کہ محبت اہل بیت کے متعلق جو حدیثیں وارد ہوئی یا جو آیتیں قرآن مجید میں نازل ہیں ان کو ایک رسالہ کی صورت میں جمع کردوں۔

پس میں نے اہل بیت کے فضائل کو صحیح کتابوں سے مثلا: صحیح بخاری، مسلم و ترمذی وغیرہ، ابن اثیر کی جامع الاصول اور شیخ شہاب الدین ابن حجر مکی کی صواعق محرقہ اور علامہ عبد الرسول علوی حسنی سہروردی کی اشاعت فی اشراط الساعت اور قدوہ اہل صفا خواجہ محمد پارسا کی فصل الخطاب اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی ازالۃ الخفا اور عبد الحق محدث دہلوی کی مدارج النبوۃ اور مولانا عبد الرحمٰن جامی کی شواہد النبوہ وغیرہ جیسی قابل وثوق و محکم کتابوں سے صحیح حدیثیں اس کتاب میں جمع کر دیں اور عقل و انصاف کی دلیلوں سے تمسک کیا، ضعیف اور وضعی اقوال، افراط و تفریط سے پرہیز کیا میں نے رسول اللہ کے فرمان پر عمل کیا جو آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو کچھ میرے صحابہ کے درمیان میں واقع ہوا ہے اس میں دخل نہ دینا پس میں نے انھیں چیزوں پر اختصار کیا جو ثابت اور حق تھیں اور مورخین کی واہیات باتوں سے اعراض کیا جس کے دل میں شک ہو اس کو لازم ہے کہ مذکورہ کتابوں کی طرف رجوع کرے تاکہ اس کی آنکھوں پر سے پردہ اٹھ جائے اس کتاب کا نام میں نے وسیلۃ النجات رکھا۔

اگرچہ ملا صاحب نے اپنی اس تحریر میں محبت اہل بیت کا دعویٰ کیا ہے، لیکن خود ہی یہ بھی ظاہر کر دیا کہ موصوف نے کتاب وسیلۃ النجات محبت کی بنا پر نہیں لکھی بلکہ شیعوں کے طعن سے بچنے کی غرض سے لکھی ہے۔ کسی نے یہ سوچ کر فضائل اہلبیت بیان کئے ہیں کہ قرآن واحادیث میں محبت اہل بیت کی سخت تاکید کی گئی ہے۔ لہٰذا اگر خلفائے ثلاثہ کے علاوہ دیگر اصحاب رسول پر اہل بیت کی افضلیت تسلیم کرلیں اور ان کے فضائل کی حدیثوں کا اقرار کرلیں تو کیا حرج ہے، صحابہ سے سرخرو بھی رہیں گے اور روز محشر خدا اور رسول کو جواب بھی دے لیں گے۔

کسی نے اس خیال سے لکھا کہ مسلمان قیامت تک میری کتاب سے حوالے نقل کریں گے اور محدث اور علامہ اور عالم جلیل جیسے بڑے بڑے القاب سے سرفراز کریں گے اور کسی کو واقعاً محبت قلبی نے بیتاب کیا اور وہ اخفائے فضائل اہلبیت پر صبر نہ کرسکا، جیسا کہ امام نسائی نے خصائص علی اور علامہ ابن عقیل نے نصائح کافیہ لکھ دی، غرض یہ کہ خدا کا وعدہ تھا کہ وہ اپنے نور کو تمام کر کے رہے گا چنانچہ اس نے وعدہ پورا کیا۔

احادیث فضائل خلفائے ثلثہ کے متعلق کیا تحریر کیا جائے یہ تو ایک طرفہ تماشا ہے جب یہ حضرات عقل و درایت کے معیار پر حدیثوں کو پرکھتے ہیں تو یہ کہہ دیتے ہیں کہ سب جھوٹی ہیں مفتریات ہیں اور جب ضرورت مجبور کرتی ہے تو انھیں سے تمسک کرتے ہیں چنانچہ حدیث "اصحابی کالنجوم "یا حدیث"

تبلیغات اور نشریات کے عجیب وغریب سلسلے مجبور کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی آگاہی وصحیح معلومات کے لئے لٹریچر فراہم کئے جائیں مدلل اور مسکت اطلاعات سے ہی احقاق الحق وابطال باطل کا مسئلہ حل ہوسکتا ہے استاذی العلام صدر المفسرین فقیہ اہلبیت حضرت آیۃ اللہ عالیجناب مولانا سید علی صاحب قبلہ رضوی قمی گوپالپوری ''اعلی اللہ مقامہ'' کی کتاب ''الفرقۃ الناجیۃ فی الاسلام'' تاریخ وکلام اور مناظرہ کا وہ بے نظیر مجموعہ ہے جس سے ہر خاص وعام استفادکرسکتا ہے اس میں قرآن واحادیث، عقل ومنطق، روایات ودرایت اور تاریخی حقائق کی روشنی میں حوالوں کے ساتھ ہر موضوع اور ہر باب قاری کو مطمئن کرسکتا ہے تشنگان حق وحقیقت کی سیرابی لے لئے یہ شیریں دریا ہے تاریخ وکلام کے ہر طالب علم کے واسطے ایک دستاویز اور چھوٹی سی لائبریری بھی ہے۔

استاذی العلام مولانا مرحوم ومغفور نے اسلامی فرقوں کی تقسیم اور ان کی تاریخ واصلیت کے ساتھ ساتھ ان کے اسباب وعوامل پر بڑے اچھے انداز میں بحث وگفتگو کی ہے صدر اسلام سے لے کر مختلف ادوار وایام میں تغیرات تحولات کا استدلالی، تجزیاتی اور عمیق مطالعہ کرتے ہوئے حقائق کو منظر عام پر لانے کے لئے جس انداز میں خامہ فرسائی کی ہے یہ انھیں کا حصہ تھا۔

استاد محترم طاب ثراہ کی زندگی اور حیات مستفیضہ ہی میں یہ کتاب ہندستان کے کونے کونے میں مقبول خاص وعام ہوئی یہی نہیں بلکہ بیرون ملک میں بھی بعض اہل علم حضرات تک یہ کتاب پہونچی اور ان کے ذریعہ زیور طبعہ سے آراستہ ہوتے ہی ہاتھوں ہاتھ نکل گئی، کتاب نے ایسا انقلاب برپا کیا کہ اس کے مطالعہ سے بہت سے لوگ مذہب حقہ اور فرقہ ناجیہ سے مشرف ہوئے نیز انھیں صحیح حقائق سے آگاہی ہوئی، اس کتاب کے لئے مختلف زبانوں میں ترجموں کی بھی فرمائش ہوتی رہی مگر یہ کام بہر حال اہم اور بڑا تھا جو آسان نہ تھا۔

اس علمی، تحقیقی اور استدلالی مجموعہ کے دوسرے ایڈیشن کے واسطے خسر محترم عالیجناب تہذیب الحسن صاحب جعفری ''عرف للن میر'' صاحب اترولہ (ضلع گونڈہ) نے ہمت کی اور اس سلسلے میں برادر محترم خطیب قادر عالیجناب مولانا سید محمد جابر صاحب قبلہ باقری جوراسی واعظ دام عزہ ''ایڈیٹر اصلاح لکھنؤ'' نے میری ہر قدم پر مدد اور حوصلہ افزائی کی۔

کتاب ہذا کا تیسرا ایڈیشن برادر حجۃ الاسلام شیخ وزیر عباس حیدری مظفر نگری کی تنظیم وتنسیق پر مشتمل محنتوں اور کاوشوں کا نتیجہ ہے جو بہتر سے بہتر، آراستہ وپیراستہ صورت میں شائع ہو رہا ہے

اقتدوا بالذین من بعدی ''کو لے لیجئے کہ باوجود اس کے کہ ان کے اجلہ علما نے ان کو رد کیا ہے جس کی تفصیل گذر چکی لیکن یہی حدیثیں آج ان کے علما وعوام کے درمیان سب سے زیادہ شہرت رکھتی ہیں۔

خلفائے ثلاثہ کے فضائل میں بنائی ہوئی حدیثوں کا مختصر حال تحریر کرنے کے بعد اب خلفائے ثلاثہ کی کمزوریوں کے مقابلہ میں محمد وآل محمد کے دامن پر عیوب کا جھوٹا دھبہ لگا کر ان کو گھٹانے کی جو کوششیں کی گئی ہیں چند نمونے ان کے بھی پیش کر رہا ہوں تا کہ قارئین کو معلوم ہو جائے کہ اہل بیت کی توہین وتنقیص کر کے ان کو ان کی بلند منزل سے پست کر کے صحابہ کے برابر بلکہ ان سے بھی پست ثابت کرنے کی امت نے کیسی کیسی کوششیں کی ہیں۔

اہلسنت کے نزدیک حضرت ابوطالب اور خاتم المرسلین کے آباء واجداد کے کفر کا عقیدہ

چونکہ خلفائے ثلاثہ کے آباء واجداد کافر تھے اور خود وہ لوگ بھی حالت کفر سے اسلام میں داخل ہوئے لہٰذا ان لوگوں کے اس عیب کو ہلکا کرنے کی پہلی کوشش یہ کی گئی کہ کہہ دیا گیا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء واجداد بھی کافر تھے۔

چنانچہ درمنثور سیوطی میں ہے کہ ابن ابوحاتم، حاکم، ابن مردویہ اور بیہقی نے دلائل میں ابن مسعود سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں: ایک روز حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبرستان کی طرف تشریف لے گئے ان کے ساتھ ہم لوگ بھی تھے آنحضرت ایک قبر کے پاس بیٹھ گئے اور دیر تک مناجات کرتے رہے پھر روئے تو ہم لوگ بھی روئے پھر آپ کھڑے ہوئے تو جناب عمر بھی اٹھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب جا کر کھڑے ہو گئے پھر آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ تم لوگ کیوں روئے ہو ہم لوگوں نے کہا: ہم لوگ آپ کو روتا دیکھ کر رو رہے ہیں آپ نے فرمایا: میں جس قبر پر بیٹھا تھا یہ میری ماں کی قبر ہے میں نے پروردگار سے ان کی زیارت کی اجازت مانگی تو اجازت مل گئی پھر جب ان کے لئے استغفار کی اجازت مانگی تو نہ ملی۔ یہی حدیث مسند ابوحنیفہ میں بھی ہے۔(۱)

بالآخر یہ آیت نازل ہوئی:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ. (۲)

---

۱. مسند ابوحنیفہ ص ۶۵ مطبوعہ لکھنو

۲. سورہ توبہ آیت ۱۱۳

نبی اور صاحبانِ ایمان کی شان یہ نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے حق میں استغفار کریں چاہے وہ ان کے قرابتدار ہی کیوں نہ ہوں جب کہ یہ واضح ہو چکا ہے کہ یہ اصحاب جہنم ہیں۔

ابن منذر، طبرانی اور حاکم نے ابن مسعود سے روایت کی ہے حضرت رسول اللہ ﷺ نے ابن ملیکہ انصاری سے فرمایا: میری ماں بھی (نعوذ باللہ) جہنم میں تمہاری ماں کے ساتھ ہے۔

مسلم نے اپنے طریقہ پر حماد ابن سلمہ سے انھوں نے ثابت سے انھوں نے انس سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا: ایک شخص نے آنخضرت ﷺ سے پوچھا کہ (میرا باپ کہاں ہے آپ نے فرمایا: کہ جہنم میں پھراس کو بلا کر فرمایا: میرا باپ بھی (نعوذ باللہ) جہنم میں ہے۔

درمنثور، سیوطی میں ہے کہ وکیع نے اپنے اسناد سے محمد بن کعب قرظی سے اخراج کیا ہے: ایک روز آنخضرت نے فرمایا: نہ معلوم میرے باپ کے ساتھ کیا ہوا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

لاتسئل عن اصحاب الجحیم . (۱)

اہل جہنم کے متعلق سوال نہ کرو۔

بعض اہل سنت نے ان احادیث کی صحت سے انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ کے آباؤ اجداد مومن تھے۔

لہٰذا یہ آیت نازل ہوئی: ما کان للنبی و الذین آمنوا ان یستغفرو اللمشرکین ...

ان کا کہنا ہے کہ یہ آیت رسول اللہ ﷺ کے والدین کی شان میں نہیں بلکہ حضرت ابو طالب کی شان میں نازل ہوئی ہے چنانچہ ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں:

قال ابو طالب فی آخر المرام انا علی ملة ابی عبدالمطلب و ابی ان یقول لاالہ الااللّٰہ فقال واللّٰہ لاستغفرن لک ربی مالم انه عنک فانزل اللّٰہ تعالیٰ ما کان للنبی و الذین آمنوا.... (۲)

حضرت ابو طالب نے آخری وقت میں کہا: میں اپنے والد عبدالمطلب کے دین پر ہوں اور لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کیا، اس پر آپ نے فرمایا: خدا کی قسم جب تک آپ کے متعلق روکا نہ جاؤں آپ کے لئے استغفار کرتا رہوں گا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ

---

۱. بحوالہ درالیتیم ص ۸ و ۹

۲. شرح فقہ اکبر ص ۹۷ مطبوعہ مصر

نبی کے لئے اور مومنین کے لئے روانہیں ہے کہ مشرکوں کے لئے استغفار کریں اگر چہ وہ قرابتدار ہوں بعد اس کے کہ ان کا جہنمی ہونا ظاہر ہو چکا۔

لیکن اس آیت کی صحیح شان نزول جیسا کہ طیالسی، ابن ابی شیبہ، احمد، ترمذی، نسائی، ابو یعلی، ابن جریر، ابن منذر، حاتم، ابوالشیخ، حاکم، ابن مردویہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں اور ضیاء نے مختارہ میں حضرت علی علیہ السلام سے اخراج کیا ہے، آپ نے فرمایا: میں نے ایک مرد کو اپنے مشرک ماں باپ کے لئے استغفار کرتے سنا تو کہا: تم اپنے مشرک ماں باپ کے لئے استغفار کرتے ہو۔

اس نے کہا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے مشرک باپ کے لئے استغفار نہیں کیا؟

میں نے یہ بات رسول اللہ سے ذکر کی۔

اس پر یہ آیت نازل ہوئی "ماکان للنبی"

ابن مردویہ نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

اس طرح ابن عباس سے بطریق ابن طلحہ روایت ہے کہ انھوں نے کہا:

انهم کانو ایستغفرون لهم حتی نزلت .... (۱)

وہ لوگ اپنے مشرک والدین کے لئے استغفار کرتے تھے یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اس آیت کی شان نزول میں تین طرح کی روایتیں ملتی ہیں۔

۱. یہ کہ آیت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کی شان میں نازل ہوئی۔

۲. یہ کہ آیت حضرت ابوطالب کی شان میں نازل ہوئی۔

۳. یہ کہ عام مسلمان جو اپنے مشرک والدین کے لئے استغفار کرتے تھے ان کے لئے نازل ہوئی۔

اور یہی قول روایت و درایت کی رو سے زیادہ قوی ہے کیونکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی کے آباؤ اجداد کا ایمان دلائل قطعیہ سے ثابت ہے لیکن اہل سنت کے ایک گروہ نے تو اسی پہلی شان نزول کو اختیار کیا ہے اور کہا ہے جو حضرت ابوطالب کی شان میں نازل ہوئی ہے لیکن تیسری قسم کی روایتوں کو کسی ایک نے بھی قبول نہیں کیا کیونکہ یہ ان کے مقصد کے خلاف تھی۔

---

۱. دار الیتیم ص ۸ و ۹

جناب ابوبکر اور عمر کی شراب خوری

مستطرف میں ہے:

فنزل قوله یاایھاالذین آمنو الاتقربو الصلوۃ وانتم سکاریٰ . فشربھا وترکھاومن ترکھاحتی شربھا عمر فاخذبلحی بعیر وشج به راس عبدالرحمن بن عوف ثم قعد ینوح علیٰ قتل بدرو لشعر الاسود ابن یعفور یقول ،کاین بالقلب بدرمن الغتیان والعرب الکرام ایوعدنی ابن کبشة ان سخیا،وکیف حیات اصداء دھام، ای عجزان یردالموت عنی وینشرنی اذاھلِ بلیت عظامی، الامن مبلخ الرحمٰن عنی بانی تارک شھرالصیام فقل اللہ یمنعنی شرابی ،وقل ا للہ یمنعنی طعامی.

یہ آیت نازل ہوئی کہ اے ایمان والو! نشہ کی حالت میں نماز کے قرب بھی نہ جایا کرو، جب بھی مسلمانوں میں سے کچھ لوگ پیتے رہے اور کچھ لوگوں نے چھوڑ دی یہاں تک کہ جناب عمر نے پی اور نشہ کی حالت میں اونٹ کی ایک ہڈی اٹھا کر اپنے ساتھی عبدالرحمٰن بن عوف کے سر پر ماردی، پھر بیٹھ کر مقتولین بدر پر اسود بن یعفور کا یہ نوحہ پڑھنے لگے۔

بدر کے کنویں میں بہت سے جوان اور بزرگان عرب کی لاشیں ہیں کیا ابو کبشہ (کفار قریش توہین کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابو کبشہ کہتے تھے) ہم لوگوں کو ڈراتا ہے کہ ہم دوبارہ زندہ کئے جائیں گے۔

حالانکہ گلی ہوئی ہڈیاں اور کھوپڑیاں کیونکر زندہ کی جاسکتی ہیں خدا اس بات کی قدرت تو رکھتا ہی نہیں ہے کہ ہم سے موت کو روک دے تو ہماری سڑی گلی ہڈیوں کو کیونکہ زندہ کرے گا کون ہے جو خدا کو اس بات کی خبر دے کہ ہم ماہ صیام کے روزے نہیں رکھتے ،اے ابو کبشہ اپنے پروردگار سے کہہ دے کہ میرا شراب پینا روک دے اور میرا رزق بند کردے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جناب عمر کی اس حالت کی خبر ہوئی تو نہایت غضب کی حالت میں اس طرح برآمد ہوئے کہ آپ کی رداز مین پر لٹک رہی تھی اور جو چیز آپ کے ہاتھ میں تھی اس سے عمر کے سر پر مارنے لگے اس وقت عمر نے کہا: میں خدا اور اس کے رسول کے غضب سے پناہ مانگتا ہوں اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

انمایرید الشیطان لیوقع بینکم العداو ۃ والبغضاء فی الخمرو المیسر

بیشک شیطان چاہتا ہے کہ شراب پینے اور جوا کھیلنے کے ذریعہ سے تم لوگوں کے درمیان عداوت وکینہ ڈال دے۔

اس وقت جناب عمر نے کہا: ''انتھینا،انتھینا'' ہم باز آئے،ہم باز آئے۔(۱)

لیکن اس کے بعد بھی یہ حضرات ہمیشہ منقی اور کھجور کی شراب پیتے رہے۔

شراب کی ایک قسم خلیط ہے جو منقی اور کھجور کو جوش دے کر بنائی جاتی ہے، یہ شراب امام ابوحنیفہ اور امام یوسف کے نزدیک حلال ہے۔

درمختار میں ہے کہ ابوحفص کبیر سے ان شرابوں کے متعلق سوال کیا گیا تو انھوں نے کہا کہ حرام ہیں جب یہ کہا تو ان سے کہا گیا کہ آپ نے شیخین کی مخالفت کی انھوں نے کہا: شیخین تو کھانے کو گوارہ کرنے کے واسطے پیتے تھے لیکن دوسرے لوگ فسق وفجور لہو ولعب کے واسطے پیتے ہیں۔

ابن زیاد سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ابن عمر نے ہم کو ایک ایسا شربت پلایا،نشہ کے مارے ہمارا گھر تک جانا دشوار ہوگیا دوسرے دن جب ہم ان کی خدمت میں گئے اور کیفیت بیان کی تو کہا کہ بجز کھجور اور خشک انگور یعنی منقی کے عرق کے علاوہ میں نے کچھ اور نہ دیا۔(۲)

جناب عمر کے غلام اسلم نے بیان کیا ہے کہ مدینہ کے راستے میں عبداللہ بن عیاش مخزومی سے ان کی ملاقات ہوئی انھوں نے ان کے پاس نبیذ ''منقی کی شراب'' دیکھی اور کہا کہ جناب عمر اس کو بہت پسند کرتے ہیں جب عبداللہ بن عیاش مدینہ پہونچے تو ایک پیالہ بھر کر جناب عمر فاروق کے پاس لے گئے ،آپ نے پیالہ اٹھا کر منہ سے قریب کیا اور سر اٹھا کر کہا: اے اللہ یہ شراب طیب ہے اس کے بعد آپ نے اس میں سے کچھ شراب پی اور باقی ایک شخص کو دیدی، جو آپ کی داہنی طرف بیٹھا ہوا تھا۔

یہ خلافت کے زمانے کا واقعہ ہے۔(۳)

ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ کھانا گوارہ کرنے کے لئے جناب ابوبکر وعمر یہ شربت پیا کرتے تھے، حالانکہ اس میں نشہ بھی ہوجاتا تھا لیکن علامہ سیوطی تاریخ الخلفاء میں جناب ابوبکر کے متعلق تحریر کرتے ہیں

---

۱. کتاب مستطرف ج ۲،ص ۲۰۵،مطبوعہ مصر؛ ربیع الابرار زمخشری

۲. منقول از کتاب فتح مبین مع تنبیہ وہابیین مصنفہ مولانا محمد منصور علی صاحب مرادآبادی، ص ۲۰۴ تا ص ۲۰۵ مطبوعہ مطبع آسی اصح المطابع محمود نگر لکھنو۔ اس کتاب پر ہند، کشمیر وحجاز وغیرہ کے ۴۵،علماء کی تصدیق ہے۔

۳. ازالۃ الخفاء ج ۲،مقصد ۲، کتاب الطعام ص ۲۷۲

کہ انھوں نے زمانہ جاہلیت سے اپنے اوپر شراب حرام کرلی تھی۔

شیخین کی اس شراب خواری کو جواز کا جامہ پہنانے کے لئے حسب ذیل حدیثیں بنائی گئیں۔

علامہ زیعلی نے اس شراب کے حلال ہونے کی دلیل تبیین الحدائق شرح کنز الدقائق میں یہ لکھی ہے کہ حضرت عائشہ سے روایت ہے: ہم حضرت رسول اللہ کے واسطے ایک مشکیزہ میں نبیذ بنایا کرتے تھے ایک مٹھی کھجور، ایک مٹھی منقی اور پانی لے کر مشکیزہ میں ڈال دیتے تھے اور صبح کو جوش دے کر نبیذ بناتے تھے اس حدیث شریف کو ابن ماجہ نے بیان کیا ہے۔(۱)

حاکم نے مستدرک میں روایت درج کی ہے: عبدالرحمٰن بن عوف، جناب عثمان کے بہنوئی نے ایک مرتبہ چند آدمیوں کی دعوت کی جس میں شراب بھی تھی کھاتے پیتے مغرب کا وقت آ گیا تو حضرت علی علیہ السلام نے نماز پڑھائی اور نعوذ باللہ نشہ کی حالت میں ﴿قُلْ يَاأَيُّهَا الْكَافِرُونَ . أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ﴾ آپ کہہ دیجئے کہ اے کافرو میں ان خداؤں کی عبادت کرتا ہوں جن کی تم پوجا کرتے ہو۔ جبکہ قرآن میں آیا ہے: ﴿لاتقوبو الصلوٰۃ وانتم سکاریٰ﴾ نشہ کی حالت میں نماز کے قریب بھی نہ جاؤ۔

یہ روایت حاکم کے علاوہ تفسیر حسینی، تفسیر ابن جریر طبری، مدارج النبوۃ وغیرہ نیز مولانا شبلی نعمانی نے سیرۃ النبی میں نقل کیا ہے اور علمائے اہل سنت اپنی تقریروں اور تحریروں میں برابر بیان کرتے رہتے ہیں تاکہ اس کی شہرت کم نہ ہونے پائے یہی لوگ ہیں جو سچے مسلمان ہونے کے مدعی ہیں۔(۲)

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عصمت کا تو مسلمانوں کے تمام فرقوں کو اعتراف ہے اس لئے آپ کے متعلق جو حدیثیں بنائی گئی ہیں ان کی صحت وعدم صحت کے متعلق بحث ونظر کی ضرورت نہیں ہے ہر پڑھنے والا خود فیصلہ کرلے گا کہ یہ حدیثیں جھوٹی ہیں لیکن حضرت علی علیہ السلام کو چونکہ اہل سنت معصوم نہیں سمجھتے اس لئے آپ کے متعلق جو حدیثیں بنائی گئی ہیں ان پر کچھ لکھنا ضروری ہے تاکہ دشمن کی زبان بند ہوجائے

اولاً: آپ کے متعلق شراب خواری کی حدیث سب سے پہلے ابوداود نے لکھی ہے جس کی موت ۲۷۵ھ میں واقع ہوئی اس سے پہلے اس حدیث کا کہیں وجود نہ تھا لہٰذا اس کے جعلی ہونے کی سب سے پہلی دلیل یہی ہے۔

---

۱. فتح مبین بحوالہ ازالۃ الخفاج ۲، مقصد۲، کتاب الطعام ص۲۷۲

۲. مستدرک ج۴، کتاب الاشربہ؛ تفسیر حسینی سورہ مائدہ؛ تفسیر ابن جریر طبری؛ مدارج النبوۃ رکن ۴؛ سیرۃ النبی ج۲، ص۴۳

ثانیاً: اس حدیث کا راوی عطا بن سائب کا حافظہ خراب ہو گیا تھا اور عبدالرحمٰن سلمی پہلے حضرت علی علیہ السلام کا طرفدار تھا اس کے بعد عثمان کا جانبدار ہو گیا تھا، یعنی بنی امیہ کا حامی ہو گیا تھا۔

ابوداود کے بعد اس حدیث کو ترمذی نے لکھا ہے اس کی وفات ۲۸۹ھ میں ہوئی اس کے بعد حاکم نے مستدرک میں لکھا، جس کی وفات ۴۰۵ھ میں ہوئی لیکن ان دونوں کے راوی وہی دونوں ہیں اور روایت کے مضمون میں بھی اختلاف ہے کسی میں نشہ کی حالت میں نماز پڑھانے والے حضرت علی علیہ السلام ہیں اور کسی میں عبدالرحمٰن بن عوف ہیں اور کسی میں کوئی تیسرا شخص ہے جو خود کہیں سے پی کر آیا تھا اس طرح کسی میں دعوت کرنے والے عبدالرحمٰن ہیں، کسی میں ایک انصاری ہے جس کی تفصیل سیرۃ النبی ج ۳، میں دیکھیں انھیں اختلافات کو دیکھ کر حاکم نے لکھا ہے۔

فی ھذا الحدیث فائدة کثیرة وھی ان الخوارج نسبت ھذا السکر وھذه القرائه الی امیر المومنین علی ابن ابی طالب دون غیره وقدبراہ الله

اس حدیث میں ایک بہت بڑا نکتہ ہے وہ یہ کہ خوارج نے اس نشہ اور غلط قرأت کو حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب کی طرف منسوب کیا ہے حالانکہ خدا نے ان کو (قرآن کریم میں) ہر گناہ سے بری کیا ہے یعنی بدلیل آیت تطہیر ان کو معصوم قرار دیا ہے۔

یہ حاکم کا فیصلہ ہے اگرچہ حاکم نے آپ کی طرف اس روایت کی نسبت دینے کا الزام خوارج پر عائد کیا ہے لیکن درحقیقت یہ کام اہل سنت کا ہے کیونکہ نہ ابوداود خارجی تھے نہ ترمذی اور ابن جریر نہ صاحب مدارج النبوۃ اور علامہ شبلی خوارج میں سے تھے جن لوگوں نے اپنی کتابوں میں اس حدیث کو درج کیا ہے نہ وہ مسلمان خارجی ہیں جو آج اس کو شہرت دے رہے ہیں اس حدیث کی رد میں میں نے ایک رسالہ (رفع اتہام) لکھا ہے جو ابھی شائع نہیں ہوا ہے۔ فضائل صحابہ اور توہین اہل بیت سے متعلق وضع کی گئی احادیث کے چند نمونے میں نے پیش کر دیئے ہیں جو مسلمانوں کے سوچنے اور سمجھنے کے لئے کافی ہیں۔ روز سقیفہ جناب ابوبکر نے اپنے استحقاق خلافت پر جو چار دلیلیں انصاری کے سامنے پیش کی تھیں ان کی حقیقت واضح ہوگئی اور ثابت ہو گیا کہ ان کی دلیل حضرت امیر مومنین کی خلافت کو ثابت اور خود جناب ابوبکر کی خلافت کو باطل کر رہی ہے۔

اجماع مسلمین

اہل سنت کا دعوی ہے کہ جناب ابوبکر کی خلافت پر مسلمانوں نے اجماع کیا اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا ہے کہ ''لایجتمع امتی علی ضلال ''یعنی میری امت کبھی گمراہی پر اجماع نہیں کرے گی نیز فرمایا: ''لاتجتمع امتی علی الخطا'' لہٰذا جناب ابوبکر کی خلافت جائز وصحیح ہے۔

میں عرض کرتا ہوں کہ بہت سے انسانوں کا کسی ایک نقطہ نظر پر متفق ہوجانا اس کے حق اور صحیح ہونے کی دلیل نہیں ہے، مسلمانوں کے علاوہ آج دنیا میں ہزاروں قومیں موجود ہیں جن میں بعض قومیں تعداد میں مسلمانوں سے زیادہ ہیں اور وہ اپنے باطل عقائد پر متفق اور اجماع کئے ہوئے ہیں لیکن باوجود اس کے مسلمان ان کو گمراہ اور باطل سمجھتے ہیں۔

ہر چند سال کے بعد ہندوستان وپاکستان، روس وبرطانیہ وامریکہ وغیرہ میں الیکشن ہوتا ہے اور اکثریت رائے سے انتخاب ہوتے ہیں لیکن چندہی روز کے بعد وہی شخص جب نااہل ثابت ہوتا ہے اور انتخاب کی غلطی ظاہر ہوجاتی ہے تو یا تو وہ شخص عہدہ سے ہٹا دیا جاتا ہے یا اس کو گولی ماردی جاتی ہے ہاں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ فی الجملہ صحیح بھی ہوتا ہے لیکن وقت انتخاب کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ انتخاب صحیح ہوگا یا غلط۔ جس سے نتیجہ یہ نکلا کہ خلقت انسانی کی ابتدا سے آج تک اور آج سے قیامت تک کبھی یہ کلیہ نہیں بنا اور نہ بن سکتا کہ جس امر پر بہت سے لوگ اجماع کرلیں وہ حق ہوجائے اور اگر کوئی کہے کہ صرف مسلمانوں کا اجماع حجت ہے۔

کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت کبھی خطا پر اجماع نہ کرے گی تو وہ بھی ملاحظہ ہو کہ اگر خلافت شیخین سے قطع نظر کی جائے جو خود ایک خطائے عظیم تھی جس نے پیغمبر اسلام کی امت کے ٹکڑے کردئے تو جناب عثمان ہی کے انجام پر نظر کیجئے کہ جن لوگوں نے ان کو خلیفہ بنایا تھا اور ان کی خلافت پر اجماع کیا تھا ان ہی نے ان کے انتخاب کو غلط قرار دے کر پہلے ان کو خلافت سے دست بردار ہونے کا پیغام دیا لیکن جب انھوں نے خلافت چھوڑنے سے انکار کیا تو محاصرہ کرکے ان کو بھوکا پیاسا قتل کردیا۔

پس اگر مسلمانوں کا اجماع غلطی وخطا سے پاک ہوتا تو جناب عثمان کا غلط انتخاب عمل میں نہ آتا اور وہ قتل نہ کئے جاتے اور یہی ایک منزل نہیں بلکہ آگے چلئے امام حسن سے صلح کے بعد مسلمانوں نے امیر معاویہ کی خلافت پر اجماع کیا۔

علامہ سیوطی تاریخ الخلفاء میں لکھتے ہیں:

ثم اجتمع الناس علی معاویة عند صلح الحسن ثم اجتمعوا علی ولده

یزید ولم نیتظم الا مر للحسین بل قتل قبل ذالک ثم لما مات یزید وقع الاختلاف الی ان اجتمواعلی عبدالملک بن مروان بعد قتل زبیر ثم اجتمعواعلی اولاده الاربعة الولیدثم سلیمان ثم یزیدثم هشام ونخلل بین سلیمان ویزید عمر بن عبد العزیز فهولاء سبعة بعد الخلفا الرشدین والثانی عشراهو ولید بن یزیدبن عبدالملک اجتمع الناس علیه سلیمان مات عمه هشام فولی نحواربع سنین ثم قامواعلیه فقتلوا. (۱)

پھر حضرت امام حسن سے صلح کے بعد لوگوں نے معاویہ پر اجماع کیا اس کے بعد اس کے بیٹے یزید پر اجماع کیا اور حضرت حسین علیہ السلام پر اجماع نہیں ہوا کیونکہ وہ اس سے پہلے ہی شہید ہو گئے۔

یزید کے مرنے کے بعد اختلاف ہو گیا یہاں تک ابن زبیر کے مرنے کے بعد لوگوں نے عبدالملک بن مروان پر اجماع کیا اس کے بعد اس کے چاروں بیٹوں ولید، سلمان، یزید، ہشام، پر یکے بعد دیگر ے اجماع ہوتا رہا، سلیمان اور یزید کے درمیان میں عمر بن عبدالعزیز کا زمانہ حائل ہوا۔

پس خلفائے راشدین کو چھوڑ کر یہ سات خلیفہ ہوئے اور بارھواں ولید بن یزید بن عبدالملک تھا، جس پر لوگوں نے اس کے چچا کے مرنے کے بعد اجماع کیا وہ چار برس خلیفہ رہا پھر لوگ اس کے خلاف ہو گئے اور اس کو قتل کر دیا۔

یہ اہل سنت کے اجماعی خلفاء ہیں جو اسی اجماع سے خلیفہ بنائے گئے جس کے متعلق بقول اہل سنت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میری امت کبھی گمراہی و خطا پر اجماع نہ کرے گی۔

اب دیکھئے کہ علمائے اہل سنت نے اپنے ان اجماعی بارہ خلفاء کے حالات کیا لکھے ہیں اور فیصلہ کیجئے کہ امت مسلمہ کا اجماع غلطی و خطا تھا یا نہیں اور یہ حدیثیں سچی ہیں یا جھوٹی۔

اہلسنت کا پانچواں اجماعی خلیفہ

خلفائے ثلاثہ کے کردار پر باانداز کافی روشنی ڈال چکے ہیں یہاں سے ان کے پانچویں خلیفہ معاویہ ابن ابو

۱۔ تاریخ الخلفاء ص ۷،؛ صواعق محرقہ ج ۴، ص ۱۲

سفیان کا بیان ہے جس کو انھوں نے اجماع کے ذریعہ بنایا۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

آپ کی فضیلت میں بہت سی حدیثیں وارد ہوئیں مگر ان میں بہت کم ہیں جو سچ کے معیار پر پوری اترتی ہیں۔

قارئین محترم: اس بات کے پیش نظر یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ معاویہ نے بیت المال لٹا کر اپنی منشاء کے موافق فضائل میں حدیثیں گڑھوائیں جیسا کہ ابن عقیل اور ابن ابی الحدید وغیرہ نے لکھا ہے۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

سلفی نے طیوریات میں عبداللہ بن احمد بن حنبل سے روایت کی ہے انھوں نے کہا ہے: میں نے اپنے والد سے حضرت علی علیہ السلام اور امیر معاویہ کی بابت سوال کیا؟

انھوں نے کہا: حضرت علی علیہ السلام کے دشمن بہت تھے انھوں نے بہت تلاش کیا، آپ کی ذات میں کوئی عیب نکالیں مگر نہ نکلا۔ تو وہ ایسے شخص کے پاس آئے جس نے آپ سے جنگ کی تو انھوں نے اس شخص کو حضرت کے بارے میں اپنے سے زیادہ مکار پایا۔(۱)

میں عرض کرتا ہوں کہ اس روایت سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں جو یاد رکھنے کے قابل ہیں۔

۱. یہ کہ جن مسلمانوں نے معاویہ کی خلافت پر اجماع کیا وہ حضرت علی علیہ السلام کے دشمن تھے تو ان لوگوں نے معاویہ کے قبل مسئلہ خلافت میں حضرت کی کتنی مخالفت کی ہوگی۔

۲. یہ کہ جب باوجود تلاش کے آپ کی ذات میں کوئی عیب نہ پایا تو ثابت ہوا کہ آپ معصوم تھے لٰہذا حضرت کے متعلق جو (نعوذ باللہ) شراب خواری اور غلط قرأت کا الزام لگایا گیا ہے سب جھوٹ اور افتراء ہے۔

۳. یہ کہ معاویہ کی بیعت صرف حضرت کی دشمنی میں حضرت کو پریشان کرنے کے لئے کی گئی اور آخر کار انھیں لوگوں نے صفین کی لڑائیاں کھڑی کیں جس میں ہزاروں بندگان خدا کا خون بہایا۔

ابن ابی الحدید، شرح نہج البلاغہ میں ابن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

---

۱. طیوریات "حالات معاویہ"

جس میں موصوف نے اس کے منابع اور ماخذ کو موجودہ روش اور تحقیق کے اعتبار سے ترتیب دیا۔

مولانا مرحوم کی کتاب (الفرقة الناجية فی الاسلام) اور دیگر کتب مزید ان کے دینی خدمات کی بارگاہ معصومین میں مقبولیت کے سلسلے میں ان کا خواب ہے جو انھوں نے اپنی زندگی میں بیان فرمایا تھا کہ ایک دن میں نے خواب میں دیکھا کہ امامت وخلافت اور حاکمیت مولا علی علیہ السلام کے اثبات کے سلسلے میں میری ایک ناصبی اور خارجی عالم دین سے بحث ہو رہی تھی اور میں ہر دلیل قرآن واحادیث اور عقل ومنطق کی روشنی میں دے رہا تھا مگر وہ قبول نہیں کر رہا تھا۔

اچانک میری پشت سے آواز آئی کیا میں نے غدیر خم کے میدان میں علی علیہ السلام کو اپنا امام وخلیفہ نہیں بنایا تھا اس آواز کو سنتے ہی میں نے دیکھا تو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سامنے کھڑے ہیں یہ دیکھ کر میری آنکھ کھل گئی، اس خواب کی تعبیر سے میں سمجھا کہ میری تبلیغات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشت پناہی شامل ہے اور میری خدمات چہاردہ معصومین کی بارگاہ میں شرف قبولیت حاصل کر چکی ہیں۔

میں ۱۹۸۰ء میں حرم حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا کے بالکل روبرو مدرسہ آیۃ اللہ العظمیٰ بروجردی معروف بہ مدرسہ خان قم میں مقیم تھا جو اس وقت مدرسہ فیضہ قم کے ساتھ ساتھ ایک ہی نظام میں چل رہا تھا نمازوں کے وقت اکثر حرم میں جانا ہوتا اور کوشش ہوتی کہ نماز صبح سے پہلے بھی حرم جایا جائے تقریبا تین سال اس مدرسہ میں مقیم رہا ایک رات ۱۵/ جمادی الاول ۱۴۰۲ھ بوقت سحر خواب دیکھا کہ استاد العلام حضرت آیۃ اللہ مولانا سید علی رضوی صاحب کا انتقال ہو گیا ہے جبکہ ان کی تجہیز وتکفین کے انتقال کا پورا پور الحمہ بروز یکشنبہ ۲۷/ جنوری ۱۹۸۰ء مطابق ۸/ ربیع الاول ۱۴۰۰ھ کا میرے یاد تھا مگر خواب میں یہ منظر اترولہ کے بجائے قم میں دیکھ رہا تھا اس طرح کہ استاد الاساتذہ آیۃ ا... مرحوم شیخ علی مشکینی دام ظلہ، استاد العلام مرحوم کی نماز جنازہ پڑھا رہے ہیں اترولہ کے چند مومنین اور بعض رشتہ دار بھی اس نماز جنازہ میں شریک ہیں۔

میں نے اور اترولہ کے ایک صاحب نے مولانا مرحوم کی لاش قبر میں اتاری قبر کی جگہ معصومہ قم سے ملی ہوئی مسجد اعظم میں مدفون آیۃ اللہ العظمیٰ سید حسین بروجردی اعلی اللہ مقامہ کی قبر کے بالکل سامنے گیٹ میں ہے جہاں ہم لوگ انھیں اتار رہے ہیں جس وقت قبر میں مرحوم کو اتارا تو آنکھ کھل گئی جیسے ہیں آنکھ کھلی تو حرم حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا سے اذان صبح کی آواز آ رہی تھی فوراً وضو کر کے حرم گیا اور نماز کے بعد جا کر اسی جگہ مولانا مرحوم کے لئے فاتحہ پڑھی میرے دوست واحباب، اترولہ

اذا رائیتم ماویة علی منبری یخطب فاضربو عنقة قال الحسن فواللہ مافعلو اولا فلحوا. (۱)

جب تم لوگ معاویہ کو میرے منبر پر خطبہ پڑھتے دیکھو تو اس کا سر کاٹ لینا۔

حسن بصری نے کہا: قسم خدا کی نہ لوگوں نے اس کا سر کاٹا نہ انھوں نے فلاح پائی۔

معاویہ اور توہین اہلبیت وزوجہ رسول

علامہ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں لکھتے ہیں:

ان معاویة امر الناس بالعراق والشام وغیرهما بسب علی والبرائة منه وخطب بذالک علی منابر الاسلام وصار ذالک سنة فی ایام بنی امیة. (۲)

معاویہ نے عراق وشام وغیرہ میں لوگوں کو لکھا کہ حضرت علی علیہ السلام کو گالیاں دیا کریں، تبرا کریں اور اسلامی منبروں پر خطبوں میں آپ کو گالیاں دیں، یہاں تک کہ بنی امیہ کے دور میں یہ سنت جاری ہوگئی۔

معاویہ نے یزید کو ولی عہد بنانا چاہا تو حضرت عائشہ نے اس پر اعتراض کیا اس بات پر اس نے حضرت عائشہ کو اپنے یہاں کھانے پر مدعو کیا اور ایک غار کھدوا کر اس کو ڈھک دیا اور اس پر آبنوس کی کرسی رکھوا کر حضرت عائشہ کو بٹھلا دیا وہ بیٹھتے ہی غار میں گریں، اس نے چونا اور قلعی سے غار کو بند کرا دیا اور شام کا راستہ لیا۔(۳)

حضرت حجر بن عدی جلیل القدر صحابی رسول اور ان کے کئے ساتھیوں کو معاویہ نے زنجیروں میں جکڑ کر عراق سے شام بلوایا اور مقام مرج عذراء میں ذبح کر ڈالا حضرت حجر بن عدی مستجاب الدعوات تھے عبداللہ بن عمر نے جب ان کے قتل کی خبر سنی تو ڈھاڑیں مار کر روئے اس وقت حضرت عائشہ بھی زندہ تھیں جب انھوں نے سنا تو ان کو بھی بڑا صدمہ ہوا۔

---

۱. شرح نہج البلاغہ ج ۴، ص ۱۹۰

۲. شرح نہج البلاغہ، علامہ ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۳۵۸

۳. حبیب السیر واقعات...ص ۵۸؛ مدارج النبوۃ؛ حدیقہ حکیم سنائی واقعہ جنگ جمل

توہین رسول

زبیر بن بکار نے موبقیات میں مطرف بن مغیرہ بن شعبہ سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ میں ایک مرتبہ اپنے باپ کے ساتھ معاویہ کے پاس گیا میرے باپ برابران کے پاس جایا کرتے تھے ایک روز جب اس کے پاس سے آئے تو نماز میں نہیں گئے میں نے کچھ دیر انتظار کیا پھر خیال ہوا کہ شاید کوئی خاص بات ہوگئی ہو تو میں نے ان سے پوچھا، کیا بات ہے کہ آج شام سے آپ کو غمگین پا رہا ہوں، انھوں کہا: بیٹا میں ایک کافر ترین اور خبیث ترین انسان کے پاس سے آرہا ہوں۔

میں نے کہا: کیا بات ہے؟ انھوں نے کہا: میں نے آج تنہائی میں معاویہ سے کہا: آپ عمر طبعی کو پہونچ چکے ہیں اب تو کچھ انصاف وخیر کیجئے آپ بڈھے ہوگئے ہیں۔

اپنے بھائی بنی ہاشم کی طرف ذرا نظر کیجئے اور صلہ رحم کیجئے کیونکہ اب ان لوگوں کے پاس ایسی کوئی طاقت نہیں ہے جس سے آپ کو ڈر ہو اس نیکی سے آپ کا ذکر خیر باقی رہے گا اور ثواب ہوگا اس نے کہا: بہت بعید ہے، کون سے ذکر کے باقی رہنے کی امید کروں ہمارے برادران نبو تیم نے حکومت پائی اور انصاف کیا اور جو کچھ کرنا تھا کیا آخر وہ بھی ہلاک ہوگئے اور ان کا ذکر بھی ختم ہوگیا سوا اس کے کہ کوئی شخص ابوبکر کا نام لے لے۔ پھر ہمارے بھائی عدی مالک ہوئے اور جدوجہد کی اور دس برس تک حکومت کرنے کے بعد وہ بھی ہلاک ہوگئے اور ان کا ذکر بھی ختم ہوگیا، بجز اس کے کہ کوئی عمر کا نام لے لے۔

لیکن ابو کبشہ کو دیکھو "حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو توہین کی غرض سے کفار ابو کبشہ کہتے تھے" کہ دن میں پانچ وقت " **اشهدان محمدالرسو ل اللّٰہ** " کہہ کر پکارا جاتا ہے۔

خدا کی قسم کچھ نہ باقی رہے گا سب دفن ہوجائیں گے۔(۱)

اس روایت سے معاویہ کے دلی حالات کا پتہ لگتا ہے کہ اذان میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام سن کر اس کے دل میں غم وغصہ کی آگ بھڑک اٹھتی تھی لیکن اس کا بس نہیں چلتا تھا کہ وہ دین اسلام کو ہٹا کر اپنا دین جاری کرے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جگہ پر اشهدان معاویۃ رسول اللہ اذان میں داخل کردے۔ایک مرتبہ معاویہ اور عمرو عاص میں کچھ ان بن ہوگئی اسی زمانے میں مصر کا ایک وفد معاویہ کے پاس آیا، عمر عاص نے ان کو سکھا دیا تھا کہ جب معاویہ کے سامنے جانا تو اس کو امیر المومنین کہہ کر سلام نہ کرنا

---

۱. نصائح کافیہ ص۹۳

معاویہ کو اس کی خبر ہوگئی اس نے دربار کو خوب آراستہ کیا اور ہر طرف زرہ پوش غلام ننگی تلواریں لے کر کھڑے کر دئے گئے اور ان سے کہہ دیا کہ جب مصر کا وفد آئے تو ان کے ساتھ کوئی نرمی نہ کرنا بلکہ بہت سختی سے پیش آنا اس کے بعد مصر والوں کو دربار میں داخلہ کی اجازت دی گئی چنانچہ ان میں سے جو بھی داخل ہوا اس نے اہل دربار کا تیور دیکھ اپنی موت کا یقین کرلیا پہلا شخص جو معاویہ کے سامنے پہنچا وہ ابن الخیاط تھا۔

اس نے سر جھکا کر السلام علیک یا رسول اللہ کہا: پھر اس کے کل ساتھیوں نے یونہی سلام کیا اور معاویہ ان کا سلام قبول کرتا رہا جب یہ لوگ نکلے تو عمرو عاص نے کہا: خدا تم لوگوں پر لعنت کرے ہم نے معاویہ کو امیر المومنین کہہ کر سلام کرنے کو منع کیا تھا تو تم لوگوں نے اس کو رسول اللہ کہہ کر سلام کیا۔(۱)

معاویہ منبروں پر کہا کرتا تھا:

اللّٰھم ان اباتراب الحدفی دینک وصدعن سبیلک فالعنه لعنا وبیلا وعذبه عذابا الیما. (۲)

خداوندا (نعوذ باللہ) ابوتراب نے تیرے دین میں الحاد کیا ہے اور تیری راہ سے سب کو روکا ہے، بس اس پر سخت ترین لعنت کر اور دردناک عذاب میں مبتلا کر۔

معاویہ ریشمی کپڑے پہنتا تھا سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا کھاتا اگر کوئی کہتا تھا کہ خدا اور رسول نے ان باتوں سے منع کیا ہے تو کہتا تھا کہ اس میں کیا حرج ہے۔

حرام خدا کو حلال اور حلال خدا کو حرام کرتا تھا، علامہ ابن عقیل نے نصائح کافیہ میں لکھا ہے:

اخرج امام احمد فی مسنده وابو یعلی کلاهما عن ابی هریرة قال کنامع النبی نسمع صوت غناء فقال انظر وا ما هذا فصعدت فاذامعاویة وعمروبن العاص جمیعا یتفینان فجئت فاخبرت النبی فقال اللّٰھم ارکسهمافی الفتنة رکساعنهمافی النار دعا ،واخرجه الطبرانی عن ابن عباس بمثل هذا. (۳)

امام احمد بن حنبل نے مسند میں اور ابو یعلی نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے انھوں نے کہا: ہم لوگ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گانے کی

---

۱. تاریخ طبری ج ۴، ص ۲۴۴، واقعات ۶۰ھ

۲. نصائح کافیہ ص ۷۰؛ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۴، ص ۲۰۰

۳. نصائح کافیہ ص ۹۴، علامہ ابن عقیل

آواز سنی اور فرمایا: دیکھو یہ کیا ہے؟ میں نے ایک بلند جگہ پر چڑھ کر دیکھا تو معاویہ اور عمر وعاص دونوں گا رہے تھے پس میں نے آ کر رسول اللہ ﷺ کو خبر دی تو آپ نے فرمایا: اے اللہ! ان دونوں کو ذلت کے ساتھ فتنہ میں مبتلا کر اور اوندھے منہ جہنم میں ڈال دے۔

ایسی ہی ایک حدیث طبرانی نے ابن عباس سے روایت کی ہے۔

امام نسائی کی موت

ابو عبدالرحمٰن احمد بن علی بن شعیب بن علی سنان بن بحر نسائی امام اہلسنت مصر سے شام پہنچے اور مسجد جامع میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ تمام لوگ معاویہ کے معتقد ہیں اور ہر مسجد میں خطیب مقرر ہیں جن کے وظیفہ معین ہیں کہ وہ نمازوں کے بعد خطبہ میں حضرت علی علیہ السلام پر (نعوذ باللہ) لعن کریں امام نسائی کو یہ بات شاق گذری اور انھوں نے منع کیا لیکن لوگوں نے نہ مانا تو انھوں نے چند روز میں کچھ صحیح الاسناد احادیث فضائل امیر المومنین میں جمع کیں اور خصائص علی اس کا نام رکھا اور بغرض ہدایت اس کو منبر پر پڑھنا شروع کیا اثنائے وعظ میں ایک جماعت نے کہا کہ کچھ فضائل معاویہ بھی بیان کیجئے، امام نسائی نے کہا: اس کے لئے تو کوئی فضیلت میں نہیں جانتا سوا اس کے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''لایشبع اللہ بطنک''، یعنی خدا تیرا پیٹ نہ بھرے پس اچانک تمام اہل مسجد نے امام نسائی پر ہجوم کیا اور ان کے انثیین کوٹ ڈالے اور کھینچتے ہوئے مسجد سے باہر لائے اسی صدمہ سے وہ شہید ہوگئے انھوں نے وقت انتقال وصیت کی کہ مجھ کو مکہ معظّمہ میں دفن کرنا۔ دار قطنی کہتے ہیں: یہ واقعہ روز دوشنبہ تیرہ صفر ۳۰۳ھ کا ہے۔

حاکم ابوعبداللہ نیشاپوری کہتے ہیں: اسلام میں پہلے محدث نسائی تھے۔

دار قطنی کہتے ہیں: جو لوگ علم حدیث وجرح وتعدیل میں امام ہوئے نسائی ان پر مقدم ہیں۔

نسائی کی موت کا یہ واقعہ امام ابن حجر عسقلانی نے تہذیب التہذیب میں لکھا ہے، نووی کی تہذیب الاسماء، وفیات الاعیان، اردو شرح وقایہ کے مقدمہ میں اور نصائح کافیہ میں موجود ہے۔ (۱)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ ۳۰۳ھ تک منبروں پر حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو گالیاں دی جاتی تھیں

زین الدین عراقی لکھتے ہیں:

ان کان بعض ایام بنی امیہ اذا سمعوا الطفیل سمی بعلی قتلوہ فکان الناس

---

۱. تہذیب التہذیب؛ تہذیب الاسماء؛ وفیات الاعیان؛ شرح وقایہ؛ نصائح کافیہ ص ۸۸

يبدلون اسماء اولادهم وكان الحسن البصري يروی احاديثه التی عن علی مرسلة خوفا من بنی امیه وهكذا كان الامر فی ايام بنی العباس. (۱)

زین الدین عراقی نے کہا ہے: بنی امیہ کے عہد حکومت میں بعض ایام کے بارے میں جب لوگ سنتے تھے کہ کسی بچے کا نام علی رکھا گیا ہے تو اس کو قتل کر دیتے تھے یہاں تک کہ لوگوں نے اپنے بچوں کے نام بدل دئے تھے، حسن بصری اپنی حدیثوں کو جو حضرت علی سے مروی تھیں بنی امیہ کے خوف سے مرسل یعنی بغیر حضرت علی علیہ السلام کا نام لئے ہوئے بیان کرتے تھے اور یہی حال بنی عباس کے دور میں بھی تھا۔

ابن عقیل لکھتے ہیں: یہاں تک کہ حمص والوں نے کچھ دنوں تک اجماع کر لیا تھا کہ نماز جمعہ بغیر حضرت علی علیہ السلام پر لعن کئے ہوئے صحیح نہیں ہو سکتی چنانچہ عمر بن عبد العزیز نے ایک روز نماز جمعہ میں حضرت علی علیہ السلام کو برا کہنا ترک کر دیا۔

تو مسجد کے ہر گوشہ سے آوازیں بلند ہوئیں یا امیر سنت کو آپ نے کیوں ترک کر دیا؟ اور یہ مرض عوام ہی تک محدود نہ تھا بلکہ بہت سے محدثین، رواۃ وعلماء اسی رنگ میں نظر آتے تھے جو آپ کو گالیاں دیتے وہ سنی کہلاتے اور ان کی روایتیں صحیح مانی جاتیں، جو حضرت علی علیہ السلام کی مدح کرتے وہ رافضی سمجھے جاتے اور ان کی روایتیں ضعیف سمجھی جاتیں، انھیں خوارج میں سے راویان صحیح بخاری مروان بن حکم، عمران بن حطان اور حریز بن عثمان وغیرہ ہیں۔ مروان بن حکم نے حضرت امام حسن علیہ السلام سے کہا تھا کہ آپ لوگ (نعوذ باللہ) اہل بیت ملعون ہیں اور عمران بن حطان نے ابن ملجم کا مرثیہ کہا تھا اور حضرت علی علیہ السلام کو برا کہتا تھا۔ حریز کہتا تھا کہ ابن حبان حضرت علی علیہ السلام پر صبح کو ستر مرتبہ اور شام کو ستر مرتبہ تبرا کرتا تھا یہ سب راویان صحیح بخاری ہیں جو کلام باری کے بعد اصح الکتب ہے۔ (۲)

یہ ہے معاویہ اور یہ ہیں معاویہ کے جاری کردہ سیئات۔ یہی معاویہ ہے جس کو آج مسلمان رضی اللہ عنہ اور خلیفۃ المسلمین اور مجتہد وغیرہ آداب والقاب سے یاد کرتے ہیں کیونکہ ایک عداوت اہلبیت کی صفت اس میں ایسی تھی جس نے اس کے کل جرائم وکفر والحاد پر پردہ ڈال دیا ہے اور اہل سنت کی نگاہ میں اس کو قابل احترام وتعظیم بنا دیا ہے۔

---

۱. نصائح کافیہ ص ۱۱۸ ۲. نصائح کافیہ ص ۸۶ تا ۸۷

چھٹا اجماعی خلیفہ یزید بن معاویہ

معاویہ کے زمانے میں ایک مرتبہ یزید حج کرنے گیا تو سفر کی منزلیں آسان کرنے کے لئے اس نے گانے والی عورتیں اور شراب ساتھ رکھ لی۔(۱)

یزید بڑا فاسق وفاجر و بے دین تھا اس کے زمانے میں لوگ شراب پیتے، ماں، بیٹی اور بہنوں سے زنا کرتے اور نماز کو ترک کرتے تھے۔(۲)

تخت پر بیٹھتے ہی یزید نے جگر گوشہ رسول خامس آل عبا حضرت امام حسین علیہ السلام کو مع ان کے اعوان وانصار واٹھارہ بنی ہاشم کے تین روز کا بھوکا پیاسہ شہید کردیا، مدینہ والوں نے جب حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر سنی تو اس کی بیعت توڑ دی اس نے مسلم بن عقبہ کو بارہ ہزار جنگجو سواروں کے ساتھ بھیجا۔

اس نے مدینہ پہنچ کر لوگوں کو یزید کا پیغام پہنچایا لیکن اہل مدینہ نے یزید کی اطاعت سے انکار کردیا، مسلم نے محلّہ بنی ہاشم کو چھوڑ کر سارے مدینہ میں قتل عام کیا یہاں تک کہ مدینہ کی گلیوں میں خون کی ندیاں بہہ گئیں عورتوں اور بچوں کے علاوہ قریش وانصار ومہاجرین کے گیارہ ہزار سات سو آدمی قتل ہوئے۔

مسلم نے مسجد نبوی اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قبر اقدس پر گھوڑے بندھوائے تعلیم گاہیں ڈھادی گئیں ایک ہزار کنواری لڑکیوں سے زنا واقع ہوا، دس ہزار عورتیں اور بچے قتل ہوئے سات سو حافظان قرآن قتل ہوئے۔

ادھر یزید کے حکم سے حصین بن نمیر فوج لے کر عبداللہ بن زبیر سے جنگ کرنے مکہ گیا اس کی فوج نے دو مہینہ تک مکہ کا محاصرہ رکھا۔ بیت اللہ پر سنگ باری کی خانہ کعبہ میں آگ لگائی، یہاں تک کہ بیت اللہ کی چھت پر شراب پی گئی ابھی اس کی فوج مکہ ہی میں تھی کہ یزید کی موت کی خبر پہنچی۔(۳)

ساتواں خلیفہ عبدالملک بن مروان

عبدالملک کو جس وقت خلافت کی خوشخبری ملی اس کے سامنے قرآن کھلا ہوا تھا اس نے قرآن بند کیا اور کہا

---

۱. ترجمہ کتاب یزید بن معاویہ ص ۳۷، مصنف علامہ ابوالنصر قدسی

۲. تاریخ الخلفاء ”حالات یزید“

۳. تاریخ طبری ج ۴، حالات یزید بن معاویہ

یہ میری اور تیری آخری ملاقات ہے۔(۱)

ام الدردا نے ایک مرتبہ اس سے پوچھا کہ اے امیر میں نے سنا ہے کہ آپ قربانی اور عبادت کے بعد شراب پیتے ہیں تو اس نے کہا: ہاں خدا کی قسم میں اس خون کو پیتا ہوں۔

یہ بڑا بخیل تھا، اور لوگوں کو احکام خدا اور رسول کے بیان کرنے سے روکتا تھا۔(۲)

اس نے بھی یزید کی طرح خانہ کعبہ کو تباہ و برباد کیا، کعبہ میں آگ لگائی اور گولے برسائے۔(۳)

اس نے ابن زبیر کو قتل کیا لوگوں کو ان پر نماز پڑھنے سے روکا اور ان کی نعش کو یہودیوں کے قبرستان میں پھینک دیا۔(۴)

یہ حضرت علی علیہ السلام کا ایسا دشمن تھا کہ علی کے نام کا کوئی آدمی اپنی فوج میں نہیں رکھا۔(۴)

حضرت زین العابدین علیہ السلام کو کئی مرتبہ طوق و زنجیر میں اسیر کر کے مدینہ سے شام تک طلب کیا۔(۵)

آٹھواں خلیفہ ولید بن عبدالملک

عہد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جب کوئی شخص اپنے بچے کا نام ولید رکھتا تھا تو آپ منع فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ ولید فرعون کا نام تھا اور میری امت میں بھی ایک ولید ہوگا جو ثانی فرعون ہوگا اسی ولید نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو زہر سے شہید کیا ہے۔ عمر بن عبدالعزیز کہا کرتے تھے کہ ولید نے شام کی زمین کو، حجاج نے عراق کی زمین کو، عثمان بن جبارہ نے حجاز کی زمین کو اور قرہ ابن شریک نے مصر کی زمین کو ظلم سے بھر دیا۔ ولید بڑا ظالم و جابر اور نرا جاہل تھا اعراب میں غلطیاں کرتا تھا عمر بن عبدالعزیز کہتے تھے کہ جب میں نے ولید کو لحد میں رکھا تو وہ بار بار زمین پر پاؤں مارتا تھا۔(۶)

نواں خلیفہ سلیمان بن عبدالملک

سلیمان بڑا پیٹو تھا ایک ہی وقت میں ستر انار، ایک چھ ماہ کا بکری کا بچہ اور چھ مرغ اور کئی سیر کشمش کھا گیا

---

۱. تاریخ الخلفاء حالات عبدالملک
۲. تاریخ الخلفاء حالات عبدالملک
۳. تاریخ کامل ج ۴ ص ۳۶
۴. تاریخ کامل ج ۴ ص ۱۳۹
۴. تاریخ کامل ج ۵ ص ۷۳
۵. روضۃ الصفا؛ شواہد النبوت
۶. تاریخ الخلفاء حالات ولید

تھا۔(۱)

ابن ابی الحدید نے لکھا ہے: ایک مرتبہ بیس برّ ے ۸۰، روٹیوں کے ساتھ کھا گیا اور سب کے ساتھ کھانے میں بھی شریک ہوا۔ اس نے رجاء کے کہنے سے ایک وصیت نامہ لکھا کہ میرے بعد عمر بن عبد العزیز کو خلیفہ بنایا جائے اور اس کو سر بمہر کر دیا، رجاء سے کہا: جا کر لوگوں سے کہو کہ اس وصیت نامہ میں جس کا نام لکھا ہوا ہے اس کے لئے تم لوگ آ کر بیعت کرو لوگوں نے نام پوچھا تو کہا: نام تو امیر المومنین کے مرنے کے بعد جب یہ وصیت نامہ کھولا جائے گا اس وقت معلوم ہوگا لوگوں نے بیعت سے انکار کیا تو سلیمان نے حکم دیا کہ سب کا سر کاٹ لو یہ سن کر لوگوں نے (تقیہ) کر کے بیعت کر لی۔

دسواں خلیفہ یزید بن عبدالملک بن مروان

یہ ۱۰۱ھ میں اپنے بھائی سلیمان کی وصیت کے مطابق عمر بن عبد العزیز کے مرنے کے بعد خلیفہ ہوا یزید جب تخت خلافت پر بیٹھا تو اس نے کہا کہ میں عمر بن عبد العزیز سے زیادہ خدا کا محتاج ہوں اور چالیس روز تک اسی نقش قدم پر چلتا رہا لیکن اس کے بعد بڑے بڑے ریش سفید محدثین وعلمائے اہل سنت والجماعت نے اس سے کہا کہ خلیفہ وقت کے لئے روز محشر نہ حساب ہے نہ عذاب وہ جو چاہے کرے۔(۲)

پھر کیا تھا یہ تو کفر وعدوان، سرکشی وطغیان کے دریا میں کود پڑا پہلے اس کی ایک کنیز سلالۃ القیس منظور نظر تھی تمام کاروبار اسی کے حوالہ پر چھوڑ دیا پھر حبابہ نے دل پر قبضہ کیا جس کو یزید کی زوجہ سعدہ نے چار ہزار دینار میں خرید کر یزید کو ہبہ کیا تھا پھر حبابہ کے ساتھ عیش وطرب میں مشغول رہا۔

ایک دن حبابہ نے ایک اچھا شعر پڑھا تو یہ چاہتا تھا کہ اڑنے لگے اس پر حبابہ نے کہا: اے امیر المومنین اڑیئے نہیں ہم کو آپ سے حاجت ہے۔(۳)

اسی طرح اس سے پہلے ایک روز سلالہ ایک غزل گا رہی تھی تو یہ کہنے لگا مجھے چھوڑ دو میں اڑنا چاہتا ہوں تو سلالہ نے کہا اے امیر المومنین امت کو کس پر چھوڑیئے گا۔

واضح ہو کہ سلیمان بن عبدالملک اور یزید بن عبدالملک کے درمیان میں عمر بن عبد العزیز خلیفہ ہوئے

---

۱. تاریخ الخلفاء حالات سلیمان بن عبدالملک

۲. تاریخ الخلفاء یزید بن عبدالملک بن مروان

۳. تاریخ طبری ج ۵، ص ۳۷۵، مطبوعہ مصر

آپ دو سال پانچ ماہ خلیفہ رہے آپ سلیمان بن عبد الملک کے اسی وصیت نامہ کی بنا پر خلیفہ بنائے گئے جس کی بنا پر آپ کے بعد یزید بن عبد الملک خلیفہ ہوا۔

ابن قتیبہ لکھتے ہیں: پھر لوگوں نے مسجد میں عمر بن عبد العزیز سے نہایت درجہ رضامندی، خوشی اور خلوص نیت کے ساتھ بیعت تامہ کی۔(۱)

لیکن باوجود اس بیعت تامہ اور اجماع مسلمین کے آپ بارہ خلفاء کی فہرست سے خارج کردئے گئے حالانکہ آپ سے پہلے سلیمان بن عبد الملک اور اس کے بعد یزید بن عبد الملک خلفاء میں شمار کئے گئے ہیں جیسا کہ علامہ سیوطی نے لکھا ہے لیکن ان کو اس کے باوجود چھوڑ دیا گیا کہ ان کی خوبیوں کا اعتراف کیا ہے اور لکھا ہے کہ آپ نہایت نیک وصالح تھے۔اس کا سبب یہ سمجھ میں آتا ہے کہ انھوں نے اپنے دور خلافت میں دو کام ایسے کئے جو سواد اعظم کی ناراضگی کا سبب ہوئے۔

۱. جاگیر فدک جو خلیفہ اول نے حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام سے زبردستی چھین لی تھی انھوں نے اسے ان کی نسل میں واپس کی جیسا کہ تاریخ الخلفاء وغیرہ میں مرقوم ہے۔

۲. ایک زمانہ دراز سے جو سب وشتم حضرت امیر المومنین علیہ السلام اور آل محمد پر سارے اسلامی ممالک میں جاری وساری تھی انھوں نے بحسن تدبیر اس کو بند کرادیا۔(۲)

اس کام پر شیعہ تاقیامت آپ کے ممنون رہیں گے۔

گیارھواں خلیفہ ہشام بن عبد الملک

عبد الملک نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ اس نے چار مرتبہ محراب مسجد میں پیشاب کیا صبح سعید بن مسیّب سے اس کی تعبیر پوچھی انھوں نے کہا: خدا آپ کو چار بیٹے عطا کرے گا جو سب خلیفہ ہوں گے چنانچہ ہشام ان میں کا آخری خلیفہ تھا۔(۳)

واقعی یہ چاروں نجس العین تھے اسی ہشام نے زید بن امام زین العابدین کو شہید کیا اور آپ کی نعش کو سولی پر چڑھایا جو چار سال تک اسی طرح دار پر لٹکی رہی اس کے بعد دار سے اتار کر جلادی گئی، راکھ اور

---

۱. الامامة والسیاستہ ج ۲، ص ۵۴ ۲. نصائح کافیہ ص ۷۹؛ تاریخ خمیس ج ۲، ص ۲۵۳ مطبوعہ مصر
۳. تاریخ الخلفاء حالات ہشام بن عبد الملک

خاک دریائے فرات میں بہادی گئی پھراسی ہشام نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو زہر سے شہید کیا۔(۱)

ہشام بڑا ہی متکبر، تندمزاج، لالچی اور بخیل تھا اس کے زمانے میں خیر وخیرات کے دروازے بند تھے، ہشام ایک مرتبہ اپنے مصاحبوں کے ساتھ باغ میں گیا انھوں نے چند پھل توڑ کر کھالئے اور کہا کہ خدا اس باغ کے پھلوں میں برکت عطا کرے ہشام نے کہا: برکت کا ہے میں دے گا سارے پھل تو تم کھا گئے پھر داروغہ باغ کو حکم دیا کہ تمام میووں کے درخت کاٹ کر ان کی جگہ زیتون لگادو تا کہ کوئی اس کا پھل نہ کھا سکے۔(۲)

بارھواں خلیفہ ولید بن یزید بن عبدالملک

ولید بن یزید بن عبدالملک بھی اجماعی خلیفہ تھا علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

کان فاسقاشریب الخمر منهتک الحرمات الله ارادلحج یشرب فوق ظهر الکعبة فمقتسته الناس لفسقه وخرجو اعلية فقتل فی جمادی الاخره سنة ستت وعشرین وماة.

ولید فاسق وفاجر وشراب خوار اور حرمت خدا کی ہتک کرنے والا تھا ایک مرتبہ اس نے حج کا ارادہ کیا تا کہ کعبہ کی چھت پر شراب پئے لوگ فسق وفجور کے سبب سے اس کے دشمن ہو گئے اور اس پر خروج کر دیا۔

جس کے نتیجہ میں جمادی الثانی ۱۲۶ھ میں قتل کر دیا گیا ایک روز اس نے نشہ میں اپنی کنیز کے ساتھ جماع کیا اتنے میں موذن نے اذان کہی تو ولید نے قسم کھائی کہ آج یہی کنیز امامت کرے گی۔ چنانچہ اس کو مردانہ لباس پہنا کر بھیجا اس نے اسی جنابت ونشہ کی حالت میں نماز پڑھائی ولید نے ایک حوض بنوائی جو شراب سے بھری رہتی تھی یہ اس میں کود پڑتا تھا اور اتنی پیتا کہ کنارے کھلنے لگتے تھے۔(۳)

ابن فضل اللہ نے مسالک میں لکھا ہے کہ ولید بن یزید جبار، کنیہ پرور، جس ہانڈی میں کھاتا اسی میں چھید کرنے والا، جھوٹے دعوے کرنے والا، ہر عیب سے بھرے ہوئے زمانے کا فرعون تھا قیامت کے دن میدان محشر میں آئے گا اور اپنی قوم کو ساتھ لے کر جہنم میں جائے گا۔

---

۱. وسیلۃ النجات ص ۳۴۷
۲. مروج الذہب مسعودی، حالات ہشام بن عبدالملک
۳. حیواۃ الحیوان دمیری

اوراس کے قرب وجوار میں رہنے والے وہ طالب علم جوقم میں رہتے ہیں یاقم سے جا چکے ہیں ان کووہ جگہ دکھا چکا ہوں اور اتفاق سے ابھی گذشتہ سفر میں برادر محترم خطیب قادر مولانا سید محمد جابر صاحب قبلہ جب قم آئے توان سے خواب کو بیان کیا انھوں نے اس بات کی تصدیق کی کہ روایات کی روشنی میں مومنین اور علماء کی لاشیں مقامات مقدسہ میں منتقل ہو جاتی ہیں۔

مولانا مرحوم اگر چہ نجف اشرف میں پیدا ہوئے تھے مگر قم سے والہانہ لگاؤ تھا اور کیونکہ یہاں پر اجتہادی تعلیم حاصل کی لہذا اپنے آپ کو قمی ہی لکھتے رہے شاید خدا سے ان خدمات اور قم سے محبت کا یہ صلہ ملا ہو کہ ان کی لاش قم مقدسہ میں منتقل ہوگئی ہو ہمارے ہزاروں سلام اور خدا کی لاکھوں رحمتیں ہوں اس عالم ربانی پر جس نے اپنا ہر لمحہ خدا کے لئے گزارا۔

وَ سَلامٌ علیهِ یومَ وُلِدَ وَ یومَ یمُوتُ وَ یومَ یُبعَثُ حَیًّا "سورہ مریم آیت ۱۵"

مولانا صاحب قبلہ مرحوم کے علمی و قلمی خدمات کا اندازہ ان کی مختلف تحقیقاتی کتابوں سے کیا جاسکتا ہے: تفسیر رموز التنزیل (۳ رجلدی)، نور وظلمت کی جنگ، فاطمہ کا چاند، جواز عزاداری، اوقات نماز، منازل موت وبرزخ، اسرار کائنات درغرض خلقت ممکنات، معیار خلافت، مختلف موضوعات پر تحقیقی مضامین اور رسالے (جنات المعارف) (وجود خدا) حقیقت وضو، علامات ظہور قائم آل محمد علیہم السلام، ترجمہ دعائے فرمان صادق آل محمد رسالہ جنت وجہنم وغیرہ کتابیں زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں مولانا موصوف نے چہاروہ معصومین علیہم السلام کی سوانح حیات جدید انداز میں ترجمہ و بہترین حاشیہ کے ساتھ کتاب (اعلام الہدایہ) ترجمہ اثبات وصیت مسعودی ۸۰۰ صفحات پر تحریر کرکے ایک بہترین ذخیرہ مرتب کیا ہے۔

جس کو تقریباً دو سال پہلے ان کے چھوٹے داماد حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا سید احمد علی عابدی (بمبی) نے بہترین طریقہ سے چھپوادیا ہے اس کے علاوہ اور بھی بہت سے رسالے اور کتابیں منتظر اشاعت ہیں یہ سارے کارنامے مولانا کے محبت وعشق اہلبیت علیہم السلام کے بین دلائل ہیں جس سے ان کی بصیرت وعرفان کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

مولانا کی مطبوعہ تقریباً ستر کتابیں ہیں استاد محترم فقیہ اہلبیت حضرت آیۃ اللہ مولانا سید علی صاحب قبلہ گوپالپوری قمی حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ مولانا سید راحت حسین صاحب قبلہ گوپالپوری اعلی اللہ مقامہ صاحب تفسیر انوار القرآن وسابق پرنسپل مدرسۃ الواعظین لکھنؤ کے فرزند ارجمند تھے

ولید نے قرآن مجید کو تیروں سے مار مار کر ٹکڑے کر دیا اور کہا کہ جب روز قیامت اپنے خدا کے پاس جانا تو کہہ دینا کہ ولید نے مجھ کو پارہ پارہ کر دیا تھا۔

لیکن علامہ ذہبی جو استاد حدیث ہیں جنھوں نے احادیث فضائل امیر المومنین میں بہت زیادہ جرح وقدح کی ہے لکھتے ہیں: ولید کا کفر والحاد ثابت نہیں ہے، البتہ جو کچھ اس کی نسبت مشہور ہے وہ لواطہ اور شراب خواری ہے۔

جب ولید مارڈالا گیا اور اس کے بھائی سلیمان بن یزید نے اس کا کٹا ہوا سر نیزہ پر دیکھا تو کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ بڑا فاسق وفاجر اور بدکار تھا اور میرے ساتھ بھی اغلام کرنا چاہتا تھا۔(۱)

قارئین محترم: یہ تھے اہل سنت والجماعت کے بارہ خلفاء جن پر صحیح اجماع واقع ہوا تھا جو خلیفۃ المسلمین تھے اور نمازیں پڑھایا کرتے تھے اب ذرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث کو ان خلفاء کے کردار سے مطابقت کیجیے جس کو علمائے اہلسنت بڑے دعوے کے ساتھ پیش کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" **لاتجتمع امتی علی ضلال** "ہماری امت کبھی گمراہی پر اجماع نہ کرے گی اور اس حدیث کے گڑھنے والے اور اس پر ایمان لانے والوں کی تعریف کیجیے۔

اگر اس حدیث کو مان لیا جائے تو اس کا صحیح مطلب یہ ہوگا کہ ہماری امت میں ہمیشہ ایک گروہ ایسا موجود رہے گا جو معصوم اور حق پر ہوگا اور وہ کبھی باطل پر اجماع نہ کرے گا چنانچہ شاہ ولی اللہ دہلوی اپنی کتاب ازالۃ الخفا میں لکھتے ہیں:

اخرج مسلم من حدیث ثوبان والمغیرہ وجابر ابن عبداللّٰہ وجابر بن سمرۃ ومعاویۃ ابن ابی سفیان والفاظھم متقاربۃ لاتزال طائفۃ من امتی قائمۃ بامر اللّٰہ یضرھم من خذلھم او خالفھم حتی یاتی امر اللّٰہ وھم ظاھرون علی الناس. (۲)

مسلم نے ثوبان، مغیرہ، جابر بن سمرہ، جابری بن عبداللہ اور معاویہ ابن ابوسفیان سے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ میری امت میں ہمیشہ ایک گروہ ایسا موجود رہے گا جو حق پر قائم رہے گا اور اس گروہ کو اس کی مخالفت کرنے والے اور اس کی مدد سے ہاتھ

---

۱. تاریخ الخلفاء حالات ولید بن یزید بن عبدالملک

۲. شاہ ولی اللہ دہلوی، ازالۃ الخفا مقصد اول ص ۱۱۸

کھینچنے والے کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گے، یہاں تک کہ حکم خدا آئے یعنی وہی گروہ کمزوری وکسمپرسی کے بعد لوگوں پر غالب آئے اسی مضمون کی حدیث تھوڑے اختلاف کے ساتھ بخاری اور ترمذی باب الفتن میں بھی موجود ہے۔(۱)

اس حدیث کو لکھنے کے بعد شاہ صاحب لکھتے ہیں:

محتمل است که حدیث لاتجتمع امتی علی علی ضلال بر موافقت همیں محمول باشد بر انکه طائفه بر حق باشد آخذ بسنت وقائم بو اجبات ملت اجماع وحجیت اجماع لکن المعنی الاول هو المشهور الذي حمل علیه جما هیر الفقهاء واللّٰہ اعلم

یعنی احتمال ہے کہ حدیث ''لا تجتمع امتی علی ضلال''، یعنی میری امت کبھی گمراہی پر اجماع نہ کرے گی اسی پہلی حدیث کی موافقت میں اس معنی پر محمول کی جائے، کہ ایک گروہ میری امت کا حق پر رہے گا جو سنت کا پیرو اور واجبات ملت پر قائم ہوگا نہ کہ اجماع وحجیت اجماع کے معنی پر لیکن پہلا معنی (یعنی حجیت لاجماع) وہی مشہور ہے جس پر اس حدیث کو گروہ فقہاء نے حمل کیا ہے اور خدا بہتر جانتا ہے۔

شاہ صاحب کی یہ تحریر بتا رہی ہے کہ ان کے دماغ وعقل نے بھی اسی مطلب کی طرف ان کی رہبری کی جو میں نے لکھا ہے لیکن جماہیر فقہاء کے مسلک سے وہ مرعوب ہوگئے اگرچہ ان کا مذہب خلاف عقل خلاف حکم خدا اور رسول ہے انسان کی عقل پر تقلید کا اتنا گہرا پردہ نہ ہونا چاہئے جو باہر کی تمام چیزوں کو پوشیدہ کردے۔

جناب ابوبکر کی خلافت پر اجماع نہیں ہوا

اگر فرض کرلیا جائے کہ حدیث سے امت کا ہی اجماع مقصود ہے، جب بھی جناب ابوبکر کی خلافت کا جواز اس سے ثابت نہیں ہوتا کیونکہ جناب ابوبکر کی خلافت پر اجماع واقع ہی نہیں ہوا، بلکہ صرف چند آدمیوں نے سقیفہ بنی ساعدہ میں جناب ابوبکر کو خلیفہ بنالیا، ورنہ اسامہ کا پورا لشکر شہر کے باہر پڑاؤ دیئے ہوئے تھا۔

---

۱. بخاری ج ۴، ص ۱۷۸، مطبوعہ مصر اور ترمذی باب الفتن

اس کو اس اجماع کی خبر بھی نہیں ہوئی اور انصار کی ایک بڑی جماعت اور کل بنی ہاشم اور اجلہ اصحاب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس اجماع سے جدا رہے چنانچہ خود جناب عمر کا بیان گذر چکا کہ "بیعة ابی بکر کانت فتنة وقی الله شرها"، یعنی ابوبکر کی بیعت فتنہ ہے، خدا نے اس کے شر سے بچالیا۔(۱)

سقیفہ میں تلواریں کھنچیں

صاحب روضہ الاحباب لکھتے ہیں:

عمر گفت بخدا سوگند که مخالفت با مانکند هیچ احدی اما آنکه اورا بکشم بشیر بن المنذر انصاری خزرجی که اورا ذوالرائے میگفتند برخاست و گفت والله که ما کسے را بخلافت برخود اختیار نکنم از ما امیرے که از شما امیرے ابوبکر گفت چنیں نیست امارت حق ماست و شما وزیران ما باشید بشیر گفت ،ای انصار زینهار که بایں سخن درنیائید و ثابت قدم باشید که شما حق آید بخلافت و حکومت اے گروه مهاجرین سخت جزایں نیست که امیرومنکم امیر و اگر خواهید با شما مقاتله کنیم .

یعنی عمر نے کہا: خدا کی قسم کوئی شخص ہم لوگوں کی مخالفت نہ کرے گا، لیکن یہ کہ اس کو قتل کردوں گا، اس پر بشیر ابن منذر انصاری خزرجی جس کو لوگ صاحب الرائے کہتے تھے کھڑے ہو گئے اور کہا کہ خدا کی قسم ہم لوگ اپنوں کے علاوہ کسی کو خلیفہ نہ بنائیں گے ایک امیر ہم میں سے ہو ایک تم میں سے ابوبکر نے کہا کہ ایسا نہیں ہے۔

خلافت ہمارا حق ہے اور تم لوگ ہمارے وزیر ہو بشیر نے کہا اے گروہ مہاجرین بجز اس کے نہیں ہے کہ ایک امیر ہم میں سے اور ایک امیر تم میں سے ہو اور اگر چاہتے ہو تو ہم تم سے بار بار جنگ کریں گے۔

پھر لکھتے ہیں:

پس بین المهاجرین والانصار مخاصمه بغایت قوی شدو اختلاف بسیار درمیان آمد چنانچه نزدیک بود که منجر بمقاتله شود.

---

۱. تاریخ الخلفا ص ۳۵

یعنی مہاجرین وانصار کے درمیان بہت سخت جھگڑا اور مخالفت پیدا ہوگئی یہاں تک کہ نزدیک تھا کہ جنگ شروع ہوجائے۔

پھر لکھتے ہیں:

اکثر بنی ھاشم باعلی اتفاق نمودہ بیعت نہ کردند جمعے ازقریش مثل زبیر و طلحہ و خالدبن سعیدبن عاص و گروھی از انصار توقف وتعلل نمودند.

یعنی اکثر بنی ہاشم نے علی سے اتفاق کرکے بیعت نہیں کی اور ایک جماعت قریش مثلا زبیر وطلحہ وخالد بن سعید بن عاص وغیرہ نے اور ایک گروہ انصار نے توقف کیا۔(۱)

ابن قتیبہ نے لکھا ہے:

فقام الخباب بن المنذر الی سیفه فاخذه فبادروا الیه فاخذو سیفه منه فجعل یضرب بثوبه وجوههم حتی فرغوا من البیعة.

جب جناب ابوبکر کی بیعت ہونے لگی تو ابن منذر نے اپنی تلوار کھینچ لی تو لوگوں نے جلدی سے بڑھ کر ان سے تلوار چھین لی تو وہ اپنے کپڑے لوگوں کے منہ پر مارنے لگے یہاں تک کہ لوگ بیعت سے فارغ ہوئے۔

ابن قتیبہ لکھتے ہیں: سعد بن عبادہ نے بھی بیعت نہیں کی تو چند روز کے بعد عمر نے کہا:

لاتدعه حتی یبایعک فقال لهم قیس بن سعدانه قدابی والح ولیس یبایعک حتی یقتل ولیس بمقتول حتی یقتل معه ولده واهل بیته وعشیرته ولن تقتلوهم حتی تقتل الخزرج ولن تقتل الخزرج حتی تقتل الاوس فلاتفسد واعلی انفسکم امرا قداستتام لکم فاترکوه. (۲)

جناب عمر نے کہا: اے ابوبکر سعید بن عبادہ کو بغیر بیعت کے نہ چھوڑو اس پر قیس بن سعد نے کہا: انھوں نے بیعت سے انکار کردیا ہے اور سختی سے اپنے ارادے پر قائم ہیں جب تک وہ قتل نہ کردئے جائیں بیعت نہ کریں گے اور جب تک ان کی اولاد اور ان کے قبیلہ والے نہ مارڈالے جائیں اس وقت

---

۱. روضۃ الاحباب ج۲،ص۲۳،وص۲۴

۲. الامامۃ والسیاسۃ ج۱،ص۱۱

تک ان کا مارنا ممکن نہیں اور ان کے اہل وعیال اس وقت تک نہیں مارے جاسکتے جب تک قبیلہ خزرج نہ مار ڈالا جائے پس عجیب معاملہ بن گیا ہے اس کو نہ بگاڑو اور سعد بن عبادہ کو چھوڑ دو۔

ان بیانات سے معلوم ہو رہا ہے کہ سقیفہ میں صرف دھینگا مشتی اور اٹھا پٹک ہو رہی تھی، ایک مختصر سی جماعت نے جناب عمر کے اشارے سے اس حالت میں ان کی بیعت لی کہ ایک طرف تو ابن منذر تلوار لے کر کود رہے تھے دوسری طرف سعد بن عبادہ اور ان کا قبیلہ برہم تھا نیز قبائل اوس وخزرج اور ایک گروہ قریش کا جس میں طلحہ اور زبیر وغیرہ جیسے لوگ داخل تھے۔

ایک گروہ انصار کا اس بیعت کا مخالف تھا ادھر اسامہ کا پورا لشکر جو مدینہ کے باہر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا جس میں بڑے بڑے صحابہ شامل تھے اس کارروائی سے بالکل بے خبر تھا کیا اجماع امت کے معنی یہی ہیں یہ تو صرف ایک سازش اور زبردستی تھی اور کچھ نہ تھا جیسا کہ جناب عمر نے خود اقرار کیا۔

علمائے اہل سنت لکھتے ہیں: اس میں شک نہیں کہ بروز سقیفہ جناب ابوبکر کی بیعت اچانک ہوگئی لیکن بعد میں اجماع مکمل ہوگیا اور پوری امت نے اجماع کر لیا لیکن یہ دعویٰ بھی ان لوگوں کا غلط ہے کیونکہ سعد بن عبادہ نے تا زندگی بیعت نہیں کی اور ان ہی کے بقول حضرت علی علیہ السلام اور ان کے ساتھ بنی ہاشم نے چھ ماہ تک بیعت نہیں کی۔

صاحب روضہ الاحباب لکھتے ہیں:

بصحت پیوسته که تا فاطمه زهرا علیه التحیت و الرضوان در حیات بود علی رضی الله عنه با ابوبکر بیعت نه کرد. (۱)

صحیح یہ ہے کہ جب تک حضرت فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا زندہ رہیں حضرت علی علیہ السلام نے ابوبکر کی بیعت نہیں کی۔

ابن قتیبہ نے امامت وسیاست میں لکھا ہے:

فلم یبایع علی کرم الله وجهه حتی ماتت فاطمه رضی الله عنها. (۲)

جب تک حضرت فاطمہ زندہ رہیں حضرت علی علیہ السلام نے ابوبکر کی بیعت نہیں کی۔

مسعودی نے مروج الذہب میں لکھا ہے:

ولم یبایعه احدمن بنی هاشم حتی ماتت فاطمه

---

۱. روضہ الاحباب ج۲ص۳۴ ۲. امامت وسیاست ج۱ص۱۵

جب تک حضرت فاطمہ زندہ رہیں بنی ہاشم میں سے کسی نے بھی ابوبکر کی بیعت نہیں کی۔

لم یبابعه علی ستة اشهر والاحد من بنی هاشم حتی یبایعه علی

چھ ماہ تک حضرت علی علیہ السلام نے بیعت نہیں کی اور جب تک آپ نے بیعت نہ کی بنی ہاشم میں سے کسی نے بھی بیعت نہیں کی۔

ان ہی کے بقول چھ ماہ کے بعد حضرت علی علیہ السلام سے بجبر واکراہ بیعت لی گئی۔

ابن قتیبہ نے امامت وسیاست میں لکھا ہے:

ثم قام عمر فمشی معه جماعة حتی اتوباب فاطمة فدقواالباب فلما سمعت اصواتهم نادت یا علی صوتها یا ابت یا رسول اللّٰه ماذالقینا بعدک من ابن خطاب و ابن ابی قحافة فلم اسمع القوم صوتها و بکائها انصرفوا باکین و کادت قلوبهم ینصدع واکبارهم تنفطرو بقی عمرو معه قوم فاخرجوا علیا فمضوا الی ابی بکر فقالوا له بایع فقال ان انالم افعل فمه قالوا اذا واللّٰه الذی لا اله الا هو نضرب عنقک قال اذا تقتلون عبداللّٰه واخا رسول اللّٰه قال عمر اما عبداللّٰه فنعم واما علی شی ماکانت فاطمة الی جنبه فلحق علی بقبر رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یصیح و یبکی و ینادی یابن ام ان القوم استضعونی و کادوا یقتلوننی. (۱)

پھر عمر اٹھا اوران کے ساتھ ایک جماعت بھی چلی یہاں تک کہ حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کی ڈیوڑھی پر پہنچے اور دروازہ کھٹکھٹایا حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام نے جب ان لوگوں کی آوازیں سنیں تو بلند آواز سے چلائیں اور پکاریں کہ اے بابا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے بعد ہم لوگ خطاب کے بیٹے کے ہاتھوں اور قحافہ کے بیٹے کے ہاتھوں کیا مصیبت دیکھ رہے ہیں! جب قوم نے فاطمہ زہرا علیہا السلام کی فریادسنی تو روتے ہوئے پلٹ گئے اور قریب تھا کہ ان کے دل پھٹ جائیں اور کلیجے شق ہو جائیں مگر عمر اوران کے ساتھ کچھ لوگ رک گئے اور حضرت علی علیہ السلام کو گھر سے نکالا اور ابوبکر کے پاس لے گئے اور کہا کے بیعت کرو حضرت

---

۱. امامت وسیاست ج ۱ ص ۱۴

علی علیہ السلام نے کہا کہ اگر بیعت نہ کروں تو کیا کرو گے انھوں نے جواب دیا قسم ہے اس خدا کی جس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے تمہاری گردن ماردیں گے حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: پس تم خدا کے بندے اور اسکے رسول کے بھائی کو قتل کروگے۔ عمر نے کہا: بندہ خدا تو ٹھیک ہے لیکن رسول کا بھائی نہیں مانتے، ابوبکر چپکے بیٹھے سب دیکھتے رہے تب عمر نے کہا: ان کے بارے آپ حکم (قتل) کیوں نہیں دیتے اس پر ابوبکر نے جواب دیا جب تک فاطمہ زندہ ہیں ان پر ہم جبر نہیں کر سکتے اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام قبر رسول پر تشریف لے گئے اور فریاد کی: اے میرے بھائی قوم نے مجھ کو کمزور اور بے بس کر دیا اور قریب ہے کہ مجھے قتل کردے۔

یہ وہی جملہ ہے جو حضرت ہارون نے بنی اسرائیل کی شکایت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس وقت کہا تھا جب بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے طور پر جانے کے بعد گوسالہ پرستی شروع کردی تھی اور حضرت ہارون نے روکا تو ان کے قتل پر آمادہ ہو گئے۔ اب ذرا حدیث منزلت پڑھئے۔

قال رسول اللّٰہ یا علی انت منی بمنزلة هارون من موسی الا انه لا نبی بعدی .

حضرت رسول نے فرمایا: اے علی! تم کو مجھ سے وہی منزلت حاصل ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی لیکن یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

اس واقعہ میں حضرت علی علیہ السلام کو حضرت ہارون سے کتنی مشابہت حاصل ہے۔

امام اہلسنت شعبی اور ابوالاسود سے روایت ہے کہ جناب ابوبکر نے عمر اور خالد بن ولید کو ایک بڑی جماعت کے ساتھ جن میں عبدالرحمن بن عوف بھی تھے حضرت علی علیہ السلام اور عبداللہ بن زبیر کی گرفتاری کے لئے بھیجا یہ لوگ گئے اور جناب عمر ایک جماعت کے ساتھ بغیر اجازت حضرت فاطمہ کے گھر میں گھس گئے جس سے مدینہ میں ہل چل پڑ گئی اور گلیاں لوگوں سے بھر گئیں۔(۱)

یہ لوگ سختی کے ساتھ حضرت علی علیہ السلام کو گرفتار کر کے جناب ابوبکر کے پاس لے کر چلے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا یہ حال دیکھ کر بہت دردناک آواز سے روئیں اور گھر سے نکل پڑیں اور فرمایا: اے ابوبکر کتنی جلد تم لوگوں نے

۱۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۶ ص ۲۹۳، جزو ۶

اپنے رسول کے گھر میں لوٹ مچادی۔(۱)

نیز ابن ابی الحدید نے لکھا ہے: جناب عمر نے حضرت فاطمہ زہرا کے شکم مبارک پر پاؤں مارا جس کے سبب سے حضرت محسن شہید ہوئے اور عمر چیخ کر کہہ رہے تھے کہ اس گھر کو مع گھر والوں کے آگ لگا کر پھونک دو حالانکہ اس گھر میں حضرت علی علیہ السلام، حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا، حضرت امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام کے سوا دوسرا کوئی نہ تھا۔(۲)

ملل ونحل شہرستانی کے حاشیہ پر جو ابن حزم نے لگایا ہے، اور معارج النبوت "ذکر عقد فاطمہ" میں ہے کہ شہادت حضرت محسن علیہ السلام کے صدمہ سے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا بیمار ہوئیں اور انتقال کیا۔(۳)

شاہ ولی اللہ دہلوی نے ازالۃ الخفا میں حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا: ایک روز حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ کو گلے سے لگا کر روئے، میں نے رونے کا سبب پوچھا؟

آپ نے فرمایا: اے علی علیہ السلام تمہاری طرف سے قوم کے دل میں کینے ہیں جن کو لوگ میرے بعد ظاہر کریں گے۔(۴)

ذکر فتنہ اور یہی مضمون شرح نہج ابلاغہ، ابن ابی الحدید میں بھی ہے۔(۵)

صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مرض موت کے وقت فرمایا: اے علی میرے بعد تم پر مصیبتیں نازل ہوں گی دل تنگ نہ ہونا اور صبر کرنا اور جب لوگ دنیا کو اختیار کریں تو تم دین کو اختیار کرنا۔(۶)

قارئین محترم: ابن قتیبہ والی روایت سے معلوم ہوا کہ جب حضرت علی علیہ السلام جناب ابوبکر کے دربار میں لائے گئے اور ان کے سامنے دو باتوں میں سے ایک پیش کی گئی یا بیعت ابوبکر یا موت اور جناب عمر نے، جناب ابوبکر سے حکم قتل کی فرمائش کی تو جناب ابوبکر نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو صرف حیات حضرت

---

۱. شرح ابن ابی الحدید ج ۱، جزو ۶، ص ۲۹۳

۲. شرح ابن ابی الحدید جزو، ا ص ۳، وجزو ۶، ص ۳۹

۳. ملل ونحل شہرستانی "حاشیہ پر" مطبوعہ مصر ص ۷۳؛ معارج النبوت رکن ۴، واقعہ ۳ ص ۳۸، مطبوعہ لاہور "ذکر عقد فاطمہ"

۴. ترجمہ ازالۃ الخفا حصہ اول ص ۳۲۱

۵. شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید ج ۱، ص ۲۰۹

۶. روضۃ الاحباب ج ۱، ص ۳۹۳

فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا تک کی مہلت دی اور کہا کہ جب تک فاطمہ سلام اللہ علیہا زندہ ہیں ہم علی علیہ السلام کو کسی امر کے لئے مجبور نہیں کر سکتے۔

جس کا واضح مطلب یہ تھا کہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے بعد اگر حضرت علی علیہ السلام نے بیعت نہ کی تو ان پر جبر کیا جائے گا اور اگر نہ مانے تو قتل کر دیں گے چنانچہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی زندگی تک حضرت علی علیہ السلام چھوڑ دیئے گئے بعد وفات حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا حضرت علی علیہ السلام نے دیکھا کہ اب وہ منزل آگئی کہ یا بیعت کروں یا حفاظت جان کے لئے ابوبکر سے جنگ کروں۔

اب اس کے بعد کے حالات خود حضرت علی علیہ السلام کی زبانی سنئے:

ابن قتیبہ نے لکھا ہے: حضرت علی علیہ السلام کے خلافت ظاہری کے زمانے میں حجر بن عدی اور عمر بن حمق و عبداللہ بن وہب وغیرہ عراق سے حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا: ابوبکر و عمر کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے تو آپ نے اہل عراق کے نام ایک مفصل خط تحریر کیا اور فرمایا یہ خط اہل عراق کو سنا دینا اس خط میں آپ نے تحریر کیا:

قال قائلهم انک یابن ابی طالب علی الامر الحریص قلت لهم انتم احرص اما انااذاطلبت میراث ابن ابی وحقه وانتم اذادخلتم بینی وبینه وتصرفون وجهی دونه اللّٰهم انی استعین بک علی قریش فانهم قطعوارحمی وصغروا عظیم منزلتی وفضلی واجتمعوا علی منازعتی حقاکنت اولی به منهم ثم قالوا صبر کمداوعش متاسفا فنظرت فاذا لیس معی رفاقة ولامساعد الااهلبیتی فضنت بهم علی الهلاک ... (۱)

ان کے کہنے والے نے کہا کہ اے ابوطالب کے بیٹے تم اس امر (اخلافت) پر حریص ہو تو میں نے جواب دیا کہ تم لوگ حریص تر ہو لیکن میں نے جب اپنے بھائی کی میراث اور ان کا حق مانگا تو تم لوگ میرے اور اس میراث کے درمیان حائل ہو گئے اور اس کی طرف سے میرا رخ پھیرنا چاہتے ہو اے میرے اللہ میں تجھ سے قریش کے مقابلہ میں مدد چاہتا ہوں ان لوگوں نے قطع رحم کیا اور میری عظیم منزلت اور فضیلت کو گھٹایا۔

اور مجھ سے میرے اس حق کے بارے میں جس کا میں ان لوگوں سے زیادہ حقدار ہوں جھگڑنے کے

---

۱. امامت وسیاست ج ا ص ۱۷۶

لئے اجماع کیا پھران لوگوں نے کہا کہ (جاؤ) اس غم پر صبر کرو اور حزن وملال میں پڑے رہو تو میں نے دیکھا کہ بجز میرے اہلبیت کے میرا کوئی ساتھی اور مددگار نہیں ہے تو میں ان کی ہلاکت پر راضی نہ ہوا۔

اس خط سے معلوم ہوا کہ حضرت علی علیہ السلام نے صرف اپنی بے کسی ومجبوری کی بنا پر خلفائے ثلاثہ کی خلافت پر خاموشی وصبر اختیار کیا، ورنہ خلافت کو حضرت علی علیہ السلام اپنے بھائی کی میراث اور خلفائے ثلاثہ کو غاصب وقاطع رحم سمجھتے رہے پھر کون کہتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے برضاوخوشی خلفاء کی بیعت کرلی۔

یہ سب بیانات میرے اس بنا پر ہیں کہ اگر تسلیم کرلیا جائے کہ حضرت امیر المومنین نے جناب ابوبکر کی بیعت کرلی جیسا کہ اہل سنت کا دعویٰ ہے لیکن تحقیق یہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی خلفائے ثلاثہ میں سے کسی کی بیعت نہیں کی، جس کی چند دلیلیں باختصار تحریر کررہا ہوں:

پہلی دلیل: امیر معاویہ نے ایک مرتبہ حضرت علی علیہ السلام کو خط لکھا:

فكان افضلهم فى الاسلام وانصحهم لله ولرسوله الخليفة من بعد خليفة الخليفة من بعده خليفة والثالث الخليفة عثمان المظلوم فكلهم حسدت وعلى كلهم بغيت فعرفنافى نظرك الشروقولك الهجروفى نفسك الصعداء وابطات عن لخلفاء فى كل ذالك تقاد كمايقادالجمل المخشوش حتى تبايع وانت كاره .(۱)

یعنی اسلام میں افضل تر اور رسول کے لئے ناصح تر، حضرت رسول اللہ کے بعد ان کے خلیفہ (ابوبکر) تھے اور ان کے بعد خلیفہ کے خلیفہ (عمر) تھے پھر ان کے بعد تیسرے خلیفہ عثمان مظلوم تھے ان سب سے تم نے (اے علی) حسد کیا اور سب سے تم نے بغاوت کی اور ہم نے تمہاری نظر میں غیظ وغضب اور تمہاری باتوں میں لغویت اور تمہاری سانس میں تنگی محسوس کی اور تم نے خلفاء کی بیعت سے پہلوتہی کی حالانکہ تم کو ان مقامات پر بیعت کے لئے اس طرح کھینچ کھینچ کر لایا گیا جس طرح مہار سے اونٹ کھینچا جاتا ہے لیکن تم ان کی بیعت کو ناپسند ہی کرتے رہے۔

اس خط میں معاویہ نے صاف اقرار کیا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے باوجود ہر سختی کے بھی خلفاء کی بیعت نہیں کی، اس خط کی تائید ابن قتیبہ کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے جو ابھی گذرا کہ جناب عمر ایک جماعت

---

۱. عقد الفرید ابن عبدربہ مطبوعہ مصر ج ۳، ص ۱۰۷

۱۵؍رمضان المبارک ۱۳۳۰ھ مطابق ۲۹؍اگست ۱۹۱۲ء کو نجف اشرف میں پیدا ہوئے، چار سال کی عمر میں والدین کے ساتھ ہندوستان واپسی ہوئی اور ابتدائی تعلیم مقامی اساتذہ اور اپنے والد ماجد مرحوم سے حاصل کی، مدرسہ سلطان المدارس لکھنؤ اور جامعہ ناظمیہ لکھنؤ سے بہ ترتیب سندالافاضل اور ضمیمہ ممتاز الافاضل کی اسناد حاصل کی درس نظامی کے ساتھ ساتھ پرائیویٹ طور سے ادب فقہ فلسفہ اور طب لکھنؤ شیعہ سنی علماء سے پڑھتے رہے۔

لکھنؤ میں آپ کی بیماری کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا وہی دائمی المرض ہونے کا سبب بنا، مگر علالت کے عالم میں بھی پڑھتے رہے اور پڑھنے اور لکھنے کا کام جاری رکھا۔

۱۹۴۵ء مطابق ۱۳۶۴ھ میں اترولہ ضلع گونڈہ یوپی میں دینی خدمات کے لئے تشریف لائے مسجدیں آباد کی اور مذہبی بیداری پیدا کی اور مدرسہ دینی مصطفٰے دارالعلوم کا قیام عمل میں آیا۔

غالباً ۱۳۶۹ھ میں درس اجتہاد کے لئے ایران گئے اور بڑے بڑے آیات عظام وحج اسلام سے لمعہ، رسائل، مکاسب، شرح تجرید ودیگر کتب کے درس لئے اور درس خارج میں شرکت کی اور علم کی تشنگی کو بجھایا، وہاں کے بڑے علما نے اجازہ وکالت واجتہاد عطا فرمایا: اور پھر اترولہ ضلع گونڈہ یوپی کے متوطن ہو کر اسی شہر کو مرکز بنایا اور پھر دینی خدمات میں مصروف ہوگئے، پڑھنے پڑھانے کا شوق شروع سے تھا، علوم اسلامی میں جناب مرحوم کو مہارت تامہ تھی۔

جس موضوع پر قلم اٹھایا ایسی تحقیقی وبلند معیار کتاب لکھی جو اپنی نظیر آپ ہے، آپ کے تصنیفات وتالیفات شاہد ہیں کہ دین وقوم کی خدمت میں اپنے کو وقف کردیا تھا۔

اترولہ وقرب وجوار میں آپ کے نورِ علم سے شعائیں پھیلیں اور تشنگان علوم آپ کے چشمۂ علم سے سیراب ہوئے، آپ باکمال شاعر اور بہترین خطیب واعظ بھی تھے۔

امر العروف ونہی عن المنکر اور اخلاقیات کے دروس آج بھی زبان زد خلائق ہیں، آپ کے زہد وتقویٰ سخاوت وشجاعت کی تعریف آج بھی کی جاتی ہے اترولہ ومضافات میں غیر شیعہ حتی غیر مسلم بھی آپ کے علم وکرار سے متاثر نہ ہوئے اور انھیں فرائض کی ادائیگی کی طرف متوجہ کرتے اور شیریں الفاظ ودل نشیں انداز میں موعظہ فرماتے اور ہر کوئی اثر لے کر آپ کی بزم سے اٹھتا، آپ کی مہمان نوازی، سخاوت، فردتنی کو لوگ آج بھی یاد کرتے ہیں کتابوں کے بڑے شوقین تھے بیماری کے عالم میں بھی وہ کتابوں کے ڈھیر میں رہتے، تصنیف وتالیف، مطالعہ وتحقیق اور درس وتدریس

کے ساتھ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی ڈیوڑھی پر پہونچے اور حضرت علی علیہ السلام کو جناب ابوبکر کے پاس لے گئے اور کہا: اگر بیعت نہ کروگے تو سر کاٹ لوں گا لیکن حضرت علی علیہ السلام نے بیعت نہیں کی اور روتے ہوئے قبر رسول خدا پر جا کر شکایت کی الخ۔

دوسری دلیل: حضرت علی علیہ السلام نے معاویہ کے اس خط کے جواب میں تحریر فرمایا:

وذکرت ابطائی عن الخلفاء وحسدی ایاھم والبغی علیھم فاماالبغی معاذ اللہ ان یکون واماالکراھة لھم فو اللہ مااعتذر للناس من ذالک. (١)

تو نے جو خلفائے ثلاثہ کی بیعت سے میری پہلوتہی اور ان سے حسد و بغاوت کرنے کا ذکر کیا تو خدا پناہ دے ہرگز بغاوت نہیں ہوئی کیونکہ بغاوت خلیفہ برحق کی مخالفت کا نام ہے ، نیز حضرت علی علیہ السلام نے کبھی اپنے حق کے لئے اس وقت تک تلوار نہیں اٹھائی جب تک خود دشمن نے حملہ نہ کیا لیکن ان کی خلافت کو ناپسند کرنا اور ان کی بیعت سے کراہیت کرنا تو خدا کی قسم اس امر کے لئے میں لوگوں کے سامنے کوئی عذر پیش کرنا نہیں چاہتا یعنی یہ میری نظر میں کراہیت کرنا صحیح ہے۔

اس جواب میں حضرت علی علیہ السلام نے اقرار فرمایا ہے کہ آپ نے خلفاء میں سے کسی کی بیعت نہیں کی، نہ ان کی خلافت پر راضی رہے۔

تیسری دلیل: ابن قتیبہ کی کتاب امامت وسیاست کے حوالہ سے حضرت علی علیہ السلام کا قول گذر چکا ہے کہ جب جناب عمر نے حضرت علی علیہ السلام سے کہا: جب تک آپ ابوبکر کی بیعت نہ کریں گے اس وقت تک چھوڑے نہیں جائیں گے تو آپ نے فرمایا: ہاں! اپنے حصہ کا دودھ دھو لے اور ابوبکر کے لئے خلافت کو مضبوط کر لے تا کہ کل وہ اس کو تیری طرف پلٹا دیں۔

خدا کی قسم اے عمر تیری بات نہ مانوں گا اور ابوبکر کی بیعت نہ کروں گا ابوبکر نے کہا: اگر آپ بیعت نہیں کریں گے تو میں مجبور نہیں کرتا دیکھئے پانچواں اختلاف جناب ابوبکر کی تیسری دلیل، قرابت رسول۔

جب حضرت علی علیہ السلام نے قسم کھا کر فرما دیا کہ بیعت نہ کروں گا تو پھر آپ ہرگز بیعت نہیں کر سکتے تھے نہ کسی روایت سے ثابت ہے کہ آپ نے قسم توڑ دی اور کفارہ قسم ادا کیا پس معلوم ہوا کہ آپ کی بیعت کے متعلق جس قدر روائتیں پائی جاتی ہیں سب بہ مصلحت بنائی گئی ہیں۔

---

١. عقد الفرید ج٣، ص١٠٨

زبیر ابن عوام سے کیونکر بیعت لی گئی ابن قتیبہ لکھتے ہیں:

اما علی وعباس بن عبدالمطلب ومن معهما من بنی هاشم فانصرفوا الی رحالهم ومعهم الزبیربن العوام فذهب الیهم عمرفی عصابة فیهم اسیدبن خضیروسلیم بن اثیم فقالو انطلقو افبایعوا ابابکرفابو فخرج زبیربن العوام رضی الله عنه بالسیف فقال عمرعلیکم بالرجل فخذوه فوثب علیه سلیم بن اثیم فاخذالسیف من یده فضرب به الجدارو انطلقوابه فبایع .(۱)

حضرت علی علیہ السلام، عباس بن عبدالمطلب اور بنی ہاشم سے جولوگ ان کے ساتھ آئے تھے اپنی جگہوں پر واپس چلے گئے، ان کے ساتھ زبیر بن عوام بھی تھے پس عمران کی طرف ایک جماعت کے ساتھ گئے جن میں اسید بن خضیر اور سلیم بن اثیم بھی تھے ان لوگوں سے کہا: چلو ابوبکر کی بیعت کرو تو ان لوگوں نے انکار کیا اور زبیر ابن عوام تلوار لے کر نکل پڑے۔

عمر نے کہا: دیکھوان کو پکڑلولیکن خود بڑھے پس سلیم بن اثیم پھاند کر پہونچے اوران کی تلوار چھین کر دیوار پر پٹھک دی اوران کو پکڑکر لوگ ابوبکر کے پاس لے گئے تو انھوں نے بیعت کرلی۔

اسی طرح بہت سے قبائل جیسے قبائل حضرموت وکندہ بنوزہذ وبنوحجر وبنوہاشم وبنواسد وغطفان وبنو عامروہوازن وبنوسلیم وغیرہ نے ابوبکر کی بیعت نہ کی اوران کوزکوۃ دینے سے انکار کردیا اور کہا کہ ابوبکر کی حکومت کیسی؟ اور ہم پر اس کا کیا حق ہے؟! ہاں! اہل بیت میں سے کوئی خلیفہ ہوتو ہم اس کی اطاعت کریں گے۔

قارئین محترم: ان بیانات کا خلاصہ یہ ہوا کہ ان لوگوں پر ارتداد کا حکم لگا کر سب کو قتل کرادیا اور روز سقیفہ جناب ابوبکر کی خلافت پر اجماع نہیں ہوا بلکہ صرف چندآدمیوں نے سازش کر کے اچانک بیعت کرلی اوسقیفہ کے بعد لوگوں سے بزور شمشیر وجبر واکراہ بیعت لی گئی جن لوگوں نے بیعت نہیں کی ان میں سے بہت سے لوگ تہہ تیغ کئے گئے۔ان کا مال لوٹا گیا لیکن جولوگ طاقتور تھے اوران سے نپٹنا آسان نہ

---

۱. امامت وسیاست ج ۱ ص ۱۲

تھا ان کو چھوڑ دیا گیا جیسے سعد بن عبادہ جنھوں نے تا آخر عمر بیعت نہ کی خدا کے لئے ذرا انصاف کیجئے، اگر بالفرض حدیث "لا تجتمع امتی علی ضلال" کو صحیح تسلیم کرلیا جائے تو کیا اس سے یہی اجماع مقصود ہے جس کی تصویر پیش کی گئی مسلمان سوچیں اور سمجھیں یہ مسئلہ، نجات آخرت ہے پھر تماشہ یہ ہے کہ سواد اعظم نے امت کے اس اجماع کو جس کی حقیقت واضح کی گئی حجت اور ناسخ احکام خدا اور سول قرار دیا ہے۔

لیکن اہلبیت رسول جو نص قرآن واحادیث رسول کی رو سے معصوم اور واجب الاتباع، مثل قرآن اور سفینہ نجات ہیں یہ لوگ ان کے اجماع کو حجت نہیں جانتے جیسا کہ عبد العلی نے لکھا ہے کہ اجماع اہلبیت حجت نہیں ہے اس لئے کہ وہ عمداً خطا کرتے تھے جیسا کہ سیدۃ النساء فاطمہ زہرا سے واقع ہوا: انھوں نے اس وقت ابوبکر سے سلام وکلام ترک کردیا جس وقت انھوں نے ان کو فدک سے محروم کیا۔

یہ عبد العلی صاحب کی بہت بڑی گستاخی و بے ادبی ہے میرا خیال ہے کہ شاید ان صاحب کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول وفعل بھی حجت نہیں تھا اس لئے کہ (معاذ اللہ) آنحضرت بھی خطا کرتے تھے۔

جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آخر وقت میں اس وقت ظاہر ہوا جس وقت جناب عمر نے ان کو کاغذ وقلم سے محروم کیا اور کہا کہ یہ مرد ہذیان بول رہا ہے، جس پر آپ نے صحابہ سے ناراض ہو کر ان کی طرف سے منھ پھیر لیا اور فرمایا: قوموا عنی، یعنی نکل جاؤ میرے پاس سے۔

اہل سنت کا نظریہ یہ ہے کہ صحابہ پر کوئی الزام آنے نہ پائے چاہے معصوم ہستیوں کے دامن عصمت پر بڑے سے بڑا دھبہ لگ جائے رہا فیصلہ اس امر کا کہ فدک کے بارے میں جناب ابوبکر حق پر تھے یا حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا تو آیت تطہیر سے قطع نظر جو سیدۃ النساء کی عصمت کی دلیل ہے اور قطع نظر آیت مباہلہ سے جو آپ کے صدیقہ ہونے کی دلیل ہے۔

یہ دیکھئے کہ اپنے گناہ کا اعتراف کس نے کیا ہے اور گناہ کی معافی چاہنے کون گیا اگر حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا ابوبکر کی ڈیوڑھی پر معافی مانگنے گئیں تو کہے وہ خطاوار تھیں لیکن اگر جناب ابوبکر حضرت معصومہ عالم سلام اللہ علیہا کی ڈیوڑھی پر معافی طلب کرنے گئے تو ان کا جرم ثابت۔

فی ریاض النضرۃ لمحب الطبری دخل ابوبکر علی فاطمۃ فاعتذر الیھا و تکلمھا فرضیت۔

ریاض النضرہ میں ہے: ابوبکر حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے یہاں گئے، عذر خواہی کی اور ان سے گفتگو کی پس وہ راضی ہوگئیں۔

وعن الاوزاعی قال بلغی ان فاطمة غضبت علی ابوبکر فخرج ابوبکر حتی قام علی بابها فی یوم حار ثم قال لابرح مکانی حتی ترضی عنی بنت رسول اللہ فدخل علی علیها فاقسم علیها لترضی فرضیت منه خرجه ابن سمان فی الموافقة. (۱)

اوزاعی نے کہا: ہم کو خبر ملی ہے کہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ابوبکر پر غضبناک ہوئیں پس ابوبکر گرم دن میں نکلے اور ان کے دروازے پر جا کر کھڑے ہوگئے اور کہا کہ میں اپنی جگہ سے نہ ہٹوں گا جب تک بنت رسول ہم سے راضی نہ ہوجائیں، حضرت علی علیہ السلام نے حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو قسم دی کہ وہ راضی ہوجائیں پس وہ راضی ہوگئیں۔

اسی مضمون کی ایک حدیث ابن سمان نے بھی اخراج کی ہے۔

ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ جناب ابوبکر کو اپنی غلطی کا اعتراف تھا اور فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی ڈیوڑھی پر معافی مانگنے گیا لیکن یہ کہ حضرت معصومہ عالم سلام اللہ علیہا نے معاف کردیا اور اس سے راضی ہوگئیں یہ غلط ہے چنانچہ علامہ بخاری لکھتے ہیں:

فهجرت فاطمة ولم تكلمته حتى مات. (۲)

فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے ابوبکر سے رسم وراہ ترک کردی اور ان سے کلام نہیں کیا یہاں تک کہ انتقال کیا اس مضمون کی حدیث صحیح مسلم میں بھی ہے۔ (۳)

اور اس سے واضح اور روشن تر اس واقعہ کو ابن قتیبہ نے اپنی کتاب امامت وسیاست میں لکھا ہے: (۴)

موصوف لکھتے ہیں: فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے فرمایا: میں خدا اور اس کے ملائکہ کو گواہ کرتی ہوں کہ تم دونوں نے یقیناً مجھ کو غضبناک کیا اور مجھے خوش نہیں کی جب میں نبی سے ملاقات کروں گی تو تم دونوں کی شکایت کروں گی تب ابوبکر نے کہا: اے فاطمہ سلام اللہ علیہا! میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں تمہارے غضب سے یہ کہہ کر ابوبکر اس شدت سے روئے، قریب تھا کہ ان کا دم گھٹ جائے اور فاطمہ سلام اللہ علیہا کہے جا رہی تھیں کہ خدا کی قسم میں

---

۱. وسیلة النجات ص ۲۱۱
۲. بخاری ج ۴، ص ۱۱۱، مطبوعہ مصر
۳. مسلم ج ۲، ص ۹۱
۴. امامت وسیاست ج ۱، ص ۱۵، مطبوعہ مصر

تمہارے لئے ہر نماز کے بعد بددعا کروں گی۔

پس ابوبکر روتے ہوئے نکلے اور لوگ ان کے پاس جمع ہو گئے تو ابوبکر نے ان سے کہا: تم لوگ تو خوش خوش اپنی بیویوں کے پہلو میں سوتے ہو اور مجھ کو اس مصیبت میں ڈال رکھا ہے۔

مجھے تمہاری بیعت کی حاجت نہیں ہے میری بیعت توڑ دو وہ لوگ بولے اے خلیفہ رسول بغیر آپ کے یہ امر خلافت صحیح نہ ہوگا، آپ اس امر کو ہم سے بہتر جانتے ہیں۔(۱)

اس کے بعد ابن قتیبہ لکھتے ہیں: جب تک فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا زندہ رہیں حضرت علی علیہ السلام نے ہرگز ابوبکر کی بیعت نہ کی اور وہ صرف پچھتر روز زندہ رہیں۔ بخاری اور مسلم اور ابن قتیبہ کی روایتوں سے معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ابوبکر سے غضبناک رہیں اور اسی عالم میں انتقال کیا اور آخر عمر تک ان سے کلام نہ کیا۔ نیز علامہ بخاری لکھتے ہیں: حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے وصیت فرمائی: ابوبکر و عمر ان کے جنازہ میں شرکت نہ کرنے پائیں۔(۲)

ان روایتوں سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

۱. یہ کہ جناب ابوبکر حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا کی خدمت میں اپنے گناہ کی معافی مانگنے گئے جیسا کہ ریاض النضرہ اور اوزاعی کی روایتوں میں گزر چکا۔

۲. یہ کہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے راضی ہو جانے والی روایتیں جھوٹی اور جعلی ہیں بلکہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے ابوبکر کا گناہ معاف نہ کیا تو عذاب آخرت کو یاد کر کے وہ بڑی بے قراری سے روئے اور خلافت چھوڑنے کو تیار ہو گئے لیکن لوگوں نے اصرار کر کے ان کو اس ارادہ سے باز رکھا۔

اب تو ثابت ہو گیا حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا خطاوار نہ تھیں بلکہ خود ابوبکر خطاوار تھے اور وہ صحابہ خطاوار تھے جنھوں نے ان کو خلافت کی گدی پر بٹھایا تھا۔

کتب اہل سنت کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سقیفہ کی کارروائی اور دلیل اجماع کی صحت پر خود علمائے اہل سنت بھی مطمئن نہیں رہے چنانچہ ان لوگوں نے اثبات خلافت اولی میں اور بھی مختلف راہیں تلاش کیں جس کے نتیجہ میں ایسے مختلف اور متضاد اقوال حادث ہو گئے جو خود ایک دوسرے کی رد اور طالب حق کے لئے شکوک وشبہات کا ذریعہ بن گئے۔

---

۱. امامت وسیاست ج۱ص ۱۵، مطبوعہ مصر ۲. صحیح بخاری ج ۳ ص ۳۷، باب غزوہ خیبر

خلفائے ثلاثہ کی خلافت کے ثبوت میں اہل سنت کا پہلا دعویٰ

خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

۱۔ قُلْ لِلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ إِلَى قَوْمٍ أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ تُقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ فَإِنْ تُطِيعُوا يُؤْتِكُمُ اللَّهُ أَجْرًا حَسَنًا وَإِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا. (۱)

آپ ان پیچھے رہ جانے والوں سے کہہ دیں کہ عنقریب تمہیں ایک ایسی قوم کی طرف بلایا جائے گا جو انتہائی سخت جنگجو قوم ہوگی کہ تم ان سے جنگ ہی کرتے رہو گے یا وہ مسلمان ہو جائیں گے تو اگر تم خدا کی اطاعت کرو گے تو وہ تمہیں بہترین اجر عنایت کرے گا۔

اور اگر پھر منہ پھیر لو گے جس طرح پہلے کیا تھا تو تمہیں دردناک عذاب کے ذریعہ سزا دے گا۔

یہ سورہ ۶ھ میں حدیبیہ کے بعد نازل ہوا۔

اس آیت کی شان نزول میں اختلاف ہے کہ "اولی باس شدید" یعنی سخت جنگجو قوم سے کون لوگ مقصود ہیں:

سعید بن جبیر اور عکرمہ نے کہا ہے کہ اس سے قبائل ہوازن وحنین مقصود ہیں۔

زہری نے کہا ہے: اس سے بنو حنیفہ یعنی مسیلمہ کذاب کے ساتھی مقصود ہیں۔

ابن عباس نے کہا ہے: اس سے اہل فارس مقصود ہیں۔

کسی نے کہا ہے: اس سے اہل صفین یعنی معاویہ کے ساتھی مقصود ہیں۔

لیکن علمائے اہل سنت نے جناب ابن عباس کا قول اختیار کیا ہے اور کہا ہے کہ اس سے اہل فارس مقصود ہیں جن سے جناب عمر نے جنگ کی تھی لہٰذا یہ آیت خلفائے ثلاثہ کی شان میں نازل ہوئی ہے چنانچہ شاہ ولی اللہ دہلوی ازالۃ الخفا مقصد ۲، مقدمہ میں لکھتے ہیں:

"سَتُدْعَوْنَ إِلَى قَوْمٍ أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ" کا مصداق یا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو سکتے ہیں یا خلفائے ثلاثہ یا بنی امیہ اور بنی عباس، مگر یہ امر یقینی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس آیت کا مقصداق نہ تھے

۱۔ سورہ فتح آیت ۱۶

کیونکہ اس واقعہ کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے:

...فَقُلْ لَنْ تَخْرُجُوا مَعِيَ أَبَدًا وَلَنْ تُقَاتِلُوا مَعِيَ عَدُوًّا . (۱)

یعنی تم میرے ساتھ نہیں جاسکتے اور میرے ساتھ کسی دشمن سے نہیں لڑ سکتے ہو۔

یہ آیت بھی حدیبیہ کے متعلق نازل ہوئی ہے حدیبیہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غزوات معدود ومعلوم ہیں حدیبیہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غزوہ خیبر پیش آیا اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعراب میں اعلان جنگ نہیں کیا اور فتح مکہ اور جنگ حنین میں کسی سے سخت جنگ نہ تھی بلکہ خود قریش سے تھی اور کلمہ ''اولی باس شدید'' دلالت کرتا ہے کہ غیر قریش سے ہوگی لہٰذا اس سے روم اور فارس کی قوم مراد ہے، وہ قریش کے مقابلہ میں کہیں زیادہ طاقت رکھتے تھے۔ انتہی بقدر حاجت۔

شاہ صاحب اوران کے صاحبزادے شاہ عبدالعزیز نے اس آیت کو خلفائے ثلاثہ پر مطابقت کی ہے، حالانکہ اس آیت میں ''سَتُدْعَوْنَ إِلَى قَوْمٍ أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ'' کے مصداق خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اصل واقعہ یہ ہے کہ جب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حدیبیہ کی تیاری کرنے لگے تو اطراف مدینہ کے منافقوں نے ساتھ جانے سے انکار کیا۔ شاہ عبدالعزیز صاحب نے تحفہ اثنا عشریہ میں لکھا ہے کہ وہ قبائل جہینہ، مزینہ، غفار واسلم تھے۔ (۲)

صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حج پر جانے کا ارادہ کیا تو غسل کیا اور لباس پہنا اور شتر قصویٰ پر سوار ہوئے، اصحاب نے بھی سوائے تلوار اور ستر اونٹوں کے جو قربانی کے لئے تھے کوئی سامان جنگ ساتھ نہ لیا۔ (۳)

منافقوں نے دیکھا کہ اس سفر میں کچھ ہاتھ نہ آئے گا اور کفار قریش سے مخالفت بھی ہوگی، لہٰذا انھوں نے بہانے کئے اور ساتھ جانے سے انکار کیا، جیسا کہ آیات قرآن کی آیتوں سے ظاہر ہے۔

صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں:

که بنابر آنکه حق تعالیٰ در سوره فتح که درحین مراجعت از حدیبیه نازل شده بود بطریق اشارت وعده، فرموده بود پیغمبر خویش راکه

---

۱. سورہ توبہ آیت ۸۳

۲. تحفہ اثنا عشریہ حصہ امامت باب ۷

۳. روضۃ الاحباب ص ۲۳۴

خیبر فتح خواهد شد.

اس بنا پر کہ خداوند عالم نے حدیبیہ سے واپسی پر سورہ فتح میں اپنے پیغمبر سے خیبر کے فتح ہونے کا اشارہ فرمایا تھا:

حیث قال ﴿ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُونَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهِ ... ﴾ (۱)

جیسا کہ فرمایا ہے کہ خدا نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ فرمایا ہے تو اس نے تمہیں یہ خیبر کی غنیمت دے دی ہے۔ (۲)

واضح رہے کہ ذیقعدہ کے مہینہ میں صلح حدیبیہ ہوئی اور صفر کے مہینہ میں خیبر فتح ہوا اس لئے خدا نے ''عجل لکم ہذہ'' فرمایا ہے۔

اس وعدہ کو سن کر وہ منافقین جنھوں نے حدیبیہ میں جانے سے انکار کیا تھا خیبر کی لڑائی میں جانے پر تیار ہو گئے تو خداوند عالم نے فرمایا:

... قُلْ لَنْ تَتَّبِعُونَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ... (۳)

اے رسول کہہ دو کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ چلنے نہ پاؤ گے خدا نے پہلے ہی ایسا فرما دیا ہے۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ خیبر میں وہی لوگ چلیں جو حدیبیہ میں موجود تھے۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے جو آیت لکھی ہے۔

...فَقُلْ لَنْ تَخْرُجُوا مَعِيَ أَبَدًا وَلَنْ تُقَاتِلُوا مَعِيَ عَدُوًّا ...

یہ سورہ توبہ کی آیت ہے جو غزوہ تبوک کے بعد نازل ہوئی تھی، غزوہ تبوک ۹ھ میں ہوا تھا اور صلح حدیبیہ ۶ھ میں، جنگ خیبر ۷ھ میں اور جنگ حنین ۸ھ میں ہوئی۔

لہٰذا اس آیت کا اس واقعہ سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ یہ آیت حنین کے ایک سال کے بعد نازل ہوئی۔ غرض یہ کہ خداوند عالم نے منافقین کو خیبر میں جانے سے تو روک دیا، لیکن آیت نازل ہوئی کہ اے رسول ان حدیبیہ کے موقع پر پیچھے رہ جانے والوں سے کہہ دو کہ عنقریب تم خیبر کے بعد جنگ حنین میں ایک سخت جنگجو قوم سے جنگ کرنے کے لئے بلائے جاؤ گے۔

چنانچہ ۸ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو جنگ حنین کے لئے بلایا اور بارہ ہزار فوجیوں

---

۱. سورہ فتح آیت ۲۰ ۲. روضۃ الاحباب ص ۲۵۵ ۳. سورہ فتح آیت ۱۵

کے ساتھ حنین کی طرف روانہ ہوگئے ، جناب ابوبکر نے فوج اسلام کی کثرت دیکھ کر کہا: آج ہم لوگ شکست نہ کھائیں گے لیکن جب دشمن سے مقابلہ ہوا اور تیروں کی سخت بارش ہونے لگی تو سب سے پہلے خالد اپنے گروہ کے ساتھ بھاگا۔

صاحب روضہ الاحباب لکھتے ہیں:

یکبار از کمین گاہ بیرون آمدو تیرباران کردند دل لشکر خالد فرار نمود.

دشمنوں نے یکبارگی کمین گاہ سے نکل کر حملہ کیا اور تیروں کی بارش کی تو سب سے پہلے خالد کا لشکر بھاگا۔ پھر لکھتے ہیں: مسلمانان از عقب ایشاں گریختند آن گاہ بقیہ اصحاب۔(۱)

ان کے پیچھے مسلمان بھاگے ان کے بعد باقی اصحاب بھاگے۔

صاحب سیرۃ حلبیہ لکھتے ہیں: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پکارا اے بیعت رضوان والو! اپنے رسول کو چھوڑ کر کہاں بھاگے جارہے ہو! لیکن کسی نے ایک نہ سنی، صرف چار آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس رہ گئے تھے حضرت امیر المومنین علیہ السلام، حضرت عباس، ابن حارث اور ابن مسعود۔(۲)

پس یہی لوگ ''اولی باس شدید'' یعنی سخت جنگجو قوم سے مقصود ہیں جن کے سامنے خالد جنگجوئے اعظم کے بھی قدم نہ جم سکے نہ کہ اس سے مراد فارس والے اور حنین والے ہیں جن کے بارے میں صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں: ایشان مردمان گردن کش ومبارز بودند، یعنی وہ سب گردن کش اور جنگجو تھے۔

طبری نے لکھا ہے: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب جنگ حنین کے لئے چلے تو آپ کے ساتھ بارہ ہزار فوجی تھے دو ہزار فوجی اہل مکہ سے تھے اور دس ہزار وہ لوگ تھے جو فتح مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔(۳)

فتح مکہ کے بیان میں صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کے مضافاتی قبائل کو لکھا کہ جو خدا اور رسول پر ایمان رکھتا ہے ان کو چاہئے کہ شروع ماہ رمضان میں مسلح ہو کر مدینہ آجائیں پس تمام قبائل مثلاً: اسلم، غفار، جہنیہ ومزینہ واشجع مدینہ پہنچ گئے۔(۴)

ان تحریروں سے معلوم ہوا کہ وہ منافقین جنھوں نے حدیبیہ میں رسول کے ساتھ جانے سے انکار کیا تھا

---

۱. روضہ الاحباب ج۱،ص ۱۰۹
۲. سیرۃ حلبیہ ج ۳،ص ۱۰۹
۳. طبری ج ۲، واقعات سنہ ۸ ھ
۴. روضۃ الاحباب ج۱ص ۲۸۶

اور جنگ خیبر میں ساتھ جانے سے روک دے گئے تھے اور جنگ حنین میں لے جائے گئے تھے، لہٰذا شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز نے جو لکھا ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد کسی جنگ میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو نہیں لے گئے یہ غلط ہے اور یہ آیت خلفائے ثلاثہ کے فتوحات سے کوئی تعلق نہیں رکھتی۔

خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

۲. يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ. (۱)

ایمان والو تم میں سے جو بھی اپنے دین سے پلٹ جائے گا... تو عنقریب خدا ایک قوم کو لے آئے گا جو اس کی محبوب اور اس سے محبت کرنے والی مومنین کے سامنے خاکسار اور کفار کے سامنے صاحبِ عزت راہِ خدا میں جہاد کرنے والی اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرنے والی ہوگی۔ یہ فضلِ خدا ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور وہ صاحبِ وسعت اور علیم و دانا بھی ہے۔

شاہ ولی اللہ دہلوی ازالۃ الخفا میں لکھتے ہیں: یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ مرتدین سے جہاد کرنے والے محبوب خدا تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں مرتدین سے جنگ واقع نہیں ہوئی کیونکہ اسود عنسی نے اس وقت تک خروج نہیں کیا تھا نہ آنحضرت نے اس کی طرف لشکر بھیجا تھا اور نہ حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کے عہد خلافت میں مرتدین سے جنگ واقع ہوئی کیونکہ حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کی جنگ باغیوں اور خوارج کے ساتھ واقع ہوئی ہے نہ کہ مرتدین کے ساتھ خلفائے بنی امیہ و بنی عباس میں بھی کسی کو مرتدین سے جنگ نہیں کرنی پڑی پس معلوم ہوا کہ اس آیت میں جناب ابوبکر و عمر اور ان کے لشکر کا ذکر ہے عرف عام میں قتال و جنگ خلیفہ وقت ہی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے خواہ خلیفہ اس میں شریک ہو یا نہ ہو پس اگر جناب ابوبکر و عمر خلیفہ نہ ہوتے تو یہ لوگ محبوب خدا نہ ہوتے۔ (۲)

میں عرض کرتا ہوں کہ جناب عمر کا مرتدین سے جنگ کرنے کا دعویٰ تو خود اہلسنت نے بھی نہیں کیا ہے پھر شاہ صاحب نے اس میں جناب عمر کا نام کیونکہ لکھ دیا اور حقیقت یہ ہے کہ جناب ابوبکر نے بھی مرتدین سے جنگ نہیں کی آپ کی جنگ مانعین زکوٰۃ سے تھی وہ بھی ان لوگوں کے ساتھ جنھوں نے زکوٰۃ کے

---

۱. سورہ مائدہ آیت ۵۴
۲. ازالۃ الخفا مقصد ۲، مقدمہ ۲، شاہ ولی اللہ دہلوی

وشاعری آپ کے پسندیدہ ودلچسپ مشاغل تھے۔
اپنے والد العلام (اعلی اللہ مقامہ) کی علالت کے زمانے میں مدرسۃ الواعظین لکھنؤ میں پرنسپل کی ذمہ داریوں اور تدریسی فرائض کو کما حقہ انجام دیا اور اجتہاد سے پہلے وبعد میں قصبہ اترولہ ضلع بلرام پور یوپی کے علاوہ قرب وجوار میں ۳۵ رسال سے زائد عرصہ تک اسلامی تبلیغ کی۔
طلاب علوم دینی کی ایسی اچھی تربیت کی کہ آج انکے ہونہار شاگرد ساری دنیا میں بیش بہا خدمات اسلام انجام دے رہے ہیں۔ قلمی خدمات میں ستر (۷۰) مطبوعہ وغیر مطبوعہ کتب ہیں۔
بروز یکشنبہ (اتوار) ۲۷ رجنوری ۱۹۸۰ء مطابق ۸ر ربیع الاول ۱۴۰۰ھ کو یہ آفتاب علم واجتہاد ڈوب گیا اندرون امامباڑہ کربلا اترولہ میں آپ کا مرقد ہے اترولہ وقرب وجوار ہی نہیں بلکہ ہندوستان ایک بہت اچھے باعمل عالم دین اور مجتہد، صاحب قلم وزبان سے محروم ہوگیا خداوند عالم کی بارگاہ میں دست بدعا ہوں کہ مولانا مرحوم کی مغفرت فرمائے اوران کے درجات کو بلند فرمائے، ہم لوگوں کو توفیق دے کہ ان کے مشن کو زندہ رکھ سکیں۔
امید ہے کہ اس کتاب کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا جائے گا، مستقبل میں ان کے دوسرے غیر مطبوعہ علمی ذخیروں کو زیور طبع سے آراستہ کرنے کی کوشش کی جائے گی قارئین! مرحوم مصنف کے درجات کی بلندی مغفرت اور تسکین روح کے لئے سورہ فاتحہ کے ایصال ثواب کو فراموش نہ فرمائیں گے۔ والسلام علی من التبع الھدیٰ۔

خادم الشریعۃ المطہرہ
سید شمشاد حسین رضوی اترولوی قمی ''ہندوستان''
(مقیم حال اوسلو، ناروے)

وجوب سے انکار نہیں کیا تھا بلکہ آپ کی خلافت کو ناجائز سمجھ کر زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا جس کی تفصیل ساتویں اختلاف میں اہل رودہ کے بیان میں آئے گی۔ یا آپ کی جنگ ان لوگوں سے تھی جو کبھی ایمان لائے تھے جیسے مسیلمہ کذاب وغیرہ۔

اسود عنسی کا واقعہ

شاید حقیقت واضح ہو جائے کہ اس نے حضرت رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہی میں یمن میں دعوائے نبوت کیا تھا اس کے پاس سحیق و شفیق دو شیطان تھے جو اس کو دنیا کے واقعات کی خبر دیتے تھے جب اس کی خبر حضرت رسول اللہ ﷺ کو ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے اپنے عاملوں کو لکھا: جس طرح ممکن ہو اسود کے شر کو دور کرو چنانچہ وہ مارڈالا گیا اور اس کی موت کی خبر خداوند عالم نے حضرت رسول اللہ ﷺ کو بذریعہ وحی دی اور آپ نے مسلمانوں کو خبر دی کہ آج شب میں اسود عنسی مارڈالا گیا۔

صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں:

جمعے ازمحدثان واهل سیر تصحیح وترجیح ایں روایت کرده اند که قتل وے درزمانِ خلافت صدیق بوده اما اکثر محدثان واهل سیر آنند که سابق گذشت . (۱)

محدثین واہل سیر کی ایک جماعت نے اس روایت کو ترجیح دی ہے کہ اس کا قتل ابوبکر کی خلافت کے زمانے میں واقع ہوا لیکن اکثر محدثین واہل سیر وہی کہتے ہیں جو پہلے گزرا یعنی وہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں مارا گیا۔ بہر حال جناب ابوبکر کو مرتدین سے جنگ کا اتفاق نہ ہوا مرتد اس کو کہتے ہیں جو اسلام لانے کے بعد کفر اختیار کر لے ایسے کسی قبیلہ سے جناب ابوبکر نے جنگ نہیں کی جناب ابوبکر کی زندگی میں جتنی لڑائیاں ہوئیں وہ یا تو ان کی خلافت سے انکار کرنے والوں سے ہوئیں یا کفار سے۔

ابن عساکر نے لکھا ہے: جب حضرت رسول خدا نے انتقال فرمایا تو سوائے مکہ اور مدینہ اور بحرین کے سارا عرب مرتد ہو گیا عرب لوگوں کا کہنا تھا کہ ہم نماز تو پڑھتے ہی ہیں لیکن اپنا مال زکوٰۃ غصب نہ ہونے دیں گے۔ یہی مضمون شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالۃ الخفا میں لکھا ہے۔ (۲)

اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ وہ لوگ اسلام سے خارج نہیں ہوئے تھے بلکہ جناب ابوبکر کو

---

۱. روضۃ الاحباب ج۱ص ۳۷۹ ۲. ازالۃ الخفا مقصد ا تفسیر آیت ۲۲

غاصب خلافت سمجھتے تھے۔تیسرے یہ کہ یہ آیت جناب ابوبکر کے حال سے مطابق بھی نہیں ہے آیت کا پہلا جملہ ہے کہ... فَسَوْفَ يَأْتِي اللهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَه...

عنقریب خدا ایک ایسی قوم کو تمہارے مقابلہ میں لائے گا جس کو وہ دوست رکھتا ہے اور وہ خدا کو دوست رکھتے ہیں۔

یہ صفت خاص حضرت امیر المومنین کی ہے جیسا کہ جنگ خیبر میں جناب ابوبکر وعمر کے فرار کرنے کے بعد حضرت رسول خدا نے فرمایا:

لاعطين الراية غدا رجلا كرارا غير فرار يحب الله ورسوله ويحبه الله ورسوله.

یعنی کل اس کو علم دوں گا جو کرار غیر فرار ہوگا وہ خدا اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہوگا اور خدا اور اس کا رسول اس کو دوست رکھتے ہوں گے۔

شاہ ولی اللہ نے ازالۃ الخفا میں لکھا ہے: یہ حدیث متواتر ہے اس حدیث کے مفہوم سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ خیبر میں بھاگے وہ محبوب خدا نہ تھے نہ وہ خدا اور رسول کو دوست رکھتے تھے۔

آیت کا دوسرا جملہ یہ ہے: "اذلۃ علی المومنین" اور تیسرا جملہ ہے "اعزۃ علی الکافرین" ان دونوں جملوں کے متعلق کچھ لکھنے کی ضرورت ہی نہیں ہے ہر مسلمان جانتا ہے کہ یہ صفتیں حضرت علی علیہ السلام میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ چوتھا جملہ ہے "یجاہدون فی سبیلہ" یعنی جو خدا کی راہ میں جہاد کرتے ہیں یہ صفت بھی حضرت علی علیہ السلام کی ہے یہ جملہ جناب ابوبکر سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا جنہوں نے ساری عمر میں ایک کافر کو بھی قتل نہیں کیا اور گھر میں بیٹھ کر فوج کی طاقت سے ملک فتح کرنے والوں کو فاتح کہتے ہیں مجاہد نہیں کہتے۔پس ثابت ہوا کہ یہ آیت حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے اور اس آیت میں مرتدین سے قاسطین، مارقین اور ناکثین مقصود ہیں جو امام حق سے جنگ کر کے اسلام سے خارج ہو گئے تھے اس لئے کہ امام سے جنگ رسول سے جنگ ہے اور رسول سے جنگ کرنے والا کافر ہے۔

چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب کے صاحبزادے شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ میں لکھتے ہیں:

حضرت علی علیہ السلام سے از راہ بغض وعناد جنگ کرنے والا اہل سنت کے نزدیک کافر ہے۔(۱)

---

۱. تحفہ اثنا عشریہ باب ۱۲

پھر لکھتے ہیں: پس خارجی اہل سنت کے نزدیک احکام عقبیٰ میں کافر ہیں نہ دعائے مغفرت ان کے واسطے کرنی چاہئے نہ ہرگز ان کے جنازہ کی نماز پڑھنی چاہیے اس باب میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت سی حدیثیں منقول ہیں۔

چنانچہ ابن حجر صاحب صواعق محرقہ لکھتے ہیں: حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من سب اھلبیتی فانما ارتد من اللّٰہ و من الاسلام . (۱)

ہر مسلمان جانتا ہے کہ معاویہ اور اس کے حزب نے اہل بیت رسول کو برسوں گالیاں دلوائیں پس جب اہل بیت کو گالی دینا ارتداد ہے تو ان سے جنگ کرنا بدرجہ اولی سبب ارتداد ہے معاویہ اور اصحاب جمل کا بغض حضرت علی علیہ السلام سے واضح وروشن ہے یہاں خطائے اجتہادی کا ڈھونگ کچھ کام نہیں دے سکتا۔

شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں: سفر طائف میں حضرت رسول خدا نے حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ وہ معاملہ کیا جو امیدوار خلافت کے ساتھ کیا جاتا ہے اس طرح کہ قریش کے کچھ لوگ آنحضرت کے پاس آئے اور کہا کہ ہمارے غلام ہم کو واپس کر دیجئے ہم آپ کے ہمسایہ اور حلیف ہیں آنحضرت نے جناب ابوبکر سے پوچھا، انھوں نے بھی کفار کی تصدیق کی جس سے آنحضرت کا چہرہ متغیر ہو گیا پھر عمر سے پوچھا: انھوں نے بھی جناب ابوبکر کی تائید کی جس سے آنحضرت کا چہرہ اور متغیر ہو گیا پھر قریش سے فرمایا کہ خدا کی قسم اللہ تم لوگوں پر ایسے شخص کو مسلط کرے گا جس کے قلب کا اس نے ایمان کے لئے امتحان کیا ہے وہ دین کی حمایت میں تم سے جنگ کرے گا۔

جناب ابوبکر نے پوچھا یا رسول اللہ وہ میں ہوں فرمایا: نہیں جناب عمر نے پوچھا میں ہوں فرمایا نہیں بلکہ وہ ہے جو جوتیاں ٹانک رہا ہے اور اس وقت میں حضرت رسول اللہ نے حضرت علی علیہ السلام کو اپنی جوتیا ٹانکنے کے لئے دے رکھی تھیں۔ اس روایت سے پہلی بات یہ معلوم ہوئی کہ جناب ابوبکر و عمر امتحان ایمان میں کامل نہیں اترے۔ اسی بنا پر تو انھوں نے کفار کی تائید کی اور رسول کا چہرہ متغیر ہو گیا، دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اس آیت میں جس قوم کے مرتدین سے جنگ کرنے کی خبر خدا نے دی ہے اس سے حضرت علی علیہ السلام اور ان کے ساتھی مقصود ہیں نہ کہ ابوبکر و عمر۔ (۲)

اس گفتگو سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جناب ابوبکر و عمر نے اپنی خلافت کے زمانے میں جو لڑائیاں

---

۱. صواعق محرقہ ج...ص ۱۴۳

۲. ازالۃ الخفا مقصد ۲، ص ۲۵۶

لڑیں وہ دین کی حمایت میں نہ تھیں۔

خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے۔

۳. وَعَدَ اللهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُم فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَايُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ. (۱)

اللہ نے تم میں سے صاحبان ایمان وعمل صالح سے وعدہ کیا ہے کہ انہیں روئے زمین میں اسی طرح اپنا خلیفہ بنائے گا جس طرح پہلے والوں کو بنایا ہے اوران کے لئے اس دین کو غالب بنائے گا جسے ان کے لئے پسندیدہ قرار دیا ہے اوران کے خوف کو امن سے تبدیل کردے گا کہ وہ سب صرف میری عبادت کریں گے اور کسی طرح کا شرک نہ کریں گے اوراس کے بعد بھی کوئی کافر ہو جائے تو درحقیقت وہی لوگ فاسق اور بدکردار ہیں۔

علمائے اہل سنت کہتے ہیں کہ اس آیت میں اس خلاف کے معنی بادشاہ بنانے کے ہیں جیسا کہ خداوند عالم نے حضرت داؤد کے متعلق فرمایا ہے:

يَادَاوُودُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ... (۲)

اے داوود ہم نے تم کو زمین پر بادشاہ بنایا...

اور منکم میں حرف من تبعیض کا ہے۔

پس آیت کے معنی یہ ہوئے کہ جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور نیک کام کئے ان میں سے بعض لوگوں سے خدا نے وعدہ کیا ہے کہ ان کو زمین پر بادشاہ بنائے گا اوران کے دین کو طاقت وغلبہ عطا فرمائے گا جس طرح ان کے پہلے والوں کو غلبہ دیا۔

مثلاً داود وسلیمان کو بادشاہ بنایا اوران کو خوف کو امن سے بدل دے گا الخ

یہ سب باتیں جناب ابوبکر وعمر وعثمان کی خلافت میں پوری ہوئیں لہٰذا خداوند عالم نے اس آیت میں انھیں لوگوں کے خلیفہ بنانے کا وعدہ فرمایا ہے لہٰذا وہ خدا کے مقرر کردہ خلیفہ تھے۔

میں کہتا ہوں کہ خلیفہ کے معنی قاموس میں ایک قوم کا دوسری قوم کے نائب وقائم مقام ہونے کے

---

۱. سورہ نور آیت ۵۵ ۲. سورہ ص آیت ۲۶

ہیں یا بادشاہ کے ہیں اور اصطلاح اسلام میں امام برحق وجانشین پیغمبر واولی بالتصرف کے ہیں اور قرآن مجید میں یہ لفظ تینوں معنی میں آیا ہے خداوند سورہ بقرہ میں حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق فرماتا ہے:

...إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً ...(۱)

میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں

اس آیت میں خلیفہ کے معنی اولی بالتصرف کے ہیں اس لئے کہ حضرت آدم علیہ السلام نہ کسی دوسری قوم کے نائب تھے نہ بادشاہ تھے۔

خدا قرآن میں فرماتا ہے:

يَادَاوُودُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ ...(۲)

اے داوود ہم نے تم کو زمین میں اپنا بادشاہ بنایا ہے۔ اس آیت میں خلیفہ کے معنی بادشاہ ہے...

اہل سنت کے مسلک کے مطابق خدا فرماتا ہے:

...وَاذْكُرُوا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِنْ بَعْدِ قَوْمِ نُوحٍ ...(۳)

یاد کرو کہ تم کو اس نے قوم نوح علیہ السلام کے بعد زمین میں جانشین بنایا ہے...

نیز دوسری جگہ فرماتا ہے:

... وَأَنْفِقُوا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُسْتَخْلَفِينَ فِيهِ ...(۴)

تم لوگ اللہ ورسول پر ایمان لے آئے اور اس مال میں سے خرچ کرو جس میں اس نے تمہیں اپنا نائب قرار دیا ہے ۔ تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے راہِ خدا میں خرچ کیا ان کے لئے اجر عظیم ہے۔

یعنی ان کے مال کا تمہیں مالک بنایا ہے، ان آیتوں میں خلیفہ کے معنی دوسری قوموں کا نائب اور قائم مقام ہونے کے ہیں اس تفصیل کے بعد اب یہ اعتراض کرنا کہ آیت استخلاف میں لیستخلفنھم میں خلافت سے اولی بالتصرف مقصود نہیں۔ جس کا خود اہل سنت کو اعتراف ہے۔ اور دوسرے معنی یعنی خلفائے ثلاثہ کی بادشاہت بھی مقصود نہیں ہے اس لئے کہ قرآن کا علم رکھنے والا ہر مسلمان جانتا ہے کہ پروردگار عالم نے اس آیت میں جن امور کا وعدہ فرمایا ہے ان کے پورے ہونے کی خبر بھی اس نے قرآن مجید میں دیدی

---

۱. سورہ بقرہ آیت ۳۰
۲. سورہ ص آیت ۲۶
۳. سورہ اعراف آیت ۶۹
۴. سورہ حدید آیت ۷

ہے چنانچہ پہلا وعدہ جو اس آیت میں پروردگار عالم نے مومنین سے کیا ہے کہ وہ تم لوگوں کو دوسری قوموں کے مال واملاک کا مالک اور ان کا نائب بنائے گا اس کے متعلق سورہ احزاب میں ارشاد فرماتا ہے:

وَأَوْرَثَكُمْ أَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ وَأَرْضًا لَمْ تَطَئُوهَا وَكَانَ اللهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا. (۱)

اور پھر تمہیں ان کی زمین ان کے دیار اور ان کے اموال اور زمینوں کا بھی وارث بنا دیا جن میں تم نے قدم بھی نہیں رکھا تھا اور بیشک اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

یعنی خیبر کی زمین کا بھی تم کو وارث بنا دیا، جس طرح اس نے تم سے پہلے والوں (بنی اسرائیل) کو نائب بنایا تھا۔

جیسا کہ سورہ بنی اسرائیل میں ارشاد ہوتا ہے:

فَأَرَادَ أَنْ يَسْتَفِزَّهُمْ مِنَ الْأَرْضِ فَأَغْرَقْنَاهُ وَمَنْ مَعَهُ جَمِيعًا☆) وَقُلْنَا مِنْ بَعْدِهِ لِبَنِي إِسْرَائِيلَ اسْكُنُوا الْأَرْضَ فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيفًا. (۲)

فرعون نے چاہا کہ ان لوگوں کو اس سرزمین سے نکال باہر کردے لیکن ہم نے اس کو اس کے ساتھیوں سمیت دریا میں غرق کر دیا۔ اور اس کے بعد بنی اسرائیل سے کہہ دیا کہ اب زمین میں آباد ہو جاؤ پھر جب آخرت کے وعدہ کا وقت آجائے گا تو ہم تم سب کو سمیٹ کر لے آئیں گے۔

دوسرا وعدہ یہ فرمایا تھا:

وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى. (۳)

جس دین کو اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے اس پر ان کو پوری قدرت دے گا۔

اس کے متعلق سورے اعراف میں ارشاد فرماتا ہے:

وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ قَلِيلًا مَا تَشْكُرُونَ. (۴)

یقیناً ہم نے تم کو زمین میں اختیار دیا اور تمہارے لئے سامان زندگی قرار دیئے مگر تم بہت کم

---

۱. سورہ احزاب آیت ۲۷ ۲. سورہ اسرائیل آیت ۱۰۳،۱۰۴
۳. سورہ نور آیت ۵۵ ۴. سورہ اعراف آیت ۱۰

شکرادا کرتے ہو۔

یہ خطاب ان لوگوں سے بھی ہے جن کے متعلق فرمایا:

الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ. (۱)

یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ہم نے زمین میں اختیار دیا تو انہوں نے نماز قائم کی، زکوۃ ادا کی اور نیکیوں کا حکم دیا، برائیوں سے روکا یہ طے ہے کہ جملہ امور کا انجام خدا کے اختیار میں ہے

سورہ توبہ میں ارشاد فرماتا ہے:

لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوا لَكَ الْأُمُورَ حَتَّى جَاءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ أَمْرُ اللَّهِ وَهُمْ كَارِهُونَ. (۲)

بیشک انھوں نے اس سے پہلے بھی فتنہ کی کوشش کی اور تمہارے امور کو الٹ پلٹ دینا چاہا تھا یہاں تک کہ حق آ گیا اور امر خدا واضح ہوگیا اگرچہ یہ لوگ اسے ناپسند کر رہے تھے۔

ان آیتوں میں خداوند عالم نے خبر دی ہے کہ ہم نے اسلام کو قوت واقتدار بخشنے کا جو وعدہ کیا تھا وہ پورا کر دیا اور خدا کا دین غالب ہوگیا۔

تیسرا وعدہ اس نے اس آیت میں یہ کیا تھا:

...وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا.... (۳)

یعنی ان کے خائف ہونے بعد ہم ان کے خوف کو امن سے بدل دیں گے

اس کے متعلق سورہ انفال میں ارشاد ہوتا ہے:

وَاذْكُرُوا إِذْ أَنْتُمْ قَلِيلٌ مُسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ تَخَافُونَ أَنْ يَتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَآوَاكُمْ وَأَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهِ وَرَزَقَكُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ. (۴)

مسلمانو! اس وقت کو یاد کرو جب تم مکہ میں قلیل تعداد میں اور کمزور تھے۔ تم ہر آن ڈرتے تھے کہ لوگ تمہیں اچک لے جائیں گے کہ خدا نے تمہیں پناہ دی اور اپنی مدد سے تمہاری تائید کی۔ تمہیں پاکیزہ روزی عطا کی تا کہ تم اس کا شکریہ ادا کرو۔

---

۱. سورہ حج آیت ۴۱ ۲. سورہ توبہ آیت ۴۸

۳. سورہ نور آیت ۵۵ ۴. سورہ انفال آیت ۲٦

چوتھا وعدہ یہ ہے:

یَعْبُدُونَنِی لایُشْرِکُونَ بِی شَیْئًا

یعنی وہ میری عبادت کریں گے اور کسی کو میرا شریک نہ بنائیں گے۔

اس کے متعلق سورہ فتح میں ارشاد ہوتا ہے:

... لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللهُ آمِنِینَ مُحَلِّقِینَ رُئُوسَکُمْ وَمُقَصِّرِینَ لاتَخَافُونَ... (۱)

خدا نے چاہا تو تم لوگ مسجد الحرام میں امن وسکون کے ساتھ سر کے بال منڈا کر اور تھوڑے سے بال کاٹ کر داخل ہوگے اور تمہیں کسی طرح کا خوف نہ ہوگا...

خدا کا یہ وعدہ مکہ کے روز پورا ہوگیا کہ مسلمانوں کو امن وامان حاصل ہوگیا اور خوف زائل ہوگیا جس کے نتیجہ میں خدا کی عبادت ہونے لگی اور شرک ہمیشہ کے لئے زائل ہوگیا کہ اب قیامت تک وہاں شرک قدم نہ رکھے گا۔ یہ ہے مطلب (یَعْبُدُونَنِی لایُشْرِکُونَ بِی شَیْئًا) کا۔

اس تفصیل سے واضح ہوگیا کہ آیت استخلاف میں پروردگار نے جو وعدے مسلمانوں سے کئے تھے وہ سب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی زندگی میں پورے ہوگئے۔

اس کے بعد فرماتا ہے:

وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذَلِکَ فَأُوْلَئِکَ هُمْ الْفَاسِقُونَ

جو شخص اس کے بعد ناشکری کرے پس وہی لوگ فاسق ہیں۔

اس جملہ کا تعلق ان لوگوں سے ہے جو بعد رسول ناشکری کر کے بدل گئے، جن کے متعلق حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے کچھ اصحاب حوض کوثر سے ہٹا دئے جائیں گے تو میں کہوں گا کہ اصحابی اصحابی۔ (۲)

اگر کوئی کہے کہ خدا نے جو دین اسلام کو زمین پر قدرت واقتدار عطا کرنے کا وعدہ کیا ہے اس سے صرف حجاز وعرب کی زمین مقصود نہیں ہے بلکہ ساری دنیا میں اسلام کو قدرت واقتدار عطا کرنا مراد ہے تو میں اور مسلمان ہر زمین اور ہر ملک میں بے خوف وہراس خدا کی عبادت کریں اور دنیا میں کہیں شرک کا نام ونشان باقی نہ رہے جیسا کہ خدا کا وعدہ ہے (لایشرکون بی شیا) آج بھی اسلام زمین کے ایک

---

۱. سورہ فتح آیت ۲۷
۲. صحیح مسلم ج ۴، ص ۱۷۹۶، مسند احمد ج ۴۷، ص ۳۷۲

مختصر حصہ تک محدود ہے اور اسلامی حکومتیں دوسری قوموں سے مغلوب ہیں نیز طاقتور قوموں سے خائف ہیں اور شرک کا سمندر دنیا میں ٹھاٹھیں مار رہا ہے لہٰذا یقیناً یہ وعدہ خدا کا ابھی تک پورا نہیں ہوا بلکہ ظہور حضرت آخر الزمان علیہ السلام کے بعد پورا ہوگا۔

جیسا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

یملاء اللّٰہ الارض قسطا و عدلا کما ملئت جورا و ظلما. (۱)

حضرت ''مہدی'' کے ظہور کے بعد خداوند عالم زمین کو اس طرح عدل وانصاف سے پر کردے گا جس طرح وہ ظلم وجور سے پر ہوگی۔

غرض کسی معنی سے بھی یہ آیت خلفائے ثلاثہ کی خلافت پر دلالت نہیں کرتی ہے۔

خلفائے ثلاثہ کی خلافت کے ثبوت میں اہل سنت کا دوسرا دعویٰ

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوبکر وعمر کی خلافت کی طرف اشارے کیے۔

علامہ جلال الدین سیوطی اپنی کتاب تاریخ الخلفاء میں لکھتے ہیں:

ابن حبان نے ابویعلی سے، اس نے یحی جمانی سے اس نے حشرج سے اس نے سعید بن جہان سے، اس نے سقیفہ سے روایت کی ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد بنائی تو اسکی بنیاد میں ایک پتھر اپنے دست مبارک سے رکھا، پھر ابوبکر سے فرمایا کہ میرے پتھر کے ساتھ ایک پتھر رکھو۔

اس کے بعد عمر سے فرمایا کہ ابوبکر کے پتھر کے ساتھ ایک پتھر رکھو، پھر عثمان سے کہا کہ عمر کے پتھر کے ساتھ ایک پتھر رکھو، پھر فرمایا کہ میرے بعد یہ لوگ خلیفہ ہوں گے۔

ابوذر کہتے ہیں کہ اس حدیث کے اسناد ٹھیک ہیں، علمائے اہل سنت کہتے ہیں کہ اس حدیث میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خلفاء کی خلافت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں: اس حدیث میں اور جناب عمر کے قول میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو اپنا خلیفہ نہیں بنایا، کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ عمر کی مراد یہ ہے کہ آپ نے وفات کے وقت کسی کی خلافت

---

۱. ازالۃ الخفاء وصواعق محرقہ، ج ۲، ص ۳۷۴، ص ۴۷۴، مستدرک للحاکم، ج ۴، ص ۵۱۱، ص ۵۱۲

پر بصراحت نص نہیں فرمائی اور یہ حدیث تو خلافت کی طرف ایک اشارہ ہے جو آپ کی وفات سے پہلے واقع ہوا۔(۱)

قارئین محترم: میں کہتا ہوں کہ کیا احکام خدا اور رسول کے نص اور واجب العمل ہونے میں یہ بھی شرط ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قریب وفات وہ حکم صادر ہوا ہو اور جو بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمانہ وفات سے پہلے فرمائی ہو وہ نص نہیں کہی جاسکتی اگر ایسا ہے تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی فرمان بھی نص اور واجب العمل نہ رہے گا۔

اس لئے کہ جو باتیں آپ نے زمانہ وفات سے پہلے فرمائیں وہ بقول علامہ سیوطی نص نہیں ہیں اور جو باتیں قریب زمانہ وفات فرمائیں وہ بقول جناب عمر ہذیان تھیں پھر اسلام کا خدا حافظ ہے اور نص کے لئے قریب زمانہ وفات صادر ہونے کی شرط نہیں ہے۔

تو یہ حدیث خلفائے ثلاثہ کی خلافت پر نص صریح ہے اب اس سے صریح تر نص کیا ہوسکتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خلفائے ثلاثہ سے ایک کے پہلو میں دوسرا پتھر رکھوا کر ان خلافت کی ترتیب بھی ظاہر کی اور اس کے بعد یہ بھی فرمادیا کہ یہ لوگ میرے بعد میرے جانشین وخلیفہ ہوں گے لہذا یا تو یہ حدیث جھوٹی ہے یا جناب عمر کا وہ قول غلط ہے کہ رسول نے اپنے بعد کے لئے کسی کو اپنا خلیفہ مقرر نہیں کیا۔

لیکن چونکہ سقیفہ بنی ساعدہ کی کارروائیاں جناب عمر کے قول کی تائید میں ہیں اور آج تک اسی پر اہل سنت کا ایمان ہے لہذا یقیناً یہ حدیث جھوٹی ہے ورنہ اس حدیث کے موجود ہوتے ہوئے سقیفہ کی کارروائیاں اور خلافت کی جدوجہد اور اجماع مسلمین کی کوئی حاجت نہ تھی۔

بقول اہل سنت صحابہ کرام ایسے بے دین تھے کہ ایسے صاف وصریح حکم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موجود ہوتے ہوئے اس سے انکار کردیتے۔ دوسری دلیل اس حدیث کے جعلی ہونے کی یہ ہے کہ اس حدیث میں حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کا ذکر نہیں آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث حضرت علی علیہ السلام کے کسی مخالف نے بنائی ہے اور حدیث کو جعل کرتے ہوئے یہ بھی نہیں سوچا کہ اگر حضرت علی علیہ السلام کو اس حدیث سے الگ رکھا جائے تو اس سے جھوٹ اور عناد صاف ظاہر ہوجائے گا۔

۱۔ تاریخ الخلفاء ص ۵، و ۶

فہرست

خلفائے ثلاثہ کی خلافت کے ثبوت میں اہل سنت کا تیسرا دعویٰ

حضرت رسول اللہ ﷺ نے جناب ابوبکر کو خود اپنا خلیفہ مقرر کیا ہے۔

واخرج ابن عساکر عن محمد بن الزبیر قال: ارسلنی عمر بن عبد العزیز الی الحسن البصری اساله عن اشیا فجئة فقلت له اشفنی فیما اختلف الناس فیه هل کان رسول الله صلی الله علیه وسلم استخلف ابا بکر فاستوی الحسن قاعدا وقال او فی شک هو لا ابا لک ای والله الذی لا اله الا هو لقد استخلفه ولهو کان اعلم بالله واتقی له واشد له مخاف من ان یموت علیها لو لم یامره.. (۱)

ابن عساکر نے محمد بن زبیر سے روایت کی ہے، انھوں نے کہا کہ عمر بن عبدالعزیز نے مجھ کو حسن بصری کے پاس بھیجا تا کہ ان سے کچھ باتیں دریافت کروں تو میں نے ان سے کہا کہ لوگ جس بات میں اختلاف کر رہے ہیں اس میں میری تشفی فرمائیے کیا حضرت رسول اللہ ﷺ نے جناب ابوبکر کو خود خلیفہ بنایا تھا۔ حسن بصری یہ سن کر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور کہا کہ تیرا باپ نہ رہے، کیا یہ بات شک کی ہے قسم ہے اس پروردگار کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے بیشک آنحضرت ﷺ نے ابوبکر کو اپنا خلیفہ بنایا تھا جناب ابوبکر اللہ کو بہت زیادہ پہچانتے تھے اور سب سے بڑھ کر متقی و پرہیزگار تھے وہ اللہ سے اتنا ڈرتے تھے کہ اگر آنحضرت ﷺ ان کو خلیفہ نہ بناتے تو وہ خلافت پر مرنے کو ترجیح دیتے۔

لیجئے حسن بصری نے پروردگار عالم کی قسم شرعی کھا کر کہہ دیا کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے جناب ابوبکر کو خود (اپنی زندگی میں) اپنا خلیفہ بنایا تھا ورنہ جناب ابوبکر موت کو قبول کر لیتے لیکن خلافت کو قبول نہ کرتے، جیسا کہ حسن بصری کا یہ دعویٰ بلا دلیل نہ تھا چنانچہ سیوطی لکھتے ہیں:

واخرج مسلم عن عائشة رضی الله عنها قالت: قال لی رسول الله صلی الله علیه وسلم فی مرضه، ادعی لی اباک واخاک حق اکتب کتابا فانی اخاف ان یتمنی متمن ویقول قائل: انا اولی ویابی الله والمومنون الا ابا بکر واخرجه احمد وغیره من طرق عنها. (۲)

---

۱. تاریخ خلفاء، ص ۲۵
۲. تاریخ خلفاء، ص ۲۴

مسلم نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے: انھوں نے کہا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مرض موت میں فرمایا: اے عائشہ اپنے باپ اور بھائی کو بلاؤ کہ میں ایک وصیت لکھ دوں۔

کیونکہ مجھے خوف ہے کہ کوئی دوسرا (خلافت) کی خواہش نہ کر بیٹھے اور کہے کہ میں اولی ہوں حالانکہ اللہ اور مومنین ابوبکر کے سواء کسی کو نہیں چاہتے۔

یہی حدیث احمد بن حنبل وغیرہ بھی حضرت عائشہ سے نقل کرتے ہیں۔

جناب ابوبکر کو افسوس تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی وفات کے قریب کسی کی خلافت کے لئے بصراحت نص نہیں فرمائی حالانکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صاف صاف جناب عائشہ سے زبانی وصیت فرمائی بلکہ تحریر لکھنے کو بھی تیار تھے لیکن نہ معلوم کیوں حضرت عائشہ نے اپنے والد اور بھائی کو بلوا کر وصیت نامہ لکھوالنے میں کوتاہی کی۔ اور نہیں معلوم حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس وقت صحابہ کرام سے دوات وقلم طلب فرمایا اس بات کی تصریح کیوں نہیں فرمائی کہ خدا اور مومنین ابوبکر کے علاوہ کسی کو خلافت کے لئے پسند نہیں کرتے ورنہ جناب عمر کبھی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہذیان کی نسبت نہ دیتے اور حضرت ابن عباس سے یہ نہ کہتے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے آخر وقت میں چاہتے تھے کہ خلافت کے لئے حضرت علی علیہ السلام کے نام کی تصریح کردیں لیکن میں نے فتنہ کے خوف سے روک دیا۔(۱)

لیکن اب مشکل یہ پیدا ہوگئی کہ کسی کے قول کو صحیح کہا جائے۔

حضرت عائشہ کہتی ہیں:

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے باپ ابوبکر کے لئے وصیت نامہ لکھنا چاہتے تھے اور جناب عمر کہتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام کے لئے وصیت نامہ لکھنا چاہتے تھے۔

اس مقام پر ایک بات قابل توجہ ہے حضرت عائشہ کی حدیث ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخر وقت میں جناب ابوبکر کی خلافت کے لئے تحریر لکھنا چاہتے تھے اور اسی کام کے لئے صحابہ سے دوات وقلم مانگا تھا جس پر جناب عمر نے کہا۔

ان الرجل لیھجر حسبنا کتاب اللّٰہ .

---

۱. شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۳۰۷۵

یہ مرد ہذیان بول رہا ہے ہم لوگوں کے لئے کتاب خدا کافی ہے۔

یعنی ہم لوگوں کی ہدایت کے لئے کتاب خدا کافی ہے، قرآن کے ساتھ کسی ضمیمہ کی احتیاج نہیں ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب ابوبکر کی خلافت جناب عمر کی نگاہ میں ہذیان سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی تھی اور غیر ضروری تھی، اگر مسلمان اس کو قبول نہ کریں تو ماننا پڑے گا کہ جناب عائشہ والی حدیث جھوٹی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب ابوبکر کے لئے تحریر لکھوانا چاہتے تھے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کے لئے تحریر لکھوانا چاہتے تھے جس سے جناب عمر نے انکار کیا تھا۔ اگر کوئی کہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب ابوبکر ہی کے لئے تحریر لکھوانا چاہتے تھے لیکن جناب عمر کو خبر نہ تھی اس لئے انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہذیان کی نسبت دی اگر جناب عمر کو معلوم ہوجاتا تو وہ ہرگز ایسا جواب نہ دیتے تو لازم آتا ہے کہ رسول جو تحریر لکھنا چاہتے تھے وہ خود جناب عمر اور ان کے ہم نوا کل صحابہ کے نزدیک ضروری تھی۔

لیکن جناب عمر نے صرف اپنی ناواقفیت کی بنا پر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بے ادبی کی اور اذیت پہنچائی اور اگر کوئی کہے کہ جناب ابوبکر کو معلوم تھا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو چاہتے ہیں وہی بات ہوگی لہٰذا انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زحمت کے خیال سے انھیں روک دیا تو ایسی صورت میں جناب عمر کے لئے لازم تھا کہ یوں عرض کرتے:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو آپ چاہتے ہیں وہی ہوگا آپ اس کے لئے کیوں زحمت فرما رہے ہیں یہ جواب نہ تھا کہ یہ مرد ہذیان بول رہا ہے، ہم لوگوں کے لئے کتاب خدا کافی ہے۔

واخرج ابن عساكر عن ابن عباس رضی الله عنهما قال: جائت امرة الى النبي صلى الله عليه وسلم تسئله شيا فقال لها تعودين فقالت: يا رسول الله فان عدت فلم اجدک تعرض للموت فقال: ان جئت فلم تجدينی فاتی ابا بكر فانه الخليفة من بعدی ". (١)

ابن عساکر نے ابن عباس سے روایت کی ہے، انھوں نے کہا: ایک عورت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کچھ پوچھنے آئی تو آپ نے فرمایا کہ پھر آنا اس نے عرض کیا کہ اگر میں آئی اور آپ نہ ملے (یعنی خدانخواستہ موت آگئی) تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

---

١. تاریخ خلفاء، ص، ۲۳، ۵۸

فرمایا کہ ابوبکر کے پاس آنا کیونکہ وہی میرے بعد خلیفہ ہیں اسی مضمون کی حدیث بخاری نے جبیر بن مطعم سے روایت کی ہے یہ حدیث بھی جناب ابوبکر کی خلافت پر نص صریح ہے اور یہ حدیث حضرت کے زمانہ وفات کے قریب کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت نے جس وقت یہ حدیث فرمائی تو آپ کی حالت قابل اطمینان نہ تھی۔

یہ نصوص بتارہے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب تک جناب ابوبکر کو خود اپنا خلیفہ مقرر نہ فرمایا دنیا سے نہ اٹھے اور ایک مرتبہ نہیں بلکہ کئی بار خلفائے ثلاثہ یعنی جناب ابوبکر و عمر و عثمان کی خلافت پر مختلف عنوان سے نص فرمائی۔

علامہ ابن حجر صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں:

الفصل الرابع فی بیان ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم هل نص علی خلافة ابی بکر.

چوتھی فصل اس امر کے بیان میں ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوبکر کی خلافت پر نص فرمائی۔

اس کے بعد لکھتے ہیں:

من قال الاحادیث التی قدمناها علم من اکثرها انه نص علیها نصا ظاهرا وعلی ذالک جماعة من المحدثین وهو الحق وقال جمهور اهل السنة والمعتزلة والخوارج لم ینص علی احد الخ.

جو لوگ ان حدیثوں میں غور کریں جو میں نے پہلے تحریر کی تو ان میں سے اکثر حدیثوں سے اس کو معلوم ہو جائے گا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوبکر کی خلافت پر بالکل ظاہر اور تصریح نص فرمائی ہے۔

محدثین کی ایک جماعت کا یہی مسلک ہے اور یہی حق ہے لیکن جمہور اہل سنت، معتزلہ اور خوارج کہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کی خلافت پر نص نہیں فرمائی یہی مضمون شاہ ولی اللہ دہلوی نے ازالۃ الخفا میں لکھا ہے۔ جس طرح ڈوبتا ہوا انسان ہاتھ پاؤں مارتا اور ہر موج سے لپٹتا اور ہر تنکے کو پکڑتا ہے علمائے اہلسنت نیا سی طرح اس اختلاف سے چھٹکارا حاصل کرنے میں ہاتھ پیر مارے ہیں۔

شاہ ولی اللہ دہلوی کی کتاب ازالۃ الخفا کے مترجم نے لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:

سوال شخصی خلافت جب نص کے ذریعہ ثابت ہے تو اب اس کے کیا معنی کہ حضرت صدیق کی خلافت

بہ بیعت اہل حل وعقد اور حضرت فاروق کی خلافت باستخلاف منعقد ہوئی ہے؟

جواب یہ ہے کہ خلافت کا بنص ثابت ہونا بیعت اہل حل وعقد یا استخلاف کے منافی نہیں ہے۔(۱) وجہ یہ ہے کہ ثبوت خلافت اور شی ہے اور انعقاد خلافت اور، بیعت اہل حل وعقد اور یا استخلاف وغیرہ اس کی صورت ہیں اور نصوص میں ثبوت خلافت اور اس کی ترتیب مذکور ہے۔

کہ آنحضرت کی وفات کے بعد یکے بعد دیگرے ان کی طرف رجوع کیا جائے اور ان کے احکام کی پابندی کی جائے اور ظاہر ہے کہ جب خلافت منعقد ہوتی ہے تو بیعت اہل حل وعقد اور یا استخلاف وغیرہ صورتوں سے مثلاً زید پر نماز بنص شرع فرض تو ہے مگر فرضیت دخول وقت نماز پر منحصر ہے اسی طرح وجوب نصب خلافت بنصوص ثابت ہو چکا ہے اور ظہور بیعت اہل حل وعقد اور یا استخلاف وغیرہ صورتوں میں ہوا اور یا جیسا کہ ہم یقیناً جانتے ہیں کہ قریب قیامت میں امام برحق۔

یعنی حضرت امام مہدی علیہ السلام کا ظاہر ہونا بنص شرع ثابت ہے کہ وہ ظاہر ہو کر دینا کو ظلم وجور سے پاک کر کے عدل وانصاف سے معمور کر دیں گے۔

پس ظاہر ہونے کی لفظ سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ وہ خلیفہ بنائے جائیں گے اور بوقت ظہور ان کی خلافت منعقد ہوگی اور رکن ومقام کے درمیان لوگوں سے بیعت ہوں گے۔

یہ سوال وجواب ابن حجر وغیرہ کی کتابوں سے ماخوذ ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ صاحب روضۃ الاحباب نے لکھا ہے: حضرت رسالت پناہ چوں از دار دنیا بجوار رحمت حضرت مولیٰ جل وعلا نقل فرمود ہمان روز قدوہ اصحاب عمر خطاب با ابو عبیدہ مباسطت فرمودہ گفت دست خود در ابسط نمائی تا با تو بیعت کنم چہ حضرت در شان تو فرمودہ امین ہذہ الامتہ ابو عبیدہ گفت اے عمر تا مسلمان شدہ از تو سخن خطا نہ شنیدہ بودم الا این سخن کہ با من بیعت می کنی۔(۲)

جب رسول خدا جوار رحمت پروردگار میں پہنچے اسی روز جناب عمر نے ابو عبیدہ جراح سے کہا کہ ہاتھ بڑھاؤ تمہاری بیعت کریں۔

کیونکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم کو امین امت فرمایا ہے ابو عبیدہ نے کہا کہ اے عمر جب سے

---

۱. ازالۃ الخفاء ج ا، فصل ا، ص ۱۵ "ترجمہ"

۲. روضہ الاحباب ج ۲، ص ۲۱

مسلمان ہوئے ہو تم سے میں نے کوئی غلط بات نہیں سنی اس کے سواء کہ میری بیعت کرنے کو کہتے ہو۔

پھر کچھ آگے چل کر لکھتے ہیں: تھوڑے بہت انصار مثل اسید بن حضیر اور سائر بن اشہل ابوبکر کی طرف مائل تھے لیکن انصار کی اکثریت سقیفہ میں سعد بن عبادہ کو گھر سے نکال کر اس غرض سے لائے تھے کہ ان کو خلیفہ بنائیں۔

سقیفہ میں انصار کے جمع ہونے کی خبر انصار ہی کے ایک شخص نے عمر تک پہنچادی اور اصرار کیا کہ قبل اس کے کہ کوئی ایسی بات ظاہر ہو جو جنگ وخونریزی کا سبب ہو ان لوگوں تک پہنچ جاؤ۔

اور تاریخ الخلفاء کی روایت بحوالہ بخاری ومسلم گزر چکی کہ جناب عمر نے حج سے واپس ہوتے ہوئے کہا: آگاہ رہو کہ ابوبکر کی بیعت اچانک ہوگئی۔

خدا نے اس کے شر سے بچالیا، علی اور زبیر فاطمہ کے گھر میں بیٹھے رہے اور سارے انصار سقیفہ میں جمع ہوگئے اور مہاجرین، ابوبکر کے پاس جمع ہوئے تو میں نے ابوبکر سے کہا کہ ذرا انصار تک چلئے۔

پھر بیان کیا کہ سعد بن عبادہ نے خطبہ پڑھا اور کہا کہ ہم اللہ کے مددگار اور اسلام کا لشکر ہیں اے مہاجرین تم خفیہ طور پر یہ ارادہ رکھتے ہو کہ ہم سے خلافت کو لے لو پھر ابوبکر نے تقریر کی اور کہا کہ میں تمہارے لئے دو شخصوں میں سے ایک پسند کرتا ہوں اور میرا اور ابوعبیدہ کا ہاتھ پکڑا۔

لیکن ان کی اس بات کے سواء اور کوئی بات مجھ کو ناگوار نہ معلوم ہوئی کہ ابوبکر کے ہوتے ہوئے میں خلیفہ بنایا جاؤں اسی طرح طبری اور ابن قتیبہ وغیرہ نے بھی لکھا ہے۔

ان روایات سے صاف روشن ہوگیا کہ بعد رسول اللہ مہاجرین وانصار کے درمیان خلافت کے بارے میں سخت رسا کشی ہوئی اور کسی کو نہیں معلوم تھا کہ کون جیتے گا اور کون ہارے گا۔

یہاں تک کہ جناب ابوبکر وعمر کو بھی معلوم نہ تھا کہ کون خلیفہ ہوگا سب اپنی پوشیدہ کارروائی میں مشغول تھے اور عجلت اتنی تھی کہ جناب عمر ابوعبیدہ جراح کا ہاتھ کھینچ رہے تھے، جناب ابوبکر، عمر کی بیعت کررہے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ انصار اس خلافت کے گیند کو اچک لے جائیں تو کیا یہ نصوص کثیرہ اور رسول خدا کی واضح اور روشن حدیثیں اور قرآن مجید کی بہت سی آیتیں جو ابن حجر نے صواعق محرقہ اور شاہ ولی اللہ نے ازالۃ الخفا میں اور دیگر علما نے اپنی کتابوں میں نقل کی ہیں۔

جن میں صاف صاف جناب ابوبکر وعمر کی خلافت کی تصریح ترتیب خلافت کے ساتھ اور ان کی اطاعت وفرمانبرداری کا حکم موجود ہے کیا جناب ابوبکر وعمر ومہاجرین وانصار کو معلوم نہ تھیں یا سب بھول

گئے تھے ایسا نہیں ہے بلکہ یہ سب خدا اور رسول کے نافرمان تھے کہ سب کچھ جانتے ہوئے تجاہل کر رہے ہیں یہاں تک کہ جناب ابوبکر جناب عمر کو اور جناب عمر ابوعبیدہ کو اور انصار سعد بن عبادہ کو خلیفہ بنانے جا رہے تھے اور بنی ہاشم اپنے گھر میں بیٹھے تھے۔

اگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث اشارہ کے طور پر بھی خلافت شیخین کے متعلق موجود ہوتی تو صحابہ کرام ہرگز اس سے اختلاف نہ کرتے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب باتفاق جا کر جناب ابوبکر کو کسی بلند مقام پر بٹھلا کر ان کی بیعت کر لیتے کیونکہ جناب ابوبکر کے نام کی تصریح کے بعد کسی دوسرے کی بیعت کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا جس طرح حضرت آخر الزماں علیہ السلام جب ظاہر ہوگے۔

تو پہلے حضرت جبرئیل امین ان کے دست مبارک پر بیعت کریں گے اس کے بعد مومنین بیعت کریں گے، لیکن وہاں کوئی الیکشن اور اٹھا پٹک نہیں ہوگی کہ مہدی آخر الزماں علیہ السلام کون بنے ہم بنیں کہ تم، مسلمانوں سوچو اور غور کرو۔

نیز جمہور اہل سنت اور معتزلہ اور خوارج جن کا عقیدہ ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کی خلافت پر نص نہیں کی، ان قرآن کی آیتوں اور حدیثوں کی ان کو خبر نہیں ہے۔

جن کو ابن حجر نے صواعق میں اور شاہ ولی اللہ صاحب اور ان کے فرزند عبدالعزیز صاحب وغیرہ نے جناب ابوبکر کی خلافت پر نص صریح سمجھا ہے یا یہ کہ لوگ ان آیتوں اور حدیثوں کو سمجھے ہی نہیں، یہ ذہانت قدرت نے خاص ابن حجر صاحب اور شاہ ولی اللہ صاحب وغیرہ کو عطا فرمائی تھی اور جناب ابوبکر و عمر، مہاجرین و انصار اور جمہور اہل سنت اس سے محروم ہیں، اگر ایسا نہیں ہے تو یقیناً یہ دلیلیں جھوٹی اور بنائی ہوئی ہیں۔

اگر آپ کہیں کہ خارجی ایک جدا فرقہ ہے جس کے عقائد، عقائد اہل سنت سے مختلف ہیں لہٰذا اس کا اختلاف میرے لئے حجت نہیں ہے، تو جمہور اہل سنت اور معتزلہ تو آپ سے جدا نہیں ہیں اور آپ بھی تو انہیں میں داخل ہیں۔

خلفائے ثلاثہ کی خلافت کے ثبوت میں اہل سنت کا چوتھا دعویٰ

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بعد کے لئے کسی کو اپنا خلیفہ مقرر نہیں فرمایا:

علامہ سیوطی نے اپنی کتاب تاریخ الخلفا میں اس موضوع پر مستقل ایک فصل قائم کی ہے وہ لکھتے ہیں:

فصل فی بیان کونہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یستخلف .

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

واخرج الشیخان عن عمر انہ قال حین طعن ان استخلف فقد استخلف من ھو خیر منی یعنی ابا بکروان اترک کم فقد ترککم من ھو خیر منی: یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم. (۱)

بخاری اور مسلم نے عمر سے روایت کی ہے: انھوں نے طعن لگنے کے وقت کہا ہے کہ اگر میں کسی کو خلیفہ بناؤں تو مجھ سے بہتر شخص ابوبکر نے بھی اپنا خلیفہ مقرر کیا تھا۔

اوراگر میں تم لوگوں کو ویسا ہی چھوڑ دوں یعنی کسی کو خلیفہ نہ بناؤں تو مجھ سے بہتر شخص یعنی رسول خدا نے بھی کسی کو اپنا خلیفہ نہیں بنایا۔(۲)

احمد بیہقی نے دلائل النبوۃ میں عمر بن سفیان سے بسند حسن روایت کی ہے:

قال لماظفر علی یوم الجمل قال ایھاالناس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یعھدالینافی ھذہ الامارۃشیئا حتی رائینامن الرائی ان استخلف ابابکر فاقام واستقام مضی بسبیلہ ثم ان ابابکر رای من الریٰ فاستخلف عمر فاقام واستقام مضی ضرب الدین بجیرانہ ثم ان اقواماطلبو الدنیا فکانت امور یقضی اللہ فیھا.

حضرت علی علیہ السلام جب جنگ جمل میں فتحیاب ہوئے تو فرمایا:

اے لوگو! آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس خلافت کے بارے میں ہم سے کوئی وصیت نہیں کی۔ہم نے اپنی رائے سے ابوبکر کو خلیفہ بنالیا تھا، پس انھوں نے دین میں امامت واستقامت کی یہاں تک کہ وہ فوت ہوگئے ، پھرابوبکر نے عمر کو خلیفہ بنانا مناسب سمجھا، پس انھوں نے بھی امامت واستقامت کی، ان کے بعدلوگوں نے دنیا طلبی اختیار کی اور ایسے امور حادث ہوئے جن میں خدا ہی فیصلہ کرے گا۔

واخرج الحاکم فی المستدرک وصحیحہ البیھقی فی الدلائل عن ابی وائل قال: قیل لعلی: الا تستخلف علینا قال ما استخلف رسول اللہ

---

۱. تاریخ الخلفاء، ص۲

۲. بخاری ج۴،ص ۱۶۷، باب الاستخلاف

صلی اللّٰہ علیہ وسلم فاستخلف ولکن ان یرد اللّٰہ بالناس خیرا فسیجمعھم بعدی علی خیرھم کما جمعھم بعد نبیھم علی خیرھم: قال الذھبی: وعند الرافضۃ اباطیل فی انہ عھد الی علی رضی اللّٰہ عنہ. (۱)

حاکم نے مستدرک میں ابووائل سے روایت کی ہے، بیہقی نے دلائل میں اس کو صحیح کہا ہے ابووائل نے کہا: حضرت علی علیہ السلام سے کہا گیا کہ آپ کسی کو اپنا خلیفہ کیوں نہیں مقرر فرماتے تو فرمایا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا خلیفہ مقرر نہیں فرمایا تو میں کیسے خلیفہ مقرر کروں اگر خدا نے لوگوں کی بھلائی چاہی تو ان ہی میں سے کسی بہتر شخص ''معاویہ'' کو خلیفہ بنانے پر لوگوں کو مجتمع کردے گا، جیسے خداوند عالم نے بعد رسول سب سے بہتر کو خلیفہ بنانے پر لوگوں کو جمع کردیا۔

امام ذہبی نے کہا ہے کہ رافضیوں کے پاس اس بارے میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کے لئے امر خلافت کی وصیت فرمائی تھی، بہت سی جھوٹی اور بے اصل روایتیں موجود ہیں۔ (۲)

خلافت کے متعلق اہل سنت کے ان ہر چار دعووں کو یکجا کر کے فیصلہ کیجئے کہ ان میں کونسا سچا اور کون جھوٹا ہے۔

۱. جناب ابوبکر کی خلافت پر نص قرآن سے ثابت ہے۔
۲. آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب ابوبکر کی خلافت پر نص نہیں فرمائی: بلکہ صرف اشارات فرمائے۔
۳. آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب ابوبکر کی خلافت پر نص ہی نہیں کی بلکہ جب تک جناب ابوبکر کو اپنا خلیفہ نہ بنایا دنیا سے نہ اٹھے۔
۴. آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو اپنا خلیفہ نہیں بنایا بلکہ مسئلہ خلافت کو یونہی چھوڑ کر دنیا سے اٹھ گے۔

پہلے اور دوسرے دعوے والی حدیثیں جو اہل سنت کے نزدیک صحیح ہیں بتا رہی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب ابوبکر کو خود اپنا خلیفہ مقرر کیا ہے اور زمانہ وفات کے قبل بھی مختلف عنوان سے اس کا اعلان کرتے رہے ہیں اور زمانہ وفات کے قریب بھی وصیت کی ہے بلکہ وصیت نامہ لکھنے کے لئے جناب ابوبکر وعمر کو بلوایا بھی۔ لیکن حضرت عائشہ نے بلوانے میں کوتاہی کی اسی بنا پر حسن بصری نے وحدہ لاشریک کی قسم کھا کر

---

۱. تاریخ الخلفاء، ص۲
۲. تاریخ الخفا ص۵

کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب ابو بکر کو خود اپنا خلیفہ نہیں بنایا۔

قارئین محترم: یہ کہنا جھوٹ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو اپنا خلیفہ نہیں بنایا اور سقیفہ کی کارروائیاں، خلافت کے متعلق انصار و مہاجرین کے جھگڑے، بقول اہلسنت جناب عمر اور حضرت علی علیہ السلام کے صاف اور صریح اقوال اور اہل سنت کا اجماع۔ یہ امور بتا رہے ہیں کہ وہ حدیثیں بالکل جھوٹی اور گڑھی ہوئی ہیں۔

ورنہ ایسی صاف اور صریح حدیثوں کے موجود ہوتے ہوئے انصار و مہاجرین و بنی ہاشم کے درمیان مسئلہ خلافت میں کبھی نزاع واقع نہیں ہو سکتی تھی یہ کیونکر ممکن تھا کہ وہ صحابہ کرام جن کے متعلق بقول اہل سنت خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتد یتم.

میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں ان میں سے جس کی بھی پیروی کروگے ہدایت پاؤ گے۔

جس کا صریح مطلب یہ ہوا کہ صحابہ سب کے سب عادل اور ہدایت یافتہ تھے۔

وہ کیسے اس طرح ہوا وہوس کے دریا میں بہنے لگتے کہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے سارے احکام ونصوص کو پس پشت ڈال کر امر خلافت میں جناب ابو بکر سے جھگڑ پڑتے اور کیونکر ممکن تھا کہ حضرت علی علیہ السلام ان احادیث رسول کو نسیا منسیا کر کے ابو بکر کی بیعت نہ کرتے اور خود مدعی خلافت ہو جاتے اور کیونکر ممکن تھا کہ ایسی صریح احادیث کے باوجود جناب عمر، عثمان اور حضرت علی علیہ السلام یہ فرماتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو اپنا خلیفہ نہیں بنایا اور یہ کیونکر ممکن تھا کہ ان کہ ان احادیث کے باوجود مسلمانوں کو بذریعہ اجماع کے خلیفہ مقرر کرنے کی ضرورت ہوتی اور یہ کیونکر ممکن تھا کہ ان حادیث کے باوجود مسلمانوں کو تین روز تک رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جنازہ بے گور کفن چھوڑ دینے کی ضرورت ہوتی۔

ان باتوں سے صاف ظاہر ہے کہ یہ دعوے سب کے سب غلط اور بالکل بے بنیاد ہیں اس لئے کہ جو کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھوڑ دیا اور امت نے اس کو اجماع سے طے کیا، اس کے متعلق حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صریح حدیثیں کہاں سے پیدا ہو گئیں۔

ان حدیثوں کا وجود بتا رہا ہے کہ اہل سنت کو جب اپنے دعوئ اجماع میں کمزوری محسوس ہوئی تو انھوں نے اثبات خلافت کے لئے حدیثیں وضع کیں۔

ابن قتیبہ لکھتے ہیں: جب حضرت علی علیہ السلام نے بیعت ابو بکر سے انکار کر دیا اور گھر میں بیٹھ گئے تو جناب عمر

جناب ابوبکر کے پاس گئے اور کہا:

الاتاخذ هذ المتخلف عنک بالبیعة فقال ابوبکر لقنفذ وهو مولی له اذهب فادع علیا قال فذهب الی علی فقال له ماحاجتک فقال یدعوک خلیفة رسول اللّٰه فقال علی لسریع ماکذبتم علی رسول اللّٰه فرجع.(۱)

عمر نے کہا: اپنی بیعت سے اس روگردانی کرنے والے کو گرفتار نہ کروگے تو ابوبکر نے اپنے غلام قنفذ سے کہا کہ جا کر علی کو بلالاؤ پس وہ گیا آپ نے پوچھا کہ کیا ضرورت ہے۔

اس نے کہا: خلیفہ رسول آپ کو بلا رہے ہیں حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: کس قدر جلد تم لوگوں نے رسول اللہ پر جھوٹ باندھا، پس وہ پلٹ گیا۔

حضرت علی علیہ السلام کا مقصد یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کفن بھی ابھی میلا نہیں ہوا کہ تم لوگوں نے جھوٹ باندھ لیا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو اپنا خلیفہ نہیں بنایا اور دو چار آدمیوں کو اکٹھا کر کے ابوبکر کو خلیفہ بنالیا حالانکہ تم لوگوں کو معلوم ہے کہ میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقرر کردہ خلیفہ ہوں واضح رہے کہ واقعہ کا علم رکھتے ہوئے جو خلاف واقع بات کہی جائے اس کو جھوٹ کہتے ہیں مثلاً: اگر کسی شخص کو زید کی زندگی کا یقین ہو جائے اور وہ لوگوں سے کہتا پھرے کہ زید مر گیا تو یہ جھوٹ ہے۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانا کہ تم لوگوں نے کس قدر جلد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ باندھا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کو یقیناً علم حاصل تھا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی علیہ السلام کو اپنا خلیفہ وجانشین بنا چکے ہیں لیکن انھوں نے دانستہ جھوٹ باندھا اور کہا: آپ نے کسی کو اپنا خلیفہ نہیں بنایا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس جواب سے ظاہر ہو گیا احمد اور بیہقی نے جو روایت نقل کی ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے جنگ جمل کے بعد فرمایا: رسول نے اس امارت وخلافت کے بارے میں ہم لوگوں سے کوئی وصیت نہیں فرمائی نیز اس مضمون کی جتنی روایتیں ہیں سب بہتان وافترا ہیں اس کی تائید حضرت علی علیہ السلام کے اس احتجاج سے بھی ہوتی ہے جو روز سقیفہ جناب ابوبکر کی تیسری دلیل کے جواب میں ہے جس کو میں نے امامت وسیاست ابن قتیبہ سے نقل کیا ہے۔

---

۱. الامامة والسیاسة ج۱ ص۱۳، مطبوعہ مصر

بعض دیگر فضیلتیں

۱. جناب ابوبکر ''امام جماعت''

سواداعظم کے پاس جناب ابوبکر کی خلافت کے اثبات کی جس قدر مضبوط اور قابل اعتماد ووثوق دلیلیں تھیں تحریر کی گئیں اور ان کی نقاب کشائی کی گئی ان کی حقیقت واضح ہوجانے کے بعد مزید دوسری دلیلیں جو خلافت شیخین کے ثبوت میں پیش کی جاتی ہیں ان کو لانے اور ان پر بحث ونظر کی حاجت باقی نہ رہی لیکن جناب ابوبکر کی بعض فضیلتیں جن کو اہل سنت بڑے فخر واعتماد کے ساتھ پیش کرتے ہیں عام فائدے کے لئے ان پر بھی روشنی ڈالنا ضروری سمجھتا ہوں۔

ملاحظہ فرمائیں!!!

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

واخرج الشیخان عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ عنہ قال: مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاشتد مرضہ فقال مروا ابا بکر فلیصل بالناس قالت عائشۃ: رجل رقیق القلب اذا قام مقامک لم یستطع ان یصلی بالناس فقال: مری ابا بکر فلیصل بالناس فعادت فقال: مری ابا بکر فلیصل بالناس فانکن صواحب یوسف فاتاہ الرسول فصلی بالناس فی حیاۃ رسول اللہ ھذا الحدیث متواتر ورد ایضا من حدیث عائشۃ وابن مسعود وابن عباس وابن عمر وعبداللہ بن زمعۃ وابی سعید وعلی بن ابی طالب وحفصۃ رضی اللہ عنہا. . (۱)

بخاری اور مسلم نے ابوموسی اشعری سے روایت کی ہے۔

انھوں نے کہا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سخت بیمار ہوگئے تو فرمایا:

ابوبکر سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ تو حضرت عائشہ نے کہا:

وہ تو بڑے رقیق القلب ہیں اگر آپ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے نماز نہ پڑھا سکیں گے۔

---

۱. تاریخ الخلفاء ج، ص۴۲

آنحضرت ﷺ نے پھر فرمایا: ابوبکر سے کہہ دو کہ نماز پڑھائیں۔

حضرت عائشہ نے پھر پہلی بات کہی۔

آنحضرت ﷺ نے پھر فرمایا: ابوبکر سے کہہ دو کہ نماز پڑھائیں تم سب حضرت یوسف والی عورتوں کی سی مکار عورتیں ہو۔

پس ابوبکر کے پاس پیغام بھیجا گیا تو انھوں نے حضرت رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں نماز پڑھائی۔

یہ حدیث بطریق عائشہ، ابن مسعود، ابن عباس، ابن عمر، عبد اللہ بن زمعہ، ابن سعد اور بطریق علی بن ابی طالب بھی نقل ہوئی ہے۔

اگرچہ یہ حدیثیں بھی انھیں جعلی احادیث میں سے ہے جو فضائل جناب ابوبکر میں بنائی گئی ہیں۔

اس بات کا پہلا ثبوت یہ ہے کہ جس شخص کو حضرت رسول ﷺ نے لشکر اسامہ میں داخل ہو کر روم کی طرف جانے کا تاکیدی حکم دیا تھا اور اس سے روگردانی کرنے والوں پر لعنت فرمائی تھی اور غضبناک ہوئے تھے ایسے شخص کو آنحضرت نماز پڑھانے کا حکم کیونکر دے سکتے تھے۔

دوسرا ثبوت یہ ہے کہ جو شخص رسول خدا ﷺ کی محبت میں اتنا بے خود ہو رہا ہو کہ فرط گریہ سے اس کے لئے نماز پڑھانا مشکل تھا یہاں تک کہ اس کی موت بھی رسول خدا ﷺ کے غم میں واقع ہوئی جیسا کہ حاکم نے مستدرک میں لکھا ہے:

قال ابن عمر كان سبب موت ابی بکر وفاة رسول الله کمد افماز ال جسمه يجری حتی مات يجری ای ينقص .(۱)

ابوبکر کی موت کا سبب حضرت رسول اللہ ﷺ کی وفات تھی ان کا جسم ہمیشہ (غم رسول خدا میں) گھلتا رہا، یہاں تک کہ مر گئے ایسے شخص کو تو بجز آہ و زاری کے اپنے کھانے پینے اور لباس کا بھی ہوش نہ ہونا چاہئے تھا۔

پھر یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ ٹھیک ایسے وقت میں جبکہ حضرت رسول اللہ ﷺ عالم احتضار میں تھے اور خانہ رسول خدا ﷺ سے نالہ و فرد کی آوازیں بلند تھیں۔ جناب ابوبکر کو خلافت کیونکر یاد رہی اور سقیفہ کے بحث و مباحثہ اور اٹھا پٹک کے لئے حواس کیونکر درست ہو گئے۔

---

۱. مستدرک ج ۳، ص ۶۳

اس سلسلے میں جناب عمر کہتے ہیں: میں نے ایک بات سوچی تھی لیکن ابو بکر میرے ارادے کو سمجھ گئے اور کہا کہ تم اپنی جگہ پر بیٹھے رہو اور خود کھڑے ہو کر تقریر کی تو خدا کی قسم انھوں نے میرے مقصد کو مجھ سے بہتر ادا کیا، پس سوال یہ ہے کہ جس شخص کے لئے شدت الم اور فرط گریہ کے سبب سے نماز پڑھانا بھی ممکن نہ تھا اس کے لئے تھوڑی دیر کے بعد سقیفہ کی مہم کیونکر آسان ہوگئی، یہ باتیں بتا رہی ہیں کہ محبت رسول خدا اور جناب ابو بکر کے رنج والم وغیرہ والی حدیثیں بے اصل اور بے بنیاد ہیں۔

سچی محبت ووفاداری اس کو کہتے ہیں جو حضرت علی علیہ السلام سے ظاہر ہوئی، آپ نے حکومت وخلافت جو درحقیقت آپ کا حق تھا چھوڑ دیا، لیکن آخر وقت میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تنہا نہ چھوڑا۔

تیسرا ثبوت اس امامت کے غلط ہونے کا یہ ہے کہ علامہ بخاری نے حضرت عائشہ سے ایک حدیث نقل کی ہے: انھوں نے عبداللہ بن عبیداللہ بن عتبہ سے بیان کیا کہ جب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرض شدید ہوا تو آپ نے دریافت کیا کہ لوگوں نے نماز پڑھی تو ہم لوگوں نے کہا: نہیں! سب آپ کے انتظار میں بیٹھے ہیں تو آپ نے فرمایا: وضو کے لئے پانی رکھو ہم لوگوں نے رکھ دیا، جب آپ نے وضو کر کے کھڑا ہونا چاہا تو غش آ گیا جب افاقہ ہوا تو پھر فرمایا: پانی رکھو، آپ نے وضو کے بعد پھر اٹھنا چاہا تو غش آ گیا، اس طرح تین مرتبہ ہوا تو آپ نے فرمایا: ابو بکر سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں، جب ابو بکر کے پاس آنحضرت کا حکم پہنچا، تو انھوں نے عمر سے کہا: تم نماز پڑھاؤ۔ عمر نے کہا: نہیں! آپ امامت کے زیادہ حقدار ہیں، پس ان دنوں ابو بکر نے نماز پڑھائی۔

ثم ان النبی صلی اللّٰہ وسلم وجدمن نفسه خفة فخرج بین رجلین احدهما العباس لصلوٰۃ الظهروابوبکر یصلی بالناس فلماراہ ابوبکر ذهب لیتاخرفاوما الیه النبی بان لایتاخر قال اجلسانی الیٰ جنبه فاجلساہ الی جنب ابی بکر قال فجعل ابوبکر یصلی وهوقائم بصلوة النبی والناس بصلوة ابی بکر والنبی قاعد.(۱)

پھر نبی نے اپنے نفس میں خفت محسوس کی اور نماز ظہر کے لئے باہر تشریف لائے اس وقت ابو بکر نماز پڑھا رہے تھے، جب انھوں رسول خدا کو دیکھا تو پیچھے ہٹنا چاہا تو حضرت نے اشارہ فرمایا: نہ ہٹو اور فرمایا کہ مجھ کو ان کے پہلو میں بٹھا دو، لوگوں نے حضرت کو ان کے

---

۱. بخاری ج۱ص۸۷ مطبوعہ مصر

پہلو میں بٹھا دیا۔

پس ابوبکر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے اور لوگ ابوبکر کی اقتداء میں پڑھ رہے تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ کر پڑھ رہے تھے۔

اس حدیث نے علمائے اہل سنت کے درمیان بڑی الجھن پیدا کر دی اور دردسر بن گئی ہے پہلا اشکال اس پر یہ وارد ہوتا ہے کہ امام قاعد کے پیچھے قائم کی نماز صحیح نہیں ہے، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اذا صلی جالسافصلو اجلو سا" جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔(۱)

لیکن حضرت عائشہ والی روایت میں ہے کہ جناب ابوبکر نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی، لہٰذا جمہور فقہائے اہل سنت نے اس حدیث کو صحیح کرنے کے لئے کہا ہے کہ حدیث عائشہ (اذا صلی جالسافصلو اجلوسا) کی ناسخ ہے۔

یعنی اس حدیث نے اس حکم کو منسوخ کر دیا، لیکن دیگر علما اہل سنت نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ والی حدیث حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امامت پر صراحت کے ساتھ دلالت نہیں کرتی لہٰذا ایسی مضطرب حدیث سے ایک صحیح کا منسوخ کر دینا جائز نہیں ہے، لہٰذا اشکال اپنی جگہ پر باقی رہ گیا۔

دوسرا اشکال اس حدیث پر یہ وارد ہوتا ہے کہ اس حدیث کے رو سے ایک نماز کا بیک وقت دو اماموں کے پیچھے یا ایک امام کا دوسرے امام کے پیچھے پڑھا جانا لازم آتا ہے اور یہ دونوں صورتیں باطل ہیں۔

لہٰذا علما نے کہا ہے کہ اس حدیث کی تاویل کرنی ضروری ہے پس اس کی ایک تاویل یہ ہو سکتی ہے کہ کہا جائے کہ اصل نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھی، اور جناب ابوبکر صرف مکبری کر رہے تھے، یعنی بلند آواز سے تکبیر کہہ رہے تھے تاکہ نمازیوں کو حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قیام وقعود و رکوع و سجود کا پتہ چلتا رہے اسی طرح اس کی دوسری تاویل یہ ہو سکتی ہے کہ اصل امامت جناب ابوبکر نے کی، لیکن وہ قیام وقعود میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کر رہے تھے۔(۲)

لیکن یہ دونوں تاویلیں غلط ہیں، کیونکہ حدیث میں بصراحت مرقوم ہے کہ جناب ابوبکر نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء کی اور مسلمانوں نے جناب ابوبکر کی حالانکہ یہ صورت مذہب اہل سنت میں بھی جائز نہیں، لہٰذا یہ باتیں بنائی ہوئی ہیں اور یقیناً حضرت عائشہ یا کسی صحابی کے اشارہ سے جناب ابوبکر

---

۱. بخاری ج ۱ ص ۸۸

۲. حاشیہ سندی بخاری ج ۱ ص ۸۸، مطبوعہ مصر

امامت کے لئے آگے بڑھادئے گئے تھے، چنانچہ متعدد حدیثوں میں حضرت عائشہ کے متعلق حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ جملہ ہے: ''انکن صواحب یوسف ''تم سب یوسف والی عورتوں جیسی مکار عورتیں ہو۔ شاید اس سے اسی امر کی طرف اشارہ ہو۔

پس ایسی صورت میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس شدت مرض میں صرف ثواب جماعت حاصل کرنے کے لئے دو آدمیوں کے سہارے سے مسجد تک تشریف لے جانا قرین عقل نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جناب ابوبکر کی امامت کی خبریں ملتی رہیں۔

لیکن آپ پر مرض کا ایسا غلبہ تھا کہ مسجد تک تشریف نہیں لے جاسکتے تھے، جب آپ کو کچھ خفت محسوس ہوئی تو دو آدمیوں کے سہارے سے تشریف لے گئے تاکہ ابوبکر کو امامت سے معزول کردیں۔

اور امامت جناب ابوبکر کو قبول بھی کرلیا جائے تو اس میں کوئی فضیلت نہیں، کیونکہ علما اہل سنت کا اجماع ہے کہ ہر فاسق وفاجر کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔

امام ابوحنیفہ اپنی کتاب فقہ اکبر میں لکھتے ہیں: ''والصلوۃ خلف کل بر و فاجر''

ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں: بیہقی اور دار قطنی نے جناب ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''والصلوۃ خلف کل بر و فاجر''. (۱)

قارئین محترم: میں کہتا ہوں کہ کسی مسلمان کو اس میں شبہ نہ ہوگا یہ حدیثیں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی میں مرض موت سے قبل فرمائیں اس کے بعد جب آپ کا آخر وقت ہوا اور مرض موت میں مبتلا ہوئے تو فرمایا: ابوبکر سے کہدو کہ مسلمانوں کو نماز پڑھائیں پھر آپ نے عمر کے نماز پڑھانے کی آواز سن کر فرمایا: خدا اور مسلمان سوائے ابوبکر کے کسی کی امامت پر راضی نہیں ہیں۔ (۲)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا اور رسول اور جملہ مسلمان بجز ابوبکر کے کسی کی امامت پر یہاں تک کہ جناب عمر کی امامت پر بھی راضی نہ تھے اور کسی فعل پر خدا اور رسول کا راضی نہ ہونا اس کے ناجائز ہونے کی دلیل ہے تو سوال یہ ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امامت کا انحصار جناب ابوبکر پر کس بنا پر کیا۔ اگر فاسق وفاجر سمجھ کر کیا تو اس امامت میں کوئی فضیلت نہ رہی اور اگر عادل وافضل سمجھ کر کیا تو اس انحصار

---

1. شرح فقہ اکبر ص ۶۶، شرح عقائد نسفی ص ۱۱۵
2. مستدرک حاکم ج ۳، ص ۶۴۱

امامت نے پہلے حکم کو منسوخ کر دیا لہٰذا یہ کہنا غلط ہے کہ ہر فاجر کے پیچھے نماز جائز ہے، کیونکہ جب اعدل وافضل کی موجودگی میں غیر افضل کی امامت پر خدا اور رسول راضی نہ تھے اگر چہ دیگر صحابہ بھی بقول اہل سنت عادل تھے تو فاسق وفاجر کی امامت کے جواز کا کیا سوال ہے، پس یا تو یہ کہئے کہ فاسق وفاجر کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے یا یہ کہئے کہ جناب ابوبکر کی امامت میں کوئی فضلیت نہیں ہے۔

۲. دروازے بند کرو

بخاری میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی وفات سے چندروز قبل خطبہ پڑھا اور آخر میں فرمایا:

لایبقین باب الاباب ابی بکر

آنحضرت فرمایا: نہ باقی رہے کوئی دروزاہ سوائے ابوبکر کے دروازے کے۔

اور ایک دوسری حدیث میں آپ نے فرمایا:

لایبقین فی المسجدخوخة الاخوخة ابی بکر ،قال العلماء هذااشارة الی الخلافة لانه یخرج منها الی الصلواة بالمسلمین .(۱)

اور دوسری حدیث میں ہے کہ نہ باقی رہے کوئی مسجد میں کھڑکی سوائے ابوبکر کی کھڑکی کے۔علمانے کہاہے: اس سے خلافت کی طرف اشارہ مقصود ہے کیونکہ جناب ابوبکراسی دروازے سے مسلمانوں کونماز پڑھانے کے لئے آیا کریں گے۔

یہی حدیث انس، عائشہ، ابن عباس اور معاویہ سے بھی مروی ہے۔

یہ حدیثیں صرف جھوٹ نہیں بلکہ سفید جھوٹ ہیں، جس کے ثبوت حسب ذیل ہیں۔

علامہ قسطلانی شرح بخاری میں لکھتے ہیں:

قیل فیه تعریض بالخلافةله لان ذلک شرط ان ارید به الحقیقة لان اصحابه المنازل الصقة بالمسجد کان لهم الا ستطراق منها الی المسجد فامر بسد ها سوی خوخة ابی بکر تبنیها للناس علی انه یخرج منها الی المسجد للصلوة وان اریدبه المجاز فهو کنایة عن الخلافة وسدابواب المقالة دون التطرق والتطلع الیها.

---

۱. تاریخ الخلفاص ۱۴۱

پھر لکھتے ہیں: قال التوريشي واری المجاز اقوىٰ اذلم يصح عند نا ان ابابكر كان له منزل بجنب المسجد وانما كان منزله بالسخ من عوالي المدينة . (۱)

قول ضعیف یہ ہے کہ اس حدیث میں تعریض خلافت ہے اگر اس سے حقیقی معنی مراد لئے جائیں اور کیونکہ جن لوگوں کے مکانات مسجد سے متصل تھے وہ اسی دروازے سے آمد ورفت رکھتے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بجز ابوبکر کی کھڑکی کے سب کے دروازوں کے بند کرنے کا حکم دیدیا اور ابوبکر کی کھڑکی اس لئے کھلی رکھی کہ ان کی خلافت کی طرف لوگوں کی تنبیہ مقصود تھی کہ وہ اسی دروازے سے نماز کے لئے آیا کریں گے اور اگر مجازی معنی مراد ہیں تو یہ کنایہ خلافت ہے یعنی سب لوگ اپنی آرزوئے خلافت کا دروازہ بند کرلیں اور ابوبکر اپنی امید کی کھڑکی کھلی رکھیں تورشتی نے کہا ہے کہ یہی مجازی معنی زیادہ قوی ہیں۔ اس لئے کہ ہم لوگوں کے نزدیک ابوبکر کا کوئی مکان مسجد کے قریب ہونا ثابت نہیں ہے کیونکہ ان کا مکان محلّہ سخ میں تھا جو عوالی مدینہ میں ہے اس بیان سے معلوم ہوا کہ مسجد نبوی سے متصل ابوبکر کا کوئی مکان نہ تھا، ابوبکر ابتدائے ہجرت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے ایک مہینہ بعد تک یعنی ۱ھ سے ۱۱ھ تک محلّہ سخ میں رہے جو مدینہ سے ایک میل کے فاصلہ پر تھا۔

صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں: جب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو آپ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر میں اترے اور جناب ابوبکر محلّہ سخ میں حبیب ابن یسار کے گھر میں اترے۔ (۲)

محلّہ سخ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر سے ایک میل کے فاصلہ پر تھا۔ (۳)

علامہ طبری لکھتے ہیں:

عن الزهرى قال حدثنا انس بن مالك قال لما كان يوم الاثنين الذى قبض فيه رسول الله خرج الى الناس وهم يصلون الصبح فرفع ستر وفتح الباب فخرج رسول الله حتى قام بباب عائشة فكاد المسلمون ان

---

۱. قسطلانی مطبوعہ مصر ج ۶ ص ۸۴ ۲. روضۃ الاحباب ج ۱ ص ۱۳۴

۳. روضۃ الاحباب ج ۲ ص ۲۵

لفیتتنوا فی صلوتھم.

پھر آخر روایت لکھتے ہیں:

ثم رجع وانصرف الناس وھم یظنون ان رسول اللّٰہ قدافاق من وجعہ فرجع ابوبکر الی اھلہ بالسخ. (۱)

زہری نے انس بن مالک سے روایت کی ہے جب دوشنبہ (پیر) کا دن آیا جس میں آپ نے انتقال فرمایا تو آپ باہر تشریف لائے جس وقت لوگ صبح کی نماز پڑھ رہے تھے۔

پس پردہ اٹھا اور دروازہ کھلا اور آنحضرت ﷺ برآمد ہوئے اور عائشہ کی ڈیوڑھی پر کھڑے ہوگئے اس وقت خوشی کے مارے قریب تھا کہ مسلمان اپنی نمازیں توڑ دیں۔

پھر آنحضرت ﷺ پلٹ گئے اور مسلمان بھی چلے گئے حالانکہ ان لوگوں کو گمان ہوگیا کہ آپ نے اپنے مرض سے شفا پالی ہے اور ابوبکر اپنے بال بچوں کے پاس محلّہ سخ میں چلے گئے اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت رسول خدا ﷺ کے ایام مرض کے وقت جناب ابوبکر محلّہ سخ میں رہتے تھے۔

صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں:

دران ساعت ابوبکر صدیق درمنزل خویش درمحلہ سخ بود کسی ازعقب اوفرستادندتا ویر اخبر دار گر داندو روایتی آنکہ ابوبکر غلام خودرافرستادہ بود تاخبری از آنحضرت بگیردغلام باز آمد و گفت شنیدم کہ میگفت مات محمد پس ابوبکر تعجیل سوارشدومی گفت وامحمداہ ودرراہ میگیریست. (۲)

اس وقت ابوبکر صدیق اپنے گھر میں تھے جو محلّہ سخ میں تھا لوگوں نے کسی کو ان کے پاس خبر دینے کے لئے بھیجا اور روایت ہے کہ ابوبکر نے اپنے غلام کو آنحضرت ﷺ کی خبر لانے کے لئے بھیجا تھا۔ اس نے جاکر خبر دی کہ لوگ کہہ رہے ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے انتقال فرمایا: پس ابوبکر بہت جلد سواری پر بیٹھ کر روانہ ہوئے وامحمداہ کہتے جاتے تھے اور راہ میں روتے جاتے تھے۔

---

۱. طبری ج۱، ص۴۴۰، مطبوعہ مصر

۲. روضۃ الاحباب ج۱، ص۳۹۵

علامہ بخاری نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے۔

انھوں نے کہا: ان رسول اللہ مات وابوبکر فی السخ. (۱)

جس وقت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال ہوا ابوبکر محلّہ سخ میں تھے۔

صاحب مدارج النبوۃ لکھتے ہیں:

دران ساعت ابوبکر صدیق درخانہ خود بود کہ درمحلہ سخ بود چون ازین واقعہ خبر یافت سوارشدہ بتعجیل تمام روبحجرہ عائشہ آورد. (۲)

اس وقت ابوبکر صدیق اپنے گھر میں تھے، جو محلّہ سخ میں تھا جب ان کو اس واقعہ کی خبر ملی تو سوار ہوکر بہت تیز عائشہ کے مکان کا رخ کیا۔

ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ وفات رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت جناب ابوبکر محلّہ سخ میں رہتے تھے۔

صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں: جناب ابوبکر کا مکان محلّہ سخ میں تھا اور جناب ابوبکر خلافت ملنے کے بعد بھی ایک مہینہ تک اسی مکان میں رہے اور روزانہ سواری سے جایا آیا کرتے تھے۔ (۳)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد اور خلافت ملنے کے بعد بھی ابوبکر ایک مہینے تک اسی مکان میں رہے جو محلّہ سخ میں تھا، دروغ گورا حافظہ نباشد، حدیثیں بنانے والے حدیثیں بناتے رہے اور اپنی مزدوری لیتے رہے انھوں نے یہ نہ سوچا کہ کیا کہہ رہے ہیں، جب علما اہل سنت نے دیکھا کہ بات اگرچہ غلط ہے جس کا ثبوت بہم پہنچانا ممکن نہیں لیکن بات کام کی ہے تو بجائے رد کرنے کے انھوں نے تاویل سے کام لیا اور کہا کہ مسجد سے مراد خلافت اور دروازے سے مراد تمنائے خلافت ہے اور حدیث کے معنی یہ ہیں کہ بجز ابوبکر کے سب لوگ اپنی تمنائے خلافت کے دروازے بند کرلیں۔

میں کہتا ہوں کہ اس تاویل نے ایک دوسری مشکل پیدا کردی جس کا حل کرنا علمائے اہل سنت کا اہم فریضہ ہے وہ یہ کہ مولانا عبدالحق صاحب اپنی کتاب اشعۃ اللمعات میں لکھتے ہیں:

عمربن خطاب التماس کرد کہ درودیوار خانہ خودسوراخ بگذارد کہ دروقت برامدن رسول اللہ برائے نماز نظربر جمال وے

---

۱. بخاری ج ۲، ص ۱۸۸، مطبوعہ مصر ۲. مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۲۵۵

۳. روضۃ الاحباب ج ۲ ص ۲۵

افتدفر مو درو اندارم اگرچه مقدار سر سوزن بود۔(۱)

عمر بن خطاب نے عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو اپنے مکان کی دیوار میں ایک سوراخ چھوڑ دوں کہ نماز کے لئے آپ کے تشریف لانے کے وقت آپ کے جمال جہاں آرا کی زیارت کرتا رہوں، فرمایا کہ سوئی کے سوراخ برابر بھی اجازت نہ دوں گا۔

یہی مضمون شہاب الدین احمد نے بھی توضیح الدلائل میں لکھا ہے لیکن اس میں عمر کا نام نہیں ہے۔

پس اگر ان احادیث کے مجازی معنی مراد لئے جائیں تو لازم آئے گا کہ عمر کی خلافت خطرہ میں پڑ جائے کیونکہ اگر ان کے بعد جناب ابوبکر جناب عمر بھی حصہ دار خلافت ہوتے تو رسول اللہ ﷺ ایک سوراخ کے برابر امید خلافت رکھنے کی اجازت دیدیتے، لیکن افسوس یہ ہے آنحضرت ﷺ نے سوئی کے سوراخ کے برابر بھی اجازت نہ دی۔

لہٰذا ان کی خلافت کا باطل ہونا لازم آتا ہے، حالانکہ اس کو اہل سنت قبول نہ کریں گے۔

پس ثابت ہوا کہ یہ حدیثیں حقیقی معنی کے اعتبار سے بھی جعلی ہیں اور مجازی معنی کے اعتبار سے بھی جعلی ہیں۔ ''فالیضحکو اقلیلا ولیبکو اکثیرا''

قسطلانی نے جب دیکھا کہ ان تاویلات سے کام نہیں چلتا تو کہا کہ عمر بن شیبہ نے اخبار مدینہ میں لکھا ہے کہ ابوبکر کا ایک مکان مسجد سے متصل تھا جس کو انھوں نے حفصہ کے ہاتھ چار ہزار روپیہ میں فروخت کر دیا تھا۔(۲)

اس روایت کے جعلی ہونے کا پہلا ثبوت یہ ہے کہ وہ مکان جس کو جناب ابوبکر کی خلافت وامامت سے اتنا گہرا تعلق تھا کہ بقول اہل سنت حضرت رسول اللہ ﷺ نے بحکم پروردگار کل اصحاب کے دروازے بند کرا دے لیکن ابوبکر کا دروازہ بند کرانا مناسب نہ سمجھا تا کیونکہ وہ اپنی خلافت کے زمانے میں اسی دروازے سے نماز کے لئے آیا کریں گے۔

ابوبکر کے لئے کب سزاوار تھا کہ اس مکان کو بے ضرورت فروخت کے خود مسجد سے ایک میل دور شہر مدینہ کے باہر رہائش اختیار کریں، جہاں سے جاڑا، گرمی، بارش، صحت و مرض میں پانچوں وقت نماز

---

۱. اشعۃ اللمعات ص ۳۵۰، وجذب القلوب ص ۱۵۹، مطبوعہ کلکتہ
۲. ارشاد الساری شرح بخاری مطبوعہ مصر ج ۶ ص ۸۴

کے لئے آنا جانا خود ابوبکر جیسے ضعیف وسن رسیدہ شخص کے لئے عادتاً ناممکن اور مسلمانوں کے لئے انتظار اور جماعت سے محرومی کا باعث ہو۔

خدااور رسول نے تو ان کے دروازے کا بند کرنا بھی مناسب نہ سمجھا کہ کہیں ذرا سا راستہ طولانی ہونے کے سبب سے نمازیں نہ ضایع ہوں اور ابوبکر نے پورا مکان ہی بیچ ڈالا۔

گویا ان کی نگاہ میں وہ ایک بالکل غیر ضروری چیز تھی، اس کو عقل قبول نہیں کرتی، جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ روایت توریشی وغیرہ کے اشکال کو دور کرنے کے لئے بنائی گئی ہے ورنہ واقعاً اگر مسجد سے متصل ابوبکر کا کوئی مکان ہوتا تو وہ ہرگز ایسا خلاف عقل کام نہ کرتے جبکہ ان کو ۲۴ گھنٹے مسجد سے قریب رہنے کی ضرورت تھی نہ مکان بیچ کر شہر سے باہر قیام اختیار کرتے۔

دوسرا ثبوت اس روایت کے جعلی ہونے کا یہ ہے کہ زمانہ ہجرت سے وفات حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک کے حالات میں مورخین ومحدثین نے ہر موقع پر جناب ابوبکر کے محلّہ سخ میں قیام کی خبر دی ہے جس کی تفصیل گزر چکی۔

لیکن کسی نے بھی نہیں لکھا ہے کہ فلاں موقع پر جناب ابوبکر اپنے اس گھر میں تھے جو مسجد سے متصل تھا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسجد سے متصل جناب ابوبکر کا کوئی مکان نہ تھا ورنہ اگر مورخین نے دس موقعوں پر جناب ابوبکر کے محلّہ سخ والے مکان میں رہنے کی خبر دی تو دو چار موقعوں پر مسجد سے متصل والے مکان میں قیام کرنے یا آنے جانے کا ذکر ضرور کیا ہوتا، اسی بناء پر توریشی نے لکھا ہے:

مسجد سے متصل جناب ابوبکر کا کوئی مکان ہونا ہم لوگوں کے نزدیک ثابت نہیں ہے اور اسی سے جناب ابوبکر کی امامت نماز کا مسئلہ بھی صاف ہوگیا، کیونکہ جس شخص کو پانچ وقت نماز میں امامت کرنی ہو اور اس کے سواء خدا، ورسول خدا اور کسی دوسرے کی امامت پر راضی نہ ہوں مسجد سے ایک میل دور قیام کرے اور بالفرض اگر اس کا کوئی مکان مسجد سے متصل ہو بھی تو اس کو فروخت کردے، خلاف عقل ودرایت ہے۔ یہ حال ہے ان لوگوں کا اور ان کے مذہب کا جو کہتے ہیں:

وعندالرافضة اباطيل فی انه عهد علی.

رافضیوں کے پاس اس بارے میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کے لئے خلافت کی وصیت کی تھی، جھوٹی اور بے بنیاد روایتیں موجود ہیں۔

قارئین محترم: میں کہتا ہوں کہ شیعوں کی دلیلیں اور روایتیں مثل آفتاب واضح وروشن ہیں اگر کسی کو نظر نہ

آئیں تو اس کی آنکھوں کا قصور ہے شیعوں کی حقانیت کی بہت سی دلیلوں میں سے ایک واضح اور قوی دلیل یہ ہے کہ ان کے مذہب کے اصول متفق علیہ اور فریقین کے صحاح سے ثابت ہیں۔

اسی بنا پر شیعہ اپنے مذہب کی تائید میں تمام تر دلیلیں اہل سنت کی صحاح سے پیش کرتے ہیں تا کہ ان کے لئے حجت ہوں، اسی طرح مذہب اہلسنت والجماعت کے بطلان کی بہت سی دلیلوں میں سے ایک قوی دلیل یہ ہے کہ وہ اپنے مذہب کی سچائی خود اپنی کتابوں سے بھی ثابت نہیں کر سکتے۔

بلکہ ان کے مذہب کا بطلان خود انھیں کی کتابوں سے ثابت ہوتا ہے، جیسا کہ میری اسی کتاب کے مطالعہ سے پڑھنے والوں پر ظاہر ہو جائے گا۔

البتہ شیعوں کو گالیاں دینا ان کو بدنام کرنا، ان پر جھوٹے اتہامات لگانا علمائے اہل سنت کا خاص طریقہ ہے اور یہ بھی ان کی عاجزی کی ایک دلیل ہے عوام کو شیعوں سے متنفر کرنے کے لئے ان لوگوں کا ایک بڑا کامیاب طریقہ یہ ہے کہ شیعوں پر قدح صحابہ کا الزام لگاتے ہیں لیکن مسلمانوں کو یہ نہیں سمجھاتے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں ہر بیٹھنے والا شخص صحابی اور واجب الاحترام نہ تھا صحابی اور واجب الاحترام صرف وہی تھا۔

جو سچے دل سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لایا اور ایمان پر ثابت قدم رہا اور ایسے اصحاب رسول کی تعظیم در حقیقت شیعہ ہی کرتے ہیں۔

جیسے کہ حضرت سلیمان، حضرت ابوذر، حضرت مقداد، حضرت عمار، حضرت ابن عباس، حضرت ابوایوب انصاری، حضرت حجر بن عدی، جابر بن عبداللہ انصاری رضوان اللہ علیہم اجمعین وغیرہ تھے۔

ورنہ جو لوگ تلوار کے خوف یا دولت کے لالچ سے ایمان لائے اور نافرمان خدا و رسول رہے ان پر صحابی کا اطلاق صحیح نہیں ہے اور ایسے لوگوں کے صحیح حالات کو جو خود علمائے اہل سنت نے لکھے ہیں اور ان کی کتابوں میں موجود ہیں، عام انسان کے سامنے پیش کر کے اللہ کے بندوں کو گمراہیوں سے بچانا گالی نہیں بلکہ عین عبادت ہے۔

مسلمانو! یہ کہاں کا انصاف ہے کہ اہلبیت اور جلیل القدر اصحاب رسول کے فضائل کا چھپانا جو کہ قرآن اور صحیح اسناد احادیث سے ثابت ہیں، ان سے انکار کرنا اور ان بزرگ ہستیوں کو عام انسانوں سے گھٹانا تو جرم و گناہ نہ ہو، الحاد و کفر نہ ہو لیکن نام نہاد صحابہ کے فرضی اور بے بنیاد فضائل و مناقب کا انکار اور ان کا پردہ فاش کرنا گناہ و جرم ہو، تبرا ہو، کفر و الحاد ہو۔

مثلاً: اسی موضوع سے متعلق جو میں لکھ رہا ہوں: جن لوگوں نے یہ حدیث بنائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب ابوبکر کے دروازے کے سوا سب کے دروازے مسجد کے جانب سے بند کروادئے۔

علمائے اہل سنت کی نگاہ میں مجرم نہیں ہیں اور جن لوگوں نے ان حدیثوں کو کتابوں میں نقل کیا اور جو لوگ ان حدیثوں پر ایمان لائے بیٹھے ہیں وہ مجرم نہیں بلکہ حقیقی مسلمان اور جنتی ہیں، پھر جن لوگوں نے لکھ دیا کہ جناب ابوبکر کا کوئی مکان مسجد کے پہلو میں ہونا ثابت نہیں ہے بلکہ وہ محلہ سخ میں رہتے تھے جو مسجد نبوی سے ایک میل کے فاصلہ پر تھا، وہ مجرم نہیں حالانکہ ان تمام حدیثوں کے بیان کرنے والے اور لکھنے والے اہل سنت کے علما و محدثین ہی ہیں۔

لیکن مجرم صرف وہ ہے جو ان حدیثوں کو خود اہل سنت کی معتبر کتابوں سے تلاش کر کے ان کا اردو میں ترجمہ کر کے مع حوالہ کتب وصفحات کے دنیا کے سامنے پیش کردے۔ حالانکہ انصاف یہ ہے کہ حضرات اہل سنت خود اپنے علمائے محدثین سے راضی ہوتے اور جو کچھ کہنا چاہتے انھیں کو کہتے کہ انھوں نے کیوں ایسی غلط اور بے اصل صحابہ کی فضیلت کتابوں میں لکھیں اور پھر کیوں ان کے غلط ہونے کا خود ہی اقرار کر کے مذہب اہل سنت کی بنیاد کو کھوکھلا کردیا۔ فاعتبروا یااولی الابصار۔

۳. افضلیت صحابہ

تیسرا دعویٰ ان لوگوں کا جو خصوصاً محمد وآل محمد علیہم السلام اور عموماً تمام انبیا و مرسلین کی توہین اور بارگاہ خداوندی میں بہت بڑی جرأت اور تار عنکبوت سے بھی کمزور تر ہے وہ ان کا دعوائے افضلیت صحابہ ہے۔

علی قاری لکھتے ہیں:

وافضل الناس بعد رسول الله ابوبكر الصديق رضى الله عنه ثم عمر ثم عثمان ثم على رضوان الله عليهم اجمعين. (۱)

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تمام انسانوں سے افضل ابوبکر صدیق پھر عمر، پھر عثمان، پھر علی رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔

میں اپنے قلم سے اس عبارت کو نہ لکھتا، لیکن چونکہ مخالف کے قول کو بغیر کمی و زیادتی کے بعینہ نقل کرنا ہم لوگوں کا اصول ہے اس لئے لکھنا پڑا۔

---

۱. شرح فقہ اکبر ص ۶۱

یہ دعویٰ ان لوگوں کا ایسا گناہ عظیم ہے جس کی احادیث رسول میں سخت ممانعت وارد ہوئی ہے لیکن وہ لوگ کیسے دلیر ہیں جو عذاب خدا سے نہیں ڈرتے۔

سید علی ہمدانی شافعی اپنی کتاب مودۃ القربیٰ کے مودت ۲، میں حضرت حذیفہ سے روایت کرتے ہیں:

قال رسول اللّٰہ (ص) علی خیر البشر من ابی فقد کفر. (۱)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی خیر البشر ہیں جس نے اس کا انکار کیا وہ کافر ہوا۔

یہی حدیث عطا نے حضرت عائشہ سے اور جابر بن عبداللہ انصاری نے اور حضرت علی علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے:

وعن جابر بن عبداللّٰہ انصاری قال رسول اللّٰہ (ص) یوما بین المهاجرین والانصار یاعلی لوان احداعبداللّٰہ حق عبادته ثم شک فیک وفی اهلبیتک انکم افضل الناس کان فی النار. (۲)

جابرابن عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہ ایک روز حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہاجرین وانصار کے مجمع میں فرمایا: اے علی! اگر کوئی شخص خدا کی ایسی عبادت کرے جو عبادت کا حق ہے پھر تمہارے اور تمہارے اہلبیت علیہم السلام کے افضل الناس ہونے میں شک کرے تو وہ جہنم میں جائے گا۔

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ حضرت علی علیہ السلام اور ان کے اہل بیت علیہم السلام کے افضل الناس ہونے میں شک کرنے والا اور ان کو صحابہ سے گھٹانے والا حکماً کافر ہے اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اہل بیت رسول اللہ کی توہین ایسا جرم ہے جس کی خود حضرت علی علیہ السلام نے بھی شکایت کی ہے اور اس سے منع فرمایا ہے۔

چنانچہ ابن قتیبہ کی کتاب امامت وسیاست سے سقیفہ کے بیان کے متعلق آنحضرت کا احتجاج جو میں نے نقل کیا ہے اس میں گذر چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحاب سے فرمایا:

یامعشر المهاجرین الاتخرجو اسلطان محمدفی العرب من داره قعربیته الی دور کم وقعور بیوتکم وتدفعون اهله عن مقامه فی الناس و حقه. (۳)

اے گروہ مہاجرین محمد مصطفےٰ کی حکومت عرب ان کے گھر سے نکال کر اپنے گھروں میں نہ لے جاؤ اور ان کے اہل بیت کا خلق اللہ میں جو مقام ومرتبہ ہے اس مرتبہ سے اور ان کے

---

۱. ارجح المطالب ص ۸ ۲. کتاب مودۃ القربیٰ مودۃ ۷

۳. کتاب امامت وسیاست ج ۱ ص ۱۳

حق خلافت وحکومت سے ان کو محروم نہ کرو۔

اور اس سے زیادہ واضح وہ خط ہے جو آپ نے اہل عراق کے نام لکھا تھا جس میں آپ کا جملہ ہے:

اللّٰھم انی استعین بک علی قریش فانھم قطعوا رحمی وصفروا عظیم منزلتی وفضل واجتمعوا علی مناز عتی حقا کنت اولی بہ منھم .(۱)

اے میرے اللہ تجھ سے قریش کے مقابلہ میں مدد چاہتا ہوں، ان لوگوں نے میرا قطع رحم کیا اور میری عظیم ترین منزلت وفضیلت کو گھٹایا اور مجھ کو میرے اس حق کے بارے میں جس کا میں ان سے زیادہ حقدار ہوں جھگڑنے کے لئے اجماع کیا۔

یہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا وہ خط ہے جو آپ نے اہل عراق کے نام لکھا تھا اور ابن قتیبہ جیسے جلیل القدر سنی مورخ نے اپنی کتاب میں درج کیا ہے، اس خط سے خلافت شیخین، اجماع اور افضلیت خلفائے ثلاثہ سب کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔

آپ خود فرماتے ہیں: قریش نے ہم سے ہماری حکومت چھین نے کے لئے جو ہمارے بھائی کی میراث اور ہمارا حق تھا، اجماع کر لیا اور ہم کو ہماری عظیم منزلت وفضیلت سے گھٹایا یعنی ابوبکر وعمر وعثمان کو ہم سے افضل بنا دیا۔

یہ ہے حقیقت خلافت وفضیلت خلفائے ثلاثہ کی علما اہل سنت کہہ دیں کہ یہ خط شیعوں نے بنایا اور ابن قتیبہ بھی شیعہ تھا اس لئے کہ اس کے علاوہ ان کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے ورنہ سوچیں کہ ایک روز وارد محشر کے سامنے حاضر ہونا ہے، یہ دنیا ہمیشہ نہ رہے گی، انسان کو ایسا دعویٰ نہیں کرنا چاہئے، جس کا ثبوت نہ دے سکے، بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی شخص پہلے حضرت علی علیہ السلام کا ہمسر تو لائے پھر ان سے افضل ہونے کی جستجو کرے۔

حضرت علی علیہ السلام کے فضائل

حضرت علی، امیر المومنین علیہ السلام کی بطور اختصار چند فضیلتیں اس مقام پر نقل کی ہیں اصحاب ثلاثہ بلکہ عشرہ مبشرہ کے کل فضائل کو یکجا کر کے موازنہ کیجئے، اس کے بعد افضل ومفضول کا فیصلہ کیجئے۔

---

۱. امامت وسیاست ج۱، ص۱۳۱

۱. نفس رسول

حضرت علی علیہ السلام نفس رسول ہیں با استثنائے رسالت تمام فضائل وکمالات میں حضرت علی علیہ السلام حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مساوی ہیں۔ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

فَمَنْ حَاجَّکَ فِیهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَائَکَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَائَنَا وَأَبْنَائَکُمْ وَنِسَائَنَا وَنِسَائَکُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَکُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَةَ اللهِ عَلَی الْکَاذِبِینَ. (۱)

پیغمبر علم کے آجانے کے بعد جو لوگ تم سے کٹ حجتی کریں ان سے کہہ دیجئے کہ ہم لوگ اپنے اپنے فرزند اپنی اپنی عورتوں اور اپنے اپنے نفسوں کو بلائیں اور پھر خدا کی بارگاہ میں دعا کریں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت قرار دیں۔

نجران کے چودہ یا ستر عیسائی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کی رسالت کے بارے میں جھگڑنے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب واضح وروشن دلیلوں سے اپنی رسالت ان پر ثابت کردی تو وہ کج بحثی پر اتر آئے، جو باطل مذہب والوں کا خاص طریقہ ہے، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی تو آپ نے بیٹوں میں حضرت امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام کو اور عورتوں میں حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اور نفوس میں حضرت علی علیہ السلام کو ساتھ لیا اور میدان مباہلہ میں تشریف لے گئے۔

نجران کے نصاری نے جب ان حضرات کی صورتیں دیکھیں تو پوچھا کہ یہ محمد کے ساتھ کون لوگ ہیں، جب ان کو بتایا گیا تو ان لوگوں نے مباہلہ سے انکار کردیا اور کہا کہ یہ چہرے وہ ہیں کہ اگر یہ خدا سے کہہ دیں کہ اس پہاڑ کو ہٹادے تو وہ ہٹادے گا۔ اس کے بعد نصاری نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صلح کرلی اور دو ہزار سرخ کپڑے اور سوزرہیں آہنی اور بروایتے ایک ہزار مثقال سونا سالانہ جزیہ دینا منظور کیا اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اگر نصاری ہم سے مباہلہ کرتے تو خدا ان کو بندر اور سور کی شکل میں مسخ کردیتا اور نجران اور نصاری نجران پر ایسی آگ برستی کہ ان کا نام ونشان باقی نہ رہتا۔ (۲)

---

۱. سورہ آل عمران آیت ۶۱

۲. تاریخ کامل، ابن اثیر ج ۲، ص ۱۱۲، وسیلۃ النجات، ص ۲۸؛ فاطمہ کا چاند ص ۲۰، مصنفہ مولانا عبدالصمد رحمانی پھلواری پٹنہ

مباہلہ کا واقعہ بہت سے مفسرین اور محدثین و مورخین نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے جس میں انھوں نے صراحت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے نفسوں میں حضرت علی علیہ السلام کو ساتھ لیا تھا۔(۱)

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں:

اخرج ابن النجار فی تاریخ بغداد عن قیس بن حازم عن عمر و بن العاص قال قدمت من غزوۃ ذات السلاسل و کنت اظن انه یس احداحب الی رسول اللّٰه منی فقلت یا رسول اللّٰه ای الناس احب الیک قال عائش فقلت اسلک عن الرجال قال اذن ابو ھاقلت یا رسول اللّٰه فاین علی فالتقت الی اصحابه فقال ان ھذا یسئلنی عن النفس.

ابن نجار نے تاریخ بغداد میں قیس ابن حازم سے انھوں نے عمرو بن عاص سے روایت کی ہے اس نے کہا کہ جب میں غزوہ سلاسل سے واپس آیا تو میرا خیال تھا کہ رسول اللہ کے نزدیک مجھ سے زیادہ کوئی محبوب نہ ہوگا، میں نے عرض کی: یا رسول اللہ سب سے زیادہ آپ کو کون محبوب ہے۔ فرمایا کہ عائشہ، میں نے عرض کی: میرا سوال ان عورتوں کے متعلق نہیں۔ فرمایا: اس کا باپ: میں نے عرض کی: پھر علی کے متعلق کیا فرماتے ہیں تو آنحضرت نے اصحاب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ تو خود میرے نفس کے متعلق سوال کر رہا ہے، مقصود آپ کا یہ تھا کہ علی بمنزلہ میرے نفس کے ہیں اور اپنا نفس انسان کو سب سے زیادہ محبوب ہوتا ہے۔

یہ حدیث ہم شیعوں کے لئے تو حجت نہیں، لیکن اہل سنت کے لئے حجت ہے۔(۲)

اخرج ابن النجار فی تاریخه من طریقه قالت فاطمة سلام اللّٰه علیها یا رسول اللّٰه ثم تقل فی علی شیئا قال: علی نفسی فمن رائیته یقول نفسه شیئا.(۳)

ابن نجار نے تاریخ بغداد میں اپنے طریق سے روایت کی ہے کہ فاطمہ سلام اللہ علیہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم علی علیہ السلام کے بارے میں آپ نے کچھ نہیں فرمایا

---

۱. تفسیر در منثور سیوطی؛ تفسیر کبیر امام رازی؛ تفسیر کشاف؛ تفسیر ثعلبی؛ صحیح مسلم؛ حلیۃ الاولیا؛ مناقب خوارزمی؛ مطالب السؤل ؛ فصول المہمہ ؛ اشعۃ اللمعات باب مناقب اہل بیت ج ۴، ص ۳۷۸؛ صواعق محرقہ ج...ص ۹۳

۲. کنز العمال ج ۶، ص ۴۰۰ ۳. وسیلۃ النجات ص ۶۹

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: علی علیہ السلام میرا نفس ہے کیا تم نے کسی کو دیکھا ہے کہ اپنے نفس کی تعریف کرتا ہو۔

ملا مبین لکھتے ہیں : زیادہ ازیں تعریف مدح چہ خواہد بود کہ عینیت او با خود بیان کرد پس ہر صفتی کہ متصف شد، محمد مصطفیٰ موصوف است بآن صفات علی مرتضیٰ سوائے نبوت خاصہ کہ مختص حضرت رسالت است کما قال فی حدیث آخر لا نبی بعدی۔ اس سے زیادہ مدح و تعریف کیا ہو سکتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو اپنا عین نفس قرار دیا، پس ہر وہ صفت جس سے حضرت محمد مصطفیٰ متصف تھے اس صفت کے ساتھ علی بھی متصف تھے۔ سوائے نبوت خاصہ کے جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ مخصوص تھی جیسا کہ آنحضرت نے ایک دوسری حدیث میں فرمایا ہے کہ لا نبی بعدی، یعنی میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا، ام المومنین حضرت ام سلمہ نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا:

علی منی و انا من علی لحمه لحمی و دمه دمی و هو منی بمنزلة هارون من موسیٰ یا ام سلمة اسمعی و اشهدی هذا علی سید المسلمین .(۱)

علی مجھ سے ہیں، اور میں علی سے ہوں، ان کا گوشت میرا گوشت ہے اور ان کا خون میرا خون ہے اور وہ بمنزلہ ہارون من موسیٰ ہیں اے ام سلمہ سنو اور گواہ رہو کہ یہ علی مسلمانوں کے سردار اور آقا ہیں، اس مضمون کی حدیثیں مسند احمد بن حنبل و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ وغیرہ میں متعدد طریق سے مروی ہیں۔

دیلمی نے ابن عباس سے روایت کی ہے آنحضرت نے فرمایا: **علی منی بمنزلة راسی من بدنی (۲)**

علی کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو میرے سر کو میرے جسم سے ہے۔

یہ حدیث مودة القربیٰ مودت ۷، میں بھی موجود ہے، ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ حضرت علی علیہ السلام ختم رسالت کے علاوہ ہر صفت میں بمنزلہ نفس رسول تھے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمام کائنات سے افضل تھے، لہٰذا حضرت علی علیہ السلام بھی سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سب سے افضل تھے۔

۲. حضرت علی علیہ السلام بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم افضل الناس

ابوہریرہ کہتے ہیں:

---

۱. ینابیع المودة، ج۱، ص ۳۳۳ ۲. وسیلة النجات ص ۱۳۳ و صواعق محرقہ ص ۷۵ حدیث ص ۳۵

عن ابی ھریرۃ قال قالت فاطمۃ قال رسول اللّٰہ یا فاطمۃ اماترضین ان اللّٰہ اطلع علی اھل الارض فاختار رجلین احد ھماابوک ولاخر بعلک . (۱)

حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے فاطمہ کیا تم راضی نہیں ہو کہ پروردگار عالم نے تمام اہل زمین پر نگاہ ڈالی تو اس میں سے دو شخصوں کو چنا ایک تمہارا باپ اور دوسرا تمہارا شوہر، اس روایت کا حاصل یہ ہے کہ سارے اہل دنیا سے افضل صرف دو آدمی ہیں۔ ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دوسرے حضرت علی علیہ السلام۔

ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

یاعلی لک سبع خصال لایحاجک فیھا احد اول المومنین باللّٰہ و اوفاھم بعھد اللّٰہ وقومھم بامر اللّٰہ وارعفھم بالرعیۃ واعلمھم بالقضیہ واعظمھم مزیۃ. (۲)

اے علی! تم میں سات ایسی خصلتیں پائی جاتی ہیں جن میں کوئی شخص تمہارا مقابلہ نہ کرے گا، تم سب سے پہلے خدا پر ایمان لائے اور سب سے زیادہ خدا کے وعدوں کے پورا کرنے والے ہو اور سب سے زیادہ رعیت پر مہربان ہو اور سب سے بہتر قضاوت کرنے والے ہو اور خدا کے نزدیک فضیلت و شرف میں سب سے بزرگ ہو۔

اسی مضمون کی ایک حدیث ابونعیم نے معاذ بن جبل سے روایت کی ہے۔

عن عکرمہ عن ابن عباس قال قال رسول اللّٰہ لعبدالرحمن بن عوف یا عبدالرحمن انکم اصحابی وعلی بن ابی طالب اخی منی وانامنہ فھو باب علمی ووصیی وھووفاطمۃ والحسنین ھم خیراھل الارض عنصراوشر فاو کر ما. (۳)

عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے، انھوں نے کہا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبدالرحمٰن بن عوف سے فرمایا: اے عبدالرحمٰن! تم لوگ میرے اصحاب ہو اور علی بن ابی طالب میرا بھائی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں وہ میرے علم کا دروازہ اور میرا وصی ہے، فاطمہ اور حسن و حسین ہی وہ لوگ ہیں جو اصل و شرف اور کرامت میں سارے اہل

---

۱. مستدرک حاکم ج ۳، ص ۱۲۹، وازلۃ الخفا، فارسی، مقصد ۲، ص ۲۶۲ وسیلۃ النجات ص ۳۲،

۲. کنز العمال ج ۶، ص ۱۵۶   ۳. مودۃ القربی مودۃ ۱۳،

زمین سے بہتر ہیں۔

اخرج النسائی عن سعید بن عبیدقال جاء رجال الی ابن عمر فسئله عن علی فقال لاتسئلنی ولکن انظرالی بیت من بیوت رسول اللّٰہ قال فانی ابغضه قال ابغضک اللّٰہ .

ملامبین صاحب نے جوترجمہ اس کا کیاہے وہ یہ ہے:

گفت سعید بن عبید آمد مردے نزدابن عمر وسوال کرداورازعلی بن ابی طالب صلواۃ اللّٰہ گفت ابن عمرسوال مکن ازمن لیکن ببین بسوے خانه هائے رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه واله وسلم .

حاجت سوال نیست هم خانگی ویک جهتی واتحادکلی انچه علی مرتضی رابا رسول خدا است ظاهر است چشم بکشادببین آن کوار ابداظهار بغض وعداوت باعلی مرتضی کردابن عمر گفت دشمن داردتر اخداکه تو هستی دشمن کسی که محبوب رسول خدا صلی اللّٰہ علیه واله وسلم بود. (۱)

سعید بن عبید نے کہا کہ ایک شخص عبداللہ بن عمر کے پاس آیا اوراس سے حضرت علی علیہ السلام کے متعلق سوال کیا، ابن عمر نے کہا کہ مجھ سے سوال نہ کرو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھروں میں سے کسی گھر کی جانب نگاہ کرو یعنی پوچھنے کی کوئی حاجت نہیں ہے ایک گھر کا رہنا سہنا اور یک جہتی اور مکمل اتحاد جو علی مرتضی کو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل ہے، آنکھ کھول کر دیکھ لو اس کو رابد "مادرزاد اندھے" نے حضرت علی علیہ السلام سے اپنی عداوت ودشمنی کا ظہار کیا تو عبداللہ بن عمر نے کہا کہ تجھ کو خدا دشمن رکھتا ہے کیونکہ تو اس شخص کا دشمن ہے جو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا محبوب ہے۔

اخرج الدارقطنی عن الشعبی قال بینماابوبکر جالس اذطلع علی فلماراه قال من سره ان ینظرالی اعظم الناس منزلة واقربهم قرابة وافضلهم حالاواعظمهم غناعن رسول اللّٰہ فلینظر الی هذاالمطلع . (۲)

دارقطنی نے الشعبی سے روایت کی ہے کہ ایک روز ابوبکر لوگوں کے درمیان بیٹھے تھے کہ علی

---

۱. وسیلۃ النجات ص ۵۷
۲. وسیلۃ النجات ص ۱۳۴

بن ابی طالب نظر آئے ابوبکر نے کہا کہ جو چاہتا ہو کہ سارے انسانوں سے زیادہ عظمت والے اور سب سے زیادہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرابت قریبہ رکھنے والے اور سب سے افضل اور سب سے زیادہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استغنار کھنے والے کو دیکھے تو اس آنے والے کو دیکھ لے۔

عن ابو وائل عن عبداللّٰہ بن عمر قال اذااعددنا اصحاب النبی قلنا ابوبکر وعمر وعثمان فقال رجل یا اباعبد الرحمن فعلی ماھوقال علی من اھل البیت لایقاس بہ احدھومع رسول اللّٰہ فی درجتہ ان اللّٰہ یقول الذین آمنوا وابتعتھم ذریتھم بایمان الحقنا ،ذریاتھم ففا طمۃ من رسول اللّٰہ فی درجتہ وعلی معھما. (۱)

یعنی ابووائل کہتے ہیں: ابن عمر نے بیان کیا کہ جب ہم لوگ اصحاب رسول کا شمار کرتے تھے تو کہتے تھے کہ ابوبکر وعمر وعثمان تو ایک شخص نے پوچھا کہ اے ابوعبدالرحمٰن، علی کیا ہیں تو انھوں نے جواب دیا کہ علی اہل بیت سے ہیں ان پر کسی دوسرے کا قیاس نہیں کیا جا سکتا ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ان کے درجہ میں ہیں خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے کہ جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان میں ان کی پیروی کی ہم ان کو ان سے ملحق کریں گے۔

پس فاطمہ زہرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ان کے درجہ میں ہیں اور علی ان دونوں کے ساتھ ہیں۔

عن احمدبن محمد بن محمد کروری بغدادی قال سمت عبداللّٰہ بن احمدبن حنبل قال سئلت الی عن التفضیل فقال ابوبکر وعمر وعثمان ثم سکت فقال این این علی بن ابی طالب قال ھو من اھل البیت لایقاس بہ ھولاء. (۲)

احمد بن محمد بن کروری، بغدادی نے بیان کیا: میں نے عبداللہ بن احمد بن حنبل سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے اپنے باپ احمد بن حنبل سے تفضیل صحابہ کے بارے میں سوال کیا

---

۱. مودة القربی مودة ۷، وینابیع مودة باب ۵۶، ص۲۰۰ عن عروہ

۲. مودة القربی مودة ۷، وینا مودة باب ۵۶، ص ۲۱۱

انھوں نے کہا: ابوبکر، عمراور عثمان یہ کہہ کر خاموش ہوگئے، میں نے کہا اباجان علی کہاں گئے انھوں نے جواب دیا علی اہلبیت سے ہیں ان لوگوں کا یعنی ابوبکر، عمراور عثمان کا ان پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

علامہ ابن ابی حدید معتزلی شرح نہج البلاغہ میں لکھتے ہیں:

ابوجعفر اسکافی سے ایک کتاب مجھ کو ملی جس میں لکھا تھا کہ بشیر بن معتمر ابوموسیٰ اور جعفر بن مبشر اور بغداد کے دوسرے علما کا مذہب یہ ہے:

افضل الناس علی بن ابیطالب ثم ابنه الحسن ثم الحسین ثم الحمزة بن عبد المطلب ثم جعفر بن ابیطالب . (۱)

سارے مسلمانوں سے افضل علی بن ابیطالب ہیں ان کے بعد ان کے بیٹے حضرت امام حسن علیہ السلام پھر امام حسین علیہ السلام پھر حمزہ پھر جعفر بن ابیطالب ہیں۔

افضلیت حضرت علی علیہ السلام کے موضوع پر خلیفہ مامون رشید کا چالس بڑے بڑے علمائے اہلسنت سے معرکۃ الآرا مناظرہ جس کو جناب مولانا سید علی حید رصاحب قبلہ طاب ثراہ نے رسالہ الکلام میں نقل فرمایا ہے مومنین کے فائدہ کے لئے مع ترجمہ کے نقل کیا جارہا ہے۔

خلیفہ مامون رشید کا مشہور مناظرہ

خاندان بنی امیہ کے بعد اسلامی حکومت بنی عباس کے ہاتھوں میں پہنچی جو ۱۳۲ھ میں شروع ہوکر ۶۵۶ھ تک پانچ سو چوبیس سال انتہائی عظمت وجلالت کے ساتھ قائم رہی اس خاندان کے چھٹے خلیفہ کا نام عبداللہ ابوالعباس تھا ملقب بہ مامون الرشید جو دوسرا فرزند تھا ہارون رشید عظمت علم وفضل، نظم حکومت وسیاست میں تمام خلفائے بنی عباس کے درمیان باشرف اور صاحب سطوت وجبروت مانا جاتا ہے۔

چنانچہ اس زمانے کے نامور مورخ وانشاء پرداز مولوی شبلی صاحب نعمانی نے نامور فرمان روایان اسلام کی سوانح عمری لکھنے کا جب ارادہ کیا تو سب سے پہلے یعنی الفاروق سے بھی پہلے اسی مامون الرشید کو منتخب کیا۔

یہ کتاب نہایت درجہ مشہور اور معروف ہوئی اور ہندوستان کی تعلیم یافتہ اسلامی جماعت نے اسے

---

۱. شرح نہج البلاغہ ج ۳، ص ۴

قبولیت کا شرف بخشا۔

اس جلیل القدر خلیفہ کا سنی ہونا تو اسی سے ظاہر ہے کہ بنی عباس کا چھٹا خلیفہ اور حضرات اہل سنت کا خلیفۃ المسلمین بلکہ امیر المومنین تھا اور مولوی شبلی صاحب ایسے شخص نے سوانح نگاری کے لئے جب اسلامی ہیروز میں جستجو کی نگاہ دوڑائی تو نظر انتخاب سب سے پہلے اسی کے نام پر جا کر پڑی رہا متعصب ہونا پس اس کے لئے علاوہ امور مذکورہ کے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی شہادت بالسم زندہ گواہ ہے۔

لیکن اس میں شک نہیں کہ فہم وفراست، ذکاوت وقوت استدلال میں اس کا بہت بڑا پایہ تھا اور فیاض مطلق سے بنی عباس میں اس کو خاص دماغ عطا ہوا تھا۔

مولوی شبلی صاحب سچ کہتے ہیں:

اسلام کو آج تیرہ سو برس سے زیادہ ہوئے اس وسیع مدت میں ایک تخت نشین بھی ایسا نہیں گزرا جو فضل وکمال کے اعتبار سے مامون کی شان یکتائی کا حریف ہو سکتا۔

افسوس ہے کہ سلطنت وحکومت کے انتساب نے اس کو خلفاء وسلاطین کے پہلو میں جگہ دی ورنہ شاعری ایام عرب ادب، فقہ، فلسفہ، کون سی بزم ہے جہاں فخر وشرف کے ساتھ اس کا استقبال نہ کیا جاتا اسی طرح اس کے نہایت کمال درست اور قدردان علوم وفنون ہونے میں بھی کوئی شک ہے اس زمانے میں ہر فن اور علم کے جو کاملین وماہرین موجود تھے ان سب کا اگر خزانہ تھا تو صرف دربار مامون رشید۔

اس کو مباحثات ومناظرات سے بھی بڑی دلچسپی تھی اور خود بھی ہر فن کے مناظرہ میں ید طولیٰ رکھتا تھا، چنانچہ کتابوں کی ورق گردانی سے اس کے متعدد مناظروں کا پتہ چلتا ہے جو اس نے مختلف اوقات میں مختلف مذاہب کے علماء سے کئے اور جن میں اس کو کامیابی حاصل ہوتی رہی۔

انھیں میں ایک وہ مناظرہ ہے جو شائع کیا جاتا ہے اس کی تصدیق وقدرومنزلت کثرت منابع جامعیت اور وسعت مطالب کے ثبوت میں مولوی شبلی صاحب کی صرف یہ عبارت کافی ہے:

مامون کا ایک مشہور مناظرہ ہے یحیٰ بن اکثم اور چالیس بڑے بڑے فقہاء اس دعویٰ کے مخالف تھے ادھر مامون تنہا سب کا طرف مقابل تھا مناظرہ کے وقت حاکمیت ومحکومیت کا پردہ اٹھا دیا گیا تھا اور ہر شخص کو گفتگو کی پوری آزادی حاصل تھی۔

صبح سے قریباً دوپہر تک دونوں فریق نے داد سخن دی مگر انصاف یہ ہے کہ میدان مامون کے ہاتھ رہا یہ پورا مناظرہ کتاب العقد الفرید میں مذکور ہے اور حق ہے کہ وہ مامون کی وسعت نظر جودت ذہن کثرت

معلومات حسن بیان اور تقریر کا ایک حیرت انگیز مرقع ہے۔(۱)

مولوی صاحب نے جس کتاب کا ذکر کیا ہے: وہ کتاب عقد الفرید ہے جو علم وادب خطبات اور واقعات تاریخیہ کا ایک بڑا مجموعہ ہے یہ کتاب ۱۳۰۵ھ میں مصر میں مطبع عامرہ شرقیہ میں چھپ چکی ہے اس کا مصنف شہاب الدین احمد المعروف بہ ابن عبد ربہ الاندسی المالکی المتوفی ۳۲۸ھ ہے۔

حجۃ الاسلام والمسلمین آیۃ اللہ العلام مولانا سید حامد حسین صاحب اعلی مقامہ نے کتاب مستطاب عبقات الانوار جلد حدیث طیر کے ص ۲۰۲، میں مامون کے اس مناظرہ کو اسی کتاب عقد الفرید سے نقل کیا ہے۔(۲)

آپ نے مصنف کے متعلق تحریر فرمایا ہے: مخفی نماند کہ ابن عبد ربہ از اکابر علمائے سنیہ و اماثل فضلائے امویہ واجلہ مشاہیر واعاظم نحاریراست بعدازان متعدد اقوال علمائے اہل سنت سے ابن عبد ربہ کا عالم جلیل القدر ہونا ثابت کیا ہے۔

چنانچہ ابونصر علی بن ماکولا نے لکھا ہے۔

احمدبن محمد بن عبدربه ابن حبیب بن حذیربن سالم مولی هشام بن عبدالملک بن مروان ابو عمراند لسی مشهوربالعلم والادب والشعر وهوصاحب کتاب العقدفی الاخباروشعره کثیرجداوهو مجید .(۳)

علامہ ابن خلکان نے اپنی تاریخ وفیات الاعیان میں لکھا ہے:

ابو عمراحمدبن محمدبن عبدربه ابن حبیب بن حذیربن سالم القرطبی مو لی هشام بن عبدالرحمن بن معاویه بن هشام بن عبدالملک بن مروان بن الحکم الامری کان من العلماء المکثرین من المحفوظات والاطلاع علی اخبار الناس وصنف کتاب العقدمن الکتب وهوالممتعة حویٰ من کلشی .(۴)

علامہ ذہبی نے کتاب العبر میں لکھا ہے:

---

۱. المامون''ص ۱۹۹؛ کتاب العقد الفرید شہاب الدین احمد المعروف بہ ابن عبد ربہ م: ۳۲۸ھ، مطبوعہ عامرہ شرقیہ، مصر
۲. عبقات الانوار جلد حدیث طیر ص ۲۰۲، مولانا سید حامد حسین
۳. کتاب الاکمال، ابونصر علی بن ماکولا
۴. وفیات الاعیان مطبوعہ مصر جلد اول ص ۳۲، علامہ ابن خلکان

و فیھا ابو عمر احمد بن محمد بن عبد ربہ الاموی مولھم الاندلسی الاخباری العلامة مصنف العقد ولہ اثنتان وثمانون سنة وشعرہ فی الذرورة العلیا سمع نقی بن مخلد ومحمد بن وضاح .. (۱)

ابوالفدا نے اپنی تاریخ المختصر فی اخبار البشر میں لکھا ہے:

و فیھاتوفی ابو عمر احمد بن عبد ربہ بن حبیب القرطبی مولی ھشام بن عبد الرحمن الداخل الی الاندلس الاموی و کان من العلماء المکثرین من المحفوظات وصنف کتاب العقد وھومن الکتب النفسیة و مولدہ فی سنة ست واربعین وماتین. (۲)

ابن الوروی نے تتمۃ المختصر فی اخبار البشر میں لکھا ہے:

وفیھاتوفی ابوعمراحمد بن عبد ربہ بن حبیب القرطبی مولی ھشام بن عبد الرحمن الداخل الی الاندلسمن العلماء المکثرین وکتابہ العقد من الکتب النفسیة ومولدہ سنة ستة واربعین وماتین ...(۳)

علامہ عبداللہ بن اسعد یافعی نے اپنی کتاب مراۃ الجنان میں لکھا ہے:

وفیھا احمد بن محمد بن عبدر بہ القرطبی صاحب العقد الاموی مولاھم کانہ من العلما المکثرین من المحفوظات والاطلاع علی اخبار الناس حوی کتابہ من کل شی. (۴)

علامہ جلال الدین سیوطی نے بغیۃ الوعاۃ میں لکھا ہے:

احمد بن محمد بن عبد ربہ بن حبیب حذیر بن سالم مولی ھشام بن عبد الرحمن بن معاویة ابو عمر القرطبی قال ابن الفرضی عالم الاندلس بالاخبار والاشعار وادیھا و شاعرھا کتب الناس تصنیفہ و شعرہ.. (۵)

علامہ ازنیقی نے کتاب مدینۃ العلم میں لکھا ہے:

---

۱. کتاب العبر، علامہ ذہبی، ''واقعات ۳۲۸ ھ''
۲. تاریخ المختصر فی اخبار البشر مطبوعہ مصر واقعات ۳۳۸ھ
۳. تتمۃ المختصر فی اخبار البشر واقعات ۳۲۸ھ، علامہ عمر بن مظفر عمر المعروف بہ ابن الوروی
۴. مراۃ الجنان واقعات ۳۲۰ھ، علامہ عبداللہ بن اسعد یافعی ۵. بغیۃ الوعاۃ، علامہ جلال الدین سیوطی

العقد لابن عبد ربه احمد بن محمد بن عبد ربه مولی هشام بن عبد الرحمن بن معاویه بن هشام بن عبد الملک بن مروان بن الحکم الاموی کان من العلماء المکثرین من المحفوظات والاطلاع علی اخبار الناس وصنف کتاب العقدمن الکتب وهوالممتعة حوی من کل شی .(۱)

ان کل عبارتوں کا مطلب ایک ہی ہے کہ ابن عبدربہ، ہشام بن عبدالرحمٰن بن معاویہ خلیفہ بنی امیہ کا جواندلس میں جاکر خلیفہ ہوااس کے غلام سالم کا پوتا تھااوران علماء اہل سنت میں سے ہے جونہایت وسیع معلومات اوراخباروحالات کے واقف گذرے ہیں یہ سلطنت اندلس میں اخبار اوراشعار کا بڑاعالم وادیب تھااورشاعرتھا۔

لوگوں نے اس کی تصنیفات اوراشعار کی نقلیں حاصل کیں۔اسی کی تصنیفات سے عقدالفرید ہے جس کا شمارنہایت نفع بخش اوراعلیٰ درجہ کی کتابوں میں ہےاورجس میں ہرعلم وفن کی معلومات جمع ہے۔

جناب علامہ اعلی اللہ مقامہ بعدنقل عبارات مذکورہ تحریرفرماتے ہیں۔

وبالا تر از همه آنست که ابو العباس احمد بن محمد المقری که جلالت و نبالت وریاست و امامت و حذاقت او مشهور وفضائل بهینه ومحامدسینه اور ا زریحانة الالیاء شیخ احمدبن محمد بن عمر قاضی القضاة الملقب به شهاب الدین الخفاجی وخلاصة الاثرمحمد بن فضل الله محب الله المحبی واضح است درنفح الطیب عن غصن الاندلس الر طیب گفته

وقال یعنی لسان الدین فی ترجمه الفقیه العالم ابی عمر بن عبدربه عالم سالم سادبالعلم وراس واقتبس به من الخطوة ایمااقتباس وشهربالاندلس حتی سارالی المشرق ذکره واستطار لشررالذکاء فکره وکانت له عنایة بالعلم وثقة وروایة له متسقة واماالادب فهوکان ،حجة وبه غمرت الافهام لحبة مع صیانةوورع وروومائهافکرع وله التالیف المشهورالذی سماه بالعقدوحماه عن عثرات النقدلانه ابرزه

---

۱. مدینۃ العلم، علامہ ازیقی

مثقف القناة مرهف الشباة تقصر عنه ثواب الالباب ويبصر السحر منه في باب وله شعرا تنهىٰ منتها ہ وتجاوز سماک الاحسان وسماه.

ابن عبدربہ کی توثیق من کل مذکورہ بالا عبارتوں سے بڑھ کر ابوالعباس احمد بن مقری کی عبارت ہے نفح الطیب میں لکھا ہے:

فقیہ عالم ابوعمر ابن عبدربہ ایسا عالم تھا جس نے بسبب علم کے لوگوں کی سرداری حاصل کرلی تھی اور دولت علم میں بہت بڑے حصہ کا مالک ہوگیا تھا اندلس میں اس کی اتنی شہرت ہوئی کہ ممالک شرقیہ تک اس کا ذکر پہنچا اور اس کی ذکاوت اس حد تک تھی کہ اس کی قوت فکر یہ بے انتہا بلند پرواز کرتی اور اس کے علم پر لوگوں کو کامل اعتماد تھا اسی طرح اسی کی روایات نہایت مستند ہوتی تھیں۔

علم وادب کا وہ بڑا ماہر تھا باوجود اس کے ورع وتقوی اور صدق وصفا سے بھی آراستہ تھا اس کی مشہور کتاب عقدارالفرید ہر قسم کی لغزش اور غلطی سے محفوظ ہے کیونکہ اس کی تصنیف میں نہایت اہتمام کیا تھا۔

پس جس شخص کے یہ حالات ہوں کہ علم وفضل میں ایسا رفیع درجہ رکھتا ہو اور تعصب کی حیثیت سے خاندان بنی امیہ میں داخل ہو اس کا حضرت امیرالمومنین کے فضائل میں کسی واقعہ کا لکھنا کس قدر ان فضال کے وزن کو بڑھا دیتا ہے

بہر حال وہ مناظرہ حسب ذیل ہے:

احتجاج المامون علی الفقہا فی فضل علی

اسحاق بن ابراهيم بن اسماعيل بن حماد بن زيد قال: بعث الى يحيى بن اكثم والى عدة من اصحابى، وهو يومئذ قاضي القضاة، فقال: ان امير المومنين امرني ان احضر معى غدا مع الفجر اربعين رجلا كلهم فقيه يفقه ما يقال له ويحسن الجواب، فسموا من تظنونه يصلح لما يطلب امير المومنين فسمينا له عِدة، وذكر هو عِدة، حتى تم العدد الذى اراد، وكتب تسمية القوم، وامر بالبكور فى السحر، وبعث الى من لم يحضر فامره بذلك. فغدونا عليه قبل طلوع الفجر، فوجدناه قد لبس ثيابه وهو جالس ينتظرنا، فركب وركبنا معه، حتى صرنا الى

الباب، فاذا بخادم واقف .فلما نظر الينا قال: يا ابا محمد، امير المومنين ينتظرك، فادخلنا فامرنا بالصلاة، فاخذنا فيها، فلم نستتمها حتى خرج الرسول فقال: ادخلوا، فدخلنا .فاذا امير المومنين جالس على فراشه وعليه سواده وطيلسانه والطويلة وعمامته .

فوقفنا وسلمنا، فرد السلام، وامرنا بالجلوس .فلما استقر بنا المجلس تحدر عن فراشه ونزع عمامته وطيلسانه ووضع قلنسوته، ثم اقبل علينا فقال: انما فعلت ما رايتم لتفعلوا مثل ذلك، واما الخف فما مِن خلعه علة، من قد عرفها منكم فقد عرفها، ومن لم يعرِفها فساعرفه بها، ومد رجله .ثم قال انزعوا قلانسكم وخفافكم وطيالسكم .قال: فامسكنا. فقال لنا يحيى: انتهوا الى ما امركم به امير المومنين .فتعجبنا فنزعنا اخفافنا وطيالسنا وقلانسنا ورجعنا .فلما استقر بنا المجلس قال: انما بعثت اليكم معشر القوم فى المناظرة، فمن كان به شى من الاخبثين لم ينتفع بنفسه، لم يفقه ما يقول: فمن اراد منكم الخلا فهناك، واشار بيده، فدعونا له .ثم القى مسالة من الفقه، فقال: يا ابا محمد، قل وليقل القوم من بعدك .فاجابه يحيى، ثم الذى يلى يحيى، ثم الذى يليه، حتى اجاب اخرنا فى العلة وعلة العلة، وهو مطرق لا يتكلم .حتى اذا انقطع الكلام التفت الى يحيى فقال: يا ابا محمد، اصبت الجواب وتركت الصواب فى العِلة .ثم لم يزل يرد على كل واحد منا مقالته ويخطء بعضنا ويصوب بعضنا حتى اتى على اخرنا .

ثم قال: انى لم ابعث فيكم لهذا، ولكننى احببت ان انبئكم ان امير المومنين اراد مناظرتكم فى مذهبه الذى هو عليه، ودينه الذى يدين الله به .قلنا: فليفعل امير المومنين وفقه الله .فقال: ان امير المومنين يدين الله على ان على بن ابى طالب خير خلق الله بعد رسوله صلى الله عليه وسلم، واولى الناس بالخلافة .قال اسحاق: قلت: يا امير المومنين ان فينا من لا يعرف ما ذكر امير المومنين فى على، وقد دعانا امير المومنين للمناظرة .فقال: يا اسحاق، اختر ان شئت ان اسالك وان شئت ان تسال .قال اسحاق: فاغتنمتها منه، فقلت: بل اسالك يا امير

المومنين .قال: سل .قلت: من اين قال امير المومنين ان على بن ابى طالب افضل الناس بعد رسول الله واحقهم بالخلافة بعده؟ قال: يا اسحاق، خبرنى عن الناس بم يتفاضلون حتى يقال فلان افضل من فلان؟ قلت: بالاعمال الصالحة .قال: صدقت .قال: فاخبرنى عمن فضل صاحبه على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم، ثم ان المفضول عمل بعد وفاة رسول الله بافضل من عمل الفاضل على عهد رسول الله، اى لحق به؟ قال: فاطرقت: فقال لى: يا اسحاق، لا تقل نعم، فانك ان قلت نعم اوجدتك فى دهرنا هذا من هو اكثر منه جهادا وحجا وصياما وصلاة وصدقة .قلت: اجل يا امير المومنين، لا يلحق المفضول على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم الفاضل ابدا .

قال: يا اسحاق: فانظر ما رواه لك اصحابك ومن اخذت عنهم دينك وجعلتهم قدوتك من فضائل على ابن ابى طالب .فقِس عليها ما اتوك به من فضائل ابى بكر، فان رايت فضائل ابى بكر تشاكل فضائل على فقل انه افضل منه، لا والله، ولكن فقِس الى فضائله ما روى لك من فضائل ابى بكر وعمر، فان وجدت لهما من الفضائل ما لعلى وحده فقل انهما افضل منه .لا والله، ولكن قِس الى فضائله فضائل ابى بكر وعمر وعثمان، فان وجدتها مثل فضائل على فقل انهم افضل منه، لا والله، ولكن قِس الى فضائله فضائل العشرة الذين شهد لهم رسول الله صلى الله عليه وسلم بالجنة، فان وجدتها تشاكل فضائله فقل انهم افضل منه .ثم قال: يا اسحاق، اى
الاعمال كانت افضل يوم بعث الله رسوله؟ قلت: الاخلاص بالشهادة .
كانت افضل يوم بعث الله رسوله؟ قلت: الاخلاص بالشهادة.

قال: اليس السبق الى الاسلام؟ قلت: نعم .قال: اقرا ذلك فى كتاب الله تعالى يقول: "والسابقون السابقون اولئك المقربون "انما عنى من سبق الى الاسلام، فهل علمت احدا سبق عليا الى الاسلام؟ قلت: يا امير المومنين، ان عليا اسلم وهو حديث السن لا يجوز عليه الحكم، وابو بكر اسلم وهو مستكمل يجوز عليه الحكم .قال: اخبرنى ايهما

اسلم قبل؟ ثم اناظرک من بعده فی الحداثة و الكمال .قلت: علی اسلم قبل ابی بكر علی هذه الشريطة .فقال: نعم، فاخبرنی عن اسلام علی حين اسلم لا يخلو من ان يكون رسول الله صلی الله عليه وسلم دعاه الی الاسلام او يكون الهاما من الله ؟ قال: فاطرقت .فقال لی: يا اسحاق، لا تقل الهاما فتقدمه علی رسول الله صلی الله عليه وسلم، لان رسول الله صلی الله عليه وسلم لم يعرف الاسلام حتی اتاه جبريل عن الله تعالی .قلت: اجل، بل دعاه رسول الله صلی الله عليه وسلم الی الاسلام .قال: يا اسحاق، فهل يخلو رسول الله صلی الله عليه وسلم حين دعاه الی الاسلام من ان يكون دعاه بامر الله او تكلف ذلک من نفسه؟ قال: فاطرقت: فقال: يا اسحاق، لا تنسب رسول الله الی التكلف، فان الله يقول: "وما انا من المتكلفِين ."قلت: اجل يا امير المومنين، بل دعاه بامر الله .قال: فهل من صِفة الجبار جل ذكره ان يكلِف رسله دعا من لا يجوز عليه حكم؟ قلت اعوذ بالله !فقال: افتراه فی قياس قولک يا اسحاق ان عليا اسلم صبيا لا يجوز عليه الحكم، وقد كلِف رسول الله صلی الله عليه وسلم دعا الصِبيان الی ما لا يطيقونه، فهو يدعوهم الساعة ويرتدون بعد ساعة، فلا يجب عليهم فی ارتدادهم شی، ولا يجوز عليهم حكم الرسول صلی الله عليه وسلم اتری هذا جائزا عندک ان تنسبه الی الله عز وجل؟ قلت اعوذ بالله .قال: يا اسحاق، فاراک انما قصدت لفضيلة فضل بها رسول الله صلی الله عليه وسلم عليا علی هذا الخلق ابانه بها منهم ليعرف مكانه وفضله ولو كان الله تبارک وتعالی امره بدعا الصبيان لدعاهم كما دعا عليا؟

قلت: بلی .قال: فهل بلغک ان الرسول صلی الله عليه وسلم دعا احدا من الصبيان من اهله وقرابته، لئلا تقول ان عليا ابن عمه؟ قلت: لا اعلم، ولا ادری فعل او لم يفعل .قال يا اسحاق، رايت ما لم تدره ولم تعلمه هل تسال عنه؟ قلت: لا .قال: فدع ما قد وضعه الله عنا وعنک. ثم قال: ای الاعمال كانت افضل بعد السبق الی الاسلام؟ قلت: الجهاد

فی سبیل اللّٰہ .قالت صدقت، فھل تجد لاحد من اصحاب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ما تجد لعلی فی الجھاد؟ قلت: فی ای وقت؟ قال؟ فی ای الاوقات شئت؟ قلت: بدر .قال: لا ارید غیرھا، فھل تجد لاحد الا دون ما تجد لعلی یوم بدر، اخبرنی کم قتلی بدر؟ قلت: نیف وستون رجلا من المشرکین .قال: فکم قتل علی وحدہ؟

قلت: لا ادری .قال: ثلاثۃ وعشرین او اثنین وعشرین، والاربعون لسائر الناس .قلت: یا امیر المومنین، کان ابو بکر مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی عریشہ، قال: یصنع ماذا؟ قلت: یدبِر .قال: ویحک !یدبر دون رسول اللّٰہ او معہ شرِیکا ام افتقارا من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الی رایہ؟

ای الثلاث احب الیک؟ قلت: اعوذ باللّٰہ ان یدبِر ابو بکر دون رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، او ان یکون معہ شریکا، او ان یکون برسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم افتقار الی رایہ .قال: فما الفضیلۃ بالعریش اذ کان الامر کذلک؟ الیس من ضرب بسیفہ بین یدی رسول اللّٰہ افضل ممن ھو جالس؟ قلت: یا امیر المومنین، کل الجیش کان مجاھدا. قال صدقت، کل مجاھد، ولکن الضارب بالسیف المحامی عنِ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وعن الجالس افضل من الجالس، اما قرات فی کتاب اللّٰہ : "لا یستوی القاعِدون من المومِنین غیر اولی الضرر والمجاھدون فی سبیل اللّٰہ باموالِھم وانفسِھم فضل اللّٰہ المجاھدین باموالھم وبانفسھم علی القاعِدین درجۃ وکلا وعداللّٰہ الحسنی .وفضل اللّٰہ المجاھدین علی القاعدین اجرا عظیما ."

قلت: وکان ابو بکر وعمر مجاھدین .قال: فھل کان لابی بکر وعمر فضل علی من لم یشھد ذلک المشھد؟ قلت: نعم .قال: فکذلک سبق الباذل نفسہ فضل ابی بکر وعمر .قلت: اجل .قال: یا اسحاق، ھل تقرا القران؟ قلت: نعم .قال: اقرا علی: "ھل اتی علی الانسانِ حِین مِن الدھرِ لم یکن شیئا مذکورا ."فقرات منھا حتی بلغت: "یشربون من کاس کان مِزاجھا کافورا "الی قولہ: "ویطعِمون الطعام

عـلـى حبه مِسكينا ويتيما واسِيرا . "قـال: عـلـى رِسلـك، فيمن انزلت هـذه الايـات؟قـلـت: فى علـى .قـال: فهـل بلغـك ان عـليـا حين اطعم الـمسكين واليتيم والاسير قال: انما نطعِمك لوجه الله ؟ قلت: اجل . قـال: وهـل سـمـعت الله وصف فى كتابه احدا بمثل ما وصف به عليا؟ قلت: لا .قـال: صـدقـت؟ لان الله جل ثناوه عرف سيرته .يا اسحاق، الست تشهد ان العشرة في الجنة؟ قلت: بلى يا امير المومنين .قال: ارايت لـو ان رجـلا قال: والله ما ادرى هذا الحديث صحيح ام لا؟ ولا ادرى ان كـان رسـول الله قاله ام لم يقله، اكان عندك كافرا؟ قلت: اعوذ بالله .قـال: ارايت لو انه قال: ما ادرى هذه السوِرة من كتاب الله ام لا، اكـان كـافرا؟ قلت: نعم .قـال: يـا اسـحـاق، ارى بينهما فرقا .يا اسحاق، اتروى الحديث؟ قلت: نعمِ .قال؟ فهل تعرف حديث الطير؟ قلت: نعم .قال: فحدثنى به .قال: حدثته الحديث .فقال: يا اسحاق، انى كنت اكلمك وانا اظنك غير معاند للحقِ، فاما الان فقد بان لى عنادك، انك توفق ان هذا الحديث صحيح؟

قـلـت: نعم، رواهِ من لا يمكننى رده .قـال: افـرايت ان من ايقن ان هذا الحديث صحيح، ثم زعم ان احدا

افـضل من على، لا يخلو من احدى ثلاثة: مِن ان تكون دعوة رسول الله صـلى الله عليه وسلم عنده مردودة عليه؟ او ان يقول: ان الله عز وجل عـرف الفاضل من خلقه وكان المفضول احب اليه، او ان يقول: ان الله عـز وجـل لم يعرف الفاضل من المفضول .فاى الثلاثة احب اليـك ان تقول؟

فـاطرقت .ثـم قـال: يـا اسحاق، لا تقل منها شيئا، فانـك ان قـلـت منها شيـئـا استتبتـك، وان كـان لـلـحديث عندك تـاويـل غير هذه الثلاثة الاوجه فقله .قـلت لا اعلم، وان لابى بكر فضلا .قال: اجل، لولا ان له فـضـلا لـما قيل ان عليا افضل منه، فما فضله الذى قصدت اليه الساعة؟ قلت: قول الله عزِ وجل: "ثـانى اثنين اذ هما فى الغار اذ يقول لصاحبِه لا تـحزن ان الله معنا "، فنسبه الى صحبته .قـال: يا اسحاق، اما انى لا

احملک علی الوعر من طریقک، انی وجدت اللّٰہ تعالی نسب الی صحبة من رضیه ورضی عنه کافرا، وهو قوله: "فقال له صاحبه وهو یحاوِره اکفرت بالذی خلقک مِن تراب ثم من نطفة ثم سواک رجلا. لکن هو اللّٰہ ربی ولا اشرک بربِی احدا .قلت: ان ذلک صاحب کان کافرا، وابو بکر مومن قال: فاذا جاز ان ینسب الی صحبة نبیه مومنا، ولیس بافضل المومنین ولا الثانی ولا الثالث، قلت: یا امیر المومنین، ان قدر الایة عظیم، ان اللّٰہ یقول: "ثانی اثنین اذ هما فی الغار اذ یقول لصاحبه لا تحزن، ان اللّٰہ معنا . قال: یا اسحاق، تابی الان الا ان اخرجک الی الاستقصاِ علیک، اخبرنی عن حزن ابی بکر، اکان رِضی ام سخطا؟

قلت: ان ابا بکر انما حزن من اجل رسول اللّٰہ خوفا علیه، وغما ان یصل الی رسول اللّٰہ شی من المکروه .قال: لیس هذا جوابی، انما کان جوابی ان تقول: رضی ام سخط؟

قلت: بل رضی لله .قال: فکان اللّٰہ جل ذکره بعث الینا رسولا ینهی عن رضی اللّٰہ عز وجل وعن طاعته .قلت: اعوذ باللّٰہ .قال: اولیس قد زعمت ان حزن ابی بکر رضی لله؟ قلت: بلی .قال اولم تجد ان القران یشهد ان رسول اللّٰہ قال له: "لا تحزن "نهیا له عن الحزن .قلت: اعوذ باللّٰہ .قال: یا اسحاق، ان مذهبی الرفق بک لعل اللّٰہ یردک الی الحق ویعدِل بک عن الباطل لکثرة ما تستعیذ به .وحدِثنی عن قول اللّٰہ : "فانزل اللّٰہ سکینته علیه "ومن عنی بذلک: رسول اللّٰہ ام ابابکر؟ قلت: بل رسول الله .قال: صدقت .قال: فحدِثنی عن قو ل اللّٰہ عزِ وجل: "ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم "الی قوله: "ثم انزل اللّٰہ سکینته علی رسولِه وعلی المومنین"

اتعلم من المومنین الذین اراداللّٰہ فی هذا الموضع؟ قلت: لا ادری یا امیر المومنین .قال: الناس جمیعا انهزموا یوم حنین، فلم یبق مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم الا سبعة نفر من بنی هاشم: علی یضرب بسیفه بین یدی رسول اللّٰہ، والعباس اخذ بلِجام بغلة رسول اللّٰہ ،

والخمسة محدقون به خوفا من ان يناله لمن جراح القوم شی، حتی اعطی الله لرسوله الظفر، فالمومنون فی هذا الموضع علی خاصة، ثم من حضره من بنی هاشم. علم من المومنين الذين ارادالله فی هذا الموضع؟

قلت: لا ادری يا امير المومنين. قال: الناس جميعا انهزموا يوم حنين، فلم يبق مع رسول الله صلی الله عليه وسلم الا سبعة نفر من بنی هاشم: علی يضرب بسيفه بين يدی رسول الله، والعباس اخذ بِلجام بغلة رسول الله، والخمسة محدقون به خوفا من ان يناله لمن جراح القوم شی، حتی اعطی الله لرسوله الظفر، فالمومنون فی هذا الموضع علی خاصة، ثم من حضره من بنی هاشم.

قال: فمن افضل: من كان مع رسول الله صلی الله عليه وسلم فی ذلک الوقت، ام من انهزم عنه ولم يره الله موضعا لينزلها عليه؟ قلت: بل من انزلت عليه السكينة؟ قال: يا اسحاق، من افضل: من كان معه فی الغار او من نام علی فِراشه ووقاه بنفسه، حتی تم لرسول الله صلی الله عليه وسلم ما اراد من الهجرة؟

ان الله تبارک وتعالیٰ امر رسوله ان يامر عليا بالنوم علی فِراشه وان يقی رسول الله صلی الله عليه وسلم بنفسه، فامره رسول لله بذلک. فبکی علی رضی الله عنه. فقال له رسول الله صلی الله عليه وسلم: ما يبكيک يا علی اجزعا من الموت؟ قال: لا، والذی بعثک بالحق يا رسول الله، ولكن خوفا عليک، افتسلم يا رسول الله قال: نعم. قال: سمعا وطاعة وطيبة نفسی بالفدا لک يا رسول الله. ثم اتی مضجعه واضطجع، وتسجیٰ بثوبه. وجا المشركون من قريش فخفوا به، لا يشكون انه رسول الله صلی الله عليه وسلم، وقد اجمعوا ان يضربه من كل بطن من بطون قريش رجل ضربة بالسيف لئلا يطلب الهاشميون من البطون بطنا بدمه، وعلی يسمع ما القوم فيه مِن تلف نفسه، ولم يدعه ذلک الی الجزع، كما جزع صاحبه فی الغار، ولم يزل علی صابرا محتسبا. فبعث الله ملائكته فمنعته من مشركی قريش

حتى اصبح فلما اصبحِ قام، فنظر القوم اليه فقالوا: اين محمد؟ قال: وما عِلمى بمحمد اين هو؟

قالوا: فلا نراک الا كنت مغررِا بنفسک منذ ليلتنا فلم يزل على افضل ما بدا به يزيد ولا ينقص حتى قبضه اللّٰه اليه .يا اسحاق، هل تروى حديث الولاية؟ قلت: نعم يا امير المومنين .قال: اروِه .ففعلت. قال: يا اسحاق، ارايت هذا الحديث، هل اوجب على ابى بكر وعمر ما لم يوجب لهما عليه؟ قلت: ان الناس ذكروا ان الحديث انما كان بسبب زيد بن حارثة لشى جرى بينه وبين على، وانكر ولا على، فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم:

من كنت مولاه فعلى مولاه،اللّٰه م وال من ولاه، وعاد من عاداه .وفى اى موضع قال هذا؟ اليس بعد منصرفه من حِجة الوداع؟ قلت: اجل .قال: فان قتل زيد بن حارثة قبل الغدير كيف رضيت لنفسک بهذا؟ اخبرنى لو رايت ابنا لک قد اتت عليه خمس عشرة سنة يقول: مولاى مولى ابن عمى ايها الناس، فاعلموا ذلک اكنت منكرا عليه تعريفه الناس ما لا ينكرون ولا يجهلون؟فقلت:اللّٰه م نعم .قال: يا اسحاق، افتنزه ابنک عما لا تنزه عنه رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، ويحكم؟

لا تجعلوا فقهاكم اربابكم ان اللّٰه جل ذكره قال فى كتابه:"اتخذوا احبارهم ورهبانهم اربابا من دونِ اللّٰه "ولم يصلوا لهم ولا صاموا ولا زعموا انهم ارباب، ولكن امروهم فاطاعوا امرهم .يا اسحاق، اتروى حديث: "انت منى بمنزلة هارون من موسى "؟ قلت: نعم يا امير المومنين، قد سمعته وسمعت من صححه وجحده .

قال: فمن اوثق عندک :من سمعت منه فصححه، او من جحده؟

قلت: من صححه .

قال: فهل يمكن ان يكون الرسول صلى اللّٰه عليه وسلم مزح بهذا القول؟ قلت: اعوذ باللّٰه .

قال: فقال قولا لا معنى له، فلا يوقف عليه؟ قلت: اعوذ باللّٰه .

قال: افما تعلم ان هارون كان اخا موسى لابيه وامه؟ قلت: بلى .

قال: فعلى اخو رسول اللّٰه لابيه وامه؟ قلت: لا .
قال: اوليس هارون كان نبيا وعلى غير نبى؟
قلت: بلى .قال: فهذان الحالان معدومان فى على وقد كانا فى هارون، فما معنى قوله: "انت منى بمنزلة هارون من موسى ؟ قلت له: انما اراد ان يطيب بذلك نفس على لما قال المنافقون انه خلفه استثقالا له .
قال: فاراد ان يطيب نفسه بقول لا معنى له؟
قال: فاطرقت .قال: يا اسحاق، له معنى فى كتاب اللّٰه بين .قلت: وما هو يا امير المومنين؟ قال: قوله عز وجل حكاية عن موسى انه قال لاخيه هارون: "اخلفنى فى قومى واصلِح ولا تتبع سبيل المفسدين . قلت: يا امير المومنين، ان موسى خلف هارون فى قومه وهو حى، ومضى الى ربه، وان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم خلف عليا كذلك حين خرج الى غزاته .قال: كلا ليس كما قلت .اخبِرنى عن موسى حين خلف هارون، هل كان معه حين ذهب الى ربه احد من اصحابه او احد من بنى اسرائيل؟قلت: لا .قال: او ليس استخلفه على جماعتهم؟
قلت: نعم .قال: فاخبرنى عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم حين خرج الى غزاته، هل خلف الا الضعفا والنسا والصبيان؟ فانى يكون مثل ذلك؟ وله عندى تاويلِ اخر من كتاب اللّٰه يدل على استخلافه اياه لا يقدر احد ان يحتج فيه، ولا اعلم احدا احتج به، وارجو ان يكون توفيقا من اللّٰه .قلت: وما هو يا امير المومنين؟
قال: قوله عز وجل حين حكى عن موسى قوله: "واجعلِ لى وزيرا منِ اهلى هارون اخى اشدد به ازرِى واشركه فى امرى كى نسبحك كثيرا ونذكرك كثيرا انك كنت بنا بصيرا : "فانت منى يا على بمنزلة هارون من موسى، وزيرى منِ اهلى، واخى اشد به ازرى، واشركه فى امرى، كى نسبح اللّٰه كثيرا، ونذكره كثيرا،
فهل يقدر احد ان يدخل فى هذا شيئا غير هذا؟
ولم يكن ليبطل قول النبى صلى اللّٰه عليه وسلم وان يكون لا معنى له.
قال: فطال المجلس وارتفع النهار .فقال يحيى ابن اكثم القاضى: يا

امیر المومنین، قد اوضحت الحق لمن ارادالله به بالخیر، واثبت ما لا یقدر احد ان یدفعه .قال اسحاق: فاقبل علینا وقال: ما تقولون؟ فقلنا: کلنا نقول بقول امیر المومنین اعزه الله .فقال: والله لولا ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال:" اقبلوا القول من الناس" ما کنت لاقبل منکم القول .اللّٰهم قد نصحت لهم القول،اللّٰه م انی قد اخرجت الامر من عنقِی،اللّٰه م انی ادینک بالتقرب الیک بحب علی وولایته. (۱)

فضلیت امیر المومنین میں فقہا سے مامون کا مناظرہ

عالم جلیل اہل سنت اسحاق ابن ابراہیم بیان کرتا ہے کہ سلطنت مامون الرشید کے قاضی القضاۃ یحیٰ بن اکثم نے میرے چند دوستوں کے پاس کہلا بھیجا کہ خلیفہ مامون الرشید نے مجھے حکم دیا کہ کل علی الصباح اپنے ہمراہ ایسے چالیس جلیل القدر اور متبحر علما فقہ کو لے کر اس کے درمیان میں حاضر ہوں جو پختہ عقل وفہم کے ہوں اور ان سے جو سوال کیا جائے اس کو سمجھ کر معقول جواب دیں۔

پس تم لوگ ان علما کے نام پیش کرو جو تمہارے خیال میں خلیفہ مامون الرشید کی خواہش کے مطابق ہوں یحیٰ کے حکم کی تعمیل میں ہم لوگوں نے چند علما کے نام پیش کئے اور کچھ لوگوں کا خود یحیٰ نے انتخاب کیا۔

جب چالیس کی تعداد پوری ہوگئی تو یحیٰ نے علما کا نام لکھ کر حکم دیا کہ کل صبح سویرے آپ حضرات میرے یہاں تشریف لائیں۔

چنانچہ دوسرے روز قبل طلوع صبح ہم لوگ یحیٰ کے یہاں پہنچے تو دیکھا کہ وہ درباری لباس پہن کر ہم لوگوں کا انتظار کر رہا تھا، پس ہم لوگ سوار ہو کر مامون الرشید کے دروازے پر پہنچے جہاں ایک دربان کھڑا تھا اس نے ہم لوگوں کو دیکھ کر کہا ابو محمد (یحیٰ) خلیفہ دیر سے آپ کے انتظار میں ہیں۔

بعد از آن ہم لوگوں کو مکان میں لے گیا اور کہا کہ آپ حضرات نماز سے فراغت حاصل کر لیجئے، پس ہم لوگ نماز میں مشغول ہوئے ابھی نماز تمام نہیں کرنے پائے تھے، کہ

---

۱. کتاب عقد الفرید مطبوعہ مصر ج ۳، ص ۴۳

خلیفہ کا آدمی پہنچا اور کہا کہ کمرہ میں آپ حضرات تشریف لے چلیں، جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ خلیفہ مامون الرشید شاہی لباس میں دوشالہ اوڑھے پٹکہ اور عمامہ باندھے اپنی مسند پر جلوہ افروز ہے۔

ہم لوگوں نے وہاں پہنچ کر کھڑے ہو کر سلام کیا جس کا جواب دے کر اس نے بیٹھنے کو کہا اور جب ہم سب مطمئن ہو کر بیٹھ چکے تو اپنی مسند سے اترا اور اپنے عمامہ اور دوشالہ کو اتار کر معمولی ٹوپی پہن کر پھر ہم سب کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا۔

میں نے ان چیزوں کو اس لئے اتارا ہے کہ آپ حضرات بھی اپنے بدن سے ان پر تکلف کپڑوں کو اتار دیں، ہاں میں نے موزہ نہیں اتارا، کیونکہ اس کی وجہ کو آپ حضرات جانتے ہیں اور جس کو نہ معلوم ہوا سے میں ابھی بتادوں گا۔

بعدازآں مامون نے اپنے پیروں کو پھیلا دیا یعنی بے تکلف ہو کر بیٹھا اور کہا آپ حضرات بھی اپنی ٹوپی موزے اور دوشالے اتار کر رکھ دیں اور بے تکلف ہو کر بیٹھیں۔

لیکن اس میں ہم لوگوں نے تکلف کیا تو یحیٰ نے کہا: آپ حضرات کو سرکار جو حکم دیتے ہیں اس کے بجالانے میں آپ لوگ کچھ بھی پیش و پس نہ کریں، تب ہم سب نے کنارے جا کر اپنے موزے ٹوپیا اور دوشالے اتا دئے اور مامون کی خدمت میں آ کر بیٹھ گئے، جب ہم سب مطمئن ہو گئے۔

تو مامون نے کہا: میں نے آپ حضرات کو ایک مناظرہ کے لئے زحمت دی ہے لیکن جس کو رفع حاجت کی ضرورت ہوگی نہ تو اس مناظرہ میں اس کا دل لگے گا نہ خود کوئی نفع اٹھا سکے گا اور نہ سمجھ بوجھ کر وہ کوئی بات کہے گا۔

پس جن حضرات کو بیت الخلا جانے کی حاجت ہو وہ فلاں جگہ جا کر فراغت کر لیں۔

جب ہم لوگ اس فرمائش کی بھی تکمیل کر چکے تو فقہ کا ایک مسئلہ پیش کر کے کہا کہ ابو محمد (یحیٰ) آپ اس مسئلہ کا جواب دیں اور پھر نمبر وار وہ علما جو آپ کے بعد ہیں۔

پس یحیٰ نے اس مسئلہ کا جواب دیا پھر اس عالم نے جو اس کے بغل میں تھا پھر اس نے جو اس کے بعد تھا، یہاں تک کہ ہر عالم نے اس مسئلہ کی دلیل کے متعلق تقریر کی۔

اس اثناء میں مامون ہر شخص کی گفتگو سر جھکائے سنتا رہا اور کچھ بھی نہ بولا جب ہم سب

فارغ ہو چکے تو مامون نے یحیٰ سے کہا ابو محمد تم نے جواب تو مسئلہ کا درست دیا لیکن اس کی دلیل درست نہیں بیان کی، اسی طرح ہم سب کی باتوں کو رد کرنے اور کسی کے جواب کو درست اور کسی کو غلط بتانے لگا۔ جب ان تمام امور سے فارغ ہو گیا تو یوں تقریر کی حضرات میں نے آپ لوگوں کو در حقیقت اس مسئلہ کے لئے زحمت نہیں دی ہے بلکہ چاہتا ہوں کہ آپ حضرات سے اس مذہب کے متعلق مناظرہ کروں جس پر میں ہوں لوگوں نے یہ سن کر متفق اللفظ کہا بہتر ہے حضور مناظرہ کریں، خدا حضور کو توفیق نیک عطا فرمائے اس کے بعد اس طرح مناظرہ شروع ہوا۔

مامون: میرا مذہب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد علی بن ابی طالب سارے خلفاء سے افضل اور کل آدمیوں میں خلافت کے سب سے زیادہ مستحق تھے۔

اسحاق: حضور آپ نے حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں جو کچھ فرمایا اس کی وجہ ہم لوگوں کو تو حضرت علی علیہ السلام کی ذات میں کچھ نہیں معلوم ہوتی اور جب مناظرہ کے لئے بلایا ہے تو اس دعوے کی دلیل بھی مرحمت ہو۔

مامون: اسحاق اچھا خواہ میں تم سے سوال کروں خواہ تم مجھ سے سوال کرو۔

اسحاق کہتا ہے کہ میں نے غنیمت سمجھا آ کہ خود ہی خلیفہ سے سوال کروں۔

اسحاق: میں ہی حضور سے سوال کرتا ہوں۔

مامون: اچھا پوچھو۔

اسحاق: حضور نے یہ کس دلیل سے فرمایا کہ حضرت علی علیہ السلام رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد افضل الناس ہیں اور ان سب سے زیادہ مستحق خلافت ہیں۔

مامون: پہلے یہ بتاؤ کہ لوگ کس سبب سے ایک دوسرے سے فضل میں بڑھ جاتے ہیں اور افضل کہے جاتے ہیں۔

اسحاق: اعمال صالحہ کے سبب سے۔

مامون: ہاں سچ کہا اچھا یہ تو بتاؤ کہ ایک شخص عہد رسول میں سب سے افضل رہا ہو لیکن بعد رسول دوسرے لوگ اس سے افضل اعمال بجالائیں تو کیا شرف و فضل میں یہ لوگ اس سے بڑھ جائیں گے۔

اسحاق: میں اس سوال کے جواب میں پریشان ہو کر سوچنے لگا تو مامون نے کہا۔

مامون: اسحاق تم یہ تو کہہ نہیں سکتے کیونکہ پھر میں اس زمانے میں بھی ایسے لوگوں کو بتادوں گا جن کو ان سے زیادہ جہاد و حج و صوم و صلوٰۃ صدقہ وغیرہ اعمال صالحہ کے بجالانے کا موقع ملتا ہے تو چاہئے کہ یہ سب لوگ بھی ان سے افضل ہو جائیں۔

اسحاق: بے شک زمانہ رسول خدا میں جو شخص افضل تھا، اس کے برابر پھر کوئی شخص کبھی بھی نہیں ہو سکتا۔

مامون: اسحاق اچھا دیکھو کہا تمہارے صحابہ کرام تابعین، محدثین اور وہ علماء جن کو تم اپنے مذہب کا پیشوا اور ہادی سمجھتے ہو، حضرت علی علیہ السلام کے فضائل میں کتنی اور کیسی کیسی حدیثیں روایت کرتے ہیں پھر ان احادیث سے مقابلہ کرو ان احادیث کا جو فضائل ابوبکر میں محدثین سے تم کو ملی ہیں، اگر وہ فضائل علی کے برابر ہوں تو بے شک تم یہ دعویٰ کرو کہ ابوبکر افضل تھے۔ علی سے، نہیں!

خدا کی قسم بلکہ فضائل ابوبکر و عمر دونوں کو جمع کرو اور پھر اس مجموعہ کا مقابلہ کرو فضائل علی سے اب بھی اگر ابوبکر و عمر کے فضائل زیادہ ہوں، نہیں! بلکہ برابر ہی نکلیں فضائل علی کے جب بھی تم کو حق نہیں ہے ابوبکر و عمر کو علی سے افضل کہنے کا، خدا کی قسم فضائل ابوبکر و عمر اور عثمان کو جمع کرو اور ان سب کے فضائل کو تنہا علی کے فضائل کے برابر بھی پاؤ تو بیشک کہو کہ یہ سب افضل تھے علی سے، نہیں! خدا کی قسم بلکہ کل عشرہ مبشرہ کے فضائل کو جن کے جنتی ہونے کی بشارت رسول خدا نے دی ہے جمع کرو۔

اگر ان سب کے فضائل کو بھی تنہا ذات علی بن ابیطالب کے فضائل سے زیادہ پاؤ یا ان کے برابر بھی ہو جائیں تو بیشک تمہارا اعتقاد صحیح ہے کہ یہ سب افضل تھے، امیر المومنین علی سے۔ ورنہ اس خیال باطل سے باز آؤ اسحاق اچھا ان سب کو جانے دو، یہ بتاؤ کہ جس وقت آنحضرت مبعوث برسالت ہوئے تھے، اس وقت سب سے افضل عمل کیا تھا۔

اسحاق: خلوص دل سے کلمہ شہادتین پڑھنا۔

مامون: کیا اسلام قبول کرنے میں سبقت کرنا افضل عمل نہیں تھا۔

اسحاق: بے شک تھا۔

۳. حضرت علی علیہ السلام سابق الاسلام ہیں

مامون: کلام مجید کی اس آیت ﴿السابقون فالسابقون اولئک المقربون﴾ کو پڑھو، اس میں سابقون سے مراد وہی لوگ ہیں، جنھوں نے اسلام قبول کرنے میں سبقت کی تھی کیا تمہارے علم میں علی سے بھی قبل کوئی مسلمان ہوا تھا۔

اسحاق: حضور علی تو کمسنی میں مسلمان ہوئے تھے، جبکہ آنحضرت ان کو کسی امر کی تکلیف دے ہی نہیں سکتے تھے اور ابوبکر سن کمال پر پہنچ کر مسلمان ہوئے، جب ان سے تکلیف متعلق ہو چکی تھی۔

مامون: اوّل مجھے یہ بتاؤ کہ کون شخص سب سے پہلے مسلمان ہوا پھر میں تم سے کمسنی یا کمال سن کے متعلق مناظرہ کروں گا۔

اسحاق: بے شک ابوبکر سے پہلے علی نے اسلام قبول کیا، لیکن اس شرط کے ساتھ کہ وہ کمسن تھے۔

مامون: ہاں ٹھیک ہے کہ علی کمسن تھے، اب مجھے یہ بتاؤ کہ علی آنحضرت کی دعوت سے مسلمان ہوئے یا ان کو الہام خدا ہوا تھا، اسحاق کہتا ہے کہ مامون کے اس سوال سے پریشان ہو کر میں سوچنے لگا کہ پھر مامون نے کہا کہ تم یہ تو کہہ ہی نہیں سکتے کہ علی کو الہام ہوا کیونکہ اس صورت میں علی کو آنحضرت سے بھی بڑھا دو گے اس لئے کہ اس وقت تک تو آنحضرت کو بھی الہام نہیں ہوا تھا بلکہ جبریل کے آنے سے آپ نے اسلام کو جانا۔

اسحاق: بے شک علی کو الہام نہیں ہوا تھا بلکہ آنحضرت نے ہی اسلام کی طرف آپ کو دعوت دی تھی۔

مامون: تو اب دو حال سے خالی نہیں یا تو آنحضرت نے خدا کے حکم سے علی کو اسلام کی دعوت دی ہوگی یا آپ نے اپنے دل سے یہ بات بنائی ہوگی کہ علی تم مسلمان ہو جاؤ۔
اسحاق کہتا ہے کہ اس سوال سے پریشان ہو کر میں سوچنے لگا کہ پھر مامون نے کہا اسحاق رسول خدا پر تو اپنی خواہش نفس سے کلام کرنے کا الزام تم قائم ہی نہیں کر سکتے، کیونکہ خداوند عالم نے حضرت کے متعلق فرمایا ہے، ما انا من المتکلفین، یعنی کہہ دو اے رسول کہ

، میں اپنے دل سے بات بنانے والا نہیں ہوں۔

اسحاق: بے شک ایسا نہیں ہے بلکہ خدا ہی کے حکم سے آنحضرت علی علیہ السلام کو دعوت دی تھے۔

مامون: تو کیا خدا کے لئے جائز ہے کہ اپنے رسولوں کو ایسے شخص کی دعوت کا حکم دے جس پر کسی قسم کی تکلیف جائز نہ ہے۔

اسحاق: معاذ اللہ ہرگز نہیں۔

مامون: اسحاق تم نے جو کہا کہ علی کمسنی میں اسلام لائے، جب ان پر کسی قسم کی تکلیف جائز نہ تھی تو کیا اس سے تمہارا یہ خیال ہے کہ آنحضرت نے بچوں کو اسلام کی دعوت دے کر ایسے امر کی تکلیف دی جو انکی طاقت سے باہر تھی پھر آنحضرت کی دعوت قبول کر کے مسلمان ہونے کے بعد اگر وہ بچے مرتد ہوجاتے تو کیا ان کے مرتد ہوجانے کی کوئی سزا نہیں ہوتی اور آپ کا ان کو کسی چیز کی تکلیف دینا جائز ہوتا کیا تم اس امر کو آنحضرت کے بارے میں کہہ سکتے ہو۔

اسحاق: معاذ اللہ ہرگز نہیں۔

مامون: تو ثابت ہوا کہ تم اس امر کے قائل ہو کہ آنحضرت نے علی کو اسلام کی دعوت دے کر تمام مخلوقات پر ان کو فضیلت دی اور بسبب اس فضیلت کے علی کو ان سے سب سے ممتاز کردیا کہ لوگ آپ کے فضائل کو سمجھیں ورنہ اگر خدا نے آنحضرت کو مطلق ان بچوں کی دعوت کا حکم دیا ہوتا تو مثل علی کے دوسرے بچوں کو بھی حضرت نے دعوت دی ہوتی۔

اسحاق: بے شک

مامون: تو کیا تم کو معلوم ہے کہ رسول خدا نے اپنے اہل وعیال اعزاء واقارب سے کسی اور بچے کو بھی اسلام کی دعوت دی میں یہ سوال اس لئے کرتا ہوں کہ تم یہ نہ کہہ سکو کہ علی چونکہ چچازاد بھائی تھے، اس سبب سے آنحضرت نے ان سے بھی مسلمان ہونے کو کہہ دیا علی کی کوئی ذاتی خصوصیت نہ تھی۔

اسحاق: مجھ کو معلوم نہیں لہذا میں نہیں کہہ سکتا کہ آنحضرت نے اور کسی بچہ کو دعوت دی یا نہیں۔

مامون: اسحاق کیا تم سمجھتے ہو کہ جس چیز کو تم نہ جانتے ہو اور نہ سمجھتے ہو اس کے بارے میں روز قیامت تم سے سوال کیا جائے گا۔

اسحاق: نہیں۔

مامون: تو خدا نے جس امر کی تکلیف تم سے ساقط کر دی ہے اس کا ذکر کیوں کرتے ہو یعنی جب تم کو معلوم نہیں کہ آنحضرت نے اپنے اہل وعیال سے اور بھی کسی بچہ کو اسلام کی دعوت دی، تو تم ایسا کیوں کہو سمجھ لو کہ حضرت نے کسی بچہ کو دعوت نہیں دی یہ فضلیت مخصوص تھی، علی سے اچھا یہ بتاؤ کہ سبقت الی الاسلام کے بعد سب سے افضل عمل کیا تھا۔

۴. حضرت علی علیہ السلام کا جہاد فی سبیل اللہ

اسحاق: خدا کی راہ میں جہاد کرنا۔

مامون: ہاں سچ ہے تو جہاد میں جو خدمات علی کی ہیں کیا تو ان کو اصحاب رسول اللہ سے کسی اور میں بھی پاتے ہو۔

اسحاق: کس جنگ میں

مامون: کسی جنگ میں بھی

اسحاق: اچھا جنگ بدر کو لے لیجئے

مامون: خیر یہی سہی۔ کیا جنگ میں بھی علی کی خدمات کے مقابلہ میں دوسروں کی خدمات کو بہت کم اور ہیچ نہیں پاتے۔ بتاؤ تو اس میں کتنے آدمی قتل ہوئے تھے۔

اسحاق: کچھ اوپر ساٹھ آدمی۔

مامون: اور ان میں تنہا علی کے مقتولین کتنے تھے۔

اسحاق: یہ تو میں نہیں جانتا۔

مامون: مجھ سے سنو ۲۳، یا کم از کم ۲۲، اور باقی چالیس کل لشکر اسلام کے۔

اسحاق: حضور یہ بھی تو دیکھیں کہ ابوبکر آنحضرت کے ہمراہ عریش میں بیٹھے تھے۔

مامون: ہاں لیکن وہاں بتاتے کیا تھے۔

اسحاق: تدبیر سوچ رہے تھے۔

مامون: وائے ہوتم پر، آنحضرت سے علیحدہ تدبیر سوچ رہے تھے یا حضرت کے ساتھ تھے تو آیا آنحضرت نے ان کو اپنا شریک کرلیا تھا یا ان کی رائے کے محتاج تھے ان تینوں صورتوں میں سے تم کس کو تجویز کرتے ہو۔

اسحاق: معاذ اللہ نہ حضرت سے علیحدہ سوچتے تھے نہ حضرت کے شریک ہوکر نہ آنحضرت ان کی رائے کے محتاج تھے۔

مامون: بھائی تو آخر عریشہ میں بیٹھنے میں فضیلت کیا ہوئی پھر جو شخص آنحضرت کی حفاظت میں تلوار سے لڑ رہا ہو کیا وہ اس آرام سے بیٹھنے والے سے بھی افضل نہ ہوگا۔

اسحاق: حضور جہاد تو سارا لشکر کر رہا تھا علی کی خصوصیت کیا تھی۔

مامون: ہاں یہ سچ ہے کہ سب جہاد کر رہے تھے لیکن جو شخص تلوار سے لڑ رہا ہو آنحضرت اور آپ کے ساتھ چین سے بیٹھنے والے کی حفاظت کرتا ہو وہ بیٹھنے والے سے تو ضرور ہی افضل ہے، کیا تم نے کلام مجید میں نہیں پڑھا ہے۔

لایستوی القاعدون، من المومنین الخ

یعنی معذور لوگوں کے سوا گھر میں بیٹھنے والے اور جان و مال سے خدا کی راہ میں جہاد کرنے والے ہرگز برابر نہیں ہوسکتے، بلکہ جان و مال سے جہاد کرنے والوں کو گھر بیٹھے رہنے والوں پر درجہ میں خدا نے فضیلت دی ہے اور اگرچہ خدا نے سب ایمان داروں سے احسان کا وعدہ کیا ہے، مگر جہاد کرنے والے کو خانہ نشینوں پر ثواب عظیم کے اعتبار سے خدا نے بڑی فضیلت دی ہے۔

لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فَضَّلَ اللهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً وَكُلًّا وَعَدَ اللهُ الْحُسْنَى وَفَضَّلَ اللهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا. (۱)

اندھے بیمار اور معذور افراد کے علاوہ گھر بیٹھ رہنے والے صاحبانِ ایمان ہرگز ان لوگوں کے برابر نہیں ہوسکتے جو راہ خدا میں اپنے جان و مال سے جہاد کرنے والے ہیں۔ اللہ

۱۔ سورہ نساء آیت ۹۵

نے اپنے مال اور جان سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر امتیاز عنایت کئے ہیں اور ہر ایک سے نیکی کا وعدہ کیا ہے اور مجاہدین کو بیٹھ رہنے والوں کے مقابلہ میں اجر عظیم عطا کیا ہے

اسحاق: لیکن ابوبکر و عمر بھی تو مجاہد تھے کیونکہ اسی ارادہ سے آئے تھے۔

مامون: تو جو لوگ اس جنگ میں آئے ہی نہیں ان پر ابوبکر و عمر کو فضیلت تھی یا نہیں۔

اسحاق: ضرور تھی۔

مامون: اسی طرح جس نے اپنی جان معرض ہلاکت میں ڈال کر قتال کیا وہ بھی افضل ٹھہرا، ابوبکر و عمر جو ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے تھے۔

اسحاق: ہاں یہ بھی درست ہے۔

۵. سورہ ہل اتی حضرت علی علیہ السلام کی شان میں نازل ہوا

مامون: اسحاق تم قرآن تو پڑھتے ہونگے۔

اسحاق: جی ہاں۔

مامون: ذرا سورہ ہل اتی تو مجھے سناؤ۔

اسحاق: کہتا ہے کہ میں نے اس سورہ کی تلاوت کی اور جب کی ﴿یطعمون الطعام علی حبہ مسکینا ویتیما واسیر﴾ پر پہنچا تو مامون نے کہا۔

مامون: ذرا ٹھہر ٹھہر کر ہاں یہ آیات کس کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔

اسحاق: علی بن ابی طالب کی شان میں۔

مامون: کیا تم کو اس کا علم ہے کہ جب علی نے مسکین و یتیم و اسیر کو کھانا کھلایا تو کہا تھا کہ (انما نطعمکم لوجہ اللہ) اور کیا تم نے سنا ہے کہ جیسی خدا نے علی کی مدح کی ہے ویسی کسی اور کی بھی کی ہے۔

اسحاق: نہ علی نے (انما نطعمکم لوجہ اللہ) کہا تھا اور نہ کسی کی ایسی مدح قرآن میں نازل ہوئی ہے۔

مامون: ہاں سچ ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ خدا خود حضرت علی علیہ السلام کی سیرت سے واقف

تھا، اچھا اب یہ بتاؤ کہ تم اس کی گواہی دیتے ہو کہ نہیں کہ عشرہ مبشرہ جنتی ہیں۔

اسحاق: ہاں گواہی دیتا ہوں۔

مامون: اگر کوئی شخص کہے کہ مجھے معلوم نہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے یا نہیں یا آنحضرت نے فرمایا یا نہیں تو اس کہنے سے وہ کافر ہو جائے گا۔

اسحاق: معاذ اللہ ہرگز نہیں۔

مامون: اچھا اب اگر وہی شخص کہے کہ مجھے نہیں معلوم سورہ ہل اتی خدا کا کلام ہے یا نہیں تو اس کہنے سے وہ کافر ہو جائے گا یا نہیں۔

اسحاق: ہاں ضرور ہو جائے گا۔

مامون: تو دونوں قولوں میں فرق کی وجہ بتاؤ اچھا اسحاق تم حدیث بھی روایت کرتے ہو۔

اسحاق: جی ہاں۔

۶. بعد رسول اللہ حضرت علی علیہ السلام خدا کو سب سے زیادہ محبوب تھے

مامون: تم کو حدیث طیر کا بھی پتہ ہے۔

اسحاق: جی ہاں۔

مامون: بیان کرو۔

اسحاق: اسحاق کہتا ہے کہ میں نے حدیث طیر بیان کی تو مامون نے کہا۔

مامون: اسحاق میں تم سے یہ سمجھ کر بحث کرتا تھا کہ تم حق کے دشمن نہیں ہو، لیکن اب حق سے تمہاری دشمنی واضح ہو گئی تم کو یقین ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے، ہاں یقین ہے کیونکہ اس کی روایت ان محدثین نے کی ہے جن کی حدیثیں رد نہیں ہو سکتیں۔

تو تمہاری سمجھ میں یہ بات آتی ہے کہ جس شخص کو یہ یقین ہو کہ یہ حدیث صحیح ہے پھر بھی وہ خیال کرے کہ امت رسول میں علی سے بھی افضل کوئی شخص تھا، اس کو تین امر میں سے ایک کا ضرور قائل ہونا پڑے گا یا یہ کہ آنحضرت کی دعا خدا نے قبول نہیں کی، یعنی خدا نے اس شخص کو نہیں بھیجا۔ جس کو وہ سب سے زیادہ دوست رکھتا تھا یا یہ کہ افضل خلق کے موجود ہوتے ہوئے خدا مفضول کو سب سے زیادہ دوست رکھتا تھا کیونکہ اس نے علی کو بھیجا، اگر

ان سے افضل کوئی تھا تو اسی کو بھجنا چاہئے تھا تا کہ خدا اس کو سب سے زیادہ دوست رکھتا یا یہ کہ خدا کو افضل و مفضول میں تمیز نہ تھی کیونکہ اس نے علی ہی کو بھیجا۔

پس تم ان تین باتوں میں سے کس کے قائل ہوتے ہو۔

اسحاق نے کہا ہے کہ یہ سن کر میں پریشان ہو کر سوچنے لگا پھر مامون نے کہا اسحاق ان باتوں سے کسی کے تم قائل نہیں ہو سکتے ورنہ میں تم سے توبہ کراؤں گا، چوتھی کوئی صورت اس کی تاویل میں ہو تو بیان کرو۔

اسحاق: اس کے جواب سے عاجز ہوں، لیکن ابوبکر کی بھی تو کوئی فضیلت ہے

مامون: بے شک ہے، کیونکہ اگر ان میں کوئی بھی فضیلت نہ ہو تو یہ کہنا لغو ہو جائے گا کہ ابوبکر سے علی افضل ہیں کیونکہ افضل تو وہ ہوتا ہے جس میں دوسرے سے زیادہ فضیلت ہو، یعنی مفضول میں کم اور افضل میں زیادہ فضیلت ہوتی ہے لیکن اس وقت تم کو ان کی کون سی فضیلت سوجھی۔

اسحاق: آیت غار جس میں ارشاد ہے ﴿**ثانی اثنین اذهما فی الغار ذیقول لصاحبه لاتحزن ان الله معنا**﴾ اس میں خداوند عالم نے ابوبکر آنحضرت کا ساتھی کہا ہے۔

مامون: اسحاق میں تمہیں کس مشعل راہ کی طرف نہیں لے چلوں گا، بے شک خدا نے ابوبکر کو آنحضرت کا ساتھی کہا ہے، لیکن خدا نے ایک کافر کو بھی ایسے شخص کا ساتھی کہا ہے جس سے خدا خوش، اور جو خدا سے خوش تھا خدا کا قول ہے کہ ﴿**فقال له صاحبه وهو یحاوره الایة**﴾ یعنی اس کا ساتھی جو اس سے باتیں کر رہا تھا، کہنے لگا کہ کیا تو پروردگار کا منکر ہے جس نے تجھ کو مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفہ سے، پھر تجھے درست آدمی کر دیا۔(۱)

اسحاق: لیکن یہ ساتھی تو کافر تھا اور ابوبکر مسلمان تھے۔

مامون: یہی تو مطلب ہے کہ جب خدا نے ایک کافر کو ایسے شخص کا ساتھی قرار دیا جس

---

۱. سورہ کہف آیت، ۳۷

سے خدا خوش تھا تو یہ بھی جائز ہے کہ وہ اپنے نبی کا ساتھی کسی مومن کو قرار دے لیکن اس شخص سے وہ افضل المومنین نہیں ہوسکتا نہ حضرت ثانی نہ حضرت ثالث افضل المومنین ہوسکتے ہیں۔

اسحاق: حضور ابوبکر کی شان میں آیت غار نہایت جلیل القدر ہے کیونکہ خدا فرماتا ہے کہ دو میں سے دوسرے پیغمبر اس وقت جبکہ یہ دونوں غار میں تھے، پیغمبر اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے کہ حزن واندوہ نہ کرو، بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

مامون: اسحاق جب تک میں تمہاری پوری خبر نہ لوں گا، تم مانو گے نہیں اچھا بتاؤ ابوبکر کا حزن کیا چیز تھی خوشی یا غضب۔

اسحاق: یہ حزن آنحضرت کے سبب سے تھا آپ ہی کے بارے میں ابوبکر کو خوف وحزن تھا کہ کوئی مصیبت نہ واقع ہو۔

مامون: میرے سوال کا جواب یہ نہیں ہے، بتاؤ کہ وہ حزن کیا چیز تھا، خوشی تھی یا غضب۔

اسحاق: خدا کی رضا تھی۔

مامون: تو معلوم ہوا کہ خدا نے ہم لوگوں کی طرف ایسا رسول بھیجا جو رضائے خدا سے لوگوں کو روکتا تھا۔

اسحاق: معاذ اللہ یہ کیوں۔

مامون: کیا تم نے ابھی نہیں کہا ہے کہ ابوبکر کا حزن واندوہ کرنا رضائے خدا تھی۔

اسحاق: بے شک کہا ہے۔

مامون: تو کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ قرآن میں ہے رسول خدا نے فرمایا (لاتحزن، حزن نہ کرو ،اس طرح حزن سے منع کیا، حالانکہ اس حزن کو تم رضائے خدا قرار دیتے ہو تو آنحضرت مانع رضائے خدا ہوئے۔

اسحاق: معاذ اللہ مجھ سے کیا غلطی ہوئی۔

مامون: اسحاق میں تمہارے ساتھ رفق ومدارۃ سے پیش آ رہا ہوں، شاید تم راہ حق اختیار کرلو، اس سبب سے کہ تم کثرت سے خدا کی پناہ چاہتے ہو، اب بتاؤ کہ خدا نے جو فرمایا ہے (فانزل اللہ سکینۃ علیہ) خدا نے ان پر اپنی تسلی نازل کی، اس سے مراد رسول

خدا ہیں یا ابوبکر۔

اسحاق: نہیں حضرت رسول خدا مراد ہیں۔

مامون: ٹھیک ہے (اب آیت ویوم حنین الآیۃ) یعنی خدا نے تمہاری مدد حنین میں بھی کی، جب تم اپنی کثرت پر بھولے ہوئے تھے، تو یہ کثرت تمہارے کچھ بھی کام نہ آئی بلکہ میدان جنگ تم پر تنگ ہوگیا، پھر تم لوگ کھڑے ہوئے تو خدا نے اپنی تسلی اپنے رسول اور مومنین پر نازل کی، اس کے متعلق بیان کرو کہ اس میں مومنین سے کون لوگ مقصود ہیں۔

اسحاق: مجھے نہیں معلوم۔

۷. روز حنین سکینہ حضرت رسول اللہ اور حضرت علی علیہ السلام پر نازل ہوا۔

مامون: حنین میں کل مسلمان بھاگ گئے تھے، اور آنحضرت کے ہمراہ بنی ہاشم سے سات آدمی کے سواء کوئی بھی ثابت قدم نہ تھا، ان میں سے علی تو تلوار لئے آنحضرت کی حفاظت میں لڑ رہے تھے۔

عباس، آنحضرت کے خچر کی لگام تھامے تھے، اور باقی پانچ آدمی آپ کو گھیرے ہوئے تھے کہ کفار سے آپ کو کوئی زخم نہ لگے، یہی حالت رہی یہاں تک کہ خدا نے اپنے رسول کو ظفریاب کیا۔

پس مومنین سے اس آیت میں خاص کر حضرت علی علیہ السلام اور وہ لوگ مراد ہیں جو بنی ہاشم سے اس وقت حاضر خدمت تھے تو اب بتاؤ جو اس وقت آنحضرت کے پاس تھا وہ افضل تھا، یا وہ لوگ جو جان بچا کر بھاگ گئے اور خدا نے کسی جگہ ان کو پایا ہی نہیں، تا کہ اپنی تسلی ان پر بھی نازل کرے۔

اسحاق: نہیں افضل وہی شخص ہے جس پر خدا نے تسلی نازل کی۔

۸. شب ہجرت علی نے رسول اللہ پر اپنی جان قربان کی

مامون: بتاؤ کہ جو شخص آنحضرت کے ساتھ غار میں تھا وہ افضل ہے یا وہ شخص جو آنحضرت کے بستر پر سویا تھا اور جس نے اپنی جان ہلاکت میں ڈال کر حضرت کو بچایا جس کے سبب سے آنحضرت ہجرت میں

کامیاب ہوئے، خداوند عالم نے آنخضرت کوحکم دیا تھا کہ تم اپنے بستر پر سونے کے لئے علی سے کہواور یہ کہ وہ اپنی جان فدا کر کے تم کو بچائیں۔

چنانچہ آنخضرت نے علی سے کہا تو وہ رونے لگے آنخضرت نے پوچھا، علی کیا تم موت کے خوف سے روتے ہو، حضرت علی علیہ السلام نے جواب دیا خدا کی قسم اس سبب سے میں نہیں رویا، بلکہ آپ کے سبب سے کہ کہیں آپ مصائب میں نہ مبتلا ہوں، اچھا میں سورہوں تو آپ کی جان بچ جائے گی، حضرت نے فرمایا:

ہاں ضرور بچ جائے گی، تب علی نے خوش ہوکر کہا کہ یارسول اللہ پھر کیا پرواہے، میں نہایت اطمینان سے سورہوں گا اور انتہائے مسرت سے اپنی جان دوں گا اور آپ کو بچاؤں گا۔

بعداز آں آنخضرت آپ کی خوابگاہ میں تشریف لائے اور آنخضرت کی چادر اوڑھ کر سورہے تھوڑی دیر کے بعد مشرکین نے آکر آپ کو اس خیال سے گھیر لیا کہ آپ ہی رسول خدا ہیں اور سب نے یہ طے کرلیا تھا کہ قریش کے ہر قبیلہ سے ایک ایک شخص تلوار کا ایک ایک وار آپ پر لگائے تاکہ بنی ہاشم کسی خاص قبیلہ سے آپ کے خون کا قصاص نہ لے سکیں اور باوجودیکہ علی مشرکین کے کل مشوروں کو سن رہے تھے اور دیکھ رہے تھے کہ وہ سب ان کی جان لینے پر آمادہ ہیں لیکن ان امور سے آپ کے ابرو پر ذرا بھی بل نہ آیا اور کچھ بھی خوف نہ کیا۔ بلکہ اطمینان سے جان دینے کے لئے سوتے رہے۔

حالانکہ ابوبکر ذراسی بات پر غار میں ڈر کر رونے لگے تھے، اسی طرح علی نہایت اطمینان سے دیر تک سوتے رہے۔

بعدازاں خداوند عالم نے اپنے ملائکہ مقربین کو آپ کے پاس بھیجا جو صبح تک آپ کی نگہبانی کرتے رہے، صبح کو جب اٹھے تو مشرکین قریش نے آپ کی طرف دیکھ کر کہا۔

کہ (این) اور محمد کہاں ہیں، علی نے جواب دیا کہ مجھے کیا معلوم کہ آنخضرت کہاں تشریف فرما ہیں، تب ان لوگوں نے کہا، علی معلوم ہوتا ہے کہ رات ہی سے تم اپنی جان کے دشمن بنے ہوئے ہو۔

یعنی رات ہی سے سورہے ہو، پس اسی طرح مرتے وقت تک ہر واقعہ میں علی لوگوں سے

افضل ہی ثابت ہوتے رہے، اور کسی وقت میں بھی کسی سے کم نہیں رہے، اچھا اسحاق تم حدیث غدیر کی روایت کرتے ہو۔

۹. حضرت علی علیہ السلام کی ولایت اور غدیری نعمت

اسحاق: حضور ہاں۔

مامون: اس کو بیان کرو۔

اسحاق کہتا ہے کہ میں نے حدیث غدیر بیان کی، تو پھر مامون نے کہا، اسحاق تم بھی دیکھتے ہو کہ اس حدیث نے علی کے بارے میں ابوبکر وعمر پر اس چیز کو واجب کیا ہے جو ابوبکر وعمر کے بارے میں علی پر واجب نہ تھی ابوبکر وعمر پر خدا نے واجب کیا علی کو اپنا مولا سمجھیں اور علی پر واجب کیا؟ جائز بھی نہیں ہوا کہ وہ ابوبکر وعمر کو اپنا مولا سمجھیں۔

اسحاق: لوگ بیان کرتے ہیں کہ اس حدیث کا سبب زید بن حارثہ تھے، کیونکہ ان کے اور علی کے درمیان میں کچھ اختلاف ہو گیا تھا جس سے علی کی ولایت کے وہ منکر ہو گئے تھے۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللہم وال من والاہ وعاد من عاداہ

مامون: تو اس حدیث کو کس موقع پر فرمایا کیا حجت الوداع سے لوٹتے وقت غدیر خم میں نہیں فرمایا تھا؟

اسحاق: ہاں اسی موقع پر فرمایا تھا۔

مامون: تو اگر زید بن حارثہ اس واقعہ غدیر خم کے پہلے ہی شہید ہو چکے ہوں تو تم کیونکہ اس سبب کو حدیث غدیر کا باعث قرار دو گے (کیونکہ تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ جنگ موتہ میں جو ۶ سنہ ھ میں ہوئی تھی زید بن حارثہ شہید ہو چکے تھے اور حدیث غدیر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۱۰ سنہ ھ کے آخر میں بیان فرمایا ہے۔

اچھا اب یہ بتاؤ کہ اگر تمہارا کوئی لڑکا جو صرف پندرہ برس کا ہو وہ کہے (جو میرا مولا ہے وہ میرے ابن عم کا بھی مولا ہے) لوگوں! اس بات کو یاد کر لو، کیا تم کو یہ برا نہیں معلوم ہو گا کہ

تمہارا لڑکا ایسی لغویات لوگوں کو بتائے جس کو لوگ خود جانتے ہوں اور جس کا انکار بھی نہیں کرتے، ضرور برا معلوم ہوگا۔

مامون: تو کیا تم جس بات کو اپنے لڑکے کے لئے پسند نہیں کرتے، اس کو رسول اللہ کے لئے پسند کرتے ہو، وائے ہو تم پر اپنے علما کے بندے نہ بنو۔

خداوند عالم نے کلام مجید میں فرمایا ہے: ﴿اتخذوا احبارھم﴾۔(۱)

اسحاق: یعنی ان لوگوں نے خدا کو چھوڑ کر اپنے علما اور زاہدوں کو اپنا پروردگار بنا ڈالا حالانکہ ان لوگوں نے نہ علما و زہاد کی نماز پڑھی تھی اور نہ روزہ رکھا اور نہ یہ خیال کیا کہ وہ لوگ پروردگار ہیں، چونکہ ان علما نے جو کہا اسے مانا اسی سبب سے خدا نے فرمایا۔

۱۰. علی علیہ السلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ علیہ السلام سے تھی۔

مامون: اچھا اسحاق تم اس حدیث کی بھی روایت کرتے ہو کہ آنحضرت نے فرمایا:

علی من بمنزلة هارون من موسیٰ

علی کو مجھ سے وہی نسبت ہے، جو ہارون کو حضرت موسیٰ سے تھی۔

اسحاق: ہاں میں نے اس حدیث کو سنا ہے اور ان لوگوں کو بھی سنایا ہے جو اس حدیث کو صحیح کہتے ہیں اور ان لوگوں کو بھی سنایا ہے جو اس کا انکار کرتے ہیں۔

مامون: تو ان لوگوں میں سے کون لوگ زیادہ معتمد ہیں؟ جنھوں نے اس کو صحیح کہا ہے، یا جنھوں نے اس سے انکار کیا۔

اسحاق: وہ لوگ جنھوں نے صحیح کہا ہے۔

مامون: تو کیا ہو سکتا ہے کہ آنحضرت نے مزاح سے فرمایا ہو۔

اسحاق: معاذ اللہ ہرگز نہیں۔

مامون: تو پھر ایسی بات کہی جس کے کوئی معنی ہی نہیں پس کسی کی سمجھ میں ہی نہیں آئے گا۔

---

۱. سورہ توبہ آیت ۳۲

اسحاق: معاذ اللہ یہ بھی نہیں۔

مامون: کیا تم نہیں جانتے کہ ہارون حضرت موسیٰ کے حقیقی بھائی تھے۔

اسحاق: ہاں جانتا ہوں۔

مامون: تو کیا علی بھی آنحضرت کے حقیقی بھائی تھے۔

اسحاق: نہیں۔

مامون: اور یہ بات بھی ہے یا نہیں کہ ہارون نبی تھے اور علی غیر نبی تھے۔

اسحاق: بے شک ہے۔

مامون: پس علی نہ تو آنحضرت کے حقیقی بھائی تھے اور نہ نبی تھے حالانکہ ہارون میں دونوں صفتیں موجود تھیں یعنی ان دونوں صفتوں میں تو علی ہارون کے مشابہ تھے نہیں تو اب آنحضرت کے قول (انت منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ) کے کیا معنی ہوئے۔

اسحاق: آنحضرت نے اس حدیث سے علی کو صرف خوش کرنا چاہا تھا، کیونکہ منافقین نے کہا تھا کہ آنحضرت علی علیہ السلام کو مدینہ میں اس سبب سے چھوڑ گئے ہیں کہ حضرت ان سے دل میں ناراض ہیں۔

مامون: تو آنحضرت نے ایک مہمل بات سے علی کو خوش کرنا چاہا اس سوال سے اسحاق کہتا ہے کہ میں پریشان ہوکر سوچنے لگا تو پھر مامون نے کہا اسحاق اس تشبیہ کے معنی تو کلام مجید میں وضاحت سے موجود ہے۔

اسحاق: وہ کیا؟

مامون: حضرت موسیٰ کی زبانی خدا نے جو فرمایا ہے (قال موسیٰ لاخیہ) یعنی موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا کہ تم میری قوم میں میرے جانشین ہو اور ان کی اصلاح کرنا اور فساد کرنے والوں کے طریقہ پر نہ چلنا۔(۱)

اسحاق: حضور موسیٰ نے ہارون کو اپنی قوم کا خلیفہ اس وقت معین کیا تھا، جب وہ زندہ تھے اور خدا کے حکم سے کوہ طور پر چلے گئے تھے، اسی طرح آنحضرت نے جنگ تبوک میں

---

۱. سورہ اعراف آیت ۱۴۲

جانے کے وقت علی کو اپنا خلیفہ اپنی حیات میں بنایا تھا۔

مامون: نہیں نہیں تم جو کہتے ہو، ایسا نہیں ہے، بتاؤ کہ جب حضرت موسیٰ نے ہارون کو خلیفہ بنا کر طور پر گئے تھے تو آپ کے اصحاب یا کل بنی اسرائیل سے کوئی شخص بھی ساتھ گیا تھا۔

اسحاق: نہیں۔

مامون: اور تمام امت پر ان کو خلیفہ بنایا تھا یا نہیں۔

اسحاق: ہاں تمام امت پر کیا تھا۔

مامون: لیکن جب آنحضرت غزوہ تبوک میں تشریف لے گئے تو وقت سوائے بوڑھوں، عورتوں اور بچوں کے اور بھی کسی کو مدینہ میں چھوڑا تھا؟ پھر یہ واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مثل کیونکر ہوا کہ وہ طور پر تو موسیٰ تنہا گئے اور رسول خدا غزوہ تبوک میں مع اصحاب وانصار تشریف لے گئے، دونوں میں فرق واضح ہے۔

پس یہ قیاس مع الفارق ہے اور اس حدیث کا دوسرا مطلب بھی مجھے معلوم ہے جو کلام مجید ہی سے نکلتا ہے اور جو دلیل قوی ہے اس امر پر کہ آنحضرت نے علی کو اپنا خلیفہ مطلق قرار دیا تھا، اس دلیل کو کوئی شخص بھی رد نہیں کر سکتا اور نہ مجھ سے پہلے کسی نے اس دلیل کو پیش کیا ہے بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ خدا نے اپنے فضل خاص سے مجھے عطا فرمایا ہے۔

اسحاق: حضور وہ کیا ہے۔

مامون: وہ حضرت موسیٰ کا وہ قول ہے جس کو خدا نے ذکر کیا ہے کہ (واجعل لی وزیر) یعنی خداوندا تو میرے کنبہ والوں میں سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنا دے، ان کے ذریعہ سے میری پشت مضبوط کر دے اور میرے کام میں اس کو میرا شریک بنا تاکہ ہم دونوں کثرت سے تیری تسبیح کریں۔

اسی طرح سے رسالتماب نے فرمایا: علی تم مجھ سے بمنزلہ ہارون کے ہو، موسیٰ سے، تم میرے وزیر ہو اور وہ بھائی ہو جس سے خدا نے میری پشت مضبوط کی اور جس کو میرے کام میں شریک کر دیا، تاکہ ہم دونوں اس کی کثرت سے تسبیح کریں۔

اب کیا کسی شخص میں قدرت ہے کہ اس معنی کے علاوہ اور کوئی مطلب اس حدیث کا بیان

کرے، جس سے نہ آنحضرت کا قول باطل ہو نہ مہمل اور لغو قرار پائے۔

اسحاق کہتا ہے کہ اسی طرح مناظرہ ہوتا رہا، یہاں تک کہ بہت طولانی ہو گیا اور دو پہر ہو گئی ، پس یحییٰ بن اکثم نے کہا کہ حضور نے طالبان حق کے لئے حق کا راستہ واضح کر دیا اور ایسے دلائل سے اپنا دعویٰ ثابت کیا جن کو کوئی رد نہیں کر سکتا۔

اسحاق کہتا ہے: یہ سن کر مامون ہم لوگوں کی طرف متوجہ ہوا اور کہا تم لوگ کیا کہتے ہو، پس ہم سب لوگوں نے کہا، ہم بھی حضور کے ہم کلام ہیں۔

تب مامون نے کہا، خدا کی قسم اگر آنحضرت نے یہ نہ فرمایا ہوتا کہ لوگوں کی باتوں کو مان لیا کرو تو میں ہرگز تمہاری بات نہ مانتا، کیونکہ تم دل سے اس کا اقرار نہیں کرتے۔ خداوندا! میں نے ان لوگوں کو اچھی طرح نصیحت کی اور امر بالمعرف کے فریضہ کو ادا کیا، خداوندا میں محبت وولایت علی کے ذریعہ سے تیرا تقرب چاہتا ہوں اور اسی دین کا پیرو ہوں، انتہی۔

اس مناظرہ سے حسب ذیل باتیں معلوم ہوئیں۔

۱. یہ کہ حضرت علی علیہ السلام کے فضائل کی حدیثیں تعداد میں جناب ابوبکر و عمر و عثمان بلکہ کل عشر بشرہ کے فضائل کی حدیثوں سے جو اہل سنت نے روایت کی ہیں بہت زیادہ ہیں۔

۲. یہ کہ حضرت علی علیہ السلام نے سب سے پہلے اظہار اسلام فرمایا جس کا بیان پہلے بھی گذر چکا اور آپ کے بچپنے کے اسلام نے فضیلت میں آپ کو تمام امت سے بڑھا دیا۔

۳. سبقت الی الاسلام کے بعد سب سے بڑی فضیلت جہاد فی سبیل اللہ ہے جس میں حضرت علی علیہ السلام تمام اصحاب رسول سے سبقت لے گئے تھے۔

جنگ بدر ہو یا احد، خندق ہو یا خیبر کون سی جنگ ہے جو آپ نے فتح نہیں کی جنگ احد میں آپ کے لئے آسمان سے تلوار تری اور رضوان۔ فرشتہ نے آسمان وزمین کے در میان (لافتی الاعلی لاسیف الاذوالفقار) کی آواز دی۔(۱)

اور غزوہ بنی مصطلق یعنی غزدہ خندق میں رسول نے فرمایا:

---

۱. تاریخ کامل جلد ۲ ص ۵۸؛ ازالۃ الخفا حصہ ۳ ص ۳۸۵ مطبوعہ لاہور؛ حبیب السیر؛ مناہج النبوۃ ص ۲۶۷

ضربة علی یوم الخندق افضل من عبادة الثقلین

یعنی علی کی ایک ضربت خندق کے روز میری امت کے ان کل اعمال سے بہتر ہے جو قیامت تک وہ کرتی رہے گی۔(۱)

ظاہر ہے کہ امت رسول خدا میں جناب ابوبکر وعمر وعثمان بھی داخل تھے، لہٰذا ان لوگوں کے زندگی بھر کے اعمال وفتوحات وخدمات اسلام سے اگر ان کو دینی خدمت فرض کرلیا جائے جیسا کہ اہلسنت کا دعویٰ ہے حضرت علی کی ضربت خندق کے روز کی بھاری اور افضل تھی۔

حقیقت یہ ہے کہ خلفائے ثلاثہ کے فتوحات کوئی فضلیت وشرف نہیں رکھتے تھے ورنہ چالیس بڑے بڑے علما اہلسنت جو مامون الرشید سے مناظرہ کررہے تھے صحابہ کی اس فضیلت کو مامون کے سامنے ضرور پیش کرتے۔

لیکن حضرت علی علیہ السلام کے جہاد فی سبیل اللہ کے مقابلہ میں ان علما کا فتوحات خلفائے ثلاثہ کو نہ پیش کرنا بتارہا ہے، کہ ان علما کی نگاہ میں بھی یہ فتوحات کوئی حقیقت نہیں رکھتے تھے اس لئے کہ تلوار لے کر خدا کی راہ میں جہاد کرنا اور شے ہے اور گھر بیٹھے فوج کی طاقت سے ریاست وحکومت کے شوق میں ملک فتح کرنا اور بات ہے یہ تو ہر بادشاہ کرسکتا ہے۔

جنگ خیبر میں جناب ابوبکر سردار لشکر بنا کر بھیجے گئے ،لیکن بہادران خیبر کے مقابلہ میں نہ رک سکے، شکست کھا کر بھاگ آئے ،فوج کہتی تھی کہ ہمارے سردار نے نامروی کی اور بھاگ آئے اور جناب عمر کہتے تھے کہ فوج پہلے بھاگی۔(۲)

تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لاعطین الرایة غدار جلا کر ارا غیر فرار یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ.

یعنی کل میں علم اس بہادر کو دوں گا جو بڑھ بڑھ کر حملہ کرنے والا ہوگا ، بھگوڑا نہ ہوگا ، وہ اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہوگا اور اللہ اور اس کا رسول اس کو دوست رکھتے ہونگے۔

بخاری کتاب مغازی باب غزوہ خیبر، روضة الاحباب، تاریخ طبری اور دسیلة النجات میں لکھتے ہیں کہ

---

۱. مدارج النبوة ج۲، ص ۲۱۳ ومعارج النبوة ملا معین کاشفی واقعہ ۵ھ

۲. طبری ج۲،ص ۳۰۰،مطبوعہ مصر

یہ حدیث متواتر ہے۔(۱)

یہ سن کر صحابہ کرام رات بھر اسی فکر میں رہے کہ دیکھیں، کل علم کس کو ملتا ہے جب صبح کو سب رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ابوبکر اور عمر اپنی ایڑیاں اٹھا اٹھا کر اونچے ہو ہو کر اپنے آپ کو دکھا رہے تھے۔(۲)

ناگہاں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

علی کہاں ہیں؟

علی تشریف لائے آپ کو آشوب چشم کی تکلیف تھی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگایا آنکھیں فوراً اچھی ہوگئیں۔

آپ میدان جنگ کی طرف روانہ ہوگئے اور بڑے بڑے بہادران خیبر کو قتل کر کے قلعہ فتح کر لیا اور قلعہ خیبر کا آہنی دروازہ بائیں ہاتھ سے اکھاڑ کر سپر بنالیا۔

ایک روایت میں ہے:

آپ نے خیبر کے آہنی دروازہ کو پکڑ کر جنبش دی اور اکھاڑا تو پورا قلعہ ہل گیا، یہاں تک کہ صفیہ بنت حیی ابن اخطب جو قلعہ کے اندر تخت پر بیٹھی تھی منہ کے بل خاک پر گر پڑی۔

یہی امر ہے:

حضرت علی علیہ السلام فرماتے تھے:

میں نے خیبر کا قلعہ جسمانی قوت سے نہیں بلکہ ربانی قوت سے فتح کیا۔(۳)

جب حضرت علی علیہ السلام نے اس دروازے کو پھینکا تو ستر آدمیوں نے چاہا کہ اس دروازے کو حرکت دیں لیکن حرکت نہ دے سکے۔(۴)

بعض رواتیوں میں ہے: اس دروازے کا وزن آٹھ سو من تھا (یعنی جو ہندوستانی سیر سے تقریباً

---

۱. بخاری کتاب مغازی باب غزوہ خیبر؛ روضۃ الاحباب ج۱،ص ۲۶۲؛ تاریخ طبری ج ۲، ص ۳۰۰؛ وسیلۃ النجات ص ۸۷، ملا مبین

۲. طبری ج ۳، ص ۳۰۹

۳. وسیلۃ النجات ص ۸۹

۴. وسیلۃ النجات ص ۸۷

ساٹھ من پختہ ہوتا ہے۔

جب حضرت قلعہ فتح کر کے واپس ہوئے تو آنحضرت مبارک بادو استقبال کے لئے خیمہ سے باہر تشریف لائے اور حضرت علی علیہ السلام کو گلے سے لگایا اور پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا کہ تمہارا کارنامہ قابل شکر اور نہ بھولنے والا احسان ہے۔

یہ سن کر حضرت علی رونے لگے تو آنحضرت نے پوچھا کہ یہ خوشی کا رونا ہے یا غم کا، آپ نے عرض کی، خوشی کا اور میں کیونکہ خوش نہ ہوں کہ آپ مجھ سے راضی ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تنہا میں ہی تم سے راضی نہیں ہوں جبرئیل ومیکائیل اور سب فرشتے بھی راضی ہیں۔(۱)

غرض کون سی جنگ ہے جو حضرت علی نے فتح نہ کی، لیکن جناب ابوبکر وعمر نے کبھی ایک کافر کو بھی قتل نہ کیا۔

علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفا میں جناب ابوبکر کی شجاعت و بہادری کے بیان میں لکھا ہے:

وہ خود کہتے تھے کہ جنگ احد میں جب سارا لشکر اسلام رسول خدا کو چھوڑ کر بھاگا تو میں سب سے پہلے پلٹ کر آیا۔

۴. اس مناظرہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ سورہ ہل اتی کا حضرت علی علیہ السلام کی شان میں نازل ہونا تواتر سے ثابت ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔

۵. حدیث طیر حضرت علی علیہ السلام کی افضلیت کا ناقابل انکار ثبوت ہے جس کا رد کرنا ممکن نہیں ہے۔

۶. شب ہجرت حضرت علی کا بستر رسول پر سونا ایک بے مثال فضلیت ہے اور غار میں ابوبکر مصاجت رسول کوئی فضلیت نہیں رکھتی تھی،

بلکہ ان کا غار میں بے محل رونا جبکہ کفار قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جستجو وتعاقب میں تھے، ایسا فعل مکر وہ تھا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روکنے کی ضرورت ہوئی، لیکن حضرت علی علیہ السلام بستر رسول پر اپنی جان بیچ کر سکون واطمینان کے ساتھ سویا کئے۔

حضرت علی علیہ السلام کی اس جاں نثاری پر خداوند عالم نے آپ کی مدح میں فرمایا: ﴿ومن الناس من

---

۱. وسیلۃ النجات ص ۹۱، ومدارج النبوۃ ج ۲، ص ۳۰۲

یشری نفسه ابتغاء مرضات اللّٰه والله رؤف بالعباد﴾(۱)

لوگوں میں ایسے بندے بھی ہیں جو خدا کی خوشی کے واسطے اپنی جان بیچ ڈالتے ہیں اور خدا اپنے بندوں پر مہربان ہے۔

۷. حضرت رسول اللہ صلعم نے غدیر خم میں حضرت علی علیہ السلام کو تمام امت کا یہاں تک کہ ابوبکر و عمر و عثمان کا آقا اور سردار بنایا۔

۸. حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو اپنا خلیفہ اور وزیر بنایا جس طرح حضرت ہاورن ،حضرت موسیٰ، کے وزیر و خلیفہ تھے۔ یہ حدیث متواتر ہے۔(۲)

۹. یہ کہ اہل سنت کے چالیس بڑے بڑے علما نے ان تمام فضائل امیر المومنین کو قبول کیا اور مامون الرشید کا کوئی جواب نہ دے سکا۔

۱۱. حضرت علی علیہ السلام معصوم تھے

خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

... إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا(۳)

بس اللہ کا ارادہ یہ ہے اے اہلبیت علیہ السلام کہ تم سے ہر برائی کو دور رکھے اور اس طرح پاک و پاکیزہ رکھے جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔

مولانا عبدالصمد رحمانی نائب امیر شریعت پھلواری شریف پٹنہ اپنی کتاب فاطمہ کا چاند کے ص ۱۹ ر پر لکھتے ہیں: چوتھی نوازش یہ ہوئی کہ بارگاہ الوہیت سے اہل بیت کی شان میں مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ اس کے نزول پر حضور نے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا، حضرت امام حسن علیہ السلام حضرت امام حسین علیہ السلام اور حضرت علی علیہ السلام کو بلایا اور اپنی چادر اوڑھائی اور یہ دعا فرمائی۔

---

۱. وسیلۃ النجات ص ۸۷، وتاریخ خمیس ج ۱، ص ۳۶۷، واسد الغابہ و روضۃ الاحباب وغیرہ

۲. صواعق محرقہ باب ۹؛ مستدرک حاکم ج ۳، ص ۱۰۹؛ تاریخ الخلفا؛ بخاری ج ۳، ص ۵۷؛ مسند احمد بن حنبل؛ مودۃ القربی مودۃ ؛عقد الفرید؛ ترمذی

۳. سورہ احزاب آیت ۳۳

اے میرے اللہ میرے اہل بیت ہیں تو ان سے پلیدی دور کردے اوران کو ہرطرح کی طہارت نوازش فرما۔ یہ سن کرام سلمہ نے کہا: یارسول اللہ کیا میں بھی ان لوگوں میں شامل ہوں؟

آپ نے فرمایا: تواپنی مرتبت کی جگہ میں ہے تو بھی نیکی میں شامل ہے۔(۱)

ہرطرح کے رجس سے پاکی، ہرطرح کی طہارت سے سرفرازی، محاسن ومناقب کے بات میں ایسی دستاویز ہے جو محاسن کے ہزاروں اسفار کے مجلدات پر بھاری ہے، دل کا ذوق کہتا ہے کہ اس پر کچھ اور لکھوں، مگر پاسبان عقل نے کہا۔

سخن عشق بدل رونہ لب رامشکلشائے

سراین شیشہ فروبندکہ باوے نخورد

اس آیت کی شان نزول میں جو حدیث رحمانی نے لکھی ہے، بہت سی معتبر کتابوں میں موجود ہے۔

ابن حجر مکی لکھتے ہیں: یہ آیت حضرت علی علیہ السلام، حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا، حضرت امام حسن علیہ السلام، حضرت امام حسین علیہ السلام، کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

صواعق محرقہ، مستدرک حاکم، وسیلۃ النجات، اسد الغابہ، مشکوۃ شریف، صحیح مسلم، کنز العمال، تاریخ بیہقی، طبریانی، مسند احمد بن حنبل وغیرہ میں موجود ہے۔

اہل بیت رسول کی عصمت پر یہ آیت نص صریح ہے، صاحبان عقل سے پوشیدہ نہیں ہے کہ اس آیت میں رجس وپلیدی سے گناہ مقصود ہے جس سے اہل بیت کو پاک رکھنے کا خدا نے وعدہ فرمایا ہے یہی معنی عصمت کے ہیں۔(۲)

ازواج رسول آیت تطہیر میں داخل نہیں

اہل سنت کا دعویٰ ہے کہ اہل بیت رسول میں رسول کی بیویاں بھی داخل ہیں جن کی شان میں آیت تطہیر نازل ہوئی ہے، لیکن یہ دعویٰ ان لوگوں کا کئی وجہوں سے باطل ہے۔

۱. یہ کہ یہ آیت صرف ان لوگوں کی شان میں نازل ہوئی ہے جو چادر کے نیچے حضرت رسول اللہ

---

۱. صحیح ترمذی ج۳ص۹۳،ص۲۲۶، ۲۴۱

۲. صواعق محرقہ باب افصل ۱ص۸۵، ذکر آیت تطہیر؛ مستدرک حاکم ج۲، ص۴۱۶؛ وسیلۃ النجات ص۶۷؛ اسد الغابہ ج۳، ص۲۶؛ مشکوۃ شریف؛ مسلم؛ کنز العمال؛ بیہقی؛ طبریانی؛ مسند احمد بن حنبل

کے ساتھ لیٹے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف انہیں لوگوں کو اہل بیت فرمایا ہے۔(۱)

۲. یہ کہ بی بی ام اسلمہ نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ کیا میں بھی اہل بیت میں ہوں تو آپ نے فرمایا کہ تو خیر پر ہے لیکن ان کو اہل بیت میں داخل نہیں کیا اور کملی کے اندر داخل ہونے کی اجازت نہ دی۔(۲)

۳. اس سبب سے کہ ازواج رسول میں کچھ بیویاں قرآن کی رو سے گنہگار تھی، چنانچہ ایک مرتبہ کوئی راز کی بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حفصہ سے فرمائی اور تاکید فرمائی کہ کسی سے نہ کہنا ،لیکن انھوں نے عائشہ سے کہدی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِیُّ إِلَی بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ وَأَظْهَرَهُ اللهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ أَنْبَأَکَ هَذَا قَالَ نَبَّأَنِیَ الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ. (۳)

اور جب نبی نے اپنی بعض ازواج سے راز کی بات بتائی اور اس نے دوسری کو باخبر کردیا اور خدا نے نبی پر ظاہر کردیا تو نبی نے بعض باتوں کو اسے بتایا اور بعض سے اعراض کیا پھر جب اسے باخبر کیا تو اس نے پوچھا کہ آپ کو کس نے بتایا ہے تو آپ نے کہا کہ خدائے علیم وخبیر نے۔

لیکن حضرت حفصہ اور حضرت عائشہ کی زیادتی بڑھتی گئی، یہاں تک کہ دونوں نے مظاہرہ کیا تو پھر یہ آیت نازل ہوئی۔

إِنْ تَتُوبَا إِلَی اللهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا وَإِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلَائِکَةُ بَعْدَ ذَلِکَ ظَهِيرٌ ☆ عَسَى رَبُّهُ إِنْ طَلَّقَکُنَّ أَنْ يُبْدِلَهُ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِنْكُنَّ مُسْلِمَاتٍ مُؤْمِنَاتٍ قَانِتَاتٍ تَائِبَاتٍ عَابِدَاتٍ سَائِحَاتٍ ثَيِّبَاتٍ وَأَبْكَارًا. (۴)

اب تم دونوں توبہ کرو کہ تمہارے دلوں میں کجی پیدا ہوگئی ہے ورنہ اگر اس کے خلاف اتفاق کروگی تو یاد رکھو کہ اللہ اس کا سرپرست ہے اور جبریل اور نیک مومنین اور ملائکہ سب اس

---

۱. صحیح ترمذی ج۳ ص۹۳
۲. صحیح ترمذی ج۳ ص۹۳، ص۲۲۶، ۲۴۱
۳. سورہ تحریم آیت ۳
۴. سورہ تحریم آیت ۴، ۵

کے مددگار ہیں۔

وہ اگر تمہیں طلاق بھی دے دے گا تو خدا تمہارے بدلے اسے تم سے بہتر بیویاں عطا کردے گا مسلمہ، مومنہ، فرمانبردار، توبہ کرنے والی، عبادت گزار، روزہ رکھنے والی، کنواری اور غیر کنواری سب۔

یہ آیتیں حضرت عائشہ اور حفصہ کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔(۱)

نیز ایک مرتبہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زوجہ حضرت زینب کے یہاں شہد نوش فرمایا: جس کی وجہ سے کچھ معمول سے زیادہ آپ وہاں بیٹھ گئے، اس پر حضرت عائشہ کو رشک ہوا اور حضرت حفصہ سے جاکر کہا کہ جب آنحضرت ہمارے گھر آئیں گے تو ہم کہیں گے کہ آپ کے دہن سے مغافیر کی بو آرہی ہے، جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے گھر جائیں تو تم بھی یہی کہنا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تشریف لائے تو دونوں نے یہی بات کہی آپ نے فرمایا: میں نے تو شہد کھایا ہے ان دونوں نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ مغافیر کے درخت سے وہ شہد اتارا گیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اچھا میں آج سے شہد نہ کھاؤں گا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

یاأَیُّها النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ ما أَحَلَّ اللهُ لَکَ تَبْتَغِی مَرْضاةَ أَزْواجِکَ وَاللهُ غَفُورٌ رَحِیمٌ. (۲)

پیغمبر آپ اس شئے کو کیوں ترک کررہے ہیں جس کو خدا نے آپ کے لئے حلال کیا ہے کیا آپ ازواج کی مرضی کے خواہشمند ہیں اور اللہ بہت بخشنے والا اور مہربان ہے۔(۳)

عائشہ اور حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے مکان کے درمیان ایک کھڑکی تھی، ایک مرتبہ حضرت عائشہ اسی کھڑکی سے فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے گھر میں داخل ہوئیں اور لڑنے لگیں، اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ کھڑکی بند کرادی، حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا ہمیشہ ان سے ناراض رہتی تھی، کیونکہ حضرت عائشہ، سیدہ نساء حضرت فاطمہ اور حضرت علی علیہ السلام کی دشمن تھیں، اسی بنا پر معصومہ نے انتقال کے وقت وصیت فرمائی کہ حضرت عائشہ میرے جنازہ میں شرکت نہ کرے۔(۴)

عبداللہ بن عبداللہ روایت کرتے ہیں: عائشہ بیان کرتی تھیں کہ جب رسول خدا پر مرض کا غلبہ ہوا اور

---

۱. بخاری ج ۳، ص ۱۲۹

۲. سورہ تحریم آیت ۱

۳. بخاری ج ۳ ص ۱۷۸ مطبوعہ مصر

۴. شرح مشکوۃ ج ۳، ص ۲۴۶، کنز العمال ج ۷ "حالات وفات حضرت فاطمہ زہرا"

اذیت زیادہ ہوئی تو آپ دو آدمیوں پر تکیہ کر کے اس طرح برآمد ہوئے کہ آپ کے پاؤں زمین پر گھسٹتے جاتے تھے، ایک ان میں سے عباس بن عبدالمطلب تھے، دوسرا ایک شخص اور تھا۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے اس کا ذکر عبداللہ بن عباس سے کیا تو انھوں نے کہا کہ جانتے ہو وہ دوسرا شخص جس کا نام عائشہ نے نہیں لیا وہ کون تھا، کہا نہیں! کہا: وہ علی تھے۔(۱)

پھر عبداللہ بن عباس نے کہا: علی کی بھلائی سے کبھی عائشہ کے نفس کو خوشی نہیں ہوتی تھی۔(۲)

عائشہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ناراض ہوتی تھیں تو آپ کا نام لینا چھوڑ دیتی تھیں۔(۳)

ایک مرتبہ عائشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے باپ کی موجودگی میں جھگڑ پڑیں اور کہا، ذرا انصاف سے کام لیجئے، اس پر جناب ابوبکر نے ان کو ایک طمانچہ مارا کہ رخسا سے خون جاری ہو گیا۔(۴)

جنگ جمل

عائشہ نے جب حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کی خبر سنی تو فوراً بصرہ روانہ ہو گئیں، ام المومنین حضرت ام سلمہ نے بہت سمجھایا اور کہا: اے عائشہ کیا تم نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے نہیں سنا:

علی خلیفتی علیکم فی حیاتی وبعد مماتی فمن عصاہ فقد عصانی.

علی تم لوگوں پر میرے خلیفہ ہیں، میری زندگی میں بھی اور میری وفات کے بعد بھی حضرت عائشہ نے کہا کہ ہاں سنا ہے، پھر فرمایا: اے عائشہ میں تم کو خدا کی قسم دیتی ہوں ٹھیک ٹھیک بتاؤ، تم نے رسول اللہ کو فرماتے ہوئے نہیں سنا کہ آپ نے فرمایا: زیادہ دن نہ گزریں گے کہ میری ایک بیوی پر حواب کے کتے بھوکیں گے، اس وقت وہ بیوی ایک باغی اور فسادی اور فتنہ وعناد والے گروہ کے درمیان میں ہوگی۔

جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات کہی میرے ہاتھ میں ایک برتن تھا وہ انتہائے اضطراب وقلق کے مارے چھوٹ کر گر گیا تو آپ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا: یہ کیا ہوا میں نے عرض کیا، یارسول اللہ میں ڈری کہ کہیں وہ زوجہ آپ کی میں نہ ہوں، اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبسم کیا اور اے عائشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہاری طرف دیکھا اور فرمایا: میرا گمان ہے کہ اے حمیرا وہ بیوی تم ہوگی، عائشہ نے کہا: ہاں درست ہے یہ واقعہ ٹھیک ہے اس کے بعد حضرت ام سلمہ نے کہا کہ اے عائشہ طلحہ اور زبیر سے

---

۱. بخاری ج ۳، ص ۶۱، مصر
۲. تاریخ طبری ج ۳، ص ۴۳۳، وطبقات ابن سعد ج ۲، قسم ثانی ص ۲۹
۳. بخاری ج ۳، ص ۱۷۴
۴. احیاء العلوم غزالی ج ۲، ص ۳۵؛ کنز العمال ج ۷، ص ۱۱۶

دھوکہ نہ کھاؤ اور یہ خیال نہ کرو کہ جب اس کام کی وجہ سے خدا کے عذاب میں تم مبتلا ہونگی تو یہ دونوں تم سے اس عذاب کردور کردیں گے۔

پس عائشہ بہت شرمندہ و پشیمان ہو کر حضرت ام سلمہ کے پاس سے اٹھیں اور اس کام سے باز رہنے کا ارادہ کرلیا لیکن عبداللہ بن زبیر نے آ کر پھر کہہ سن کر ان کو راضی کرلیا۔(۱)

حضرت عائشہ بصرہ روانہ ہو گئیں اور تیس ہزار جوانان جنگ آزما کے ساتھ اونٹ پر سوار ہو کر لشکر شیر خدا کے مقابلہ کو پہنچ گئیں، حضرت علی علیہ السلام نے بہت سمجھایا، فرمایا کہ اے عائشہ خداوند عالم نے ازواج رسول کے متعلق فرمایا ہے۔

قرن فی بیوتکن ولاتبرجن تبرج الجاهلية الاولی .

اے رسول کی بیبیوں! اپنے گھروں میں بند ہو کر بیٹھو اور زمانہ جاہلیت کی طرح ماری ماری نہ پھرو، لیکن ایک نہ مانیں اور ایک ایسے کام کے لئے کھڑی ہو گئیں۔

جس کی ذمہ داری خدا نے عورتوں سے ساقط کی ہے، اسی بنا پر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی میں کبھی کسی عورت کو فوج کا علمبردار، کمانڈر نہیں بنایا علاوہ اس کے کہ امام وقت پر خروج حرام بلکہ کفر ہے۔

صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں: حضرت علی علیہ السلام نے فوج کو نصیحت فرمائی کہ دیکھو جب تک دشمن کی طرف سے جنگ کی ابتداء نہ ہو جنگ نہ کرنا۔

۲. تمہاری نیت صرف دفاع کی ہونی چاہئے۔

۳. بھاگنے والوں کا تعاقب نہ کرنا۔

۴. زخمی، بیمار، عورتوں بچوں کو قتل نہ کرنا۔

۵ مقتولین کے کپڑے نہ اتارنا۔

۶. جو صلح کرنا چاہے اسے نہ مارنا۔

۷. کسی کے گھر میں نہ گھسنا۔

جب دشمن کی طرف سے تیروں کی بارش شروع ہوئی تب بھی آپ نے اپنی فوج کو جنگ کی اجازت نہ دی، جب فوج مخالف سے سخت حملے ہونے لگے اور فوج نے آپ سے دفاع کی اجازت طلب کی تو

---

۱. روضہ الاحباب ج ۳، ص ۱۶

آپ نے خدا کی بارگاہ میں عرض کیا کہ اے میرے پروردگار تو گواہ رہنا۔

میں نے بہت سمجھایا اور صلح کی کوششیں کی لیکن دشمن ظلم سے باز نہیں آتے، اس کے بعد پھر ایک شخص کو آپ نے صلح کا پیغام لے کر بھیجا، لیکن وہ بیچارہ قتل کر دیا گیا، اس وقت آپ نے فرمایا کہ اب ان سے جنگ کرنا حلال ہو گیا اور جنگ شروع ہو گئی۔(۱)

تیرہ ہزار آدمی حضرت عائشہ کی طرف سے اور پانچ ہزار آدمی حضرت علی علیہ السلام کے لشکر کے قتل ہوئے اور شکست خوردہ حضرت عائشہ احترام کے ساتھ مدینہ واپس کردی گئیں۔(۲)

لیکن اس احسان کے بعد بھی عائشہ کا دل حضرت علی علیہ السلام کی طرف سے صاف نہیں ہوا، عائشہ نے حضرت علی علیہ السلام کی شہادت کی خبر سنی تو سجدہ شکر کیا، مقاتل الطالبین حالات امیر المومنین، اور خوشی میں یہ شعر پڑھا۔

فالقت عصاها فاستقر بها النویٰ

کما قر علینا بالایاب المسافر

اس نے اپنا عصا رکھ دیا اور اطمینان سے بیٹھی جس طرح سفر سے پلٹنے کے بعد مسافر کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں۔(۳)

حضرت امام حسن علیہ السلام کی شہادت کے بعد جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے چاہا کہ آپ کو رسول اللہ کے پاس دفن کریں تو عائشہ ایک چھوٹے سے لشکر کے ساتھ خچر پر سوار ہو کر پہنچیں اور کہا کہ میں دفن نہ ہونے دوں گی۔(۴)

جنازہ امام پر تیر برسائے گئے یہاں تک کہ کئی تیر جنازہ میں پیوست ہو گئے، جن ازواج رسول کا یہ کردار تھا وہ مصداق آیت تطہیر کیونکر ہو سکتی ہیں اور اہل بیت میں کیونکر داخل ہو سکتی ہیں جن سے ہر طرح کی گندگی و پلیدی کو دور رکھنے کا وعدہ فرمایا ہے۔

---

۱. روضۃ الاحباب ج ۱۲، ص ۴۱ تا ص ۴۳

۲. یہ کل مضامین مروج الذہب مسعودی ج ۵، ص ۱۷۷، اور روضۃ الاحباب وغیرہ میں موجود ہیں

۳. حیوۃ الحیوان دمیری ج ۱، ص ۴۲

۴. ابوالفداء ج ۱، ص ۱۸۳، وتذکرہ خواص امت ص ۱۲۲، ومقاتل الطالبین ص ۵۲، روضۃ الاحباب حال حضرت امام حسین،

صحابہ اور عائشہ کو برا نہ کہو

علمائے اہل سنت نے عہد کر لیا ہے کہ خلفائے ثلاثہ اور ان کے ہم خیال صحابہ اور حضرت عائشہ کی خطاؤں پر جہاں تک ممکن ہو پردہ ڈالا جائے اور ان کو جتنا ممکن ہو بلند کیا جائے۔

ملا علی قاری صاحب لکھتے ہیں:

ولا نذکر الصحابة الا بالخیر وان صدر من بعضهم بعض ماهو فی الصورة شر فانه اما کان عن اجتهاد ولم یکن علی وجه فساد من اصرار وعناد.

ہم لوگ صحابہ کو بھلائی کے علاوہ کبھی برائی سے یاد نہیں کرتے اگر چہ بعض صحابہ سے بعض ایسے کام بھی صادر ہوئے جو شر اور فساد کی صورت میں تھے، لیکن وہ اجتہادی غلطی تھی اس سے سرکشی و فساد مقصود نہ تھا۔

شیخ عبدالحق صاحب دہلوی تکملة الایمان میں لکھتے ہیں:

روش اہل سنت آنست کہ صحابہ رسول را بجز خیر یاد نہ کنند و لعن و سب و شتم و اعتراض وافکار ہا ایشاں براہ سوئے ادب نروند از جہت نگاہ داشت نسبت صحبت آنحضرت۔

پھر لکھتے ہیں:

وانچہ از بعضے مشاجرات و محاربات و تقصیر در حفظ حقوق اہل بیت نبوی در غایت سوئے ادب بایشاں نقل کنند از تسلیم صحت آن اخبار ازاں اغماز کنند و تغافل ورزند و گفتہ را نا گفتہ و شنیدہ را نا شیدہ انگارند زیرا کہ صحبت ایشاں با پیغمبر یقینی ست و نقل ہائے دیگر ظنی و یقینی باطنی متروک نشود و ظن با یقین معارض نگردد۔

پھر لکھتے ہیں:

اگر چہ بجہت تصور بعضی امور کہ ارباب سیر و تواریخ نقل کنند و قدر مشترک ازان بسر حد تواتر رسیدہ باطن را وحشی و خاطر را کدورتی دست دہد باوجود آں سلامت در اغماز و کف لسان است۔(۱)

یعنی اہل سنت کی روش یہ ہے کہ صحابہ پر لعن و طعن نہیں کرو (ان کے غلط کاموں پر) اعتراض نہیں کرتے، ان کے فضائل و خلافت سے انکار نہیں کرتے اور اہل سیر و تواریخ نے جو صحابہ کے بعض جھگڑے اور لڑائیاں اور اہل بیت رسول کے حقوق کے ادا کرنے میں کوتاہی اور ان کی شان میں انتہا درجہ کی بے ادبی

---

۱. تکملة الایمان ص ۹۶

کے واقعات نقل کئے ہیں۔

ان کو تسلیم کرنے کے بعد بھی ان سے اغماز و تغافل کریں اور کہی ہوئی باتوں کو بے کہی اور ان سنی کو بے سنی بنا دیں اس لئے کہ ان لوگوں کا صحابی پیغمبر ہونا یقینی ہے، اور یہ روایتیں ظنی ہیں اور ظنی روایتوں کی بنا پر یقینی کو نہیں چھوڑ سکتے اور ظن یقین کا معارض نہیں ہوسکتا۔

اگرچہ ارباب سیر و تواریخ نے جو واقعات نقل کئے ہیں جن سب کا ایک مشترک مضمون حد تواتر تک پہنچ جاتا ہے اور ان کے تصور سے دل میں ایک وحشت اور کدورت پیدا ہوتی ہے لیکن اس کے باوجود (اہل سنت کے مذہب کی) سلامتی اسی میں ہے کہ ان چیزوں سے اغماز کیا جائے اور زبان کو روکا جائے۔

اس خطرناک عقیدہ کے خطرناک نتائج

ہر صاحب عقل جانتا ہے کہ دنیا کی ہر اچھی یا بری چیر صفات سے پہچانی جاتی ہے تازہ یا باسی پھل عمدہ یا خراب غلہ اصلی یا نقلی دوائیں، کھرا یا کھوٹا سکہ سب کے جانچنے کا ذریعہ صفات ہی ہیں اسی امتحان کے اختیار و خوبی و بدی کی تلاش و جستجو پر دنیا کا نظام قائم ہے یہاں تک کہ خدا اور رسول اور جملہ عقلائے زمانے نے چیزوں کے عیوب کو چھپانا اور ان کی جھوٹی تعریف کرنا جرم و گناہ قرار دیا ہے اور عیب پوشی کو شریعت میں تدلیس کہتے ہیں کہ یہ امر صرف بازار کی چیزوں ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ اصلی یا نقلی خدا اور سچے یا جھوٹے رسول، ہادی و راہبر سب انھیں صفات ہی سے پہچانے جاتے ہیں۔

خداوند عالم نے عیسائیوں کے عقیدہ تثلیث کی رو میں حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم کی نفی الوہیت کی دلیل یہ دی ہے:

مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ انظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْآيَاتِ ثُمَّ انظُرْ أَنَّى يُؤْفَكُونَ. (۱)

مسیح بن مریم کچھ نہیں ہیں صرف ہمارے رسول ہیں جن سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں اور ان کی ماں صدیقہ تھیں اور وہ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے دیکھو ہم اپنی نشانیوں کو کس طرح واضح کر کے بیان کرتے ہیں اور پھر دیکھو کہ یہ لوگ کس طرح بہکے جا رہے ہیں۔

---

۱. سورہ مائدہ آیت ۷۵

پس وہ خدا نہیں ہو سکتے کیونکہ کھانا پینا مخلوق کی صفت اور محتاج ہونے کی دلیل ہے۔

اور خدا محتاج نہیں ہے۔

اسی طرح بتوں کے متعلق فرماتا ہے:

وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ آلِهَةً لَايَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ وَلَايَمْلِكُونَ لِأَنفُسِهِمْ ضَرًّا وَلَانَفْعًا وَلَايَمْلِكُونَ مَوْتًا وَلَاحَيَاةً وَلَانُشُورًا. (۱)

اور ان لوگوں نے خدا کو چھوڑ کر ایسے خدا بنا لئے ہیں جو کسی بھی شے کے خالق نہیں ہیں بلکہ خود ہی مخلوق ہیں اور خود اپنے واسطے بھی کسی نقصان یا نفع کے مالک نہیں ہیں اور نہ ان کے اختیار میں موت وحیات یا حشر ونشر ہی ہے۔

خدا کی صفت تو یہ ہے کہ وہ خالق ہے مخلوق نہیں، قادر ہے مجبور نہیں۔

اور وہ قرآن میں حضرت ابراہیم کے قول کی اس طرح ترجمانی کرتا ہے کہ انھوں نے اپنے چچا آذر سے یوں کہا:

إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ يَاأَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَايَسْمَعُ وَلَايُبْصِرُ وَلَايُغْنِي عَنكَ شَيْئًا. (۲)

جب انہوں نے اپنے پالنے والے باپ سے کہا کہ آپ ایسے کی عبادت کیوں کرتے ہیں جو نہ کچھ سنتا ہے نہ دیکھتا ہے اور نہ کسی کام آنے والا ہے۔

غرض اس قسم کی آیتوں سے قرآن بھرا پڑا ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیتیں کفار کو سنائیں اور ان کے دین کو سراسر گمراہی وضلالت بتایا تو ان کو طیش آ گیا اور حضرت ابوطالب سے جا کر کہا کہ اپنے بیٹے کو روکئے کہ وہ ہمارے خداؤں کو برا نہ کہیں، ہمارے معبودوں کی توہین نہ کریں یا آپ بیچ سے ہٹ جائیں کہ ہم ان کو قتل کر دیں یا خود فنا ہو جائیں، حضرت ابوطالب علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ جان عم میرے اوپر اتنا بار نہ ڈالو کہ میں اٹھا نہ سکوں۔

آپ نے آب دیدہ ہو کر فرمایا: خدا کی قسم اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ میں سورج اور دوسرے میں چاند لا کر رکھ دیں تب بھی میں اپنے فرض سے باز نہ آؤں گا۔

آپ کی پراثر آواز نے حضرت ابوطالب کو متاثر کیا، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ جاؤ کوئی

---

۱. سورہ فرقان آیت ۳

۲. سورہ مریم آیت ۴۲

شخص تمہارا بال بیکا نہیں کر سکتا۔(۱)

سورہ یونس میں خدا رسول اللہ ﷺ سے فرماتا ہے کہ اے رسول ان سے کہہ دو:

قُلْ لَوْ شَاءَ اللهُ مَا تَلَوْتُهُ عَلَيْكُمْ وَلَاأَدْرَاكُمْ بِهِ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِنْ قَبْلِهِ أَفَلَاتَعْقِلُونَ ☆ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرَى عَلَى اللهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ إِنَّهُ لَايُفْلِحُ الْمُجْرِمُونَ .(۲)

آپ کہہ دیجئے کہ اگر خدا چاہتا تو میں تمہارے سامنے تلاوت نہ کرتا اور تمہیں اس کی اطلاع بھی نہ کرتا۔ آخر میں اس سے پہلے بھی تمہارے درمیان ایک مدت تک رہ چکا ہوں تو کیا تمہارے پاس اتنی عقل بھی نہیں ہے۔اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹا الزام لگائے یا اس کی آیتوں کی تکذیب کرے جب کہ وہ مجرمین کو نجات دینے والا نہیں ہے۔

وَلَاتُطِيعُوا أَمْرَ الْمُسْرِفِينَ ☆ الَّذِينَ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَايُصْلِحُونَ .(۳)

اور زیادتی کرنے والوں کی بات نہ مانو، جو زمین میں فساد برپا کرتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے ہیں۔

ان آیات سے معلوم ہوا، کہ خدا ہو یا رسول یا امام وخلیفہ سب کی معرفت کا ذریعہ صفات ہیں پس ہمارا فرض ہے کہ ہم مدعی الوہیت ونبوت وخلافت کے صفات وحالات کی جستجو وتلاش کریں۔

اگر اس میں وہ صفات پائے جاتے ہیں تو اس کی تصدیق کریں ورنہ اس کو جھوٹا سمجھیں اسی میں سلامتی دین اور ایمان اور اسی میں ہمارے لئے فلاح ہے

اسی بنا پر شریعت میں بدعتی شخص کی غیبت جائز قرار دی گئی ہے تا کہ لوگ بدعت سے بچیں۔(۴)

اور اسی بنا پر علمائے اسلام نے کم از کم ایک لاکھ صحابہ اور تابعین وراویان حدیث کے حالات زندگی اور عیب وہنر قلمبند کر لئے یہاں تک عظیم الشان فن رجال تیار ہو گیا۔(۵)

بڑے بڑے صحابہ اور محدثین بھی تنقیص وجرح وقدح سے نہ بچ سکے، جیسا کہ اس کتاب میں بھی

---

۱. سیرت ابن ہشام ج۱،ص ۸۶
۲. سورہ یونس آیت ۱۶، ۱۷
۳. سورہ شعراء آیت ۱۵۱، ۱۵۲
۴. ترجمہ در مختار جلد ۱ص ۴۲۲
۵. سیرۃ النبی جلد ۱ص ۳۱

جناب ابوہریرہ، انس ابن مالک اور ابوحنیفہ وغیرہ کے متعلق علمائے اہل سنت کی رائے نقل کی گئیں ہیں۔

لیکن اگر کوئی کہے کہ دنیا کی ہر چیز کو خیر ہی سے یاد کرو اگر چہ اس میں شر موجود ہو لیکن اس کے عیوب وشر کا تذکرہ نہ کرو بازار کی سڑی گلی چیزوں کو بھی سڑا نہ کہو۔

کھوٹے سکوں کو بھی کھوٹا نہ کہو اور ساری دنیا اس پر عمل کرنے لگے تو بتایئے حشر کیا ہوگا، بنی نوع انسان کا دین و دنیا دونوں برباد ہیں۔

شیطان پر بھی لعنت نہ کرو

امام غزالی اپنی کتاب ہدایت میں لکھتے ہیں:

السادس اللعن فایاک ان تلعن شیامماخلق اللّٰہ تعالیٰ من حیوان اوطعام اوانسان بعینه .

پھر لکھتے ہیں:

واعلم انک یوم القیامه لایقال لک لم تلعن فلاناولم سئلت عنه بل لولم تلعن ابلیس طول عمرک ولم تشغل لسانک بذکره لم تسئل عنه ولا تطالب به یوم القیامة واذالعنت احدامن خلق اللّٰہ طولبت. (۱)

چھٹی چیز جس سے زبان کو بچانا چاہیۓ وہ لعن ہے، پس خدا کی خلقت حیوان ہو یا کھانے کی کوئی چیز یا کوئی خاص انسان، ہرگز کسی پر لعنت نہ کرو۔

اور سمجھ لو کہ قیامت کے روز تم سے ہرگز سوال نہیں کیا جائے گا کہ تم نے فلاں پر لعنت کیوں نہ کی اور کیوں خاموش رہے، بلکہ اگر تم تمام عمر شیطان پر لعنت نہ کرو اور اس کے ذکر سے اپنی زبان کو آشنا نہ کرو تو قیامت کے روز تم سے کوئی سوال نہ ہوگا لیکن اگر تم نے اللہ کے بندوں میں سے کسی پر لعنت کی تو قیامت کے روز تم سے سوال کیا جائے گا۔

دیکھا آپ نے یہ کتنا حسین فریب ہے کتنا خوبصورت دھوکہ ہے، جس پر ہر نا سمجھ انسان خوش ہو جائے گا اور مہر تصدیق ثبت کرے گا، اور اپنے دل میں کہے گا کہ یہ مذہب کتنا سچا ہے اور یہ راہبر کیسے باخدا ہیں جو شیطان تک کو برا کہنے سے منع کرتے ہیں، لیکن ذرا ان لوگوں کے قول و فعل کی تطبیق کیجئے تو حقیقت واضح ہو جائے گی۔

---

۱. کتاب ہدایت، غزالی

اہل سنت کے سب وشتم ولعن وطعن کے چند نمونے

امام غزالی صاحب اپنی اسی کتاب ہدایت میں چند صفحات کے بعد تکبیر کے بیان لکھتے ہیں:

واما العجب والکبر والفخر فھو الداء العضال وھو نظر العبد الی نفسه بعین العزة والاستعظام والی غیرہ بعین الاحتقاد ونتیجته علی اللسان ان یقول انا وانا کماقال ابلیس اللعین انا خیر منه خلقتنی من نار وخلقته من طین.

عجب تکبر اور فخر بہت شدید مرض ہے۔ تکبر اس کو کہتے ہیں کہ انسان اپنے نفس کو تو بڑا عزت والا اور بہت بڑا سمجھے اور دوسروں کو ذلیل نگاہ سے دیکھے اور اس کا نتیجہ زبان پر یہ ظاہر ہوتا ہے۔

کہ وہ میں ایسا اور میں ویسا کہنا شروع کرتا ہے، جیسا کہ ابلیس لعین نے کہا تھا کہ میں ان (آدم) سے بہتر ہوں، تو نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور ان کو مٹی سے پھر کچھ آگے بڑھ کر غصہ کے علاج میں لکھتے ہیں:

واما العمل فھو ان یقول اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم اذ یعلم ان ذلک من الشیطان.

یعنی غضب کا عملی علاج یہ ہے کہ کہے میں پناہ چاہتا ہوں خدا کی شیطان الرجیم سے، اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ یہ غضب اسی کی طرف سے ہے۔

جس لعنت سے امام غزالی نے دوسروں کو منع کیا ہے اس کا خود ارتکاب کیا بلکہ دوسروں کو بھی حکم دیا ہے کہ غضب سے بچنے کے لئے شیطان پر لعنت کیا کرو۔

امام غزالی کی اس تحریر سے ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ چونکہ سارے گناہ شیطان کر طرف سے ہیں اس لئے کسی شخص کو گناہ سے روکنے کے لئے شیطان کی مثال دینا اور اس پر لعنت کرنا ضروری ہے ایسا کرنے سے گناہوں سے نفرت پیدا ہوتی ہے اور سننے والا یہ سمجھتا ہے کہ ایک ایسا کام جس کے کرنے سے شیطان ہمیشہ کے لئے ملعون ومردود بارگاہ پروردگار ہوگیا مجھ کو ہرگز نہ کرنا چاہئے، اگر میں بھی گناہ کروں گا تو خدا کی لعنت وعذاب کا مستحق ہو جاؤں گا، نیز لعنت کرنے سے ایک فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اگر شیطان قریب ہوتا ہے تو دور ہو جاتا ہے اور لعنت کرنے والا یہ سمجھتا ہے کہ جس گناہ پر میں خود شیطان پر لعنت کر رہا ہوں وہ کام خود مجھ کو نہیں کرنا چاہے۔

اسی بنا پر خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

فاذاقرات القرآن فاستعذبالله من الشیطان الرجیم . (۱)

جب تم قرآن پڑھو تو خدا کی پناہ طلب کرو شیطان الرجیم سے۔

ابن عباس سے منقول ہے کہ سب سے پہلے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جبریل نازل ہوئے تو عرض کیا کہ کہئے۔

استعیذبالسمیع العلیم من الشیطان الر جیم

اس مضمون کی اور بھی بہت سی حدیثیں فریقین کی کتابوں میں مروی ہیں:

دیکھئے کتب احادیث وتفاسیر،

نیز ابتدائے دور اسلام سے آج تک اس امر کے استحباب پر علما کے فتوے اور مسلمانوں کا عمل جاری ہے، یہاں تک خود امام غزالی بھی اس پر عامل رہے، پھر سمجھیں کہ روز محشر کچھ سوال نہ ہوگا اور اگر لعنت کی تو خدا باز پرس کرے گا کہ کیوں لعنت کی اب مسلمان فیصلہ کریں کہ خدا کا حکم اور علما کا عمل مانا جائے۔ یا امام غزالی کا قول:

ملا علی قاری صاحب لکھتے ہیں:

من قال لاالعن اولست العن فی جواب من قال ان الله یلعن ابلیس کفرلان ظاهره المعارضة .(۲)

جو شخص کہے کہ لعنت کرنا یا لعنت نہ کرو۔ اس شخص کے جواب میں جس نے کہا کہ خداوند عالم ابلیس پر لعنت کرتا ہے تو وہ کافر ہو گیا، کیونکہ اس نے خدا سے معارضہ کیا اب بتایئے کہ امام غزالی کے متعلق کیا کہا جائے۔

علمائے اہل سنت کا صحابہ پر سب ولعن

علامہ محمد بن عقیل اپنی کتاب نصائح کافیہ میں لکھتے ہیں:

فقول المسلمون فی کبیر الفئة الباغیة ورئیس النواصب معاویة ثلث فرق فرقة حکموابفسقه واوجبوابغضه فی الله وجاذوالعنه ومنعوامن

---

۱. سورہ نحل آیت ۹۸

۲. شرح فقہ اکبر ص ۱۶۸

تسویدة والترضی عنه تعظیما له واجلالا وهم اهل الحق والهدیٰ. (۱)
میں کہتا ہوں کہ باغیوں کے سرگروہ اور رئیس نواصب معاویہ کے بارے میں مسلمانوں میں تین فرقے ہیں، ایک فرقے نے اس کے فاسق ہونے کا حکم دیا ہے۔ خدا کی خوشی کے لئے اس کی دشمنی واجب قرار دی ہے اور اس پر لعنت کرنے کو جائز کہا ہے، اس کی ساتھ یاری، اس سے رضامندی اور اس کی تعظیم و تکریم سے منع کیا ہے اور یہی لوگ حق پر اور ہدایت یافتہ ہیں۔

پھر لکھتے ہیں:

فاصحاب معاویة هم الباغون بلاریب علی الامام المرتضیٰ وهم القاسطون کماوعد هم المصطفیٰ قال اللّٰہ واماالقاسطون فکانو الجهنم حطبا.

اس میں شک نہیں کہ معاویہ کے اصحاب نے حضرت امام علی سے بغاوت کی اور وہ قاسطین تھے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی تھی اور خداوند عالم فرماتا ہے کہ قاسطین پس وہ جہنم کی ایندھن بن گئے۔

پھر لکھتے ہیں:

فقداجمع فقهاء الحجاز والعراق من فریقی اهل الحدیث والرای ومنهم مالک والشافعی وابو حنیفة واحمد والاوزاعی والجمهور الاعظم من المتکلمین من المسلمین ان علیامصیب فی قتاله لاهل صفین کماهو مصیب فی اهل الجمل وان الذین قاتلوه بغاة ظالمون لکن لایکفرون یبغیهم کذاذکره الاامام عبدالقاهر الجرجانی فی کتاب الامامة.

حجاز وعراق کے فقہا اہل حدیث ہوں یا مجتہدین اور انہی میں سے امام مالک وامام شافعی وامام ابوحنیفہ واحمد بن حنبل واوزعی و متکلمین اہل اسلام کے ایک بڑے گروہ نے اجماع کیا ہے کہ اہل صفین واہل جمل کے جنگ کرنے میں حضرت علی علیہ السلام حق پر تھے اور جن

۱۔ نصائح کافیہ کے ص ۴، علامہ محمد بن عقیل

لوگوں نے آپ سے جنگ کی وہ باغی اور ظالم تھے۔

لیکن ان کی بغاوت کی وجہ سے ان کو کافر نہیں کہیں گے، امام عبدالقادر جرجانی نے اپنی کتاب (الامامۃ) میں یہی لکھا ہے۔

اس کے بعد ابن عقیل نے اصحاب معاویہ میں مغیرہ بن شیبہ اور عمرو بن عاص اور عمر بن سعید اشدق، مروان بن حکم سمرن بن جذب، بسر بن ارطاۃ، شرجیل ابن سمط، زیادہ بن سمیہ وغیرہ پر نام بنام لعنت کی ہے۔(۱)

شاہ عبدالعزیز دہلوی اپنے فتاوی میں پانچویں سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ:

مروان علیہ اللعنۃ رابد گفتن وبہ او بیزار بودن خصوصا درسلوکی کہ باحضرت امام حسین واہل بیت می نمود وعداوت مستقر ازان بزرگواران دردل داشت ازلوازم سنت ومحبت اہل بیت است کہ از جملہ فرائض ایمان است۔(۲)

مروان علیہ اللعن کو برا کہنا اور اس سے دلی بیزاری رکھنا خاص کر اس کے اس سلوک کی بناپر جو وہ حضرت امام حسین علیہ السلام اور اہل بیت علیہم السلام کے ساتھ کرتا تھا اور ان بزرگان دین سے مستقل عداوت اپنے دل میں رکھتا تھا، لوازم سنت اور لوازم محبت اہل بیت جملہ فرائض ایمان سے ہے۔

واضح ہو کہ مروان صحابی تھا اور بہت سے صحابہ نے اس سے روایت کی ہے، اس کی روایتیں صحاح ستہ میں موجود ہیں اور یہی مروان تھا، جس کے لئے جناب عثمان نے جان دیدی لیکن اس کو مسلمانوں کے حوالہ نہ کیا۔

لیکن شاہ صاحب لکھتے ہیں:

چونکہ وہ دشمن اہل بیت تھا اس لئے اس پر لعنت کرنا اور اس سے بیزار رہنا لوازم سنت وفرائض ایمان سے ہے۔

ابن عقیل لکھتے ہیں:

ابوالفرج اصفہانی نے لکھا ہے کہ جنگ صفین کے بعد معاویہ نے بسر بن ارطاۃ کو لشکر کے ساتھ مختلف بلاد کی طرف بھیجا کہ علی کے دوستوں کو جہاں پائے قتل کرے تو وہ یمن گیا وہاں حضرت علی علیہ السلام کی طرف

---

۱. نصائح کافیہ از ص ۴۸، تا ص ۵۴

۲. فتاوی ص ۱۹۳، شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی

سے ابن عباس عامل تھے جس وقت بسر پہنچا ابن عباس موجود نہ تھے۔

فلم یصاوفه بسر ووجه ابین له صبیین فاخذهما بسر لعنة الله و ذبحهما بیده. (۱)

بسر ابن ارطاۃ نے ابن عباس کو نہ پایا لیکن ان کے دو کمسن بچے اس کو مل گئے۔

پس بسر نے ان دونوں کو اپنے ہاتھ سے ذبح کر دیا "خدا اس پر لعنت کرے"

ابن عقیل لکھتے ہیں:

ولعن عمر بن الخطاب خالد بن الولید حین قتل مالک بن نویره. (۲)

جناب عمر نے خالد بن ولید پر لعنت کی، جب انھوں نے مالک بن نویرہ کو قتل کیا۔

قاتلان پر لعن وطعن

صاحب روضۃ الاحباب نے قاتلان جناب عثمان کو دل کھول کر گالیاں دی ہیں۔

روضۃ الاحباب میں لکھتے ہیں:

خبر بعثمان رسید علی بحسُن تدبیر و لطف تقریر آن قوم شریر را تسکین داده باز گروائید

عثمان کو خبر ملی حضرت علی علیہ السلام نے بحسن تدبیر ولطف تقریر اس قوم شریر کو تسلی دے کر واپس کر دیا۔ (۳)

نیز اس کتاب میں لکھتے ہیں: **روایتی آنکه چون اوباش بر حصار او استیلائی تمام یافتند و کار بروی مضیق شد بعلی مرتضیٰ کرم الله وجهه نوشت.** (۴)

ایک روایت میں ہے کہ جب اوباشوں نے ان کا مکمل محاصرہ کرلیا اور ان پر زندگی تنگ ہوگئی تو انھوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو لکھا۔ الخ

نیز اس کتاب میں لکھتے ہیں:

رومان بن سرحان خنجری کشیده قصد حنجره کرد و گفت یا نعثل بر چه دینی

---

۱. نصائح کافیہ ص ۳۱
۲. نصائح کافیہ ص ۱۱
۳. روضۃ الاحباب ج ۲، ص ۱۹۷
۴. روضۃ الاحباب ج ۲، ص ۲۱۰

هستی؟ عثمان گفت: من نعثل نیستم عثمان بن عفان هستم بدبخت لعین گفت: دروغ می گوئی وبآن خنجر به او شهادت رسانید. (۱)

رومان بن سرحان نے خنجر کھینچ کران کی گردن کاٹنے کا ارادہ کیااور کہا کہ اے نعثل تو کس دین پر ہے، عثمان نے کہا: میں نعثل نہیں ہوں، عثمان بن عفان ہوں اس بدبخت ملعون نے کہا: جھوٹ کہتے ہواوراسی خنجر سے ان کوشہید کردیا۔

زائروں اور مہمانوں کو گالیاں

صح عن الامام مالک رحمۃاللّٰہ انه قال لعن اللّٰه عمروبن عبید،یعنی الزاهدالمشهور،وقال محمدبن الحسن صاحب ابی حنیفة رحمهم اللّٰه سمعت اباحنیفة یقول لعن اللّٰه عمروبن عبید. (۲)

خبر صحیح امام مالک سے پہنچی ہے کہ انھوں نے کہا: خدالعنت کرے عمر بن عبید پر عمرو بن عبید مشہور زائروں میں سے تھے،اور صاحب ابوحنیفہ محمد بن حسن نے کہا: میں نے ابوحنیفہ کو کہتے ہوئے سناوہ برابر کہا کرتے تھے کہ خدالعنت کرے عمرو بن عبید پر۔

ونقل البخاری رحمة اللّٰه فی خلق افعال العبادقال قال وکیع علی بشر المویسی لعنة اللّٰه یهودی اما نصرانی فقال له رجل کان ابوه اوجده نصرانیا قال وکیع علیه وعلی اصحابه لعنةاللّٰه . (۳)

بخاری نے خلق افعال عباد کے باب میں نقل کیا ہے کہ وکیع نے کہا کہ بشر مویسی پر اللہ کی لعنت ہو وہ یہودی یا نصرانی ہے،اس پر ایک شخص نے کہا کہ، وہ تو نہیں،لیکن اس کا باپ یادادانصرانی تھا،تو وکیع نے کہا کہ اس پراوراس کے ساتھیوں پر اللہ کی لعنت ہو۔

علامہ بخاری لکھتے ہیں: جناب ابوبکر کے گھر کچھ مہمان آئے جناب ابوبکر جب گھر میں داخل ہوئے تو پوچھا کہ مہانوں کو کھانا کھلایا،آپ کی زوجہ نے جواب دیا کہ ان لوگوں کو آپ کا انتظار ہے،بغیر آپ کے ان لوگوں نے کھانا کھانا پسند نہیں کیا،اس پر جناب ابوبکر نے پہلے تو بیوی کو گالیاں دیں اس کے بعد مہانوں کو گالیاں دیں اور بد دعا کی۔ (۴)

---

۱. روضۃ الاحباب ج ۲،ص ۲۱۲
۲. نصائح کافیہ ص ۱۱
۳. نصائح کافیہ ص ۱۲
۴. بخاری باب قول الصنیف الصاحبہ ج ۴،ص ۵۰،مطبوعہ مصر

ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ آپ کی رائے کیا ہے زنا بھی خدا کے ارادے سے ہے؟ کہا ہاں! اس شخص نے کہا: جب زنا خدا کے ارادے سے ہے تو اس کو سزا کیوں ہوگی! جناب ابو بکر نے فرمایا: اے ابن اللخنا (گندی اور بودار عورت کا بیٹے) اگر اس وقت کوئی ہوتا تو تیری ناک کٹوالیتا۔ (۱)

علامہ سیوطی لکھتے ہیں: کان ابو بکر سبابا

یعنی ابو بکر بڑے گالی بکنے والے تھے۔ (۲)

شیعوں پر لعن وطعن

علامہ ابن حجر اپنی کتاب صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں:

اخرج البھیقی عن الشافعی قال مامن اھل الھواء اشدزورامن الرافضة و کان اذاذکرھم مابھم اشدالعیب.

یعنی بیہقی امام شافعی سے روایت کرتے ہیں: وہ کہتے تھے کہ کوئی گمراہ فرقہ شیعوں سے زیادہ جھوٹا نہیں ہے اور جب امام شافعی شیعوں کا ذکر کرتے تھے تو ان کو سخت سے سخت عیب لگایا کرتے تھے (یعنی جھوٹے)

علامہ ابن حجر مکی اپنی کتاب صواعق محرقہ میں حدیث ''یاعلی انت منی بمنز لة ھارون من موسیٰ'' کے جواب میں لکھتے ہیں:

لکنھم لفرط جھلھم وعنادھم وسلیھم عن الحق یزعمون التواتر فقاتلھم اللّٰہ ماجھلم.

یعنی شیعہ بسبب اپنی انتہائے جہل وعناد اور حق سے منحرف ہونے کے گمان کرتے ہیں کہ یہ حدیث متواتر ہے، خدا ان لوگوں کو قتل کرے۔ ''مثل مشہور ہے کہ تنگ آمد بجنگ آمد''

یہ حدیث خود اہل سنت کی معتبر کتابوں میں پچیس سندوں سے وارد ہوئی ہے اور خود علما ومحدثین اہلسنت نے اس کے تواتر کا دعویٰ کیا ہے، جس کی تفصیل کا انتظار کیجئے اور مامون الرشید کے مناظرہ میں گزر چکا کہ چالیس بڑے بڑے علما نے اس کی سند کی تصدیق کی اور انکار نہ کر سکے، لیکن علامہ ابن حجر جب اس کے جواب سے عاجز ہوئے تو شیعوں کو گالیاں دینے لگے اور یہ بھی اس کی صحت کی ایک دلیل

---

۱. کنز العمال کتاب الایمان ذکر ایمان... فصل ج۷، ص۸۶

۲. تاریخ الخلفاء ص۳۷

ہے ورنہ عملی بحثوں میں گالیوں کا کیا کام ہے۔

علامہ ابن حجر نے صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی تم اور تمہارے شیعہ خدا کی بارگاہ میں اس طرح پہنچیں گے کہ وہ لوگ خدا سے راضی ہوں گے اور خدا ان سے راضی ہوگا اور تمہارا دشمن غصہ میں بھرا ہوا آئے گا اور اس کے ہاتھ پس گردن سے بندھے ہوں گے۔(۱)

اس حدیث کو لکھنے کے بعد ابن حجر صاحب لکھتے ہیں:

حضرت علی علیہ السلام کے شیعہ اہل سنت ہیں، پھر اسی صفحہ کے آخر میں لکھتے ہیں:

واماالرافضة والشیعة ونحوهمااخوان الشیاطین

اس کے بعد ص ۹۳، پر لکھتے ہیں: **هم شیعة ابلیس**

پھر پر لکھتے ہیں: **فیهم لعنة الله والملائکة والناس اجمعین**

اسی طرح ساری کتاب گالیوں سے بھری ہے۔

علامہ سیوطی تاریخ الخلفاء ص ۱۳۱، پر لکھتے ہیں: **فلعن الله الرافضة**۔

یعنی خدا رافضیوں پر لعنت کرے۔

امام فخر الدین رازی اپنی کتاب اکمال الدین میں لکھتے ہیں:

اما الرافضة لعنهم الله۔

نواب صاحب بھوپال اپنی کتاب کشف الالتباس میں لکھتے ہیں: یہ حکایت محمد بن نعمان ملقب بہ شیطان الطاق کی ہے نہ نعمان بن ثابت ابوحنیفہ کی۔(۲)

مومن طاق

ابوجعفر محمد بن علی بن نعمان مومن طاق حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے اجلہ اصحاب میں سے تھے آپ کوفہ کے محلہ طاق المحامل کے رہنے والے تھے، وہاں آپ کی جواہرات کی دوکان تھی آپ وہیں بیٹھے ہوئے لوگوں کے ایمان کو امتحان کی کسوٹی پر پرکھا کرتے تھے۔

آپ جلیل القدر علمائے متکلمین میں سے تھے اور بڑے ذکی اور حاضر جواب تھے چونکہ آپ کے سنان زبان سے مخالفین کے دل غربال تھے، اس لئے بجائے مومن طاق کے آپ کو وہ لوگ شیطان طاق کہا

---

۱. صواعق محرقہ ص ۹۲ ۲. کشف الالتباس، نواب صاحب بھوپال ص ۲۴۵

کرتے تھے، جناب ابوحنیفہ اور دیگر علمائے سنت سے آپ کے مناظرے ہوئے۔

احتجاج طبرسی وغیرہ میں درج ہے: ان میں آپ کو شاندار فتح ہوئی اور بہت سے لوگوں نے آپ کی ہدایت سے دین حق اختیار کیا، جناب ابوحنیفہ کے ساتھ آپ سے بڑی بے تکلفی تھی، کبھی کبھی لطائف وظرائف کی نشستیں رہتی تھیں، بات پر نوک جھونک ہوتی تھی، مومن طاق چونکہ بڑے حاضر جواب تھے۔

اس لئے امام ابوحنیفہ آپ سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے تھے، خفت اٹھاتے اور منہ دیکھ کر رہ جاتے، ایک مرتبہ امام صاحب اپنے شاگردوں میں بیٹھے تھے کہ مومن آ گئے، امام صاحب نے شاگردوں سے کہا (قد جائکم الشیطان) یعنی تم لوگوں کے پاس شیطان آ گیا، مومن طاق نے سن لیا اور یہ آیت پڑی۔

انا ارسلنا الشیطان علی الکافرین الایة.

یعنی ہم نے شیطان کو کافروں کے پاس بھیجا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی شہادت کے بعد ایک دن ابوحنیفہ نے مومن طاق سے کہا (مات امامک) یعنی تمہارے امام مر گئے انھوں نے فوراً جواب دیا۔

و امامک من المنظرین الی یوم الوقت المعلوم .

یعنی تمہارے امام (شیطان) کو قیامت تک کی مہلت دی گئی ہے وہ نہ مرے گا ایک دن آپ کوفہ کی گلی میں امام ابوحنیفہ کے ساتھ گزر رہے تھے کہ ایک شخص پکارتا ہوا نکلا کہ کسی نے میرا صبی ضال ''گمراہ لڑکا'' دیکھا ہے مومن طاق نے کہا: گمراہ لڑکا تو نہیں دیکھا، اگر شیخ ضال یعنی گمراہ بڈھا درکار ہو تو میرے ساتھ موجود ہے۔(۱)

ان تحریروں سے معلوم ہوا کہ لعن وطعن وسب وشتم ہمیشہ سے علماو محدثین وآئمہ اہل سنت کا خاص شعار رہا جس کو یہ لوگ اپنے مخالف کے لئے ہمیشہ جائز سمجھتے رہے اور آج بھی سمجھتے ہیں۔

بلکہ خود آپس میں بھی ایک دوسرے کی تکفیر وسب وشتم کرنے سے باز نہیں آتے ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ سواد اعظم اور ان کے خلفاء کا مخالف ہر قسم کے سب وشتم کا مستحق ہے۔

لیکن اہل بیت کے دشمن اور حضرت علی علیہ السلام کی بیعت توڑ کر ان سے جنگ کرنے والے، حضرت امام حسن علیہ السلام کو زہر سے شہید کرنے والے، ان کے جنازے پر تیروں کی بارش کرنے والے اور نور دیدہ رسول

---

۱. از کشف الحقائق در احوال حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ص ۳۷۱

کو پہلوئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں دفن ہونے سے روکنے والے، حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے گھر میں آگ لگانے والے، حضرت محسن کو شہید کرنے والے، حضرت امام حسین کو مع ان کے چھوٹے چھوٹے بچوں کے تین دن کا بھوکا پیاسا ذبح کرنے والے، رسول زادیوں کو اسیر کر کے دربدر پھرانے والے، منبروں پر آل رسول کو گالیاں دینے والے، سادات کو چن چن کر قتل کرنے والے، ان کو دیواروں میں چننے والے واجب الاحترام اور مسلمان مومن۔ جنتی اور دین خدا کے سچے پیرو، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عاشق، قرآن کے سچے پیرو، مسلمانوں کے راہبر اور امت مسلمہ کے اجماعی خلیفہ تھے، اگرچہ ان میں یزید ایسے شرابی وزانی و بے دین بھی تھے جو اپنی ماؤں سے نکاح کرتے، ان میں وہ بھی تھے جو اپنے حقیقی بھائیوں کے ساتھ لواط کرتے۔ قرآن کو تیروں سے ٹکڑے کرتے، لیکن یہ سب خطائیں اجتہادی تھیں۔

فاعتبروا یااولی الابصار،

سواد اعظم کے مذہب میں انھیں لوگوں کے خلاف زبان کھولنا ان کے مظالم فسق و فجور کا اعلان و اشتہار کرنا سبب سے بڑا گناہ ہے۔

اسی کا نام گالی اور تبرا ہے جو شیعوں سے منسوب کیا جاتا ہے، جس کے سبب سے ان پر کفر و شرک کے فتوئے جاری کیے جاتے ہیں، ورنہ وہ گالیاں جو اہل بیت کو دی گئیں، اور ان کے مذہب میں عبادت اور اعانت دین اسلام اور جہاد فی سبیل اللہ ہیں امیر معاویہ جو بنص حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا باغی اور جہنم کی طرف بلانے والا تھا۔ جس نے ستر ہزار منبروں پر اہل بیت کو گالیاں دلوائیں اور کوئی توہین ان کی باقی نہ رکھی، جو حضرت علی علیہ السلام سے لڑائیاں لڑا جس کے مختصر حالات گزر چکے وہ آج بھی صحابی رسول وقابل احترام اور رضی اللہ عنہ ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کا قاتل یزید بن معاویہ مسلمانوں کے اجماعی خلفاء میں داخل ہے۔

مالک بن نویرہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے ساتھ کے ہزاروں مسلمان صرف اس جرم میں کہ انھوں نے جناب ابوبکر کی خانہ ساز خلافت قبول نہیں کی۔ بے دریغ قتل کیے گئے، ان کی عورتیں بغیر عقد نکاح کے تصرف میں لائی گئیں اور مظلوموں کے سروں کو چوھا بنا کر ان پر کھانا پکایا گیا، یہ بربریت جناب ابوبکر کے افضل الناس اور علم صحابہ ہونے کی دلیل قرار دی گئی اور ان کے اعلیٰ ترین کارناموں میں شمار کی گئی، لیکن مالک بن نویرہ "الصحابہ کلھم عدول اور اصحابی کالنجوم" کے کلیہ سے نکال دئے گئے اور ان کے لئے خطائے اجتہادی کی بھی گنجائش نہ رکھی گئی۔

جناب ابوبکر نے حضرت امیر المومنین پر ظلم کیا خانہ فاطمہ زہرا میں آگ لگانے گئے۔

جناب محسن کو شہید کیا تو یہ امور ان کے لئے جائز اور بہترین کارنامہ شمار کئے گئے۔

لیکن حضرت علی علیہ السلام کے لئے ابوبکر کی بیعت نہ کرنے پر الصحابہ کلھم عدول اور اصحابی کالنجوم کا کلیہ ٹوٹ گیا اور آپ کے لئے خطائے اجتہادی کی بھی گنجائش نہ رکھی گئی۔

جناب عثمان نے حضرت ابوذر غفاری رحمۃ اللہ علیہ کو جلاوطن کیا اور طرح طرح کی اذیتیں پہنچائیں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت عمار یاسر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر اصحاب رسول کو صرف اس جرم پر کہ ان لوگوں نے بعض ناجائز باتوں پر جناب عثمان کو امر بالمعرف کیا تھا پٹوایا اور ان کی توہین کی تو اس سے جناب عثمان کی صحابیت وعدالت میں کوئی نقص واقع نہیں ہوا بلکہ یہ مظالم جناب عثمان کے حسن تدبیر کی سند قرار دئے گئے۔ لیکن جناب عثمان کے مظالم سے تنگ آ کر جب مسلمان اور اصحاب رسول نے بمشورہ واجماع ان کو قتل کر دیا تو وہ لوگ باغی وظالم واوباش وشریر وملعون قرار دئے گئے اور الصحابہ کلھم عدول کی فہرست سے نکال دئے گئے اور ان کے لئے خطائے اجتہادی کی بھی گنجائش نہ رکھی گئی۔

حالانکہ حدیث" لایجتمع امتي علی ضلال" اگر صحیح تسلیم کر لی جائے تو دنیائے اسلام میں یہی ایک اجماع اس کا صحیح مصداق ہے جو قتل جناب عثمان پر واقع ہوا جس میں بجز چند ہستیوں کے حجاز وعراق وبصرہ ومصر ہر جگہ کے مسلمان شریک تھے، یہاں تک کہ حضرت عائشہ بھی شریک تھیں۔

یا پھر وہ اجماع جو حضرت علی علیہ السلام کی بیعت پر واقع ہوا لہذا صحیح اجماع سے یہی دو کام ہوئے ورنہ اس کے پہلے کوئی اجماع ہوا نہ اس کے بعد۔

حضرت عائشہ نے حضرت علی علیہ السلام سے جنگ کی اور حضرت امام حسن علیہ السلام کے جنازے پر تیروں کی بارش کرائی تو ان کے مرتبہ میں کوئی کمی نہیں پیدا ہوئی اور اگر خطا بھی کی تو خطائے اجتہادی تھی۔

لیکن اگر کسی نے جناب ابوبکر وعمر کی خلافت سے انکار کیا اور حضرت عائشہ کی خطاؤں کا چرچا کیا تو وہ فاسق وبے دین وواجب القتل اور خارج از اسلام ہو گیا، کیوں نہیں کہتے کہ وہ بھی مجتہد ہے، اس نے بھی خطائے اجتہادی کی، اگر آپ کے اجتہاد میں خلفائے ثلاثہ سب سے افضل اور برحق تھے تو اس کے اجتہاد میں اہل بیت رسول، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد افضل تھے اور افضل الاولین والاخرین ہیں اور بنص قرآن "ائمة یهدون الی الجنة" اور بنص رسول مثل سفینہ نوح اور شریک قرآن اور وزیر وخلیفہ رسول ہیں رہ گیا مسئلہ اجتہاد تو اگر آپ کے یہاں اس کا دروازہ بند ہے تو دوسروں کے یہاں کھلا ہے۔

۱۲. حضرت علی علیہ السلام بنص قرآن امیر المومنین ہیں

اخرج طبرانی عن ابن عباس قال ماانزل الله یاایهاالذین آمنو الاعلی امیرها وشریفها. (۱)

طبرانی نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے: انھوں نے کہا: خداوند عالم نے قرآن مجید میں جہاں جہاں بھی "یاایہاالذین امنوا" فرمایا ہے حضرت علی علیہ السلام ان کے امیر اور سردار ہیں۔

یہ حدیث تاریخ الخلفاء میں بھی ہے اور اس میں اتنا زیادہ ہے۔

ولقدعاتب الله اصحاب محمد فی غیر مکان وماذکر علیا الابخیر.

خدا نے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اصحاب پر عتاب فرمایا ہے لیکن حضرت علی علیہ السلام کا ہر جگہ خیر ہی کے ساتھ ذکر کیا ہے اسی حدیث میں ابن ابی حاتم نے اخراج کیا ہے۔

۱۳. حضرت علی علیہ السلام کی محبت بنص قرآن واجب

خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:... **قُلْ لَاأَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى... (۲)**

اے رسول! کہہ دو کہ ہم تم سے بجز اپنے قرابتداروں کی محبت کے اپنی رسالت کا کوئی اجر نہیں چاہتے۔
اس آیت کی تفسیر میں فخر الدین رازی لکھتے ہیں:

روی صاحب الکشاف انه لمانزلت هذه الایة قیل یارسول الله من قرابتک من هولاء الذین وجبت علینامحبتهم فقال علی وفاطمة وابناهما فثبت ان هولاء الاربعة اقارب النبی واذاثبت هذ اوجب ان یکونون مخصوصین بمزید التعظیم ویدل عیله بوجوه.

صاحب کشاف نے روایت کی ہے: جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تو پوچھا گیا کہ یارسول اللہ وہ کون لوگ آپ کے ذوی القربی ہیں جن کی مودت ہم پر واجب کی گئی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی اور فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے ہیں۔

---

۱. وسیلۃ النجات ص ٦٦، وصواعق محرقہ فصل ۳، باب ۹، ص ٧٦

۲. سورہ شوریٰ آیت ۲۳؛ وسیلۃ النجات ص ٦٧، وتفسیر کبیر امام رازی مطبوعہ مصر ج ٧، ص

پس ثابت ہوا کہ یہی چار اشخاص رسول کے قرابتدار ہیں اور جب یہ ثابت ہو گیا تو معلوم ہوا کہ یہ لوگ دوسروں کی نسبت مزید تعظیم کے مستحق ہیں اور اس امر پر اور بھی کئی دلیلیں ہیں یہ روایت تفسیر ابوالسعود میں بھی موجود ہے۔(۱)

عن ابن عباس قال لمانزلت هذالاية ﴿قُلْ لاأَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى﴾ قلنا يارسول الله من قرابتک الذين فرض علينا مودتهم قال علی وفاطمة وابناهما ثلث مرات . (۲)

ابن عباس سے منقول ہے کہ جب آیت ﴿قُلْ لاأَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى﴾ نازل ہوئی تو ہم لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ آپ کے قریبی رشتہ داروں میں کون لوگ ہیں جن کی محبت اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں پر فرض کی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی اور فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے۔

اس جملہ کو تین مرتبہ دہرایا۔ اسی مضمون کی حدیث ارجح المطالب میں بحوالہ احمد وابو حاتم اور یہی حدیث بیضاوی وثعلبی ودوسرے مدارک میں بھی موجود ہے۔(۳)

اس حدیث کو ابن مردویہ نے بھی حضرت ابن عباس سے اخراج کیا ہے جیسا کہ مولانا عبدالصمد رحمانی نے اپنی کتاب فاطمہ کا چاند میں نقل کیا ہے۔(۴)

۱۴. حضرت علی علیہ السلام کے گھر کو خدا نے بلند کیا

خداوند عالم اشاد فرماتا ہے:

فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللهُ أَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ . (۵)

یہ چراغ ان گھروں میں ہے جن کے بارے میں خدا کا حکم ہے کہ ان کی بلندی کا اعتراف کیا جائے اور ان میں اس کے نام کا ذکر کیا جائے کہ ان گھروں میں صبح وشام اس کی تسبیح

---

۱. تفسیر ابوالسعود برحاشیہ تفسیر کبیر ج ۷، سورہ شوریٰ ص ۴۰۴، ووسیلۃ النجات ص ۴۱
۲. مودۃ القربی مودۃ ۲، وصواعق محرقہ باب ۱۱، فصل ۱، ص ۱۰۱، ومستدرک حاکم ج ۳، ص ۱۴۹
۳. ارجح المطالب باب ۳، ص ۳۴۷
۴. فاطمہ کا چاند، مولانا عبدالصمد رحمانی، ص ۵۸ ۔ ۵. سورہ نور آیت ۳۶

کرنے والے ہیں۔

ثعلبی نے اپنی تفسیر میں انس بن مالک اور بریدہ اسلمی سے روایت کی ہے کہ یہ آیت نازل ہوئی تو سوال کیا گیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ گھر کونسے ہیں جن کا اس آیت میں تذکرہ ہے۔

فرمایا وہ گھر انبیاء کے ہیں اس وقت ابوبکر کھڑے ہوگئے اور حضرت علی علیہ السلام اور حضرت فاطمہ کے گھر کی طرف اشارہ کرکے پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ گھر بھی انھیں گھروں میں سے ہے حضرت نے فرمایا ہاں، ان سے بہتر گھروں میں سے ہیں۔

۱۵. حضرت علی علیہ السلام شاہد رسالت ہیں

عن ابی ذر قال انی سمعت رسول اللہ یقول "ان اللہ تبارک و اید هذا لدین بعلی وانه منی وانامنه وفیه انزل افمن کان علی بینة من ربه ویتلوه شاهدمنه". (۱)

حضرت ابوذر غفاری سے مروی ہے انھوں نے کہا: ہم نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ نے علی سے اس دین کی امداد کی اور وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور اسی کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی ہے "افمن کان..."

جوکوئی اپنے پروردگار کی طرف سے دلیل و حجت ہو یعنی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس کی طرف سے گواہ اس کے بعد آئے، یعنی حضرت علی علیہ السلام۔ (۲)

۱۶. حضرت علی علیہ السلام کی ولایت کے بارے میں سوال

ابوسعید حذری سے مروی ہے:

عن ابی سعید الخدری قال: رسول اللّٰه فی قوله ﴿وقفوهم انهم مسئولون﴾ عن ولایة علی. (۳)

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آیت "وقفوہم انہم مسئولون" سورہ صافات پارہ ۲۳، کی تفسیر میں فرمایا کہ ان سے ولایت علی کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

---

۱. سورہ ہود آیت ۱۷ ۲. مودۃ القربی مودت ۷، حدیث ۱۰

۳. مودۃ القربی مودہ ۹، وسیلۃ النجات ص ۴۲، ینابیع المودہ باب ۳۷ ص ۹۱، وارجح المطالب باب ۲، صواعق محرقہ ص ۸۹

۱۷. حضرت علی علیہ السلام کی مدح میں تین سو آیتیں نازل ہوئی

اخرج ابن عساکر عن ابن عباس قال نزلت فی علی ثلثماۃ اية. (۱)

یعنی ابن عساکر نے ابن عباس سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ حضرت علی علیہ السلام کی مدح میں قرآن مجید میں تین سو آیتیں نازل ہوئی ہیں۔

۱۸. حضرت علی علیہ السلام کی شان میں سب سے زیادہ نزول آیات

ابن عساکر عن ابن عباس قال مانزل فی احدمن کتاب اللہ مانزل فی علی. (۲)

ابن عساکر نے ابن عباس سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ حضرت علی علیہ السلام کی شان میں جس قدر قرآن آیتیں نازل ہوئی ہیں کسی دوسرے کی شان میں نازل نہیں ہوئیں۔

۱۹. حضرت علی علیہ السلام سوار دوش رسول

اخرج النسائی عن علی قال انطلقت مع رسول اللہ حتی اتینا الکعبة وصعد رسول اللہ علی منکبی فنهض علی فلمارای ضعفی قال لی اجلس فجلست فنزل بنی اللہ وجلس لی وقال اصعد علی منکبی فصعدت علی منکبه فنهض لی فقال علی انه لنخیل انی لوشئت لنلت افق السماء فصعدت علی الکعبة وعلیها تمثال من صفر ونحاس فجعلت اعالجه قال النبی اقذفه فقذفت فکسرته کما یکسر القواریر ثم نزلت فانطلت انا ورسول اللہ نسبتق حتی تو ارینا البیوت خشیة ان یلقانا احد. (۳)

نسائی نے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی ہے: آپ نے فرمایا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خانہ کعبہ تک گیا، پس حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے دوش پر چڑھے اور کھڑے ہوگئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب میری کمزوری محسوس کی تو فرمایا بیٹھ جاؤ میں بیٹھ گیا

---

۱. تاریخ الخلفاء ص ۱۱۷، ووسیلۃ النجات ص ۶۷، وصواعق محرقہ باب ۹ ص ۷۶، وارجح المطالب باب ۲، ص ۵۶

۲. تاریخ الخلفاء ص ۱۱۷، ووسیلۃ النجات ص ۶۷، وصواعق محرقہ ص ۷۶

۳. وسیلۃ النجات ص ۷۳

اور آنحضرت ﷺ میرے کاندھے سے اتر کر بیٹھ گئے اور فرمایا: اے علی میرے کاندھے پر آؤ۔

میں آنحضرت ﷺ کے دوش مبارک پر چڑھ کر کھڑا ہو گیا، حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے خیال کیا کہ اگر چاہوں تو آسمان کو چھولوں، پھر میں کعبہ کی چھت پر چڑھ گیا۔ وہاں کانسہ اور تانبہ کے بت تھے میں نے ان کو داہنے بائیں آگے اور پیچھے ہلا کر اکھاڑ لیا تو آنحضرت نے فرمایا کہ پھینک دو میں نے ان کو پٹک کر شیشہ کی طرح چور چور کر دیا اور کعبہ کی چھت سے اتر آیا میں اور حضرت رسول اللہ ﷺ فوراً وہاں سے آ کر مکانوں کے درمیان چھپ گئے تا کہ کوئی کافر نہ دیکھ لے۔

نیز مدارج النبوت میں ہے:

حضرت علی علیہ السلام نے جب دوش رسول پر قدم رکھے تو آنحضرت ﷺ پر ایک حالت طاری ہو گئی۔

حضرت رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ اے علی اپنے آپ کو کیسا پا رہے ہو۔

عرض کیا: یا حضرت رسول اللہ ﷺ حجابات اٹھ گئے ہیں اور سر میرا گویا ساق عرش تک پہنچا ہوا ہے جس چیز کو چاہوں ہاتھ سے پکڑ لوں۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

اے علی خوشا حال تمہارا کہ کار حق کر رہے ہو اور خوشا حال میرا کہ بار حق اٹھائے ہوئے ہوں۔ لوگوں نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت علی علیہ السلام نے بتوں کو پٹک کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا...اور حضرت رسول اللہ ﷺ کے کاندھے سے کود پڑے اور زمین پر پہنچے تو مسکرائے کہ اتنی بلندی سے کودا لیکن کوئی چوٹ نہ آئی۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اے علی! تم کو کیونکہ چوٹ آتی تمہارے اٹھانے والے محمد اور اتارنے والے جبرئیل تھے۔(۱)

نسائی والی حدیث، حاکم نے بھی تھوڑے اختلاف کے ساتھ ابو مریم اسدی سے، انھوں نے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی ہے:

۱۔ وسیلۃ النجات ص ۷۵، بحوالہ مدارج النبوت

اس حدیث میں ہے کہ یہ واقعہ شب ہجرت کا ہے۔(۱)

حاکم لکھتے ہیں: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

تاریخ خمیس میں ہے کہ یہ واقعہ فتح مکہ کے روز کا ہے۔(۲)

بعض علمائے اہل سنت نے یہ نکتہ پیدا کیا ہے کہ بت شکنی کے روز حضرت علی علیہ السلام بار رسالت نہ اٹھا سکے لیکن شب ہجرت جناب ابوبکر نے بار رسالت اٹھالیا اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی پشت پر سوار کر کے غار تک لے گئے۔ شیعہ اس بات کا اس طرح جواب دیتے ہیں:

اولاً: یہ واقعہ غلط ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان سے بعید تھا کہ کسی کی پشت پر سوار ہو کر سفر کرتے علاوہ اس کے کہ روایتی حیثیت سے اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

ثانیاً: اگر تسلیم بھی کرلیا جائے تو اس میں کوئی فضلیت نہیں ہے کیونکہ حضرت کو تو حیوانات بھی اپنی پشت پر سوار کر لیتے تھے ہاں دوش رسول پر قدم رکھنا ایک ایسی فضلیت ہے جس کا مقابلہ ممکن نہیں۔

۲۰ حضرت علی علیہ السلام سب سے پہلے عبادت گزار

اخرج احمدعن اخیه العربی قال رایت علیا ضحک علی المنبرلم اره ضحک اکثرمنه حتی بدت نواجده ثم قال ذکرت قول ابی طالب ظهر علینا ابوطالب وانا مع رسول اللّٰه ونحن نصلی ببطن نخلة فقال ما ذاتصنعان یابن اخی فدعاه رسول اللّٰه الی الاسلام فقال مابالذی تصنعان باس اوبالذی تقولان ولکن واللّٰه لاتعلواعلی ابداوضحک تعجبا بقول ابیه ثم قال اللّٰهم لااعرف ان عبدالک من هذه الامة عبدک قبلی غیر نبیک ثلث مرات لقدصلیت قبل ان یصلی الناس سبعا . (۳)

احمد نے اپنے بھائی عربی سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ ایک روز حضرت علی علیہ السلام کو میں نے منبر پر اس طرح ہنستے دیکھا جیسا کبھی نہیں دیکھا تھا، یہاں تک کہ آپ کے دندانہائے مبارک ظاہر ہو گئے اور فرمایا کہ اس وقت مجھ کو اپنے والد بزرگوار ابوطالب کی

---

۱. مستدرک حاکم ج ۳، ص ۵ ۲. تاریخ خمیس ج ۲، ص ۹۶

۳. وسیلۃ النجات ص ۱۷

گفتگو یاد آ گئی کہ ایک روز وہ ہم لوگوں کے پاس پہنچے جبکہ میں بطن نخلہ میں آنحضرت کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا، ابو طالب نے کہا کہ تم لوگ کیا کر رہے ہو اے میرے بھائی کے بیٹے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اسلام کی دعوت دی انھوں نے کہا کہ جو کچھ تم لوگ کر رہے ہو یا جو کچھ کہتے ہو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن خدا کی قسم ہرگز ہم پر بڑائی نہ کرنا حضرت علی علیہ السلام اپنے والد بزرگوار کے اس قول پر تعجب سے ہنسے اس کے بعد فرمایا کہ اس امت میں کسی بندہ خدا کو میں نہیں جانتا جس نے مجھ سے پہلے خدا کی پرستش کی ہو، سوائے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آپ نے یہ بات تین مرتبہ فرمائی پھر فرمایا کہ میں نے تمام مسلمانوں سے سات برس پہلے نماز پڑھی ہے۔

حضرت ابو طالب نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: جو عبادتیں تم کر رہے ہو یا جو پیغام اسلام کا دیتے ہو سب درست ہے اس سے ظاہر ہے کہ وہ مسلمان تھے ورنہ تصدیق اسلام نہ کرتے اور خدا کی قسم نہ کھاتے بلکہ لات وعزیٰ کی قسم کھاتے جو کافروں کا دستور تھا لیکن جناب ابو طالب نے جو یہ کہا کہ تم لوگ ہرگز ہم پر بڑائی نہ کرنا اس کا مطلب یہ تھا کہ ہم کو اظہار دین اسلام اور ترک تقیہ کا حکم نہ دینا کیونکہ اسی تقیہ میں ہماری زندگی اور سلامتی اور دین اسلام کی بقا اور ترقی کا راز ہے۔

۲۱. جنگ احد میں حضرت جبریل نے حضرت علی علیہ السلام کو بشارت دی

قیس نے اپنے باپ سعید سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: جنگ احد میں سولہ زخم مجھ کو لگے جن میں سے چار ضربتیں ایسی لگیں کہ میں زمین پر گر پڑا لیکن جب بھی گرا ایک نہایت حسین وخوش رو شخص نے میرے بازو پکڑ کر مجھے کھڑا کر دیا اور کہا کہ اے علی علیہ السلام جنگ کرو کہ تم خدا اور اس کے رسول کی اطاعت میں ہو اور دونوں تم سے خوش اور راضی ہیں۔

جنگ فتح کرنے کے بعد میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ تم نے اس کو پہچانا میں نے عرض کیا نہیں۔ لیکن وہ دحیہ کلبی سے مشابہ تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی! تمہاری آنکھیں روشن ہوں وہ جبرئیل تھے۔ (۱)

---

۱. مدارج النبوت ج ۲، ص ۵۳، او وسیلۃ النجات ص ۸۲

۲۲. جنگ احد میں اسد اللہ کی شجاعت

جنگ احد میں جب سخت رن پڑا اور صحابہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کافروں کے درمیان چھوڑ کر بھاگ گئے یہاں تک کہ ان لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی اطلاع نہ رہی اور آپ بالکل تنہا رہ گئے تو بہت غضبناک ہوئے کہ آپ کی پیشانی مبارک سے پسینہ ٹپکنے لگا، ناگاہ آپ کی نگاہ حضرت علی علیہ السلام پر پڑی جو آپ کے پہلو میں کھڑے تھے آپ نے فرمایا اے علی علیہ السلام تم کیوں نہ بھاگے شیر خدا نے عرض کیا۔

اکفر بعد الایمان ان لی بک اسوۃ. (۱)

یعنی کیا ایمان کے بعد کافر ہو جاؤں میں تو آپ کا فرمانبردار ہوں یعنی مجھ کو آپ سے کام ہے یاران مفرور سے کیا سروکار۔

جز آستان توام در جہاں پناہے نیست
سر مرا بجز ایں در حوالہ گاہے نیست

۲۳. حضرت علی علیہ السلام شہسوار لافتیٰ

قال ابن ھشام حدثنی اھل العلم ان ابن ابی یخح قال نادیٰ منادیوم احد لافتی الاعلی لاسیف الاذوالفقار

نہ دید و نہ بیند دگر روزگار
جواں چوں علی تیغ چوں ذوالفقار

یعنی زمانے نے نہ دیکھا ہے نہ آئندہ دیکھے گا علی جیسا جوان اور ذوالفقار جیسی تلوار

۲۴. اسد اللہ نے ٹوٹے ہوئے ہاتھ سے جنگ فتح کی

جنگ احد میں حضرت امیر المومنین بہت زخمی ہو گئے یہاں تک کہ آپ کا ہاتھ ٹوٹ گیا پھر بھی اسی عالم میں جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ لڑائی فتح کر لی، اس وقت جبرئیل امین نازل ہوئے اور عرض کیا یہ کس نے ابھی کفار سے جنگ کی ہے کہ خدا ملائکہ پر فخر ومباہات فرما رہا ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی نے۔(۲)

---

۱. وسیلۃ النجات ص ۸۲، ومناہج النبوت ج ۲، ص ۲۲۷ ۲. تاریخ خمیس ج ۱، ص ۴۳۶

۲۵. جبرئیل امین اور مدح امیر المومنین

شجاعت امیر المومنین کو دیکھ حضرت جبرئیل امین نے خدمت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آ کر حضرت علی علیہ السلام کی مدح کی اور کہا: یہ کمال و جوانمردی ہے جو علی بن ابیطالب نے کی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "انہ منی وانا منہ"، یعنی علی میرا مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں اس وقت حضرت جبرئیل نے کہا (وانا منکما) یعنی میں آپ دونوں سے ہوں۔(۱)

جنگ احد میں جناب عمر بھاگ کر پہاڑ پر چڑھ گئے اور کہتے تھے کہ میں پہاڑی بکری کی طرح اچکتا پھرتا تھا۔(۲)

جناب ابوبکر جنگ احد کو یاد کر کے روتے تھے اور کہتے تھے کہ جنگ احد میں میں بھی بھاگا تھا، لیکن سب سے پہلے پلٹ کر آیا۔(۳)

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

ہیثم ابن کلیب نے اپنی مسند میں جناب ابوبکر سے روایت کی ہے، انھوں نے کہا کہ احد کے روز جب لشکر اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگا تو سب سے پہلے میں پلٹ کر آیا۔(۴)

احد کے روز جناب عثمان بھاگ کر اپنے ایک یہودی دوست کے یہاں چلے گئے تھے۔(۵)

واضح ہو کہ جب جنگ احد میں لشکر اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا: اے علی علیہ السلام تم کیوں نہ بھاگے تو آپ نے عرض کیا کہ کیا ایمان لانے کے بعد کافر ہو جاتا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک جنگ سے بھاگنا کفر تھا، پھر یہ کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی نہیں فرمایا کہ اے علی جنگ سے بھاگنا کفر نہیں ہے بلکہ خطائے اجتہادی ہے۔

---

۱. مدارج النبوۃ؛ روضۃ الاحباب ج۱، ص۱۷۷، وسیلۃ النجات ص۸۴
۲. تفسیر در منثور سیوطی سورہ آل عمران و کنز العمال ج۱، ص۲۳۸
۳. تاریخ خمیس ج۱، ص۴۸۵ و کنز العمال ج۵، ص۲۷۵
۴. تاریخ الخلفاء ص۲۵
۵. طبری ج۲، ص۲۰۳، مصر و مداج النبوۃ وغیرہ

۲۶. حضرت علی علیہ السلام سے زمین نے گفتگو کی

اسماء بنت عمیس حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام سے روایت کرتی ہیں: انھوں نے فرمایا: جس شب میں رخصت ہو کر علی علیہ السلام کے گھر گئی تو ڈر گئی، کیونکہ میں نے سنا کہ زمین علی بن ابیطالب سے گفتگو کر رہی تھی، صبح کو میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے واقعہ بیان کیا تو آپ نے سجدہ شکر کیا اور کافی دیر کے بعد سر اٹھایا اور فرمایا: فاطمہ تجھ کو طہارت نسل کی بشارت ہو خدا نے تیرے شوہر کو تمام خلقت پر فضیلت عطا فرمائی ہے اور زمین کو حکم دیا ہے کہ روئے زمین پر مشرق سے مغرب تک جو کچھ ہوتا ہے علی کو اس کی خبر دیا کرے۔(۱)

۲۷. حضرت علی علیہ السلام کی ولادت خانہ کعبہ میں ہوئی

بریدہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: میں عباس اور بنی ہاشم کی ایک جماعت کے ساتھ مسجد الحرام میں بیٹھا تھا کہ ناگہاں فاطمہ بنت اسد آئیں اور طواف کرنے لگیں، اثنائے طواف میں ان پر آثار وضع حمل ظاہر ہوئے، ہم لوگوں نے دیکھا کہ کعبہ کی دیوار شق ہوئی اور فاطمہ کعبہ کے اندر داخل ہوگئیں، پھر دیوار سے چار روز کے بعد علی علیہ السلام کو ہاتھوں پر لئے بر آمد ہوئیں۔(۲)

شاہ صاحب نے لکھا ہے کہ حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث متواتر ہے۔(۳)

۲۸. حضرت علی علیہ السلام کے القاب

حضرت فاطمہ بنت اسد نے آپ کا نام حیدر رکھا اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی رکھا۔(۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو صدیق اکبر، فاروق اعظم، امین، شریف، ہادی، مہدی، اذن داعیہ، یعسوب الدین، مرتضیٰ، اسد اللہ الغالب، حیدر الوصی، امیر المومنین، سید المسلمین، امام المتقین، امام البررہ، سید العرب، قاتل الفجرہ، قسیم النار والجنۃ وغیرہ بہت سے القاب وخطابات عطا فرمائے۔(۵)

---

۱. وسیلۃ النجات ص ۲۲۱، بحوالہ شواہد النبوت

۲. وسیلۃ النجات ص ۶۰؛ ازالۃ الخلفاء مقصد ۲، ص ۲۵۱

۳. مروج الذہب مسعودی، ج ۵، ص ۱۷۵

۴. وسیلۃ النجات ص ۶۰

۵. مدارج النبوۃ وغیرہ

۲۹. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کی پرورش اور اپنی زبان چسائی

حضرت فاطمہ بنت اسد سے روایت ہے جب علی علیہ السلام پیدا ہوئے تو ان کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لے لیا اور ان کے منہ میں اپنی زبان دیدی تو وہ چوستے چوستے سو گئے دوسرے دن ہم لوگوں نے دودھ پلانے والی عورتوں کی تلاش کی لیکن علی علیہ السلام نے کسی کا پستان منہ میں نہ لیا تو لوگوں نے مجھ کو بلایا، آپ نے آ کر پھر اپنی زبان علی علیہ السلام کے منہ میں دیدی، جس کو چوستے چوستے سو گئے اسی طرح بہت دنوں تک ان کی پرورش ہوتی رہی۔(۱)

۳۰. حضرت علی علیہ السلام کا عقد نکاح خدا نے آسمان پر کیا

قال شیخ الامام الاجل ابو النصر محمد بن عبدالرحمن الھمدانی رحمۃ اللہ علیہ فی السبعا ت فی المجلس السابع فی یوم الجمعۃ فلما بلغت فاطمہ مبلغ النساء کان رسول اللہ یغتم لاجلھا ویقول لیست لھا والدۃ یربیھا ویھیئی اسباب تزویجھا فنزل جبریل وقال الجباریقرئک السلام ویقول یامحمد لاتغتم فی امرتزویجھافانھااحب الی منک ففوض امرتزویجھامنک الی فانیٰ ازوجھاممن احب فسجد رسول اللہ سجدۃ الشکر الحدیث .

شیخ ابونصیر محمد بن عبدالرحمٰن ہمدان نے سبعا کی مجلس سابع میں روز جمعہ کہا ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا جب سن بلوغ کو پہنچی تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رنجیدہ رہتے اور فرماتے کہ اگر فاطمہ کی ماں زندہ ہوتیں تو ان کی پرورش کرتیں اور ان کی شادی کے سارے اسباب فراہم کرتیں تو جبرئیل امین نازل ہوئے اور کہا کہ خداوند جبار بعد تحفہ درود وسلام کے فرماتا ہے کہ اے میرے رسول تم فاطمہ زہرا کے عقد کے متعلق غم نہ کرو۔

تم سے زیادہ مجھ کو اس سے محبت ہے اس کے نکاح کا معاملہ میرے سپرد کردو، میں اس کا عقد ایسے شخص کے ساتھ کروں گا، جو مجھے محبوب ہے پس حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سجدہ شکر ادا کیا۔

پھر کہا: پروردگار عالم نے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کا عقد آسمان پر حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ کر دیا ہے۔

---

۱. سیرت حلبیہ ج۱ ص ۲۲۸

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبرئیل سے پوچھا۔

یاجبریل اخبرنی کیف کان تزویج فاطمة فی السماء قال جبرئیل یامحمد ان اللّٰہ امر نابفتح ابواب الجنان وبغلق ابوب النیران فغلقت ثم زین العرش والکرسی وشجر طوبیٰ وسدرة المنتھی ثم امر اللّٰہ الولدان والغلمان بان ینصبرا فی کل قصرای خیم وکل غرفہ ای حجلة ویجلسوا بولیمة عرس فاطمة وامر ملائکة السموت المقربین والروحانیین بان یجتمعوا تحت شجرة طوبیٰ ثم ارسل اللہ الریح المثیرة فھب فی الجنان فاسقطت من اشجارھا الکافور والمسک والعنبر علی الملائکة ثم امر اللّٰہ طیور، الجنة بان تغنی فرقصت الحور العین ونثرت الاشجار الحلیٰ والجواھر علیھن وجنت الولدان والغلمان ثم نادی الجلیل جل جلالہ واتنی علی نفسہ وقال انی زوجت سیدةنساء العالمین فاطمة من علی بن ابیطالب قال یاجبرئیل کنت خلیفة علی وانا خلیفة رسولی محمد فتزوجھا الیہ وفقبلتھا من علی ونفذا عقدنکاح فاطمة فی السماء فاعقدانت یامحمد فی الارض.(۱)

اے جبریل ہم کو خبردو کہ فاطمہ کا نکاح آسمان پر کیوں کر ہوا ،انھوں نے کہا اے محمد پروردگار عالم ہم لوگوں کو حکم دیا کہ جنت کے دروازے کھول دئے جائیں اور جہنم کے دروازے بند کردیے جائیں۔

پس بہشت کے دروازے کھول دئے گئے ،اور جہنم کے دروازے بند کردے گئے اور عرش وکرسی اور درخت طوبی اور سدرۃ المنتھی آراستہ کئے گئے۔

پھر خداوند عالم نے لڑکوں اور غلمان کو حکم دیا کہ ولیمہ عقد فاطمہ زہرا کے لئے جنت کے قصروں اور خیموں اور دریچوں میں بیٹھیں اور آسمان کے ملائکہ مقربین اور روحانیین کو حکم ہوا کہ درخت طوبی کے نیچے جمع ہوں۔

اس کے بعد خداوند عالم نے ہوا کو حکم دیا تو وہ جھونکے سے چلی اور درختوں سے کافور جنت ومشک وعنبر فرشتوں پر گرے طائران جنت نے سرور کیا ،حوریں وجد میں آئیں اور حلے

---

۱. وسیلۃ النجات ص ۲۱۷

اور جواہرات نچھاور کیے گئے، غلمان نے مبارک دیں۔

پھر خداوند عالم نے فرمایا کہ میں نے نکاح کیا، فاطمہ سیدہ نساء عالمین کا علی ابن ابی طالب سے اے جبرئیل تم وکیل ہو علی کے اور میں اپنے رسول محمد کا وکیل ہوں۔

پس اس نے فاطمہ زہرا علیہا السلام کا علی بن ابیطالب سے نکاح کیا اور میں نے علی علیہ السلام کی طرف سے قبول کیا۔ یہ واقعہ ہے نکاح فاطمہ کا آسمان پر اے رسول آپ نکاح کر دیں اس کا زمین پر۔

واخرج ابوبکر الخوارزمی ،بانه صلعم خرج علیهم ووجهم مشرق کدائرة القمر فسئلهٔ عبدالرحمن بن عوف قال بشارة من ربی فی اخی وابن عمی وابنتی بان الله علیا من فاطمة وامر رضوان خازنان الجنان (۱)

ابوبکر خوارزمی نے حضرت رسول اللہ سے روایت کی ہے کہ ایک روز آپ اس حالت میں برآمد ہوئے کہ آپ کا روئے مبارک چاند کی طرح روشن تھا۔

عبدالرحمٰن ابن عوف نے سبب پوچھا تو فرمایا ہمارے پروردگار کی طرف سے ہمارے بھائی اور ہماری بیٹی کے متعلق بشارت آئی ہے کہ اس نے علی کی شادی فاطمہ سے کر دی اور رضوان جنت کے خازنوں کو حکم دیا الخ۔

عن جابر ابن عبدالله قال قال: رسول الله انالله امرنی ان ازواج فاطمة من علی. (۲)

جابر ابن عبداللہ نے کہا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پرورگار عالم نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا عقد علی علیہ السلام سے کروں۔

درروایات آمده که خواستگاری کرد فاطمه را ابوبکر پس تعلل کرد آنخضرت وگفت من انتظار وحی دارم درتزویج فاطمه پس نیز خواستگاری کرد عمر واورا هم جواب داد۔ (۳)

روایات میں ہے کہ ابوبکر نے حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی خوستگاری کی پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہانہ کیا اور فرمایا کہ میں اس کی شادی کے متعلق حکم خدا کا منتظر ہوں پھر عمر نے خواستگاری تو بھی وہی جواب

---

۱. وسیلۃ النجات ص ۲۲۰، بحوالہ صواعق محرقہ ص ۱۰۳، ومودۃ القربی مودۃ ۱۳، حدیث ۱۱

۲. وسیلۃ النجات ص ۲۱۳، وجامع الصغیر سیوطی صواعق محرقہ ص ۸۵

۳. وسیلۃ النجات ص ۲۱۳

دیا۔ میں کہتا ہوں کہ جناب ابوبکر وعمر کی خوستگاری کی پوری روایت موصوف نے نقل نہیں کی، شاید اس میں موصوف نے صحابہ کی بہت زیادہ تحقیر محسوس کی، اصل روایت یہ ہے کہ پہلے جناب ابوبکر نے حضرت فاطمہ زہرا کی خوستگاری کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غصہ سے منہ پھیر لیا تو جناب ابوبکر عمر کے پاس پہنچے اور کہا کہ میں تو ہلاک ہوا اور واقعہ بیان کیا تو جناب عمر خدمت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پہنچے اور حضرت فاطمہ زہرا کی خوستگاری کی تو آپ نے غصہ سے ان کی جانب سے بھی منہ پھیر لیا۔ (۱)

اور طبقات ابن سعد اور اصابہ وغیرہ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں حکم خدا کا منتظر ہوں پس اگر جناب ابوبکر وعمر میں واقعاً وہ فضیلتیں ہوتیں جن کا اہل سنت دعویٰ کرتے ہیں، تو آپ کبھی ان کی خواہش کو رد نہ کرتے اور اگر مصلحت نہ ہوتی تو فرما دیتے کہ میں حکم خدا کا منتظر ہوں، لیکن غصہ سے منہ نہ پھیرتے اور اگر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح خداوند عالم نے بھی ان لوگوں کی خواہش رد فرمادی اور رسول پر وحی نازل کی: میں نے فاطمہ کا عقد آسمان پر علی ابن ابیطالب سے کر دیا، اے رسول تم بھی زمین پر فاطمہ کا عقد علی علیہ السلام سے کردو۔

اب مسلمان فیصلہ کریں کہ حضرت علی ابن ابیطالب خدا کے نزدیک محبوب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد افضل الناس تھے یا جناب ابوبکر وعمر یا جناب عثمان ذوالنورین جن کے متعلق اہل سنت کا دعویٰ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دولڑکیاں ان سے بیاہیں اور اس کے ثبوت میں حدیثیں بھی فراہم کرلیں اور لطف یہ ہے کہ اس بات میں جو حدیثیں وضع کی گئیں، اکثر ان میں سے حضرت علی علیہ السلام سے اور حضرت حسن علیہ السلام کی طرف منسوب کی گئیں تاکہ شیعوں کے لئے حجت ہوں، ابن عساکر حضرت علی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں:

آپ سے جناب عثمان کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ جناب عثمان ایسے شخص ہیں جن کو ملائے اعلیٰ کے رہنے والے بھی ذوالنورین کہتے ہیں۔

کیونکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دولڑکیاں آپ کے نکاح میں تھیں۔ (۲)

واضح ہو کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب رقیہ کی شادی پہلے عتبہ ابن ابولہب سے کی جو کافر تھا،

---

۱. کنز العمال ج ۷، ص ۱۱۳، و ینابیع المودۃ باب ۵۵، بحوالہ ابوداود۔

۲. تاریخ الخلفاء حالات عثمان

جب اس نے طلاق دیدی تو جناب عثمان سے کردی جب ۳ ھ میں جناب رقیہ کا انتقال ہوگیا تو آپ نے جناب ام کلثوم کی شادی جناب عثمان سے کردی۔ ان کی بھی پہلی شادی عتبہ ابن ابولہب سے ہوئی تھی ،اس نے جب ان کو بھی طلاق دیدی تو ان کی شادی جناب عثمان سے ہوئی۔

پس یہ بات سمجھ میں نہیں آتی جبکہ ایک ہی زوجہ سے تین لڑکیاں خداوند عالم نے رسول اللہ ﷺ کو عطا فرمائی تو کیا سبب تھا کہ ان میں سے ایک کے متعلق تو حضرت کا نظریہ اتنا بلند تھا کہ عقائد اہل سنت کے مطابق افضل الناس اعلم الناس واشجع الناس واجب الناس اور یار غار وسابق الاسلام اور وزیر رسول اللہ یعنی ابوبکر نے جب اس کی خواستکاری کی تو پیغمبر کو غصہ آ گیا اور منھ پھیرلیا اور فرمایا کہ فاطمہ کے عقد کے متعلق حکم خدا کا منتظر ہوں۔

اور پھر خدا کو دیکھئے کہ ایسے موقع پر افضل الناس کو وہ بھی بھول گیا اور پہلے نمبر پر نہیں، دوسرے نمبر پر نہیں، تیسرے پر نہیں بلکہ چوتھے نمبر پر جس کو فضیلت عطا ہوئی تھی یعنی حضرت علی علیہ السلام سے آسمان پر عقد کردیا اور وہ بھی اس طرح کہ حضرت فاطمہ زہرا کی طرف سے حضرت جبرئیل امین کو وکیل کیا اور عرش وکرسی اور جنت آراستہ کرائیں اور حور وغلمان نے مبارکباد دیں۔

اور دولڑکیوں کے متعلق آنحضرت کا نظریہ اتنا پست ہوگیا کہ افضل کی تلاش درکنار مسلمان کی بھی جستجو نہ کی بلکہ پہلے دشمنان دین اور کافروں سے ان کی شادیاں کردیں اور جب ان دونوں کو طلاق دیدی گئی تو جناب عثمان سے کردی پھر یہ کہ ان کی فضیلت میں دو چار حدیث بھی بیان فرمائیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ دونوں حضرت رسول اللہ ﷺ کی لڑکیاں نہ تھیں، بلکہ حضرت خدیجہ کی بہن ہالہ کی لڑکیاں تھیں، جن کی پرورش حضرت خدیجہ نے کی تھی۔

جیسا کہ ملا مبین صاحب وسیلۃ النجات پر لکھتے ہیں:

نزد امامیہ زنیب وام کلثوم از اخت خدیجہ زوجہ رسول خدا بودند. (۱)

۳۱. رسول اللہ ﷺ کی نسل حضرت علی علیہ السلام اور حضرت فاطمہ علیہا السلام سے چلی

خوارزمی مناقب میں ابن عباس سے روایت کرتے ہیں انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ان اللہ جعل ذریۃ کل بنی فی صلبہ وجعل ذریتی فی صلب علی. (۲)

۱. وسیلۃ النجات ملا مبین، ص ۴۰

۲. صواعق محرقہ ص ۹۳

اللہ نے ہر نبی کی ذریت اس کی نسل میں قرار دی ہے اور میری ذریت علی علیہ السلام کی صلب میں قرار دی ہے۔

علامہ ذہبی نے کہا: نسب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمہ سے جاری ہوا۔(۱)

وعن فاطمة قالت :قال: رسو ل الله بنی آدم ینتسبون الی عصبة ابیهم الا ولد فاطمة فانی ابو هم وانا عصبتهم . (۲)

حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام سے مروی ہے کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کل بنی آدم اپنے باپ کے قبیلہ کی طرف سے منسوب ہوتے ہیں سوائے اولاد فاطمہ کے کہ میں ان کا باپ ہوں اور میں ہی ان کا عصبہ یعنی قرابت دار پدری ہوں۔

حدیث باختلاف الفاظ جناب عمر سے بھی مروی ہے، دیکھئے کفایۃ الطالب۔ اور دار قطنی نے یہی حدیث عبداللہ ابن عمر سے روایت کی ہے۔

۳۲. حضرت علی علیہ السلام کے گھر کی خدمت کے لئے ملائکہ مقرر

عن ابی ذرالغفاری قال بعثنی رسول الله ادعو اعلیا فاتیت بتیه فنادیته فلم یجببنی فعدت فاخبرت رسول الله فقال لی عدالیه اوعیه فانه فی البیت قال فعدت انادیة فسمعت صوت رحی تطحن فشادنت فاذا الرحی تطحن ولیس معها احد یره فنا دیته فخرج الیٰ منشرحافقلت له ان رسول الله یدعوک فجاء فلم ازل انظرالی رسول الله وینظرالی ثم قال یاباذر ما شاتک فقلت یا رسول الله عجب من العجب رایت رحی الطیحن فی بیت علی ولیس معهااحد یرها یرها یرها فقال یااباذران الله ملائکة سیاحین فی الارض وقد و کلوا بمعونة آل محمد.(۳)

ابوذرغفاری نے کہا کہ مجھ کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو بلانے کے لئے بھیجا میں جب آنخضرت کی ڈیوڑھی پر گیا اور آواز دی۔

لیکن جب کوئی جواب نہیں پایا تو میں پلٹ آیا اور آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر دی، آپ نے

---

۱. تاریخ الخلفاء ص ۵۲ ۲. مودۃ القربیٰ مودۃ ۱۲، حدیث ۱۱

۳. وسیلۃ النجات ص ۱۷۲؛ ازالۃ الخفا فضائل امیر المومنین

فرمایا کہ پھر جاؤ، وہ گھر ہی میں ہیں تو میں پھر ان کو بلانے کے لئے گیا، اس وقت میں نے چکی کے چلنے کی آواز سنی اور دیکھا کہ چکی بغیر کسی چلانے والے کے خود بخود چل رہی ہے۔ پس میں نے حضرت علی علیہ السلام کو آواز دی تو آپ مسکراتے ہوئے برآمد ہوئے اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے پس میں (تعجب) سے برابر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دیکھ رہا تھا اور آنحضرت مجھ کو دیکھ رہے تھے، پھر فرمایا ابوذر کیا بات! یہ حیرت کیسی ہے۔ میں نے عرض کیا یا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے تمام عجیب باتوں سے زیادہ عجیب بات دیکھی ہے، میں نے علی علیہ السلام کے گھر میں دیکھا ہے کہ چکی بغیر کسی چلانے والے کے چل رہی ہے آپ نے فرمایا: خدا کے کچھ ملائکہ ہیں جو زمین پر سیر کرتے ہیں، خداوند عالم نے ان کو آل محمد کی خدمت کے لئے مقرر فرمایا ہے میرے بعض احباب نے اس حدیث پر یہ اعتراض کیا کہ جناب ابوذر نے چکی کی آواز سنی تو اندرون خانہ راز معلوم کرنے کے لئے بغیر اجازت جھانک کر دیکھا کیوں۔

جواب اس کا یہ ہے کہ حضرت ابوذر غفاری کا جو مرتبہ اسلام میں ہے وہ ظاہر ہے ایسا جلیل القدر صحابی رسول ہرگز ایسا کام نہیں کرسکتا تھا۔ جو خلاف احترام اہل بیت یا مخالف احکام الٰہی ہو، لہٰذا یقیناً کوئی ایسی صورت تھی جو مخالف شریعت نہ تھی، مثلاً اچانک نگاہ پڑ گئی ہو یا ان کو معلوم رہا کہ خانہ امیر المومنین میں عورتوں میں سے کوئی موجود نہیں ہے اور منشائے امیر المومنین بھی رہا ہو کہ وہ اس راز سے مطلع ہوئیں۔

جس کا ثبوت یہ ہے کہ اس حالت میں ابوذر کے مطلع ہونے کے بعد ان کے تعجب وحیرت پر آپ گھر سے مسکراتے ہوئے نکلے اور آپ نے ابودر غفاری پر اعتراض بھی نہیں کیا اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعتراض کیا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابوذر کی اس اطلاع پر وہ لوگ راضی تھے اور کوئی سبب ناراضگی کا نہ تھا اور نہ اگر کوئی بات خلاف ادب ہوتی تو اولاً حضرت ابوذر وہ کام کرتے ہی نہیں اور بالفرض اگر کرتے بھی تو حضرت علی علیہ السلام اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کو ظاہر نہ کرتے اور اگر ظاہر کرتے تو وہ حضرات جواب ملنے پر یہ سوال کرتے کہ تم نے دیکھا کیوں؟۔

بہر حال چونکہ میں نے اس کتاب میں احادیث اہل سنت کے نقل کی پابندی کی ہے اس لئے بطریق اہلسنت جو حدیثیں مروی ہیں انھیں کو نقل کر رہا ہوں، ورنہ اس مضمون کی حدیث جو بطریق شیعہ منقول ہے اس کی روایت ام ایمن سے ہے حالات حضرت امام حسین میں جناب ام ایمن سے روایت کرتے

ہیں: انھوں نے کہا کہ ایک دن میں فاطمہ زہرا علیہا السلام کے گھر گئی تو دروازہ بند پایا جوف در سے جھانک کر دیکھا تو فاطمہ سورہی تھیں اور چکی خود بخود چل رہی تھی اور آٹا گر رہا تھا اور حسین کا گھوارہ خود بخود جنبش کر رہا تھا اور ایک ہاتھ ظاہر تھا جو فاطمہ کے نزدیک تسبیح کر رہا تھا مجھے یہ دیکھ کر انتہائی حیرت ہوئی اور وہاں سے واپس آ کر خدمت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سارا واقعہ بیان کیا تو آنحضرت نے فرمایا:

یاام ایمن اعلمی ان فاطمة الزهرا صائمة وهی متعبة والزمان قبض فالقی اللّٰه علیها النعاس فنامت فسبحان من لانیام فوکل اللّٰه ملکا یطحن عنها قوت عیالها وارسل ملکاآخریهز م هدولد ها الحسین لئلا یزعجها عن نومها ووکل اللّٰه ملکاآخر یسبح اللّٰه عزوجل قریبامن کف فاطمة ثواب تسبیحه لها لان فاطمة لم تفترعن ذکراللّٰه عزوجل فاذاقامت جعل اللّٰه ثواب تسبیح ذالک الملک لفاطمة:

اے ام ایمن آگاہ رہو کہ فاطمہ روزہ دار ہے اور تعب میں ہے اور وقت کم ہے، پس خداوند عالم نے اس پر نیند کو غالب کر دیا ہے تو وہ سوگئی ہے بے نیاز ہے وہ خدا جو سوتا نہیں اور خداوند عالم نے ایک فرشتہ مقرر فرمایا ہے کہ چکی پیسے اور فاطمہ کے بچوں کے کھانے کے لئے آٹا فراہم کرے اور دوسرا فرشتہ بھیجا ہے کہ حسین کا گھوار ہلائے کہ وہ بیدار ہو کر اس کو نیند میں پریشان نہ کرے اور تیسرا فرشتہ مقرر کیا ہے کہ فاطمہ کے ہاتھ کے پاس تسبیح کرے اور اس کا ثواب فاطمہ کو پہنچے، اس لئے کہ فاطمہ ذکر خدا سے تھکتی نہیں۔

پس جبکہ وہ سوگئی تو خدا نے اس ملک کی تسبیح کا ثواب فاطمہ کے لئے قرار دیا ہے۔

ام ایمن کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کون کون سے ملک ہیں جو یہ کام انجام دے رہے ہیں فرمایا: وہ جو چکی پیس رہے ہیں جبرئیل ہیں اور وہ جو جھولا جھلا رہے ہیں میکائیل ہیں اور وہ جو تسبیح پر مقرر ہیں اسرافیل ہیں۔ (۱)

۳۳. حضرت علی علیہ السلام حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھائی

اخرج الترمذی عن ابی عمر قال اخیٰ رسول اللّٰه بین اصحابه فجاء

---

۱. ناسخ التواریخ ج۶، کتاب ۲

علی تدمع عیناه فقال آخیت بین اصحابک ولم تواخ بینی وبین احدفقال رسول اللّٰہ انت اخی فی الدنیا والآخرة.(۱)

ترمذی نے ابوعمر سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کے درمیان مواخات کی یعنی بھائی چارہ قائم کیا تو حضرت علی علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کیا کہ آپ نے صحابہ کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا لیکن مجھ کو کسی کا بھائی نہیں بنایا تو آپ نے فرمایا تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔

اور دوسری حدیث میں ہے: حضرت علی علیہ السلام نے آکر عرض کی:

یا رسول اللّٰہ ذھب روحی وانقطع ظھری رایتک فعلت اصحابک غیری فان کان من سخط علی فلک العتبی والکرامة فقال والذی بعثنی بالحق ما اخترتک الالنفسی فانت عندی بمنزلة ھارون من موسیٰ ووارثی فقال یا رسول ماأورث منک قال ماأورث الانبیاء قال وماأورث الانبیاء قبلک قال کتاب اللّٰہ وسنة نبیھم وانت معی فی قصری فی الجنة مع فاطمة ابنتی وانت اخی ورفیقی ثم تلاھذہ الایة اخوانا علی سرر متقابلین .

حضرت علی علیہ السلام نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری جان نکل گئی اور پشت شکستہ ہوگئی میں نے دیکھا کہ آپ نے اپنے اصحاب کے درمیان مواخات کی اور مجھ کو چھوڑ دیا اگر یہ امر کسی کی ناراضگی کی بناء پر ہے تو آپ کو عتاب ونوازش دونوں کا اختیار ہے آپ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں نے تم کو اپنے نفس کے لئے چنا ہے تم میرے لئے ویسے ہی ہو جیسے ہارون حضرت موسیٰ کے لئے تھے اور میرے وارث ہو۔

حضرت علی علیہ السلام نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس چیز کا وارث ہوں آپ نے فرمایا جس چیز کے وارث انبیا ہوئے ہیں حضرت علی علیہ السلام نے عرض کی: انبیاء آپ سے قبل کس چیز کے وارث ہوئے ہیں؟ آپ نے فرمایا: کتاب خدا اور اپنے نبی کی سنت کے اور تم

---

۱. وسیلة النجات ص ۱۳، بحوالہ ازالة الخفا و مستدرک حاکم ج ۳، ص ۱۴

میرے ساتھ بہشت کے اندر میرے قصر میں فاطمہ کے ساتھ ہونگے اور تم میرے بھائی رفیق ہو پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:

اور ایک دوسرے کے آمنے سامنے تختوں پر اس طرح بیٹھے ہوں گے جیسے بھائی بھائی۔(۱)

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

۱. یہ کہ جس طرح حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب عمر کو جناب ابوبکر کا بھائی بنایا اور طلحہ کو زبیر کا اور جناب عثمان کو عبدالرحمٰن کا بن عوف کا حضرت علی علیہ السلام کو دنیا اور آخرت میں اپنا بھائی بنایا لہٰذا اس فضیلت میں بھی کوئی صحابی حضرت امیر المومنین کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔

۲. یہ کہ جس طرح حضرت ہارون حضرت موسیٰ کے وصی اور خلیفہ تھے اسی طرح حضرت علی علیہ السلام حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وزیر و جانشین تھے۔

۳. جس طرح ہر نبی نے اپنے قبل والے نبی سے کتاب وسنت میراث میں پائی اسی طرح حضرت علی علیہ السلام نے بھی بحیثیت وصی رسول ہونے کے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کتب وسنت میراث میں پائی اس کی توضیح یہ ہے کہ انبیا سے کتاب وسنت پانے کی دو حدیثیں ہیں، ایک امت کی ہے جو اپنے نبی سے کتاب وسنت پاتی ہے جیسا کہ ہر امت نے اپنے نبی سے کتاب وسنت پائی۔

چنانچہ اس امت مسلمہ نے بھی اپنے نبی سے کتاب وسنت پائی، دوسری حدیث انبیا علیہم السلام کی ہے جو ب بحیثیت وصی ہونے کے۔ انبیائے سلف سے کتاب وسنت پاتے رہے یہی حیثیت حضرت علی علیہ السلام کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل تھی۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی! تم مجھ سے انھیں چیزوں کے وارث ہو جن چیزوں کے وارث انبیا ہوتے ہیں یعنی کتاب وسنت کے یعنی تم اسی حیثیت سے کتاب وسنت کے وارث ہو جس حیثیت سے ایک نبی دوسرے نبی کا وارث ہوا کرتا ہے یعنی بحیثیت وصی اور خلیفہ ہونے کے نہ اس حیثیت سے جس طرح امتوں نے اپنے نبی سے کتاب وسنت پائی لہٰذا یہ حدیث حضرت علی علیہ السلام کی خلافت و وصایت کی ایک واضح دلیل ہے۔

---

۱. وسیلۃ النجات ص ۹۳، بحوالۃ الخفا و طبرانی و ابن عساکر و کنز العمال ج ۵ ص ۴۱

۳۴. حضرت علی علیہ السلام کا کل ایمان ہونا

غزوہ احزاب میں جو ۵ھ میں واقع ہوا کفار کے لشکر نے آ کر مدینہ کا محاصرہ کرلیا جس کی تعداد دس ہزار تھی اور مسلمان صرف تین ہزار تھے۔

دشمن کی طاقت کو دیکھ کر لشکر اسلام کے ہوش وحواس بجا نہ رہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کی حفاظت کی غرض سے حضرت سلمان فارسی کے مشورہ سے پانچ گز چوڑی اور پانچ ہی گز گہری خندق کھدوائی، ایک رات جبکہ سردی بہت تیز تھی، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب ابوبکر سے فرمایا کہ جا کر دشمن کی خبر لاؤ۔

انھوں نے عرض کیا: استغفر اللہ میں خدا اور اس کے رسول سے معافی چاہوں گا، پھر جناب عمر سے فرمایا کہ جا کر دشمن کی خبر لاؤ انھوں نے بھی یہی جواب دیا تب آپ نے حذیفہ سے فرمایا وہ گئے اور آ کر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کی حالت بیان کی۔ (۱)

ایک روز ایک بڑا نبردآزما پہلوان عمرو بن عبدود، وفور شجاعت وکمال جرات کے ساتھ گھوڑا اڑاتا ہوا آیا اور ایک جست میں خندق پار کر گیا اور لشکر اسلام کے مقابل میں آ کر مبارز طلب ہوا مسلمان اس کی شجاعت و بہادری سے واقف تھے، ان پر ایسا خوف طاری ہوا کہ ان کے جسموں میں خون جم گیا اور بے جان تصویر کی طرح خاموش کھڑے رہے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کون ہے جو اس دشمن کو دور کرے کسی نے جواب نہ دیا۔

بلکہ جناب عمر نے تو اس کی بہادری کے قصیدے پڑھنا شروع کردئے اور کہا: یہ وہ بہادر ہے جو تنہا ہزار آدمیوں کا مقابلہ کرتا ہے یہ سن کر لشکر اسلام کی ہمت اور بھی پست ہوگئی حضرت علی علیہ السلام فوراً کھڑے ہوگئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اس کے مقابلے میں جاتا ہوں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی جواب نہ دیا، عمرو بن عبدود مسلمانوں کو بار بار جنگ کے لئے پکارتا رہا۔

لیکن کوئی بھی آگے نہ بڑھا صرف حضرت علی علیہ السلام ہر مرتبہ کھڑے ہوجاتے اور عرض کرتے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اس کا مقابلہ کروں گا اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے علی! یہ عمرو ابن عبدود ہے، حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا جانتا ہوں کہ یہ عمرو ہے۔

---

۱. تفسیر درمنثور سیوطی ج ۵، ص ۱۸۵

آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے حضرت علی علیہ السلام کے سر پر عمامہ باندھا اور ذوالفقار عنایت فرمائی اور رخصت کیا جب آپ چلے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

برز الایمان کله الی الکفر کله . (۱)

کل ایمان کل کفر کی طرف جارہا ہے۔

اس سے کہا: ایمان لے آ، اس نے کہا یہ نہ ہوگا، آپ نے فرمایا، واپس چلا جا اس نے کہا کہ عورتیں مجھ پر طعنہ زن ہوں گی، تب آپ نے فرمایا: اچھا گھوڑے سے اتر جا کیونکہ میں پیادہ ہوں اور تو سوار ہے اور مجھ سے جنگ کر عمرو ہنسا اور کہا کہ مجھے گمان نہ تھا کہ دلیران عرب سے کوئی شخص مجھ کو جنگ کا پیغام دے گا۔ اے علی! میری تمہارے باپ سے دوستی تھی، میں نہیں چاہتا کہ تم کو اپنی تلوار سے قتل کروں، آپ نے فرمایا اگر تو نہیں چاہتا تو میں چاہتا ہوں کہ تجھے قتل کروں، یہ سن کر وہ شیر غضبناک کر طرح گھوڑے سے کود کر آپ پر جھپٹ پڑا اور تلوار کا ایک ایسا وار کیا کہ حضرت علی علیہ السلام کی سپر کاٹ کر اس کی تلوار آپ کے عمامہ تک پہنچ گئی پھر عمامہ کاٹ کر سر پر پہنچی اور سر پر ہلکا سا زخم لگ گیا، جب تک حضرت علی علیہ السلام کی تلوار اس کی گردن پر پہنچ چکی تھی اس کا سر کٹ کر دور جا گرا۔

پس آپ نے تکبیر کہی جس سے سارا بیابان گونج اٹھا، دوست خوش اور دشمن سراسیمہ ہو گئے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حضرت علی علیہ السلام کی تکبیر کی آواز سنی تو سمجھ گئے، کہ عمرو بن عبدود مارا گیا اور فرمایا:

مبارزة علی یوم الخندق افضل من اعمال امتی الی یوم القیامة. (۲)

صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں: احادیث صحاح میں جابر ابن عبداللہ سے منقول اور ثابت ہے کہ عمر ابن خطاب روز خندق بعد غروب آفتاب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب گئے، اور کفار قریش کو گالی دینے لگے۔ اور کہا کہ میں نے عصر کی نماز بالکل آفتاب ڈوبنے کے قریب پڑھی ہے۔ (۳)

اور شاہ ولی اللہ صاحب ازالۃ الخفا مقصد اول میں لکھتے ہیں: جناب ابوبکر نے صلح حدیبیہ کے دن عمرو ابن مسعود کو گالی دی تا کہ مسلمانوں کا رعب قائم رہے۔

---

۱. حیوۃ الحیوان ومیری ج ۱ ص ۱۳۸، ں معارج النبوۃ رکن ۴ باب ۸

۲. روضۃ الاحباب ج ۱ ص ۲۱۹؛ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۲؛ مدارج النبوت ج ۲ ص ۲۰۱۳؛ معارج النبوۃ رکن چہارم باب ۸، وقائع سال پنجم ہجرت؛ وسیلۃ النجات ص ۸۴،

۳. روضۃ الاحباب ج ۱ ص ۲۱۹

پھر ضرار بن خطاب آگے بڑھا اور علی علیہ السلام پر حملہ آور ہوا لیکن قریب پہنچ کر پہچانا کہ یہ حضرت علی علیہ السلام ہیں تو بھاگا، اس کو بھاگتا ہوا دیکھ کر جناب عمر نے اس کا پیچھا کیا اس نے مڑ کر دیکھا تو پہچانا کہ عمر ہیں، پس پلٹ پڑا (اب جناب عمر آگے تھے اور وہ پیچھے تھا) اس نے آہستہ سے نیزہ کی انی جناب عمر کے جسم میں چبھوئی اور کھینچ لی اور کہا اے عمر یہ نعمت مشکور ہے یاد رکھنا۔(۱)

اس جنگ میں جب حضرت علی علیہ السلام عمرو بن عبدود کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کل ایمان کل کفر کے مقابلہ میں نکل پڑا ہے۔

یعنی حضرت علی علیہ السلام کو کل ایمان اور عمرو بن عبدود کو کل کفر فرمایا اور جب آپ نے اس کو قتل کیا تو فرمایا کہ علی کی جنگ خندق کے روز ہماری امت کے قیامت تک کے اعمال سے افضل ہے۔

اس کا سبب یہ تھا کہ خندق کی جنگ اسلام اور مسلمانوں کی زندگی و موت کی جنگ تھی، کیونکہ کفار کی ایک ایسی جرار فوج نے مدینہ کا محاصرہ کرلیا تھا جس کے صرف ایک سپاہی کے مقابلہ میں لشکر اسلام عاجز نظر آ رہا تھا، اولاً دشمن کی دس ہزار فوج کے مقابلہ میں تین ہزار مسلمان کچھ نہ تھے پھر عمرو بن عبدود جیسا پہلوان جو ایک قول کے مطابق تنہا ہزار آدمیوں کا مقابلہ کرتا تھا، عمرو پکار، پکار کر کہہ رہا تھا کہ مسلمانوں تمہارا عقیدہ ہے کہ تمہارے مرنے والے جنت میں جاتے ہیں تو کیا کوئی ہے جو جنت کی تمنا رکھتا ہو وہ میرے مقابلہ میں آئے اور ادھر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بار بار فرما رہے تھے کہ کوئی ہے جو اس کتے کو دور کرے لیکن فوج اسلام اس طرح خاموش تھی جیسے بے جان تصویریں ہوں ایسی صورت میں اگر حضرت علی علیہ السلام نہ ہوتے تو دشمن کا ایک معمولی سا حملہ ہمیشہ کے لئے دنیائے اسلام اور مسلمانوں کا نام و نشان ختم کر دیتا اور اگر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہو جاتے تو نہ اسلام رہ جاتا نہ قرآن نہ جناب ابوبکر ہوتے نہ جناب عمر و عثمان نہ خلافت ہوتی نہ فتوحات عراق و مصر و شام۔

لہٰذا جب روز خندق حضرت علی علیہ السلام عمرو کے مقابلہ کے لئے چلے تو گویا پورا ایمان چلا، کیونکہ اگر حضرت علی علیہ السلام قتل ہو جاتے تو اسلام ختم ہو جاتا اور جب آپ نے عمرو بن عبدود کو قتل کر کے جنگ فتح کی تو آپ نے اسلام کو قیامت تک کے لئے زندگی بخش دی، لہٰذا جو لوگ بھی مسلمان تھے یا ہوئے یا ہوں گے۔ یا جن لوگوں نے بھی عبادت کی یا کر رہے ہیں یا کریں گے وہ حضرت علی علیہ السلام کے جہاد کا نتیجہ ہے کیونکہ

۱۔ روضۃ الاحباب ج۱، ص۲۱۹

اگر آپ نے بھی جناب ابوبکر و عمر کی طرح اپنی جان عزیز کی ہوتی اور موت کا استقبال کر کے دین خدا کی نصرت نہ کی ہوتی تو آج روئے زمین پر کوئی عبادت گزار نہ ہوتا۔ لہذا امت مسلمہ کی قیامت تک کی عبادت سے خندق کے روز حضرت علی علیہ السلام کا جہاد افضل قرار پایا جیسا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پس حضرت علی علیہ السلام کے جہاد فی سبیل اللہ کے مقابلہ میں خلفا ثلاثہ کے فتوحات کا نام لینا بارگاہ عقل وانصاف میں جرم اور کھلی ہوئی حق پوشی اور تکذیب قول رسول ہے۔ اگر حضرت علی علیہ السلام کے جہاد کے مقابلہ میں خلفائے ثلاثہ کے فتوحات سبب افضلیت ہو سکتے ہیں، تو اصحاب ثلاثہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی افضل ہو جائیں گے۔ کیونکہ اہل سنت کے بقول جو دنیوی رونقیں اور قوت واقتدار خلفائے ثلاثہ نے اسلام کو بخشا وہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں بھی اسلام کو حاصل نہ ہوا۔

لیکن اگر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غزوات فتوحات ثلاثہ سے افضل تھے تو بے شک حضرت علی کے فتوحات ثلاثہ سے افضل تھے کیونکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غزوات حضرت علی علیہ السلام ہی نے فتح کئے، یہ بات اس وقت ہے کہ ہم فتوحات ثلاثہ کو بھی سبب فضیلت سمجھیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ خلفاء کے فتوحات حضرت امیر المومنین کے جہادوں سے کوئی نسبت نہیں رکھتے اس لئے کہ آپ کی لڑائیاں اسلامی لڑائیاں تھیں اور وہ دنیوی لڑائیاں تھیں جو ملک و دولت کے لالچ میں لڑی گئیں۔

۳۵. حضرت علی علیہ السلام جامع کمالات انبیا تھے

عن جابر بن عبداللّٰه قال رسول اللّٰه من اراد ان ينظر الى اسرافيل فى هيبته والى ميكائيل فى رتبته والى جبرائيل فى جلالة والى آدم فى علمه والى نوح فى خشيته والى ابراهيم فى خلة والى يعقوب فى حزنه والى يوسف فى جماله والى موسىٰ فى مناجاته والى ايوب فى صبره والى يحىٰ فى زهده والى عيسىٰ فى عبادته والى يونس فى ورعه والى محمدفى كمال حسبه وخلقه فلينظر الى على فان فيه تسعين خصلة من خصال الانبياء جمعها اللّٰه فيه ولم يجمع فى احدغيره وعدجميع ذالک فى جواهر الاخبار.(۱)

یعنی جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت ہے: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ

مودۃ القربیٰ مودۃ ہشتم حدیث ۵

جو شخص اسرافیل کو ان کی ہیبت میں اور میکائیل کو ان کے رتبہ میں اور جبرئیل کو ان کی جلالت میں اور آدم کو ان کے علم میں اور نوح کو ان کے خوف خدا میں اور ابراہیم کو ان کی خلت میں اور یعقوب کو ان کے حزن میں اور موسیٰ کو ان کی مناجات میں اور ایوب کو ان کے صبر میں اور یحیٰ کو زہد میں اور عیسیٰ کو ان کی عبادت میں اور یونس کو ان کی پرہیز گاری میں اور محمد کو ان کے کمال حسب اور خلق میں دیکھنا چاہے وہ علی بن ابی طالب کو دیکھے۔

کیونکہ نوے خصلتیں انبیا علیہم السلام کی خدا نے ان کی ذات میں جمع کر دی ہیں اور ان کے سوا کسی شخص میں بھی خدا نے ان فضائل کو جمع نہیں کیا ہے۔

سید علی ہمدانی لکھتے ہیں: یہ تمام خصائل کتاب جواہر الاخبار میں شمار کیے گئے ہیں۔

اس مضمون کی حدیث احمد نے مسند میں اور بیہقی نے اپنی صحیح میں اور شعرانی نے اپنی کتاب یواقیت والجواہر ص ۱۷۲، میں روایت کی ہے۔(۱)

۳۶. حضرت علی علیہ السلام کی جدائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گوارہ نہ تھی

عن ام سلمة قالت والذی احلف انه كان علی لاقرب الناس عهدا برسول الله غدنا رسول الله غداة ويقول جاء علی مرارا فقالت فاطمة كانک بعثة فی حاجة قالت فجاء بعد قالت ام سلم قطنت ان لم اليه حاجة فخرجنا من البيت فقدناند الباب وكنت ادناهم الی باب فاكب عليه رسول الله وجعل يشاوره ونياجيه ثم قبض رسول الله من يومه ذلک فكان علی اقرب الناس عهدا.(۲)

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ام سلمہ سے روایت ہے: انھوں نے قسم کھا کر کہا: علی بن ابی طالب سب لوگوں سے زیادہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قریب تر تھے، ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم لوگوں کے پاس اس عالم میں صبح کی کہ فرما رہے تھے کہ علی آئے علی آئے، حضرت فاطمہ زہرا نے عرض کیا کہ شاید آپ نے ان کو کسی کام سے بھیجا ہے

---

۱. یواقیت والجواہر شعرانی، ص ۱۷۲

۲. وسیلۃ النجات ص ۱۱۰

حضرت ام سلمہ کہتی ہیں کہ اتنے میں علی آ گئے۔

ہم نے یہ خیال کیا کہ شاید آنخضرت کو علی سے کوئی حاجت ہے، لہٰذا گھر سے نکل کر دروازے پر بیٹھ گئی اور میں سب سے زیادہ در سے قریب تھی، جب علی آئے تو حضرت رسول اللہ ان پر جھک پڑے اور مشورہ اور راز کی باتیں کرنے لگے اور اسی روز آنخضرت نے انتقال فرمایا۔

غرض حضرت علی علیہ السلام سب سے زیادہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قریب تر تھے۔

محبّ الدین طبری اپنی کتاب ریاض النضرہ میں لکھتے ہیں: آنخضرت نے بیان کیا کہ جب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کا وقت آیا تو فرمایا کہ میرے حبیب کو بلاؤ۔ لوگوں نے جناب ابوبکر کو بلایا، آپ نے ان کو دیکھ کر پھر اپنا سر پٹک دیا پھر فرمایا میرے حبیب کو بلاؤ تب لوگوں نے حضرت علی علیہ السلام کو نزدیک کر دیا۔(۱)

آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو اپنی چادر میں لے لیا اور آخر وقت تک اپنے سینے سے لگائے رہے آنخضرت کے انتقال کے بعد بھی آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ حضرت علی علیہ السلام کے سینہ پر تھا۔

علامہ طبری ابن عباس سے روایت کرتے ہیں:

قال قال رسول الله ابعثوا الى علی فادعوه فقالت عائشة لو بعثت الى ابی بکر وقالت حفصة لو بعثت الى عمر فاجتمعوا اجمیعا فقال رسول الله انصرفوا فان لک حاجة ابعث الیکم فانصرفوا.(۲)

حضرت ابن عباس نے کہا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی کو بلاؤ تو حضرت عائشہ نے کہا ابوبکر کو بلا لیجئے اور حفصہ نے کہا کہ عمر کو بلا لیجئے آخر وہ لوگ بغیر طلب بلائے گئے آپ نے ان لوگوں کو دیکھ کر فرمایا: تم لوگ یہاں سے چلے جاؤ، اگر ضرورت ہوگی تو بلا لیں گے۔

---

۱. ریاض النضرہ ج۲، ص۱۸۰

۲. طبری ج۲، ص۴۳۹، حالات سلام

۳۷. جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غضبناک ہوتے تو فقط علی علیہ السلام آپ سے گفتگو کرتے

اخرج الطبرانی والحاکم عن ام سلمة قالت کان رسول اذاغضب لم یجر احدان یکلمه الاعلی .(۱)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب غضبناک ہوتے تھے تو علی کے سوا کسی کو حضرت سے گفتگو کرنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔(۲)

۳۸. حضرت علی علیہ السلام کا دشمن منافق اور جہنمی ہے

اخرج الترمذی عن ابی سعیدالخدری قال کنا نعرف المنافقین نحن معاشر الانصار بغیضهم علی بن ابیطالب .(۳)

ترمذی نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے، انھوں نے کہا کہ ہم گروہ انصار منافقین کو علی بن ابی طالب کی دشمنی سے پہچانتے تھے۔

وعن جابربن عبدالله انصاری قال ماشک فیه الاکافر والله ماکنا نعرف المنافقین فی عهد رسول الله صلی الله علیه واله وسلم الاببغضهم علیا. (۴)

جابر بن عبداللہ سے منقول ہے انھوں نے کہا کہ نہیں شک کرے گا اس میں لیکن کافر خدا کی قسم ہم لوگ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں علی کی دشمنی ہی سے منافقین کو پہچانتے تھے۔

عن عروه عن عائشة قالت قال رسول الله صل الله علیه واله وسلم ان الله قدعهدالی ان من خرج علیٰ علی فهو کافر فی النارواجدبالنارقیل لم خرجت علیه قالت انانسیت هذالحدیث یوم الجمل حتی ذکر ته بالبصرة وانااستغفر الله.(۵)

عروہ نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے انھوں نے کہا: حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

---

۱. وسیلۃ النجات ص ۱۱۰ ۲. صواعق محرقہ ص ۷۳
۳. وسیلۃ النجات ص ۵۶؛ مستدرک حاکم ج ۳، ص ۱۳۹؛ صواعق محرقہ ص ۷۳
۴. کتاب مودۃ القربی مودۃ ۴ ۵. کتاب مودۃ القربی مودۃ ۳

فرمایا: خداوند عالم نے مجھ سے عہد لیا ہے کہ جو علی سے لڑے گا وہ کافر ہے اور دوزخ میں جائے گا اور جہنم ہی کے لائق ہے، کسی نے کہا کہ پھر آپ نے ان پر کیوں خروج کیا تو جواب دیا کہ میں جمل کے روز یہ حدیث بھول گئی تھی بصرہ پہنچ کر یاد آیا، اب میں اللہ سے استغفار کرتی ہوئی۔

میں عرض کرتا ہوں کہ حضرت عائشہ نے کیونکر کہہ دیا کہ میں بھول گئی تھی۔

حالانکہ جب انھوں نے آپ سے لڑنے کے لئے بصرہ جانے کا ارادہ کیا تو پہلے حضرت ام سلمہ نے سمجھایا اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث یاد دلائی۔

جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ بہت دن نہ گزریں گے میری ایک بیوی علی علیہ السلام سے جنگ کرے گی، اس وقت وہ بیوی میری ایک فسادی اور باغی گروہ کے درمیان میں ہوگی (پوری حدیث جنگ جمل کے بیان سے گذر چکی) چنانچہ حضرت ام سلمہ کی نصیحت پر حضرت عائشہ نے حضرت علی علیہ السلام سے لڑنے کا ارادہ فسخ کر دیا لیکن عبداللہ ابن زبیر نے پھر خوشامد کر کے راضی کر لیا، اس کے بعد راہ بصرہ میں لوگوں نے بہت سمجھایا پھر بصرہ پہنچ کر حضرت ابن عباس نے اسی طرح بہت سے اصحاب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہاں تک کہ خود حضرت علی علیہ السلام نے سمجھایا اور قرآن اور احادیث رسول سے ان کی غلطی ثابت کی۔

لیکن وہ ایک نہ مانیں، پس انھوں نے کیونکہ کہہ دیا کہ میں جمل کے روز یہ حدیث بھول گئی تھی جبکہ تیرہ ہزار آدمی حضرت عائشہ کی طرف کے اور پانچ ہزار آدمی حضرت علی علیہ السلام کی طرف کے یہ اٹھارہ ہزار انسانوں کا خون جو حضرت عائشہ نے عمداً اپنی گردن پر لیا کیا وہ استغفار کرنے سے معاف ہو گیا۔

۳۹. حضرت علی علیہ السلام تادم حیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا نہ ہوئے

حضرت فاطمہ بنت اسد جس روز سے حضرت علی علیہ السلام کو آغوش میں لے کر بیت اللہ سے برآمد ہوئیں حضرت علی علیہ السلام برابر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں پرورش پاتے رہے یہاں تک کہ آنحضرت کے ساتھ نماز پڑھنے لگے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث برسالت ہوئے تو سب سے پہلے تصدیق رسالت کی پھر دعوت ذوالعشیرہ کے روز دین خدا اور خدا کے رسول کی نصرت کا عہد کر کے حضرت کے بھائی اور وزیر اور خلیفہ

پیش لفظ

بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم ۔الحمد للہ رب العالمین و العاقبة للمتقین والصلاة و السلام علی سید المرسلین خاتم النبیین ابی القاسم محمد و آلہ الطیبین الطاہرین المعصومین اما بعد:

اسلام کے ابتدائی دور سے آج تک جس طرح نور خدا یعنی اہل بیت علیہ السلام کے فضائل اور ملت حقہ امامیہ کے مٹانے اوراس پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی جاتی رہی وہ صاحبان علم پر پوشیدہ نہیں ہے اگر چہ حق کو جتنا دبایا گیا وہ اتنا ابھر کر سامنے آتا رہا، خدا کے روشن کئے ہوئے چراغ کو پھونکوں سے بجھا دینے کی جس قدر کوشش کی گئی وہ آفتاب بن کر افق عالم پر چمکتا گیا اور یہی خدا کے وعدہ پر اس کی تائید وتوثیق ہے۔

لیکن جس شدت کے ساتھ آج اہلبیت علیہم السلام کا نام ونشان مٹانے کی جو بھی امکانی جدو جہد کی جارہی ہے، بنی امیہ اور بنی عباس کا دور سلطنت بھی اس سے شرمندہ ہے ایسے وقت میں ہر مومن کا فرض ہے کہ اللہ کے بندوں تک حق کی آواز پہنچاتا رہے اگر چہ میں کسی بھی حیثیت سے اس اہم خدمت کے انجام دینے کا اہل نہیں ہوں لیکن صرف اس امر کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ دین خدا کی نصرت کرنا ہر مومن کا اہم ترین فریضہ ہے اس کتاب کی تصنیف کے لئے قلم اٹھایا ہے۔

بنے پھر برابر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت میں حضرت کے ساتھ رہے۔

یہاں تک کہ شب ہجرت نفس حضرت رسول بن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرش خواب پر تلواروں کے سائے میں سو کر دین پروردگار اور پیغمبر اسلام کی ایسی نصرت کی کہ پروردگار عالم نے آسمان پر ملائکہ پر فخر ومباہات فرمائی اور حضرت جبرئیل ومیکائیل کو حضرت علی علیہ السلام کی نصرت وحفاظت کے لئے بھیجا۔

اور باوجود اس کے کہ دشمنوں کے نرغہ میں گھرے تھے رو رو کر اپنے لئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے موت کا سامان فراہم نہ کیا، بدر واحد وخندق غزوہ بنی مصطلق وخیبر وحنین کے فتح کرنے والے علی تھے صلحنامہ حدیبیہ کے بے شک ادیب لکھنے والے علی تھے بیعت رضوان میں علی تھے، فتح مکہ میں علی تھے، کعبہ کی بت شکنی کے وقت دوش رسول پر علی تھے، دعوت بنی خزیمہ میں علی تھے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دیر تک راز ونیاز کرنے والے علی تھے، غزوہ تبوک کے موقع پر منزلت ہارونی حاصل کرنے والے علی تھے، غزوہ وادی الرمل میں علی تھے، سورہ برات کی تبلیغ کرنے والے علی تھے، غدیر خم کے میدان میں مولائے کائنات بننے والے علی تھے، مرض موت میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کرنے والے علی تھے، مقصد حدیث قرطاس علی تھے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قبر میں اتارنے والے علی تھے اور اسلام ومسلمانوں کی ہمدردی کرنے میں بڑے بڑے مصائب برداشت کرنے والے علی تھے۔

اور ہر سخت منزل میں رسول کو تنہا چھوڑ کر بھاگنے والے رسول کی رسالت میں شک کرنے والے پیغمبر خدا کی نافرمانی کرنے والے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جنازہ چھوڑ کر حکومت ودنیا طلبی کے دھارے میں بہنے والے علی کے غیر تھے۔

لیکن علامہ سیوطی اور دیگر علمائے اہلسنت لکھتے ہیں: صدیق اکبر اسلام لانے کے وقت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات تک کبھی آپ سے جدا نہ ہوئے، نہ سفر میں نہ حضر میں۔(۱)

یہی مضمون ازالۃ الخفا میں ہے۔

ابن عمر سے منقول ہے کہ کچھ یہودی جناب ابوبکر کے پاس آئے اور کہا کہ ہم سے اپنے صاحب یعنی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلیہ بیان کرو۔

جناب ابوبکر نے کہا: اے گروہ یہودی میں ان کے ساتھ غار میں تھا جیسے کہ یہ دونوں انگلیاں اور میں

---

۱. تاریخ الخلفاء فصل ہمنشینی ابوبکر۔

ان کے ساتھ کوہ حرا میں چڑھا تو میری کمر ان کی کمر سے ملی تھی۔

لیکن ان کا حلیہ بیان کرنا دشوار ہے یہ علی ابن ابی طالب ہیں، ان کے پاس جاؤ وہ لوگ حضرت علی علیہ السلام کے پاس گئے اور کہا کہ ہم سے اپنے چچا کے بیٹے کا حلیہ بیان کرو، حضرت نے بالتفصیل بیان فرمایا۔(۱)

میں کہتا ہوں کہ افترا وغلط بیانی کی یہ سب سے اعلیٰ مثال ہے جو شخص کسی اور مشکل وقت میں کبھی رسول خدا کا غمخوار ومددگار نہ ہوا اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اتنا دور تھا کہ آنحضرت کا حلیہ بھی بیان نہ کرسکا، اس کے متعلق یہ کہنا کہ کبھی رسول سے جدا نہ ہوا اس کو کیا کہا جائے، واقعات سب کو معلوم ہیں، لڑائیوں میں آپ کی شجاعت وبہادری کے حالات معروف ومشہور ہیں۔

۴۰. حضرت علی علیہ السلام زمانہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مفتی اور قاضی

عن حميدعن عبدالله بن زيدالمدنى قال ذكر عندالنبى قضاء قضى به على فاعجب النبى فقال الحمدلله الذى جعل فينا الحكمة.(۲)

یعنی حمید نے عبداللہ بن زید مدنی سے روایت کی وہ کہتے ہیں: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے حضرت علی علیہ السلام کے ایک فیصلہ کا ذکر کیا گیا تو آپ متعجب ہوئے اور فرمایا شکر ہے، اس پروردگار کا جس نے ہم اہل بیت کو حکمت عطا فرمائی ہے۔

علامہ شبلی سیرۃ النبی میں لکھتے ہیں: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں عہدہ قضاوت بھی جاری ہو چکا تھا حضرت علی علیہ السلام اور معاذ بن جبل کو آپ نے یمن کا قاضی مقرر فرما کر بھیجا تھا۔(۳)

قضاوت امیر المومنین علیہ السلام

وعن على ان رسول الله بعثه الى اليمن فوجداربعة وقعوانى حضرة حضرت ليصتاروافيها اسدافسقط اولا فتعلق بآخر وتعلق الاخر حتى تساقط الاربعة فجرحهم الاسدوماتو من جراحته فتنازع اوليائهم حتى كادواتقاتلون فقال على اناقضى بينكم فان رضيتكم فهوالقضاء والاما

---

۱. ازالۃ الخفاء فصل کرامات حضرت علی علیہ السلام

۲. وسیلۃ النجات ص ۱۵۵

۳. سیرۃ النبی، علامہ شبلی، ج ۲، ص ۴۷

حجرت بعضکم عن بعض حتی تاتوا رسول الله لیقضی بینکم ، اجمعوا من القبائل الذین حضروالبئر ربع الدیة وثلاثها ونصفها ودیة کاملة فللاول ربع الدیه لانه اهلک من فوقه والذی یلیه ثلاثها ولثالث نصف لاقه اهلک من فوقه وللرابع الدیة الکاملة فابوا ان یرضوا فاتوارسول الله فلقواعنه مقام ابراهیم فقصوا علیه فقال: انا اقضی علیکم واحتبیٰ رداه فقال رجل من القوم ان علیا قضیٰ بیننا فلما قصوا القصة اجازه . (۱)

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ کو یمن کی طرف بھیجا تو ایک گڈھے میں جس کو لوگوں نے شیر کے شکار کے لئے کھودا تھا، چار آدمی گر کر مر گئے۔

اس طرح کہ پہلا جب گرنے لگا تو اس نے دوسرے کو پکڑ لیا جب دوسرا گرنے لگا تو اس نے تیسرے کو پکڑ لیا اور تیسرے نے چوتھے کو پکڑ لیا۔

اس گڈھے میں جو شیر پھنسا تھا اس نے چاروں کو زخمی کر دیا اور سب مر گئے، ان چاروں کے وارثوں نے باہم خون بہا کے معاملہ میں جھگڑا کیا، یہاں تک کہ قریب تھا کہ ان میں قتل وخون ہو جائے تو حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کروں گا اگر تم راضی ہو گئے تو ٹھیک ورنہ میں تم لوگوں کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے چلوں گا۔

تا کہ وہ فیصلہ کریں آپ نے فرمایا: جن لوگوں نے گڈھا کھودا ہے ان سے ایک چوتھائی خون بہا اور ایک ثلث اور ایک نصف اور ایک پورا خون بہا وصول کرو اور جو پہلے گرا ہے اس کے وارثوں کو چوتھائی دو اس لئے کہ اس نے اپنے اوپر تین آدمیوں کو ہلاک کیا اور دوسرے کو ثلث دو کیونکہ اس نے دو کو ہلاک کیا اور تیسرے کو نصف دو اس لئے کہ اس نے صرف ایک کو ہلاک کیا اور چوتھے کو پورا خون بہا دو کیونکہ وہ صرف اپنی جان سے گیا اور کسی کو اس نے ہلاک نہیں کیا۔

اس فیصلہ پر وہ لوگ راضی نہیں ہوئے اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں گئے

---

۱. وسیلۃ النجات ص ۱۵۲؛ وازالۃ الخفاء اردو ج ۳، ص ۳۲۴

اور مقام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آنحضرت سے ملاقات کی اور مقدمہ پیش کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چادر کو زانو کے گرد لپیٹ کر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ میں فیصلہ کروں گا اتنے میں کسی نے کہا: حضرت علی علیہ السلام نے ہم لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیا ہے، اور حضرت کا پورا فیصلہ بیان کیا، پس آنحضرت نے اسی فیصلہ کو باقی رکھا۔

محمد بن زبیر سے ریاض النضرہ میں منقول ہے، انھوں نے کہا: میں مسجد دمشق میں پہنچا تو ایک بوڑھے کو دیکھا، جس کی پشت پیری کی وجہ سے دوہری ہوگئی تھی، میں نے پوچھا بوڑھے میاں آپ کس عہد کے ہیں اور کس کا زمانہ دیکھا ہے، کہا کہ عمر بن خطاب کا اور غزوہ یرموک میں میں حاضر تھا، میں نے کہا: ان کی کچھ باتیں بیان کیجئے کہا کہ ایک گروہ کے ساتھ میں حج کرنے گیا اور احرام باندھنے کے بعد ہم لوگوں نے شترمرغ کے انڈے کھالئے، حج سے فارغ ہونے کے بعد ہم لوگوں نے جناب عمر سے واقعہ بیان کیا تو وہ چلے اور ہم لوگوں سے کہا کہ ہمارے پیچھے چلے آؤ اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر تک جا کر ایک مکان کا دروازہ کھٹکھٹایا اندر سے کسی نے پوچھا کون ہے عمر نے کہا: ابوالحسن ہیں؟ اس عورت نے کہا نہیں۔

پس عمر وہاں سے حرا کی طرف چلے اور ہم لوگوں سے کہا کہ ہمارے پیچھے چلے آؤ، یہاں تک کہ ہم لوگ اس مقام پر پہنچے جہاں حضرت علی علیہ السلام کھیت کی مٹی برابر کر رہے تھے اور گھاس نکال رہے تھے۔

عمر کہا: مرحبا یا امیر المومنین! ان لوگوں نے حج کا احرام باندھا ہوا تھا کہ ان لوگوں کو ایک مقام پر شترمرغ کے انڈے ملے، ان لوگوں نے ان کو کھالیا ہے آپ نے فرمایا: کسی کو میرے پاس بھیجدیا ہوتا، آپ خود کیوں آئے، جناب عمر نے کہا کہ آپ لائق تر ہیں کہ ہم لوگ آپ کے پاس آئیں۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا: جتنے انڈے ان لوگوں نے کھائے ہیں، اتنے نر اونٹ ماداؤں پر چھوڑے جائیں، ان سے جو بچے پیدا ہوں کعبہ میں ہدیہ بھیجدیں۔

عمر نے کہا: اونٹ کبھی ناقص بھی تو ہوتے ہیں یعنی بچہ نہیں پیدا کرتے، آنحضرت نے فرمایا: انڈے کبھی گندے بھی تو ہوتے ہیں، یعنی بچہ نہیں پیدا ہوتا، جناب عمر نے کہا: اے اللہ کسی ایسی مشکل میں عمر کو نہ ڈالنا کہ اس کے حل کرنے کے لئے علی موجود نہ ہوں۔ (۱)

---

۱. وسیلۃ النجات ص ۱۴۹

میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے سے خلافتوں کے آخری دور تک کے حضرت علی علیہ السلام کے بہت سے قضایا کتابوں میں منقول ہیں جن کو دیکھ کر عقل انسانی متحیر رہ جاتی ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں آپ نے جو قضایا حل کئے آپ نے ان پر مہر تصدیق ثبت کی اور فرمایا کہ علی علیہ السلام نے جو فیصلہ کیا ہے وہ حکم خدا ہے ...اور خلافتوں کے دور میں جو فیصلے کئے کل صحابہ نے ان کو قبول کیا اور ممنون ہوئے۔

جناب عمر نے بارہا کہا کہ اگر علی علیہ السلام نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتے اے خدا اس دن کے لئے عمر کو زندہ نہ رکھ جس دن ان کے مشکلوں کو حل کرنے کے لئے مشکلکشا موجود نہ ہوں۔

لیکن علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: ابن تیمیہ نے کہا کہ حضرت علی علیہ السلام نے قضایا میں سترہ جگہ خطا کی ہے اور قرآن کے خلاف فیصلہ کیا ہے۔

اور شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی لکھتے ہیں: علی مرتضیٰ سے فقہ کے مسائل میں غلطیاں ہوئی ہیں۔(۱)

ابن تیمیہ اور شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے اپنے آپ کو علم و فضل میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جناب ابوبکر و عمر و عثمان بلکہ تمام صحابہ کرام اور تابعین سے بھی برتر بنا دیا علی مرتضیٰ کے فیصلوں پر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تو تعجب ہوا اور سجدہ شکر کریں اور خوش ہو کر دعائیں دیں اور حضرت علی علیہ السلام کے فیصلوں کو اپنا اور خدا کا فیصلہ قرار دیں اور صحابہ کرام ان کے فیصلوں پر ممنون و شکر گزار ہوں اور کہیں کہ خدا ہم کو اس دن کے لئے زندہ نہ رکھے کہ ہماری مشکلوں کو حل کرنے کے لئے علی موجود نہ ہوں۔

نیز حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائیں:

انی تارک فیکم الثقلین کتاب الله وعترتی ماان تمسکتم بهمالن تضلوا بعدی.

میں تمہارے درمیان دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں کتاب خدا اور اپنی عترت تم لوگ جب تک ان دونوں کو پکڑے رہو گے میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے۔

نیز فرمائیں:

انامدينة العلم وعلی بابها

میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ۔

---

۱. قرۃ العینین ص ۸۳

اور فرمائیں:

اقضاکم علی

تم سب میں بہتر فیصلہ کرنے والے علی ہیں۔

لیکن علامہ، ابن تیمیہ اور شاہ ولی اللہ صاحب کو حضرت علی علیہ السلام کے فیصلوں میں سترہ غلطیاں نظر آئیں، کیوں نہ ہو جناب عمر کو بھی تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام میں غلطیاں اور خطائیں نظر آتی تھیں۔

صلح حدیبیہ کے روز جب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صلحنامہ سے لفظ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاٹ دیا تو جناب عمر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فعل میں ایسی غلطی نظر آئی کہ اولاً آپ نے آپ پر اعتراضات شروع کر دئے اور آخر میں آپ کی رسالت ہی میں شک پیدا ہو گیا۔(۱)

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو ہریرہ کو اپنی نعلین مبارک دے کر بھیجا کہ جاؤ اس درخت کے نیچے جسے بھی سچے دل سے لا الہ الا اللہ کی شہادت دیتے ہوئے پاؤ، اس کو جنت کی بشارت دیدو۔

ابو ہریرہ گئے راہ میں جناب عمر مل گئے اور پوچھا کہ کہاں جا رہے رہو، ابو ہریرہ نے واقعہ بیان کیا، جناب عمر نے ابو ہریرہ کی چھاتی پر ایک گھونسا مارا جس سے وہ گر پڑے اور روتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے پورا ماجرا بیان کیا، اتنے میں جناب عمر بھی پہنچ گئے اور پوچھا کہ یا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ نے ان کو بھیجا تھا کہ اعلان کر دیں جو شخص سچے دل سے لا الہ الا اللہ کہے گا وہ جنت میں جائے گا۔

آپ نے فرمایا: ہاں! جناب عمر نے کہا: ایسا نہ کیجئے میں ڈرتا ہوں کہ لوگ اسی پر بھروسہ کر کے عمل نہ ترک کر دیں چھوڑ دیجئے کہ لوگ خدا کو ماننے کے بعد عمل بھی کریں، پس آپ نے فرمایا: اچھا ان لوگوں کو چھوڑ دو۔(۲)

اسی طرح آخر وقت میں جب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قلم و دوات مانگا تو جناب عمر نے کہا یہ مرد ہذیان بول رہا ہے غرض اسی قسم کی بہت سی مثالیں ہیں پس اگر ابن تیمیہ اور شاہ ولی اللہ صاحب کو علی مرتضےٰ علیہ السلام کے فیصلوں میں خطائیں نظر آئیں تو کوئی تعجب نہیں ہے۔

قارئین محترم: کاش! ان لوگوں میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے قضایا کے سمجھنے کی صلاحیت ہوتی تو

---

۱. تاریخ خمیس ج ص ۱۵ ۲. مشکوۃ ج ۱ ص ۱۵

ہرگز ایسی باتیں کر کے اپنی جہالت کا ثبوت نہ دیتے۔

ابن تیمیہ کی جہالت کا تو یہ حال تھا کہ ان کو یہ بھی خبر نہیں کہ شیعوں کے عقائد اور ان کے اصول و فروع کیا ہیں اپنی کتاب منہاج السنتہ میں لکھتے ہیں: شیعوں کے اصول دین چار ہیں، توحید، عدل، نبوت، امامت۔(۱)

حالانکہ اگر ابن تیمیہ صاحب کسی مدرسہ میں جا کر کسی شیعہ بچے ہی سے دریافت کر لیتے تو ان کو معلوم ہو جاتا کہ شیعوں کے اصول دین پانچ ہیں، توحید، عدل، نبوت، امامت، قیامت۔

ابن تیمیہ لکھتے ہیں: شیعوں کے مذہب میں حج نہیں ہے اور اگر کوئی حج کے لئے جاتا ہے تو وہ اس پر لعنت کرتے ہیں۔(۲)

حالانکہ شیعوں کے فروع دین میں حج کا ذکر جلی لفظوں میں کیا گیا ہے جیسے: نماز، روزہ، حج، زکوۃ، خمس، جہاد... اور ہر سال ہزاروں حج کے لئے جاتے ہیں اور ہمیشہ جاتے رہے ہیں شیعہ حج کرنے والوں پر لعنت نہیں کرتے، ہاں جھوٹوں پر ضرور لعنت کرتے ہیں۔

نیز شاہ ولی اللہ صاحب کے تبحر علمی کی کیا تعریف کی جائے آپ اپنی کتاب قرۃ العینین میں لکھتے ہیں: اہل سنت کے مشہور فرقے تین ہیں، حنفی، شافعی، مالکی اور ان تینوں کی بنیاد فاروق کے اجماعی مسائل پر ہے۔(۳)

پھر لکھتے ہیں: کتاب وسنت واجماع وقیاس کے اصول سب شیخین کے کلام سے لئے گئے۔(۴)

شاہ صاحب کو یہی نہیں معلوم کہ اہل سنت کے مشہور فرقے تین نہیں بلکہ چار ہیں، مالکی، شافعی، حنفی، حنبلی امام احمد بن حنبل اہل سنت کے بڑے جلیل القدر محدثین وائمہ میں سے تھے، آپ کی کتاب مسند احمد بن حنبل مشہور ہے جو اہل سنت کی صحاح میں داخل ہے اور جناب عبدالقادر جیلانی یعنی بڑے پیر صاحب انھیں کی تقلید میں تھے یعنی حنبلی تھے۔(۵)

لیکن افسوس ہے کہ شاہ صاحب کو یہ بھی خبر نہ تھی کہ اہل سنت کے مشہور فرقوں میں ایک فرقہ حنبلی بھی

---

۱. منہاج السنتہ، ابن تیمیہ، ج۱، ص۲۳
۲. منہاج السنتہ، ابن تیمیہ، ج۱، ص۲۳
۳. قرۃ العینین، شاہ ولی اللہ، ص۱۸۵ مطبوعہ مجتبائی دہلی
۴. قرۃ العینین، شاہ ولی اللہ، ص۱۸۶، مطبوعہ مجتبائی دہلی
۵. کتاب حقیقۃ الفقہ ص۱۷۶

ہے حالانکہ اس امر کو بازار کے چلنے والے بھی جانتے ہیں۔

نیز شاہ صاحب لکھتے ہیں: ترتیب کتاب وسنت واجماع وقیاس شیخین کے کلام سے لئے گئے ہیں، حالانکہ محدثین وعلماء نے بصراحت لکھا ہے کہ جناب ابوبکر وعمر اور دیگر اصحاب رسول رائے اور قیاس کی مذمت کرتے تھے، اور اس کے سخت مخالف تھے ابن قتیبہ نے مختلف الحدیث جناب ابوبکر سے روایت کی ہے، انھوں نے کہا:

اقول فی الکلالہ برائی کان صوابافمن اللّٰہ وحدہ وان اخطا فمنی ومن الشیطان. (۱)

یعنی میں کلالہ کے متعلق اپنی رائے بتاتا ہوں اگر درست ہو تو خدا کی طرف سے سمجھنا اور اگر غلط ہو تو میری طرف سے اور شیطان کی طرف سے سمجھنا۔

پھر اسی کتاب کے اسی ص ۲۴، پر جناب عمر سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا:

لو کان ھذالدین بالقیاس لکان باطن الخف اولی بالمسح من ظاھرہ.

یعنی اگر اس دین کی بنا قیاس پر ہوتی تو باطن خف کا مسح زیادہ بہتر تھا، ظاہر کے مسح سے۔

اسی طرح ابن حزم نے محلی ج ۱، اور شعرانی نے میزان میں اور بہت سے علماء نے نقل کیا ہے، جب خود اپنے مذہب سے شاہ صاحب کی بے خبری کا یہ عالم تھا تو موصوف علوم اہل بیت سے کہاں تک باخبر رہے ہوں گے، ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔

مولانذیر الحق صاحب قادری مفتی اعلیٰ نے مقدمہ ترمذی اردو ص ۲۹، میں ترمذی کی ضرورت کے زیر عنوان بحوالہ مسلم لکھا ہے: ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عباس حضرت علی علیہ السلام کی ایک فیصلہ کی نقل کر رہے تھے اور بیچ بیچ میں الفاظ چھوڑتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ واللہ علی علیہ السلام نے یہ فیصلہ نہیں کیا ہوگا۔

اسی طرح ایک دفعہ اور عبداللہ بن عباس نے حضرت علی علیہ السلام کی تحریر دیکھی تو تھوڑے سے الفاظ کے سوا باقی سب عبارت مٹادی، یہ حقیقت کتاب القضایا علی کی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ مسلم بن حجاج مصنف مسلم کے متعلق امام ذہبی لکھتے ہیں: ان کے نفس کی حالت یہ تھی کہ سچے اور معتبر شخص پر بے ثبوت ودلیل کے طعن کیا کرتے تھے، اور برا کہتے تھے، جیسا کہ انھوں نے

---

۱. مختلف الحدیث، ابن قتیبہ، ص ۲۴

ابراہیم بن عبداللہ سعدی جیسے معتبر و عالم و محدث پر طعن کیا ہے۔(۱)

محدثوں نے کہا ہے کہ مسلم نے جب صحیح مسلم لکھ کر (اپنے استاد) ابوزرعہ کے سامنے پیش کی تو ابوزرعہ کو برا معلوم ہوا اور غصہ آیا اور کہا کہ تم نے اس کا نام صحیحہ رکھا ہے، حالانکہ اس کو بدعتوں کا زینہ بنایا ہے۔

امام اہل سنت عبدالقادر لکھتے ہیں: خدا رحمت کرے ابوزرعہ پر انھوں نے بہت ٹھیک کہا۔(۲)

اور ملا علی قاری نے اپنی کتاب رجال میں ابوزرعہ کے کلام کو نقل کیا ہے اور ابوالفضل اوفوی نے لکھا ہے کہ ابوزرعہ صحیح مسلم کی مذمت کیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ:

اس کا نام صحیحہ کس نے رکھا ہے، حالانکہ اس کے راوی فلاں اور فلاں ہیں اور ملا علی قاری نے کتاب رجال میں اور ابن تیمیہ نے کتاب منہاج میں لکھا ہے کہ مسلم اور بخاری میں غیر معتبر حدیثیں بہت کثرت سے ہیں، جس شخص کا یہ حال ہو اس کے قول اور روایت کا کیا اعتبار ہے، یہ حقیقت مسلم اور ان کے قول اور ان کی کتاب صحیح مسلم کی ہے۔

۴۱. علم و ایمان کی دولت دنیا کو علی کے گھر سے ملی

ملا مبین صاحب اپنی کتاب وسیلۃ النجات میں لکھتے ہیں:

امان بیان علم و حکمت و حل مشکلات و فقاہت و ذکاوت و جودت اونہ بدست کہ درحیطہ تحریر درآید، لیکن شمہ ازان مرقوم میگردد و طالب صادق را کفایت میکند فرمود رسول خدا درحق دے۔(۳)

اگرچہ علی مرتضےٰ کے علم و حکمت و حل مشکلات و فقاہت و ذکاوت و جودت کا احاطہ تحریر میں لانا ممکن نہیں ہے، لیکن بہت مختصر ان میں سے لکھا جارہا ہے، جو کہ طالب صادق کے لئے کافی ہے۔

انا مدینة العلم وعلی بابها اخرجه البزاز عن جابر بن عبدالله والعقیلی وابن عدی عن ابن عمرو والطبرانی عن کلیها والحاکم عن علی وابن

---

۱. میزان الاعتدال ج۱، ذکر ابراہیم مذکور ص ۲۱

۲. جواہر مفیہ ج ۳، ص ۴۳

۳. وسیلۃ النجات، ملا مبین، ص ۳۶

عمرو غیرہ .

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں ، یہ حدیث بزاز نے جابر بن عبداللہ سے اور عقیلی اور ابن عدی نے ابن عمر سے اور طبرانی نے دونوں سے اور حاکم نے حضرت علی اور ابن عمر سے روایت کی ہے۔

اس کے بعد مولانا روم کے یہ اشعار لکھے ہیں:

بار بکشا اے علی مرتضےٰ ، اے پس سوء القضاء حسن القضاء

چوں تو بابی آں مدینہ علم را، چوں شعاعی آفتاب علم را

باز باش اے باب رحمت تا ابد، بارگاہ مالہ کفوا احد

از ہمہ طاعات انیت بہتر است، سابق یابی بر ہر آن سابق کہ ہست

مولانا روم کہتے ہیں:

بار سفر کھولو، اے علی مرتضےٰ ، اے غلط فیصلوں کے بعد صحیح فیصلہ کرنے والے کیونکہ تم شہر علم کے دروازہ ہو، کیونکہ تم آفتاب علم کی شعاع ہو اے رحمت کے دروازے ابد تک کھلا رہ ، اے اس کی بارگاہ جس کا کوئی ہمسر نہیں ہے، ساری طاعتوں سے تیرا دروازہ علم ہونا بہتر ہے تو ہر سبقت کرنے والے پر سبقت پائے گا۔

وفی الصواعق اخرج ابن سعد عن ابن عباس ہر مسئلہ کہ نقل وی از علی مرتضیٰ ثابت شود ما ہمان را اختیار میکنم و ملتفت بخلاف آں نمی شوم.

صواعق محرقہ میں ہے کہ ابن سعد نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ جو مسئلہ علی مرتضےٰ سے منقول ہو اور ثابت ہو جائے ، میں اسی کو اختیار کرتا ہوں اور اس کے خلاف کسی مسئلہ کی طرف ملتفت نہیں ہوتا۔

پھر ملا مبین لکھتے ہیں:

اخرج الشیخ الشیوخ سہروردی فی العوارف عن عبداللہ بن الحسین قال حین نزلت ہذہ الایۃ وتعیہا اذن واعیۃ قال رسول اللہ سئلت اللہ ان یجعلہا اذنک یاعلی قال علی فما نسیت شیا بعد ما کان ان انسی.

نیز میں نے جن جسمانی وروحانی تکلیفوں اور پریشانیوں کے عالم میں اس عظیم المرتبت خدمت کوانجام دینے کے لئے قدم اٹھایا ہے انھیں خدا خوب جانتا ہے اور وہ لوگ بھی واقف ہیں جو کسی بھی طرح کی مجھ سے قربت ومحبت رکھتے ہیں لہذاان حالات میں غلطی وخطا کا واقع ہونا قابل تعجب نہیں بلکہ واقع نہ ہونا قابل حیرت وتعجب ہے مومنین کرام اگر میری اس کتاب میں کوئی غلطی اور خطا ملاحظہ فرمائیں تو ازراہ کرم دامن عفو میں جگہ دیں اور مجھ کو اور میرے والدین کو دعائے خیر میں فراموش نہ فرمائیں۔

خداوند عالم بحق محمد وآل محمد علیہم السلام میری اس خدمت کو قبول فرمائے اور میرے والدین کے لئے اس کو ذخیرہ آخرت قرار دے۔

وما توفیقی الا باللہ

السید علی الرضوی قمی گوپالپوری

متوطن اترولہ ضلع گونڈہ (یوپی)

یعنی شیخ الشیوخ سہروردی نے عوارف میں عبداللہ بن حسین سے روایت کی ہے: جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی! میں نے پروردگار سے سوال کیا کہ وہ تمہارے کانوں کو یادرکھنے والا قرار دے حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اس دن سے میں نے کوئی بات فراموش نہ کی، اور فراموشی میرے نزدیک نہ آئی۔(۱)

پھر ملامبین وسیلۃ النجات ص ۱۳۸، میں لکھتے ہیں:

اخرج ابو عمر عن سعدین المسیب قال کان عمر تعوذ باللہ من معضلة یس لھا ابو الحسن. (۲)

یعنی ابوعمر نے سعد بن مسیّب سے روایت کی ہے:

انھوں نے کہا کہ عمر خدا کی پناہ طلب کرتے تھے، ہر اس مشکل سے جس کے حل اور آسان کرنے کے لئے مشکلکشا علی مرتضیٰ نہ ہوں۔

وقال ابو عمر وقال فی المجنونة التی امر برحمھا وفی رجم التی وضعت فی ستة اشھر فاراد عمر رجمھا فقال علی ان اللہ یقول: ﴿حمله وفصاله ثلثون شھرا﴾، وقال: ان اللہ رفع القلم عن الجنون، فقال لولا علی لھلک عمر.

جناب عمر نے ایک دیوانی عورت کو اور ایک ایسی عورت کو جس نے چھ ماہ میں بچہ جنا تھا سنگسار کرنا چاہا تو حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: کہ خداوند عالم قرآن مجید میں فرماتا ہے:

حمله وفصاله ثلثون شھرا

یعنی چھ ماہ میں بھی بچہ پیدا ہوتا ہے۔

اور مجنونہ کے متعلق فرمایا کہ خداوند عالم نے مجنون کو مرفوع القلم قرار دیا ہے اس پر کوئی حد نہیں ہے، اس طرح آپ نے دو بے قصور عورتوں کی جان بچالی، اس پر جناب عمر نے کہا کہ اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہوجاتے۔ اسی طرح متعدد بار جناب عمر نے یہ کلمہ کہا ہے۔

واخرج ابو عمر عن عبداللہ بن مسعود قال کنا نحدث ان اقضی اھل

---

۱. وسیلۃ النجات ص ۱۳۶، یہ حدیث کنز العمال ج ۶ ص ۴۰۸، وازالۃ الخفا مقصد ۲، فضائل امیر المومنین

۲. وسیلۃ النجات، ملامبین، ص ۱۳۸

المدینہ علی بن ابی طالب. ورسول خداھم درحق وے فرمودہ: اقضاکم علی ھذالکہ فی ازالۃ الخفاوغیرہ واخرج ابو طفیل عن ابی الطفیل قال شھدت علیا یخطب وھویقول سلونی عن کتاب اللہ فواللہ مامن ایۃ الاوانا اعلم بلیل نزلت ام بنھار فی سھل امر فی جبل.

ابوعمر نے عبداللہ بن مسعود سے روایت کی ہے: انھوں نے کہا کہ ہم اصحاب رسول برابر کہا کرتے تھے کہ مدینہ میں سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے علی ہیں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ان کے متعلق فرمایا کہ تم سب میں بہتر فیصلہ کرنے والے علی ہیں۔

یہ سب باتیں ازالۃ الخفاوغیرہ میں ہیں اور ابوعمر نے ابوطفیل سے روایت کی ہے: انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت علی علیہ السلام کو خطبہ میں فرماتے ہوئے سنا آپ فرمارہے تھے کہ کتاب خدا کے متعلق جو کچھ سوال کرنا ہو مجھ سے کرو۔

خدا کی قسم کوئی ایسی آیت نہیں ہے کہ میں نہ جانتا ہوں کہ شب میں نازل ہوئی ہو یا دن میں، میدان میں نازل ہوئی ہے یا پہاڑ پر یہ روایت صواعق محرقہ میں بھی موجود ہے۔(۱)

پھر ملامبین صاحب نے فصل الخطاب کے حوالہ سے ایک طویل روایت نقل کی ہے جس کے آخری جملے یہ ہیں:

اخذعمر براس علی وقبل بین عینیہ ثم قال بابی انتم بکم ھدانااللہ عزوجل وبکم اخرجنامن الظلمت الی النور.

جناب عمر نے حضرت علی علیہ السلام کا سر اقدس پکڑ کران کی پیشانی مبارک پر بوسہ دیا اور کہا کہ میرا باپ آپ لوگوں پر قربان ہوجائے، آپ لوگو کے ذریعہ سے خدانے ہم لوگوں کی ہدایت کی، اور آپ ہی لوگوں کے ذریعہ سے ہم لوگوں کو (کفروجہالت) کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان ونجات کے نور تک پہنچایا۔

واخرج عمرعن سعیدبن المسیب قال ماکان احدمن الناس یقول سلونی غیرعلی بن ابی طالب وعن عبداللہ بن مسعود ان القرآن انزل علی سبعۃ احرف مامنھا حرف الاولھا ظھروبطن وعلی بن ابی طالب عندہ علم الظاھر والباطن.

---

۱. صواعق محرقہ باب ۹، فصل ۳

یعنی جناب عمر نے سعید ابن مسیّب سے روایت کی ہے: انھوں نے کہا کہ بجز علی بن ابی طالب کے کسی نے بھی دعوائے سلونی کرنے کی جرأت نہ کی اور عبداللہ مسعود کہتے ہیں کہ قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا ہے اور ہر حرف کے لئے ظاہری اور باطنی معنی ہیں اور وہ کل ظاہری و باطنی علی کے پاس ہیں۔(۱)

ابن عباس سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم خدا کے علم سے ہے اور علی کا علم حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم سے ہے اور میرا علم علی سے ہے اور کل صحابہ کا علم علی کے مقابلہ میں ویسا ہے جیسے ایک قطرہ سات دریاؤں کے مقابلہ میں۔(۲)

جناب عبداللہ بن عباس، سعید بن جبیر و سلمان فارسی، ابوسعید خدری و فضیل بن یسار و حضرت امام محمد باقر و حضرت امام جعفر صادق علیہما السلام وغیرہ سے روایت ہے کہ، آیت **من عنده ام الکتاب** سے حضرت علی علیہ السلام مقصود ہیں۔(۳)

حضرت نے فرمایا کہ اگر چاہوں تو صرف سورہ فاتحہ کی تفسیر سے ستر اونٹوں کا بار تیار کروں۔(۴)

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

غیب کے اسرار مجھ سے پوچھو کیونکہ میں انبیا و مرسلین کے علوم کا وارث ہوں۔(۵)

شیخ علاء الدین سمنانی لکھتے ہیں:

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

اگر میرے لئے مسند قضا بچھا دی جائے تو میں اہل توریت کے درمیان توریت سے اور اہل انجیل کے درمیان انجیل سے اور اہل قرآن کے درمیان قرآن سے فیصلہ کروں۔

پھر لکھتے ہیں:

دیکھنا یہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام خاتم المرسلین اور انبیائے سابقین کی شریعتوں میں کیسی جامعیت رکھتے تھے اور جامعیت آپ کی کتاب پڑھنے سے نہ تھی بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وراثت میں ملی تھی

---

1. وسیلۃ النجات ص ۱۳۹، وینابیع المودہ باب ۱۴، ص ۵۷ ۲. ینابیع المودہ ص ۵۷، بحوالہ محمد بن سائب
۳. وینابیع المودہ باب ۳، ص ۸۴؛ راجح المطالب ص ۸۶، بحوالہ ابونعیم و ثعلبی و نظیری
۴. ینابیع المودۃ باب ۱۴
5. ینابیع المودہ باب ۱۴، ص ۵۷، بحوالہ ادر منظوم ابن طلحہ شافعی

،اور یہ علوم خداداداور الہامات الٰہیہ سے تھے اور یہ مرتبہ انسان کامل کو حاصل ہوا کرتا ہے۔(۱)

نقاش نے اپنی تفسیر میں ابن عباس سے روایت کی ہے۔

انھوں نے کہا کہ میں نے جو کچھ تفسیر سیکھی ہے حضرت علی علیہ السلام سے حاصل کی ہے۔(۲)

ملامبین لکھتے ہیں:

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿لارطب ولایابس الافی کتاب مبین﴾ وعلی مرتضیٰ را ھفت بطن قرآن بودہ همه چیز، رطب ویابس که درقرآن نزول نمودواودر حیطه علم آں امام العالمین بودہ اخرج ابوعمر عن عبداللّٰہ بن عباس قال واللّٰہ لقداعطی علی بن ابی طالب تسعة اعشار العلم وانتم شارکتموہ فی العشرالعاشروعن الاربعین لتاج الاسلام وعلی علم بذالک الجزوقال واذاثبت لناشی عن علم علی لم نعدل الی غیرہ وسوال کبار الصحابة ورجوعهم الی فتاواہ واقواله فی المواطن الکثیرة والمسائل المعضلة مشهورہ هذامافی فصل الخطاب .(۳)

یعنی خداوند عالم ارشادفرماتا ہے:

کوئی خشک وترنہیں ہے لیکن یہ کہ وہ کتاب مبین میں موجود ہےاور علی مرتضےٰ کو ہفت بطون قرآن کا علم تھااور ہر خشک وتر جو خداوند عالم نے قرآن مجید میں نازل فرمایا ہے وہ احاطہ علم امام العالمین میں ہے۔

ابو عمر نے عبداللہ بن عباس سے روایت کی ہے انھوں نے کہا:

خدا کی قسم! علی بن ابی طالب کو دس حصہ علم میں سے نو حصے عطا ہوئے ہیں اور تم لوگ دسواں حصہ علم میں ان کے شریک ہو۔

اس دسویں حصہ علم کو بھی علی تم سے بہتر جانتے ہیں اور کہا کہ جب کوئی فتویٰ علی بن ابی طالب کا معلوم ہوجاتا ہے تو تم لوگ اس مسئلہ میں دوسروں کی طرف توجہ نہیں کرتے اور علی بن ابی طالب سے کبار صحابہ کے سوالات اور بہت سے مقامات پر مشکل مسائل میں

---

۱. ینابیع المودہ باب ۱۴، ص ۵۸، بحوالہ کبریت احمر

۲. مراۃ الانوار ص ۴، بحوالہ تفسیر نقاش

۳. وسیلۃ النجات ص ۱۴۰

ان کا حضرت علی علیہ السلام کے اقوال اور فتووں کی طرف رجوع کرنا مشہور ہے، یہ سب باتیں فصل الخطاب میں ہیں۔

اس کے بعد ملا مبین لکھتے ہیں: آں بحرسیت ذخار و دیگراں مانند انہار یعنی علی بحر ذخار ہیں اور دوسرے صحابہ ندی نالہ ہیں۔ (۱)

علی بحرسیت زالطاف الٰہی — گرفتہ پیش از مہ تا بہ ماہی
چراغ علم روشن کردہ اوست — ز مہرش یافتم رہ جانب دوست
سرشاہان عالم خاک پایش — بیا عارف بکن جاں را فدایش

۴۲. حضرت علی علیہ السلام کا ترتیب نزول کے مطابق قرآن جمع کرنا

ابن قتیبہ نے لکھا ہے:

قوما تخلقوا عن بیعة ابی بکر عند علی کرم الله وجهه فبعث الیهم عمر فجاء فناداهم وهم فی دار علی فابوا ان یخرجوا فدعا بالحطب وقال والذی نفس عمر بیده لتخرجن اولاحرقنها علی من فیها فضل له یا اباحفص ان فیها فاطمة فقال وان فخرجو افبایعوا الاعلی فانه زعم انه قال خلقت ان لااخرج ولا اضع ثوبی علی عاتقی حتی اجمع القرآن. (۲)

کچھ لوگ جناب ابوبکر کی بیعت سے روگردانی کر کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس جمع ہو گئے تو ابوبکر نے ان کے پاس عمر کو بھیجا انھوں نے جا کر آواز دی اور کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں عمر کی جان ہے تم گھر سے نکلو ورنہ آگ لگا کر سب کو جلا دوں گا۔

لوگوں نے کہا کہ اس گھر میں فاطمہ بھی ہیں جناب عمر نے کہا ہوا کریں تو وہ لوگ نکل آئے اور بیعت کر لی، سوائے علی کے انھوں نے کہا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک قرآن جمع نہ کر لوں گا نہ اپنے کاندھے پر عبا ڈالوں گا نہ (اوقات نماز کے علاوہ) گھر سے باہر نکلوں گا۔

---

۱. ابیات، ملا مبین
۲. کتاب الامامة والسیاسة ج ۱ ص ۱۳

ابن داود نے محمد بن سیرین سے روایت کی ہے:

بعد وفات رسول ابوبکر نے حضرت علی علیہ السلام سے روگرانی کی جب اس کا سبب پوچھا تو فرمایا:

آلیت ان لا ارتدی بردائی الاالی الصلوۃ حتی جمع القرآن قدعمر انہ کتبہ علی تنزیلہ قال محمدلو اصیت ذالک الکتاب الینا لکان فیہ العلم. (۱)

یعنی میں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک قرآن جمع نہ کرلوں گا بجز اوقات نماز کے اپنے دوش پر عبا نہ رکھوں گا ابن سیرین نے کہا کہ اگر وہ قرآن مل جاتا تو بیشک اس میں علم ہوتا۔

ابن حجر نے بروایت ابوداؤد لکھا ہے:

مات ابوبکر ولم یجمع القرآن ومات عمر ولم یجمع القرآن وقدوردعن علی انہ جمع القرآن علی ترتیب النزول عقیب موت النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم اخرجہ ابن ابی داود. (۲)

ابوبکر مر گئے لیکن انھوں نے قرآن کو (مطابق تنزیل) جمع نہیں کیا پھر عمر قتل ہوئے مگر انھوں نے قرآن کو مطابق تنزیل، جمع نہیں کیا اور حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن کو مطابق تنزیل جمع کرلیا۔

واخرج ابو عمر عن محمدبن کعب قرطبی قال کان علی ممن جمع القرآن علی عرھد رسول اللہ وھو حی.

ابوعمر نے محمد بن کعب قرطبی سے روایت کی ہے: انھوں نے کہا: علی ان لوگوں میں سے تھے جنھوں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں قرآن جمع کرلیا تھا جبکہ آپ بقید حیات تھے۔ (۳)

بروایت علی بن ریاح وازالۃ الخفا فصل کرامات امیر المومنین میں منقول ہے:

حضرت امیر المومنین نے اپنا جمع کیا ہوا قرآن جس کو آپ نے اپنے گھر کے اندر بیٹھ کر بغیر کسی کی مدد کے مطابق تنزیل جمع کیا تھا صحابہ کے سامنے پیش کیا لیکن انھوں نے اس کے لینے سے انکار کیا کیونکہ وہ

---

۱. وسیلۃ النجات ص ۱۴۱، صواعق محرقہ، ج ۱، ص ۴۴، ج ۲، ص ۳۷۵ ۲. اتقان قسم ۲۰، ج ۱، ص ۷۴

۳. اسی مضمون کی حدیث صواعق محرقہ باب ۹، فصل ۱، ص ۷۲، وارجح المطالب ص ۱۰۹؛ تاریخ الخلفاء ص ۱۱۳؛ مناقب خوارزمی فصل ۷

سمجھ رہے تھے کہ قرآن مجید ہر مسلمان کے ہاتھ میں پہنچے گا اور قیامت تک رہے گا۔

اگر جمع قرآن کا سہرا علی کے سر رہا تو بہت بڑی فضیلت سے ہم لوگ محروم ہو جائیں گے لہٰذا اس فضیلت و فخر کو اپنے لئے مخصوص کرنا چاہیے۔

چنانچہ مانعین بیعت جناب ابوبکر اور یمامہ وغیرہ کی جنگ سے فرصت پانے کے بعد جناب عمر نے جناب ابوبکر کے حکم سے زید بن ثابت کو اپنے ساتھ لیا اور پتوں پر سے، لکڑی اور پتھر کے ٹکڑوں اور حفاظ کے سینوں سے جہاں سے جو آیت ملی بڑی جدوجہد سے اکھٹا کر دیا۔(۱)

زید بن ثابت کہتے ہیں: مجھ کو ابوبکر نے اگر پہاڑ اٹھانے کا حکم دیا ہوتا تو میرے لئے جمع قرآن سے آسان تھا۔(۲)

جناب ابوبکر کا جمع کردہ قرآن ان کے مرنے کے بعد جناب عمر کے پاس رہا ان کے بعد حضرت حفصہ کے پاس رہا جناب عثمان نے اپنے دور خلافت میں جب چاہا کہ قرآن جمع کرائیں اور کل مسلمانوں کو ایک قرأت پر جمع کریں اس لئے کہ ان کو خبر ملی کہ قرأتوں میں اختلاف اور غلطیاں عام ہو رہی ہیں تو انھوں نے قرآن کے جتنے نسخے جہاں جہاں سے ملے جمع کرائے انھیں میں حفصہ کا مصحف بھی تھا۔

اور زید بن ثابت اور عبداللہ بن زبیر اور سعید بن عاص اور عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام کو اس جمع و ترتیب قرآن کی خدمت پر مقرر کیا ان لوگوں نے از سر نو ایک قرآن ترتیب دے کر جناب عثمان کے سامنے پیش کر دیا جناب عثمان نے اس قرآن کی سات نقلیں کرا کے یمن، شام، بحرین، بصرہ، کوفہ اور مکہ بھیج دیا اور ایک مدینہ میں رکھ لیا اس کے بعد حکم دیا کہ جتنے نسخے قرآن مجید کے جمع کئے گئے ہیں جلا دئے جائیں چنانچہ سب جلا دئے گئے۔(۳)

۱. ان روایتوں سے یہ بات معلوم ہوئی کہ خلفائے ثلاثہ میں سے کوئی بھی حافظ قرآن نہ تھا، اس کے لئے عمر بن الخطاب، زید بن ثابت کو لے کر مسجد کے دروازے پر بیٹھے، لکڑی، پتھر، چمڑے کے ٹکڑوں اور صحابہ سے پوچھ کر قرآن کو مرتب کیا لیکن پھر بھی مطابق تنزیل جمع نہ کر سکے یا جس طرح سے جناب عثمان نے زید بن ثابت اور ابن زبیر و عمر کو اس کام پر مامور کیا خود جناب ابوبکر و عمر و عثمان تنہا قرآن جمع

---

۱. روضہ الاحباب ج۲،ص ۳۵ ۲. تاریخ الخلفاء ص ۵۳

۳. روضہ الاحباب ج۲،ص ۱۶۵ بخاری ج۳،ص ۱۴۶ مصر

کر لیتے اور حافظوں کو سنا کر اس کی تصدیق کرا لیتے آخر دور خلافت ابوبکر میں جناب عمر و عثمان اور دور خلافت عمر میں جناب عثمان کیا کر رہے تھے۔

۲. نیز معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کو جمع و ترتیب قرآن کی طرف بالکل توجہ نہ تھی بلکہ توجہ دلانے کے بعد بھی جناب ابوبکر مخالف ہی رہے پس اگر جناب ابوبکر کے خیال کے مطابق قرآن جمع نہ کیا گیا ہوتا تو آج اسلام کا کیا حال ہوتا۔

پس دنیائے اسلام پر قیامت تک حضرت علی علیہ السلام کا احسان رہے گا، کہ آپ نے یہ ظاہر فرما کر کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک قرآن جمع نہ کرلوں اپنے کاندھے پر عبا نہ رکھوں گا اور اپنا جمع کیا ہوا قرآن صحابہ کے سامنے پیش کر کے ان لوگوں کو توجہ دلا دی اور انھوں نے بے ترتیب ہی سہی لیکن قرآن جمع کرلیا پھر ان کے بعد جناب عثمان کو یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ فخر میں حاصل کرلوں چنانچہ موصوف نے جناب ابوبکر کے جمع کئے ہوئے قرآن کے علاوہ خود قرآن جمع کرایا اگرچہ اس صحیفہ عثمان میں کوئی نئی بات پیدا نہیں ہوئی جس طرح جناب ابوبکر کا مصحف بے ترتیب تھا اسی طرح یہ بھی بے ترتیب رہا کہ نہ سوروں کی ترتیب درست ہے نہ آیتوں کی۔ مدنی سورے مقدم ہیں تو مکی سورے موخر ہیں، مکی سوروں میں مدنی آیتیں گھسی ہوئی ہیں تو مدنی سوروں میں مکی آیتیں داخل ہیں لیکن بہرحال اگر حضرت علی علیہ السلام کا جمع کردہ قرآن صحابہ نے قبول نہ کیا تو آپ کی وجہ سے بے ترتیب ہی سہی لیکن کتابی شکل میں قرآن جمع تو ہوگیا۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالۃ الخفا میں مسئلہ خلافت پر ایک شبہ کے جواب میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حفاظت قرآن کریم کے متعلق فرمایا ہے "انا لہ لحافظون" یعنی ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔(۱)

اور اسی کو دوسری آیت میں یوں فرمایا ہے: "ان علینا جمعہ و قرانہ" یعنی ہم ذمہ دار ہیں اس کے جمع کرنے اور پڑھے جانے کے پس وعدہ الٰہی حق ہے مگر اب حفاظت الٰہی کے یہ تو معنی نہیں کہ انسان جس طرح کسی شے کو محفوظ کرتا ہے اسی طرح وہ بھی اسے کسی صندوق میں بند کر دیتا بلکہ کلام الٰہی کو محفوظ رکھنے کے یہ معنی ہیں کہ امت مرحومہ کے خاص خاص افراد کے قلوب میں القا کر دیا کہ وہ اپنی سعی کوشش سے اس کی تدوین کر کے تمام مسلمانوں کو ہمیشہ کے لئے ایک مصحف پر مجتمع اور متفق کر دیں تا کہ تمام مسلمان عموماً

---

۱. ازالۃ الخفا، شاہ ولی اللہ، ج۱، فصل ۳، آیت ۲

اور تمام افراد خصوصا اسی کو پڑھیں اور یاد کریں تا کہ قیامت تک اس کا سلسلہ تواتر ٹوٹنے نہ پائے۔

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں: جب تمام اسلامی دنیا اسی ایک مصحف عثمان پر متفق و مجتمع ہوگئی ہو ہمیں یقین ہوا کہ یہی محفوظ بحفاظت الٰہی ہے اور اس کے ماسوا غیر محفوظ ہے ورنہ ہرگز وہ محو نہ کیا جاتا نہ کوئی عقل سلیم محو شدہ کو محفوظ کہہ سکتی ہے مگر فرقۂ امامیہ کا خیال ہے کہ وہ ایک موہوم الوجود امام کے پاس پوشیدہ رکھا گیا ہے۔ ''سبحانک ہذا بہتان عظیم''

میں عرض کرتا ہوں کہ شاہ صاحب نے جناب عثمان کی محبت میں قرآن مجید کے تواتر کو بھی دھچکا لگانا چاہا ہے واضح رہے کہ قرآن مجید کو جناب عثمان کے جمع و ترتیب کے بعد تواتر حاصل نہیں ہوا ہے اور اگر اس کا عقیدہ کر لیا جائے تو قرآن کا تواتر ختم ہو جائے گا اور وہ بھی مشکوک ہو جائے گا۔

جیسا کہ شاہ صاحب نے لکھ دیا کہ خاص خاص افراد کے قلوب میں خدا نے القا کر دیا کہ وہ قرآن کی تدوین کریں اور تمام مسلمان قراء اس کو پڑھیں جس کا مطلب یہ ہے کہ صحیح قرآن خاص خاص اصحاب رسول سے مسلمانوں کو ملا اس کے بعد رواج پایا پس اس کا تواتر کہاں باقی رہ گیا۔

''سبحانک ہذا بہتان عظیم''

بلکہ قرآن مجید کو وفات رسول سے قبل ہی تواتر حاصل ہو چکا تھا اور ہزاروں نسخے اس کے ترتیب دئے جا چکے تھے جس کے بعد اس کا مٹانا یا چھپانا ممکن نہ تھا لہٰذا اصحابہ کرام باوجود کوشش بلیغ کے قرآن مجید کو مٹا نہ سکے اور یہی معنی ہیں حفاظت پروردگار کے۔

ابن رشتہ نے محمد بن سرین سے ایک روایت نقل کی ہے انھوں نے کہا: حضرت علی علیہ السلام نے جو قرآن ترتیب نزول کے مطابق جمع کیا تھا اس میں ناسخ و منسوخ سب کو جمع فرمایا تھا ابن سرین نے کہا ہے کہ میں نے اس مصحف کو تلاش کیا اور مدینہ میں لکھا لیکن نہ مل سکا۔(۱)

۴۳ علم قرأت کو بھی حضرت علی علیہ السلام ہی سکھایا

قاریان قرآن جو عام طور پر مسلمانوں میں شہرت رکھتے ہیں ان کی تعداد سات ہے۔

۱. نافع ابن عبد الرحمٰن بن ابو نعیم مدنی مقری یہ ۷۰ھ کے حدود میں پیدا ہوئے انھوں نے بہت

---

۱. اتقان نوع ۱۸، ص ۵۹

سے لوگوں سے علم قرأت حاصل کیا نیز انھوں نے یزید ابن قعقاع اور شیبہ بن نصاح اور عبدالرحمٰن بن ہرمز سے اس علم کو سیکھا ہے اوران لوگوں نے حضرت ابن عباس کی خدمت میں قرأت کی اور انھوں نے ابی ابن کعب اور حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں قرأت کی اوران لوگوں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں قرأت کی۔

۲. ابن کثیر مکی ہیں۔انھوں نے مجاہد اور درباس کے سامنے قرأت کی اور انھوں نے حضرت عبداللہ بن عباس کی خدمت میں اور انھوں نے ابی ابن کعب حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں۔

۳. ابوعمر زیان بن علاء ہیں۔انھوں نے ابن کثیر اور مجاہد اور سعید بن جبیر کے پاس اوران سب نے حضرت عبداللہ بن عباس کی خدمت میں۔

۴. ابن عامر عبداللہ بن عامر دمشقی تابعی ہیں۔انھوں نے مغیرہ ابن شہاب کے سامنے قرأت کی اور انھوں نے عثمان بن عفان کے سامنے اور انھوں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں۔

۵. عاصم ابن ابی النجو داسدی کوفی مقری ہیں۔یہ ۷۶ھ میں پیدا ہوئے انھوں نے حضرت عبداللہ بن حبیب سلمی سے قرأت سیکھی انھوں نے حضرت علی علیہ السلام سے اور حضرت علی علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں قرأت کی۔

۶. حمزہ بن حبیب زیات تمیمی مقری ہیں یہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے انھوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں قرأت کی انھوں نے حضرت محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں انھوں نے اپنے والد حضرت زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں انھوں نے اپنے والد حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں انھوں نے حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں۔

۷. کسائی علی بن حمزہ ابن عبداللہ اسدی کوفی معروف بہ کسائی نحوی ہیں یہ ۱۰۹ھ میں پیدا ہوئے انھوں نے حمزہ ابن حبیب زیات کے سامنے قرأت کی اور انھوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں ان کا ایک دوسرا طریقہ قرأت بھی ہے جو جو عبداللہ بن مسعود تک پہنچتا ہے اور وہ حضرت علی علیہ السلام اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے شاگرد تھے۔

یہی سات قاری ہیں قرآن کے جن میں سے عاصم، رحمزہ اور کسائی کا سلسلہ سند حضرت علی علیہ السلام تک پہنچتا ہے اور تین یعنی نافع اور ابن کثیر اور ابوعمر کا سلسلہ سند حضرت ابن عباس تک پہنچتا ہے جو علوم قرآن میں حضرت علی علیہ السلام اور ابی بن کعب کے شاگرد تھے اور عامر کا سلسلہ سند قرأت جناب عثمان تک پہنچتا ہے۔

تمہید

خداوند عالم قرآن مجید میں فرماتا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ . (۱)

جن لوگوں نے اپنے دین میں تفرقہ کیا اور ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے ان سے آپ کا کوئی تعلق نہیں ان کا معاملہ خدا کے حوالے ہے وہ انہیں ان کے اعمال کے بارے میں باخبر کرے گا

۱. رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ستفترق امتی ثلاثا وسبعین فرقة کلها فی النار الا واحدة منها ناجیة . (۲)

عنقریب میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائیگی جو تمام کے تمام جہنمی ہونگے سوائے ایک فرقہ کے جو ناجی ہوگا۔

۲. رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عن عبد اللّٰہ بن عمر قال قال رسول اللّٰہ تفترق امتی ثلث وسبعین ملة کلها فی النّار الا فرقة واحدة فقیل ما الواحد قال ما انا علیه الیوم واصحابی. (۳)

---

۱. سورہ انعام آیت ۱۵۹

۲. مشکوۃ، کتاب اعتصام بکتاب وسنت فصل ۲؛ ترمذی باب افتراق لهذا الامۃ من ابواب الایمان، ج ۹ ص ۳۷۸؛ کنز العمال ، ج ۱، باب اعتصام بکتاب وسنت، ص ۹۶؛ مستدرک حاکم، ج ۱ ص ۱۲۹، الدر المنثور، ج ۲، ۴۰۲

۳. مستدرک حاکم، ج ۱ ص ۱۲۹؛ ترمذی باب افتراق لهذا الامۃ من ابواب الایمان، ج ۹ ص ۳۷۸

ان چھ قاریوں میں سے عاصم اور کسائی یہ دونوں علوم عربیت ونحو وصرف وقرأت میں یکتائے عصر اور شیعہ تھے۔(۱)

عاصم کی قرات آج بھی مصر وعراق وایران وشام وغیرہ میں زیادہ رائج اور صحیح مانی جاتی ہے۔

واضح رہے، اگرچہ علمائے اسلام نے ان سات قرأتوں کے تواتر کا دعویٰ کیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے کسی ایک کا بھی تواتر ثابت نہیں ہے۔

قرآن مجید ایک خدا کے پاس سے حرف واحد پر نازل ہوا جیسا کہ اہل بیت علیہم السلام سے منقول ہے لیکن اہلبیت علیہم السلام کا دامن چھوڑنے کا یہ نتیجہ ہوا کہ صراط مستقیم کی جستجو میں مسلمان یوں ٹھوکریں کھاتے پھرے جیسے کسی وسیع میدان میں شب کی تاریکیوں میں کھویا ہوا مسافر بھٹکتا پھرتا ہے۔

انھیں باتوں کی پیش نظر رکھتے ہوئے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا (انی تارک فیکم الثقلین ...) اور انھیں مشکلوں کو آسان کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخر وقت میں قلم ودوات مانگا تھا کہ ایک ایسی تحریر لکھ دیں جس کے بعد امت گمراہ نہ ہو لیکن بُرا ہو ہوس دنیا کا جس نے امت مسلمہ کو حیرت وپریشانیوں میں ڈال دیا۔

جب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کے ہاتھ میں اہل بیت کا دامن دینا چاہا تو حسبنا کتاب اللہ کہہ کر آپ کو تحریر لکھنے سے روک دیا گیا خیر اگر اہل بیت علیہم السلام کا دامن چھوڑا تھا تو سزاوار تھا کہ قرآن مجید کو اس کی اصل صورت وشکل میں حاصل کر لیتے موقع اچھا تھا حضرت علی علیہ السلام قرآن مجید کو مطابق نزول باتفصیل ناسخ ومنسوخ ترتیب دے کر پیش کر رہے تھے لے لیتے اس قرآن کے لینے سے نہ تو خلافت چھنی جا رہی تھی نہ شان میں کوئی کمی ہو رہی تھی۔

لیکن یہ خیال پیدا ہوا کہ ایسی عظیم الشان فضلیت کیونکر حضرت علی علیہ السلام کے لئے چھوڑ دی جائے چنانچہ یہ بات طے پائی کہ قرآن بھی ہم لوگ خود ہی ترتیب دے لیں۔

چنانچہ ایک مرتبہ جناب عمر، زید بن ثابت کو لے کر مسجد کے دروازے پر بیٹھے اور ایک ایک دو دو آیتیں جہاں سے مل سکیں بہزار جانفشانی حاصل کر کے کتاب تیار کی۔

جناب عثمان کا زمانہ جب آیا تو اس وقت کی حالت کو صاحب روضۃ الاحباب یوں لکھتے ہیں:

۱۔ کتاب اعیان الشیعہ، ج ۷، ص ۴۰۷

به صحت پیوسته که حذیفه بن الیمان درفتح ارمنیه و آذربائیجان دید که جماعتی از صحابه وغیرهم در قرأت قرآن اختلاف فاحش می نمایند ومیان ایشان نزاع وجدال بمرتبه می انجامد که منجربه تکفیریکدیگر می گرددوقدوم نمودو کیفیت واقعه مذکوره رادر مجلس خلافت بموقف عرض رسانیده با عثمان گفت این امت رادریاب قبل ازانکه درقرآن اختلافی نماید مثل اختلاف یهودو نصاریٰ درتوریت وانجیل واین امر بهلاکت ایشان گردد.(۱)

بروایت صحیح منقول ہے کہ حذیفہ ابن یمان نے فتح آرمینیہ اور آذربائیجان کے موقع پر ایک جماعت کو صحابہ اور غیر صحابہ کو دیکھا کہ وہ قرأت قرآن میں شدید اختلاف رکھتے ہیں اور اس مسئلہ میں ان کے درمیان نزاع و جھگڑے اس حد تک واقع ہوتے ہیں کہ ایک دوسرے کی تکفیر تک نوبت پہنچتی ہے۔
توانھوں نے ان واقعات وحالات کو دربار خلافت تک پہنچایا اور جناب عثمان سے کہا کہ اس امت کی خبر لیجئے قبل اس کے کہ ان کے درمیاں میں قرآن کے بارے میں ویسا ہی اختلاف پیدا ہو جائے جیسا کہ توریت وانجیل کے بارے میں یہود و نصاری میں پیدا ہو گیا اور یہ امر ان کی ہلاکت کا سبب ہو جائے۔
آخر جناب عثمان نے صحابہ سے مشورہ کرنے کے بعد از سر نو قرآن کی ترتیب کا حکم دے دیا لیکن حضرت علی علیہ السلام کا جمع کیا ہوا قرآن نہ لیا۔
اس دوسری ترتیب کی خدمت بھی چند دیگر صحابہ کے ساتھ زید بن ثابت ہی کے سپرد کی گئی اور جناب ابوبکر کا ترتیب دلایا ہوا قرآن حفصہ کے پاس سے منگایا گیا نیز جہاں جہاں سے جو حصہ قرآن کا مل سکا منگا کر بڑی کوشش کے بعد ایک مصحف ترتیب دیا گیا اور اس کے مخالف جتنے نسخے ہاتھ آئے ان کو جلا دیا گیا۔ جن کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی تھی حالانکہ یہ کل نسخے اصحاب رسول کے ہی جمع کیے ہوئے تھے اس موقع پر یہ امر قابل لحاظ ہے کہ حضرت حفصہ کا مصحف جو جناب عمر اور زید بن ثابت نے مسجد کے دروازے پر بیٹھ کر ہزاروں صحابہ سے پوچھ پوچھ کر جمع کیا تھا اگر اس کی ترتیب درست ہوتی تو اس قرآن کو چھوڑ کر جناب عثمان دوسری ترتیب کی زحمت گوارہ نہ کرتے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ ترتیب درست نہ تھی۔
لیکن سوال یہ ہے کہ اگر زید بن ثابت اور دیگر صحابہ کرام میں مطابق تنزیل قرآن جمع کرنے کی

---

۱. روضۃ الاحباب ج ۲، ص ۱۶۵

صلاحیت وطاقت ہوتی تو مصحف حفصہ کے موجود ہوتے ہوئے دوسری ترتیب کی ضرورت نہ ہوتی۔

چونکہ وہ بھی زید بن ثابت ہی کا جمع کیا ہوا تھا۔

جبکہ یہ لوگ ایک مرتبہ اپنی ناکامی اور ناواقفیت کا ثبوت دے چکے تھے تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ان لوگوں نے اس دوسری ترتیب میں کہاں تک کامیابی حاصل کی ہوگی۔

نتیجہ یہ ہوا کہ جو اختلافات اور ترتیب کی غلطی مصحف حفصہ میں تھی وہی مصحف عثمانی میں بھی باقی رہی نئی بات صرف یہ ہوئی کہ مصحف عثمانی کے مخالف نسخوں کے جلادینے کے سبب سے یہی مصحف مسلمانوں میں رائج ہوگیا، اور مسلمان خوش ہوگئے کہ ان کو قرآن مل گیا، لیکن کسی موقع پر بھی جمع قرآن کی مہم میں حضرت علی علیہ السلام کو شریک نہیں کیا گیا نہ ان سے رائے لی گئی۔

حاصل کلام یہ ہے کہ بقول اہل سنت جس اختلاف وہلاکت سے امت کو بچانے کے لئے جناب عثمان نے قرآن مجید کی آخری ترتیب کی مہم شروع کی وہ اپنے حال پر باقی رہا نہ قرآن کی ترتیب درست ہوئی نہ قرأتوں کا اختلاف دور ہوا چنانچہ مصحف عثمانی کے رواج پانے کے بعد بھی قرأتوں میں کثیر اختلافات نظر آئے جن کی تعداد پچاس سے بھی زیادہ تھی ان کی تعداد کم کرنے کے لئے ان میں سے سات قرأتوں کو جائز قرار دے دیا گیا۔

اور ان کے لئے سند بھی تلاش کرلی گئی کہ (ان القران نزل علیٰ سبعۃ احرف) یعنی قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا ہے حالانکہ یہی سات قرأتیں امت کے بہت سے اختلاف وگمراہیوں کی بنا بن گئیں، جو ہرگز مطلوب پروردگار نہیں ہے مثلاً: آیت وضو میں ''وامسحو بروٴ سکم وار جلکم الی الکعبین'' کو جن لوگوں نے لام کو زبر کے ساتھ پڑھا ہے وہ وضو میں پاؤں دھوتے ہیں اور جن لوگوں نے لام کو زیر کے ساتھ پڑھا ہے وہ مسح کرتے ہیں اور یہی حق ہے جیسا کہ تفسیر اہل بیت سے معلوم ہوتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے فضیل بن یسار نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا ہے حضرت نے فرمایا:

کذبوا اعداء اللہ ولکنہ نزل علی حرف واحد من عند الواحد. (۱)

یعنی دشمنان خدا نے جھوٹ کہا ہے قرآن ایک خدا کے پاس سے ایک حرف پر نازل ہوا ہے۔

---

۱. تفسیر صافی مقدمہ ۸

جمع وترتیب قرآن میں صحابہ کی بار بار ناکامیابیوں نے بتادیا کہ حدیث رسول ''انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی ماان تمسکتم بھما لن تضلوا ابعدی وانھما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض'' حق ہے، اہل بیت کا دامن چھوڑ کر جب قرآن مجید کی صحیح جمع وترتیب ممکن نہ ہوئی تو معانی وتفسیر قرآن کسی کو کہاں مل سکتے تھے چنانچہ نتیجہ اس کا تہتر فرقوں کی شکل میں ظاہر ہوا۔

خدا کے بندے خدا کی ہزار نافرمانی کرتے ہیں کوئی کفر کرتا ہے کوئی خدائی کا دعویٰ کرتا ہے کوئی بالاعلان اس کی نافرمانی وگناہ کرتا ہے، لیکن خداوند عالم اپنی نعمتیں ان سے نہیں روکتا ان کو اپنی رحمتوں سے دنیا میں محروم نہیں کرتا سب کو روزی دیتا ہے سب کی مرادیں برلاتا ہے دولت ومال واولاد سے سرفراز فرماتا ہے۔

اگر ہماری طرح خدا بھی ہم سے روٹھے، ناراض ہو، انتقام لے تو دنیا تباہ برباد ہوجائے ہاں ہمارے حساب وکتاب کے لئے اس نے ایک دن مقرر فرمایا ہے جس دن وہ ہمیں سمجھے گا۔

اسی طرح خدا کے بھیجے ہوئے پیغامبر اور ان کے اوصیا اگر خدا کے نافرمان بندوں کی ایذا رسانی وسرکشی وبغض وعناد سے ناراض ہوکر کار ہدایت بند کرکے اپنے گھروں میں بیٹھ جائیں، ہلاکت کی طرف جانے والوں کو انھیں کی راہ پر چھوڑ دیں تو خلقت ہلاک ہوجائے اور خدا کا نام مٹ جائے اور ارسال رسل کا مقصد باطل ہوجائے اسی سبب سے انبیاء واوصیاء حسب موقع ومصلحت کبھی ظاہر بہ ظاہر اور کبھی پوشیدہ ہمیشہ اپنے کام کرتے رہے اور نجات خلق کی راہیں صاف کرتے رہے۔

حضرت علی علیہ السلام کو اگر امت نے ایذائیں پہنچائیں، ستایا، ذلیل کرنا چاہا، ان کو چھوڑ دیا تو حضرت علی کیونکر امت کو ضلالت کی راہ پر چھوڑ دیتے اور خاموش ہوجاتے حضرت امیر امومنین علیہ السلام اپنا فریضہ ادا کرتے رہے آفتاب بن کر نور برساتے رہے۔

کوئی اس نور سے فائدہ اٹھائے یا آنکھیں بند کرلے آپ کو معلوم تھا کہ میرا دامن چھوڑ کر امت ہلاکتوں میں مبتلا ہوجائے گی اس لئے حضرت علی علیہ السلام نے حکومت سے جدا رہ کر بھی وہ سب کچھ کیا جو ایک وصی پیغمبر کا فرض تھا مسائل بتائے قضایا حل کئے دین ودنیا کے ہر شعبہ میں جو مشکلیں مسلمانوں کے سامنے آئیں انھیں آسان کیا اس لئے کہ یہ دین خدا کی خدمت اور بحیثیت امام وخلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کے آپ کا فرض تھا اور آپ بار بار برسر منبر فرماتے رہے کہ کچھ پوچھنا ہے مجھ سے پوچھو کیونکہ میں وارث علوم انبیاء ہوں اسلام کی جہاز رانی تمہارا نہیں بلکہ میرا فریضہ ہے حضرت علی علیہ السلام نے کتاب خدا کو اپنے

گھر میں بیٹھ کر بغیر کسی کی مدد کے اور بغیر کسی سے پوچھے مطابق تنزیل جمع کر کے صحابہ کے سامنے پیش کر دیا، جب ان لوگوں نے اس کے لینے سے انکار کیا تو اس کو اپنے خزانہ خاص میں محفوظ کر لیا۔

لیکن اس کا نتیجہ آپ کو معلوم تھا آپ سمجھ رہے تھے کہ اگر میں خاموش بیٹھ گیا تو قرآن کے الفاظ ومعانی دونوں ضائع ہو جائیں گے لہذا آپ نے لوگوں کو علوم قرآن وتفسیر کی تعلیم دی۔

یہاں تک کہ ابن عباس اور ابن مسعود جیسے علماء پیدا ہو گئے اور اختلاف قرأت کو مٹانے کے لئے علم نحو کی ایجاد کی اور ابوالاسود دوئلی کو حکم دے کر اس علم کو باضابطہ ترتیب دلایا۔

۴۴. حضرت امیرالمومنین علیہ السلام علم نحو کے موجد

وقال ابو القاسم الزجاجی فی امالیه: حدثنا ابو جعفر محمد بن رستم الطبری حدثنا ابو حاتم السجستانی حدثنی یعقوب بن اسحاق الحضرمی حدثنا سعید بن مسلم الباهلی حدثنا ابی عن جدی عن ابی الاسود الدوئلی قال: دخلت عل ا میر المومنین علی بن ابیطالب فرایته مطرقا متفکرا فقلت فیم تتفکر یا امیر المو منین فقال: سمعت ببلدکم هذا لحنا فافردت ان ا صنع کتابا فی اصول العربیة فقلت: ان فعلت هذا حییتنا وبقیت فینا هذه اللغة ثم اتیته بعد ثلث فالقی الی صحیفة فیها بسم الله الرحمن الرحیم الکلام کله اسم وفعل وحرف (۱)

ابوالقاسم زجاجی امالی میں ابوالاسود دوئلی سے روایت کرتے ہیں انھوں نے کہا: ایک روز میں امیرالمومنین علی بن ابی طالب کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ حضرت سر جھکائے متفکر بیٹھے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ یا امیرالمومنین آپ کیوں متفکر ہیں فرمایا: میں نے تمہارے اس شہر میں لوگوں کو اعراب میں غلطی کرتے دیکھا ہے اس لئے چاہتا ہوں کہ اصول عربیت میں کوئی کتاب وضع کروں۔

میں نے عرض کی: کہ اگر آپ ایسا کر دیں تو گویا ہم لوگوں کو زندہ کر دیں گے اور یہ زبان عربی ہم میں ہمیشہ باقی رہے گی پھر میں تین روز کے بعد گیا تو آپ نے میری طرف ایک کتاب بڑھائی جس میں لکھا تھا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کلام کی تین قسمیں ہیں، اسم

---

۱. وسیلۃ النجات ص ۱۴۳، بحوالہ تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۱۲۳ وحیواۃ الحیوان دمیری

فعل، حرف...

علامہ سیوطی نے طبقات اللغات میں ابوالاسود کو بہدایت امیر المومنین علم نحو کا موجد لکھا ہے اور لکھا ہے کہ ابوالاسود رائے اور عقل میں کامل اور شاعر اور بڑے حاضر جواب تھے حدیث میں ثقہ اور تابعین میں سے تھے اور شیعہ تھے جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کی طرف تھے۔

عیسائی مورخ امین ابن ابراہیم شموئیل نے بھی اپنی کتاب دانی میں اس واقعہ کو لکھا ہے۔(۱)

امام یافعی نے لکھا ہے کہ علم نحو کے موجد حضرت علی علیہ السلام ہیں۔(۲)

لیکن شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے ابن ابی ملیکہ کی ایک روایت کے حوالہ سے ازالۃ الخفاء میں آیت ۳۳، کے تحت لکھا ہے کہ جناب عمر نے ابوالاسود دئلی کو حکم دیا کہ وہ علم نحو تدوین کریں چنانچہ انھوں نے علم نحو تدوین کرنا شروع کیا۔(۳)

میں کہتا ہوں کہ حضرت امیر المومنین کا نحوی ہونا ایسا قوی اور مشہور قول ہے جس کے مقابلہ میں جناب عمر کو موجد قرار دینے کی گنجائش باقی نہ تھی لہذا راوی نے اتنا ہی غنیمت سمجھا کہ کہہ دیا کہ جناب عمر نے ابوالاسود کو حکم دیا کہ وہ علم نحو کی تدوین کریں حالانکہ ظاہر ہے کہ صرف حکم دینے میں کوئی شرافت وفضیلت علمی نہیں ہے، غرض یہ کہ اصحاب ثلاثہ کو حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے مقابلہ میں لانے کی کوئی سعی و کوشش چھوڑ نہیں رکھی گئی ہے۔

جاحظ نے کہا ہے کہ ابوالاسود کا شمار تابعین وفقہا محدثین وشعراء وامراء وعقلاء ونحویین میں ہے وہ بڑے حاضر جواب اور شیعہ تھے انھوں نے ۶۹ھ میں مرض طاعون میں انتقال کیا۔

ابوالاسود علم القرات میں بھی حضرت علی علیہ السلام کے شاگرد تھے زمخشری نے ربیع الابرار میں لکھا ہے کہ معاویہ نے ابوالاسود کے پاس کچھ ہدیے بھیجے جس میں حلوا بھی تھا۔

جب ان کی صاحبزادی کی نگاہ اس حلوے پر پڑی تو پوچھا کہ یہ ہدیہ کس نے بھیجا ہے؟

ابوالاسود نے کہا:

معاویہ نے۔

---

1. دانی، امین ابن ابراہیم شموئیل، ج ۱، ص ۲۵
2. مراۃ الجنان، امام یافعی، ج ۱، ص ۲۰۳ و ص ۲۰۴
3. ازالۃ الخفاء جلد ا فصل ۶، آیت ۳۳

۴۸. علم تصوف

خواجہ محمد پارسا فصل الخطاب میں لکھتے ہیں: شیخ جنید نے کہا ہے کہ اگر حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو لڑائیوں سے فرصت ملتی تو آپ سے اس قدر علوم طریقت ہم لوگوں تک پہنچتے کہ قلوب ان کے متحمل نہ ہوتے اور یہ حقائق اور علوم جو ہمارے دلوں میں ہیں ان کے مالک حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت علی علیہ السلام ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ طریقت وحقیقت میں بھی بہت سے لوگ آپ کی بلند تعلیمات وصحیح مسلک کو سمجھ نہ سکے اور داہنے بائیں منحرف ہو گئے۔

۴۹. فصاحت وبلاغت

حضرت کی فصاحت وبلاغت جن لوگوں کو دیکھنی ہو وہ آپ کی مشہور کتاب نہج البلاغہ کا مطالعہ کریں، جس کی فصاحت وبلاغت کے سامنے فصحاء زمانہ سر بسجود ہیں اور غیر قومیں جس کو پڑھ کر تصویر حیرت ہیں، مختلف زبانوں میں اس کے ترجمے اور بہت سی شرحیں لکھی جا چکی ہیں۔

۵۰. حکمت

ملا مبین لکھتے ہیں کہ حکمت او بیش از آں است کہ باحصا در آید وچگونہ میسر شود احصاء آن در اسخا لیکر سید الانبیا فرمودہ باشد ''انا دار الحکمت وعلی بابها وانامد مدینة العلم وعلم بابها'' لکن تیمنا وتبرکا حرفی کہ دفترے می آریم ''اخرج ابوبکر عن اسحاق قال علی کلمات لو رحلتم المطی فیهن لانفضتموهن قبل ان تدر کوامثلهن . (۱)

علی بن ابی طالب کی حکمت کا احصاء ممکن نہیں اور اس کی حکمت کا احصار کیونکہ ممکن ہو جس کے لئے سید الانبیا نے فرمایا ہو کہ میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے اور میں علم کا شہر ہوں اور اس کا دروازہ ہے لیکن تبرکا دفتر حکمت امیر المومنین سے ایک حرف لکھ رہا ہوں۔

ابوبکر نے اسحاق سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ اگر اپنی سواریوں پر بیٹھ کر مشرق ومغرب میں تلاش کر آؤ یہاں تک کہ تمہاری سواریاں لاغر ہو جائیں۔ جب بھی کلمات حکمت امیر المومنین علیہ السلام کا مثل

---

۱. تاریخ الخلفاء ص ۱۵۷

نہ پاسکو گے۔اس کے بعد ملا مبین صاحب نے حضرت کے کچھ کلمات نقل کئے ہیں، پھر آخر میں لکھتے ہیں:
از بسیارے کلمات طیبات آں مظہر کمالات کتاب غرر الکلم و درر الحکم مملو و مشحون است اگر تم کو شوق ہو تو اس کا مطالعہ کرو اور نفع عظیم حاصل ہو۔

۵۱. شعر

شعبی سے روایت ہے:

اخرج عن الشعبی قال کان ابوبکر یقول الشعرو کان عمر یقول الشعرو کان عثمان یقول الشعرو کان علی الشعر الثلاثة.(۱)

انھوں نے کہا کہ ابوبکر شعر کہتے تھے اور عمر بھی شعر کہتے تھے اور عثمان بھی شعر کہتے تھے، لیکن علی ان تینوں سے بہتر شاعر تھے۔

۵۲. علم الحساب

ملا مبین صاحب لکھتے ہیں:

درباب علم حساب عجائب بسیار و غرائب بیشمار از آں بحر ذخار منقولست .(۲)

علم حساب میں بہت سے عجائب وغرائب اس دریائے بے پایان سے منقول ہیں۔
اس کے بعد آپ کے علم الحساب کے چند عجیب وغریب مسائل ملا مبین نے نقل کئے ہیں، جن کو بنظر اختصار ترک کرتا ہوں۔

۵۳. علم طب

ملا مبین صاحب لکھتے ہیں:

یکے از اطباء روزے از علی مرتضیٰ سوال کرد، در قرآن شما آمده است ﴿ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین﴾ پس علم طب کجاست

---

۱. تاریخ الخلفاص ۱۲۴؛ ووسیلۃ النجات ص ۱۴۵

۲. وسیلۃ النجات ص ۱۴۶

عبداللہ ابن عمر سے منقول ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائیگی، سب جہنمی ہونگے مگر ایک فرقہ، عرض کیا: وہ فرقہ کون سا ہوگا؟ فرمایا: جس پر آج ہم اور ہمارے اصحاب ہیں۔

اسی مضمون کی بہت سی حدیثیں مختلف الفاظ میں ابوداود، ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے اپنی اپنی کتب صحاح میں وارد کی ہیں جو صحیح اور فریقین کی مانی ہوئی روایتیں ہیں چنانچہ مخبر صادق نے جیسا فرمایا تھا ویسا ہی ہوا یعنی مسلمان تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگئے جن میں ہر ایک اپنے کو ناجی کہتا ہے۔

حالانکہ فرمان رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق ان میں نجات پانے والا ایک ہی فرقہ ہے جس کی تعیین بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف عنوان سے خود ہی فرمادی ہے لیکن اہل ہوا وہوس نے جس طرح اسلام کے بہت سے اصول وفروع میں اپنے اعتبار سے ردوبدل، تحریف اور غلط تاویلوں سے کام لیا اسی طرح سے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بتائی ہوئی ان علامات اور دلیلوں میں بھی تحریف اور غلط تاویلوں کو بروئے کار لائے، حق کو باطل اور باطل کو حق بنانے کی ناکام کوششیں کی جیسا کہ شاہ عبدالعزیز دہلوی نے تحفہ اثنا عشریہ میں اوران کے علاوہ بہت سے علمائے اہلسنت نے اپنی اپنی اہم کتابوں میں اس کام کو انجام دیا ہے۔

لیکن جس دین کی بقا کا خود خداوند عالم ذمہ دار ہو اس کو کون مٹا سکتا ہے اور آفتاب پر خاک کہاں ڈالی جاسکتی ہے باطل باطل ہے اور حق حق ہے طالبان حق کے لئے آج بھی واضح اور صاف راستے موجود ہیں اور اگر کوئی تلاش وجستجو نہ کرے تو یہ اس کا قصور ہے۔

قرآن میں ایسے لوگوں ہی کے بارے میں ارشاد ہو رہا ہے:

فَتَقَطَّعُوا أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ. (۱)

پھر یہ لوگ آپس میں ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے اور ہر گروہ جو کچھ بھی اس کے پاس ہے اسی پر خوش اور مگن ہے۔

انسان اپنے دل سے کچھ باتیں بنا کر اس پر خوش ہو رہا ہے تو یہ اس کے نفس امارہ کا فریب ہے جس سے وہ خود بھی ہلاک ہوجائے گا اور دوسرے ناواقف بندگان خدا کو بھی ہلاکت میں ڈالے گا علمائے اہل سنت کی طرح اسلام کے ہر فرقہ نے اپنی نجات کی کچھ نہ کچھ دلیلیں سوچ رکھی ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ کسی نتیجہ تک نہیں پہونچ سکتے۔ میں اپنی اس کتاب میں ان کے دعوں اور دلیلوں کو بعینہ نقل کر کے ان کی

---

۱. سورہ مومنون آیت ۵۳

فرمودازیں آیت کریمہ ﴿کلوا واشربوا ولاتسرفوا ان اللہ لایحب المسرفین﴾ برمی آید کہ اکل وشرب باعتدال باید وچوں از اعتدال بگذرد بیماری پیدا کند مبادی ہمہ امراض وتعفن اخلاط ہمیں افراط وتفریط اکل وشرب است .(۱)

ایک طبیب نے ایک روز آپ سے سوال کیا کہ آپ لوگوں کے قرآن میں ہے، کوئی خشک وتر نہیں ہے جو قرآن میں نہ ہو تو علم طب کہاں ہے، فرمایا علم طب اس آیت سے نکلتا ہے کلوا واشربوا لخ یعنی کھانا پینا اعتدال سے چاہئے، کیونکہ کھانا پینا جب اعتدال سے گذر جائے گا تو صلاحیت مرض پیدا کریگا اور افراط تفریط سے اخلاط میں تعفن پیدا ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ علم طب میں ائمہ اہل بیت علیہم السلام سے بہت سی چیزیں کتابوں میں منقول ہیں، جن لوگوں کو مطلوب ہوں تلاش کریں۔

۵۴. سیاست ملکیہ

ملا مبین لکھتے ہیں کہ در مسائل دینیہ مفتی خلفائے سابقیں دور تدبیرات ملکیہ معلم ایشان بآئین سید المرسلین بود وہمہ معترف بمناقب وفضائل وے۔ امیر المومنین مسائل دینیہ میں خلفائے سابقیہ کے مفتی تھے (یعنی وہ لوگ آپ کے فتووں پر عمل کرتے تھے) اور سیاست ملکیہ اور انتظامات حکومت میں خلفائے ثلاثہ کے معلم اور استاد تھے اور وہ سب کے سب آپ کے فضائل ومناقب کے معترف تھے۔

یہ مضامین جو میں نے ملا مبین فرنگی محلی کی کتاب وسیلۃ النجات سے نقل کئے ہیں علامہ ابن ابی الحدید معتزلی نے نہج البلاغہ کی شرح میں تفصیل سے لکھے ہیں، جن حضرات کو معلوم کرنے کا شوق ہو وہاں ملاحظہ کریں، نیز حضرت علی کی کتاب نہج البلاغہ کا مطالعہ کریں کتابوں کی سیر کرنے والے اگر تعصب وحق پوشی سے کام نہ لیں تو وہ خوب جانتے ہیں کہ خلفائے ثلاثہ کی دینی اور دنیاوی ہر مشکل کو علی بن ابی طالب علیہ السلام نے آسان کیا۔ یہی سبب تھا کہ خلفاء کی زبان پر ہر مشکل میں علی علیہ السلام کا نام رہتا تھا، جناب عمر تو "لولا علی لھلک" عمر کہتے ہوئے دنیا سے گذر گئے اور جناب عثمان بھی ہر مشکل میں علی ہی کو پکارتے تھے۔

جب آخر وقت بلاؤں میں پھنسے تو بار بار مشکلکشا کو پکارا اور آپ نے کئی مرتبہ ان کے سر پر آئی ہوئی بلا کو ٹالا اور فتنہ فرو کیا لیکن جناب عثمان نے آپ کے مشوروں پر عمل نہ کر کے مصائب وآلام وہلاکت کو

---

۱. وسیلۃ النجات ص ۱۴۵

دعوت دے کر اپنے گھر میں مہمان کر لیا۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی ذات اقدس میں علمائے اہل سنت جب کوئی عیب نہ نکال سکے تو اپنے خیال میں ان لوگوں نے آپ میں یہ عیب نکالا کہ آپ سیاست نہیں جانتے تھے۔لیکن الحمد اللہ کہ انھیں کے علماء نے اس کا جواب بھی دیدیا کہ سیاست وتدبیر ملکیہ میں بھی حضرت علی علیہ السلام خلفائے ثلاثہ کے معلم اور راہبر تھے،اسے کہتے حق کی فتح۔

قارئین محترم: میں کہتا ہوں کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی نگاہ میں دین پروردگار عظیم تھا، وہ اسلام کے سچے محافظ اور جانشین پیغمبر اسلام تھے،ان کا واحد نقطہ نگاہ دین خدا کی ترقی وحفاظت تھا ان کا خیال یہ تھا کہ حکومت ودولت جائے ،لیکن اسلام نہ جائے ،مسلمان کم سہی لیکن جو ہوں وہ ہدایت یافتہ اور جتنے ہوں،اسی لئے جب لوگوں نے دنیا کو اختیار کیا تو آپ کو دین کی حفاظت کی فکر پیدا ہوگئی ،لوگوں نے دولت دنیا کو گلے لگایا تو آپ نے اسلام کو گلے لگایا،آپ نے نشرواشاعت قرآن واحادیث وعلوم وحفاظت شریعت وعبادات واصلاح وہدایت امت کی طرف ہمہ تن اپنی توجہ مبذول فرمائی ،پھر سیاست ملکی سے بھی آپ کنارہ کش نہ رہے۔بلکہ اسلام کی ظاہری رونق وترقیوں میں بھی آپ کا بڑا حصہ تھا اور آپ کی ذات خلفاء کے لئے شمع راہ تھی ،لیکن خلفائے ثلاثہ کی خلافت اور آپ کے زمانے خلافت میں فرق یہ تھا کہ ان لوگوں کی خلافت میں حضرت علی علیہ السلام نے بجائے تلوار اٹھانے کے دین اسلام کی ہمدردی میں ان لوگوں کی مدد کی اور ان کو کامیاب مشورے دئے۔

آپ سمجھ رہے تھے کہ اگر میں نے تلوار اٹھائی تو ایسے نازک وقت میں جبکہ اسلام مکہ اور مدینہ اور اس کے مضافات میں محدود ہے،اور دشمنان اسلام کفار اور منافقین اس موقع کے منتظر ہیں کہ مسلمان آپس میں الجھیں تو اسلام کو فنا کر دیا جائے گا،اگر اپنے حق کے لئے تلوار اٹھائی تو اسلام فنا ہو جائے گا۔

چنانچہ ابوسفیان نے آکر عرض بھی کیا کہ یا علی کیا سبب ہے کہ یہ امر خلافت ایک کمزور اور ذلیل شخص ابوبکر کے پاس چلا گیا،آپ اگر حق کے لئے کھڑے ہوں تو میں مدینہ کی گلیوں کو سوار اور پیادوں سے بھردوں آپ نے فرمایا: دور ہو میرے پاس سے تو کب اسلام کا دوست رہا ہے۔(۱)

اور ابن قتیبہ نے لکھا ہے: آپ کی خلافت ظاہری کے زمانے میں اہل عراق میں سے حجر بن عدی

---

۱. تاریخ الخلفاء ص ۴۵

وغیرہ چند آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ابوبکر وعمر کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں آپ نے ان کے جواب میں اہل عراق کے نام ایک خط لکھا جس کے کچھ حصے اس کے قبل بھی نقل کئے گئے ہیں اس میں آپ نے تحریر فرمایا:

فلما مضی تنازع المسلمون الامر بعده فو اللہ ما کان باقی فی روعی ولایحظر علی بالی ان العرب تعدل ھذاالامر عنی فماراعنی الا واقبال الناس علی ابی بکر واجفالھم علیه فامسکت یدی ورایت انی احق بمقام محمدفی الناس ممن تولی الامورعلی فلثبت بذالک ماشاء اللہ حتی رایت راجعة من الناس رجعت عن الاسلام یدعون الی محو دین محمدوملة ابراھیم علیھم السلام فخشیت ان لم انصر الاسلام واھلة ان اریٰ فی الاسلام ثلھا وھدماتکون المصیبة به علی اعظم من قوة ولایه امرکم التی انما ھی متاع ایام قلائل ثم نزول ما کان فیھا کما یزول السراب فمشیت عندذالک الی ابی بکر فبایعته .(۱)

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جبکہ مسلمان امر خلافت میں جھگڑنے لگے تو قسم ہے پرو ردگار کی کبھی مجھ کو اس کا خیال بھی نہ تھا کہ عرب امر خلافت میں مجھ سے منحرف ہو جائیں گے پس نہیں تعجب میں ڈالا مجھ کو لیکن لوگوں کی توجہ اور دوڑ نے ابوبکر کی طرف پس میں نے (ان کی بیعت سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا کیونکہ میں نے دیکھا کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قائم مقامی کے لئے ان لوگوں سے زیادہ حقدار ہو جو ہم پر والی بنائے گئے ہیں۔

چنانچہ بہت دنوں تک میں اس سے کنارہ کش رہا یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ لوگ اسلام سے بہکنے لگے اور ملّت ابراہیم کے مٹانے کے درپے ہو گئے تو میں ڈرا کہ ایسے وقت میں اگر میں نے اسلام اور مسلمانوں کی مدد نہ کی تو اسلام میں ایسی تباہی و بربادی دیکھوں گا جو تمہاری اس چند روز حکومت سے جو سراب کی طرح زائل ہو جانے والی ہے میرے لئے کہیں عظیم تر مصیبت ہوگی پس اس وقت میں نے جا کر ابوبکر کی بیعت کر لی۔

اس خط سے معلوم ہوا کہ مورخین اہل سنت کے بقول آپ نے صرف اسلام کی ہمدردی میں ابوبکر کی بیعت کر لی اور اپنے حق سے خاموشی اختیار کی لیکن جب حضرت امیر المومنین کی خلافت کا زمانہ آیا تو وہ

---

۱. الامامة والسیاستہ ج ۱، ص ۱۳۰، مطبوعہ مصر

لوگ جو طالب دنیا تھے اور ان کو اسلام سے کوئی ہمدردی نہ تھی اپنے ناجائز منافع کی راہیں مسدود پا کر بغاوت کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کو چند روز بھی آرام سے بیٹھنے نہ دیا کہ آپ اسلام کی بگڑی ہوئی حالت کی پوری اصلاح فرماتے یہاں تک کہ آپ کی شہادت واقع ہوئی۔

حضرت علی علیہ السلام یہ نہیں کر سکتے تھے کہ ان فساق و فجار کو جو حکومت کی گدی پر پَر اجمائے بیٹھے تھے اور کند چھری سے اسلام کو ذبح کر رہے تھے بجائے ان کے ہاتھوں سے زمام حکومت چھیننے اور سزا دینے کے ان پر مہربانیاں اور انعام کرتے ان کے کفر والحاد و فسق و فجور سے چشم پوشی فرما کر خدا کی بربادی پر راضی ہو جاتے۔

۵۵. حضرت علی علیہ السلام نماز کے محافظ

ملا مبین اپنی کتاب وسیلۃ النجات میں لکھتے ہیں:

بعداز رسول الله تغیروتبدل درنماز که ستون دین است راه یافت ومردمان آں راضائع ساختندوبشرائط وحقوق آں بجانمی آوردند حضرت علی مرتضیٰ بمقتضائے "ولقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة" بشرائط حقوق وتعویل ارکان وحفظ اوقات وغیره لوازم آں چنانچه شاید و باید بجامی آوردو ازنماز رسول خدا صحابه رایادی دهانیده. (۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نماز میں جو کہ ستون دین ہے، تغیر و تبدل پیدا ہو گیا اور لوگوں نے اس کو بھی ضائع کر دیا، اس کے شرائط و حقوق کے ساتھ اس کو بجا نہیں لاتے تھے، حضرت علی علیہ السلام مرتضیٰ بمقتضائے ولقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ، بشرائط حقوق و تعویل ارکان اور حفظ اوقات اور سارے لوازم کے ساتھ جیسی چاہئے نماز بجالاتے تھے اور صحابہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز یاد دلاتے تھے۔

وفی البخاری فی باب تضیع الصلوٰة عن وقتها حدثنا موسیٰ بن اسماعیل قال ثنا مهدی عن غیلان عن انس قال ماعرف شیًا مما کان علی عهد رسول الله علیه و وسلم قیل الصلوة قال ایس قدضیعتم ماضیعتم منها.

---

۱. وسیلۃ النجات ص ۷۲

بخاری باب تضیع الصلوٰۃ میں ہے کہ بیان کیا مجھ سے موسیٰ ابن اسماعیل نے اوران سے مہدی نے، ان سے غیلان نے کہا کہ میں نے انس کو کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کی کوئی بات آج ہم نہیں دیکھتے ان سے کہا گیا، کیوں؟ نماز تو ہے، انھوں نے کہا کہ نماز میں تغیر وتبدل کر کے کیا تم لوگوں نے اس کو ضائع نہیں کردیا۔

امام بخاری نے ایک روایت زہری سے نقل کی ہے، انھوں نے کہا:

انس بن مالک بدمشق وھو یبکی فقلت مایبکیک فقال الااعرف شیامماادرکت الاھذہ الصلوٰۃ قد ضیعت . (۱)

میں انس ابن مالک کے پاس شام میں پہنچا تو دیکھا کہ وہ رو رہے ہیں، میں نے پوچھا آپ کیوں رو رہے ہیں، انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو چیزیں ہم نے پائیں ان میں بجز نماز کے اور کوئی چیز ہم نہیں پاتے ہیں اور وہ نماز بھی ضائع کردی گئی۔

پھر اسی بخاری میں باب اتمام التکبیر فی الرکوع میں عمران بن حصین سے منقول ہے

قال صلی اللہ بالبصرہ فقال ذکر ناھذالرجل صلوۃ کنانصلیھا مع رسول اللہ فذکرانہ کان یکبر کلمارفع و کلما وضع .(۲)

عمران بن حصین نے بصرہ میں حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھی، پس کہا کہ اس شخص نے ہم لوگوں کو وہ نماز یاد دلائی جو ہم لوگ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے پڑھتے تھے انھوں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب رکوع کے لئے جھکتے تھے تو تکبیر کہتے تھے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تھے تو تکبیر کہتے تھے۔

پھر اسی مضمون کی روایت بخاری باب اتمام التکبیر فی السجود میں مطرف بن عبداللہ اور عمران بن حصین سے مروی ہے۔

یہ روایتیں سب بخاری کی ہیں جو اہل سنت کے نزدیک اصح الکتب بعد کلام باری ہے، ان روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام نے بعد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساری شریعت اسلام وسنت رسول کو بدل ڈالا کہ کوئی چیز بھی اپنی اصلی شکل وصورت پر باقی نہیں رہی اور یہ بلا کسی ایک مقام پر محدود نہ تھی بلکہ

---

۱. بخاری ج ۱، ص ۷۰، مطبوعہ مصر

۲. بخاری ج ۱، ص ۹۸، مطبوعہ مصر

حجاز وعراق وشام وبصرہ ہر جگہ عام تھی جیسا کہ روایت سے ثابت ہوتا ہے۔

عمران بن حصین صحابی رسول اور مقدم الاسلام تھے، انھوں نے ۵۲ ھ میں بصرہ میں انتقال کیا، عمران نے چاروں خلافتوں کا دور دیکھا اور ہر خلیفہ کے پیچھے نماز پڑھی تھی۔

لہٰذا بصرہ میں حضرت علی علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھنے کے بعد ان کو کہنا چاہئے تھا کہ اس شخص نے آج ہم کو وہ نماز یاد دلائی جو ہم لوگ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے بعد حضرت صدیق اور حضرت فاروق کے پیچھے پڑھتے تھے، لیکن انھوں نے یہ نہیں کہا کہ بلکہ کہا کہ اس شخص نے ہم کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز یاد دلائی ۔جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ویسی نماز عمران بن حصین نے بجز حضرت علی علیہ السلام کے کسی خلیفہ کے پیچھے نہیں پڑھی۔

پس معلوم ہوا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھ بند ہوتے ہی دین خدا میں تغیر وتبدل کر دیا گیا تھا یہاں تک کہ بقول انس ابن مالک حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کی کوئی بات بھی باقی نہ رہ گئی تھی اور سنت رسول ضائع وبرباد ہوگئی تھی، اسی بناء پر ملا مبین صاحب نے بھی یہ نہیں لکھا کہ جناب عثمان کے بعد نماز میں تغیر وتبدل پیدا ہوا۔ بلکہ کہا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نماز میں تغیر وتبدل واقع ہوا اور اس کا ایک عقلی ثبوت یہ ہے کہ قتل جناب عثمان کے بعد یک بیک سال دو سال کے اندر اسلام میں ایسا تغیر وتبدل پیدا ہو جانا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کی کوئی بات باقی نہ رہے، عقلاً ممکن نہیں کیونکہ قوموں کا عروج وزوال تدریجی ہوتا ہے۔

لہٰذا یقیناً بعد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دین خدا میں فوراً تغیر وتبدل شروع ہو گیا تھا، یہاں تک کہ جناب عثمان کے زمانہ تک دین اس طرح مٹ گیا کہ بقول جناب انس کے زمانہ رسول کی کوئی بات باقی نہ رہی، بس ایک حضرت علی علیہ السلام کی ذات گرامی تھی جو اسوہ رسول پر قائم تھی اور صحابہ کو سنت رسول سے روشناس کراتی تھی، اب مسلمان فیصلہ کریں کہ اسلام کو کس نے زندہ کیا اور علی نے دنیا میں کیا کیا اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث پڑھیں کہ میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں، کتاب خدا اور اپنی عترت جب تک تم لوگ ان دونوں کو پکڑے رہوگے کبھی گمراہ نہ ہوگے۔

یہیں سے یہ نتیجہ نکلا کہ وہ فرقہ جو حضرت علی علیہ السلام کا پیرو ہے اور آپ کے بتائے ہوئے طریقہ پر گامزن ہے وہی درحقیقت دین حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قائم ہے اور اسی کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اسی کی شریعت شریعت رسول ہے اور اس کے سوا اسلام کے جتنے فرقے ہیں سب گمراہ وبدعتی ہیں۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ جولوگ صحیح نماز نہیں پڑھ سکتے تھے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو امامت کا حکم کیونکہ دے سکتے تھے۔

۵۶. روزمحشر لوائے حمد حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھ میں ہوگا

حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے:

عن علی قال قال رسول الله یس فی القیامة رکب غیر اربعة قال فقام الیه رجل من الانصار فقال فداک ابی وامی یا رسول الله انت ومن قال انا علی البراق واخی صالح علی ناقة التی عقرت وعمی حمزه علی ناقة العصباء واخی علی علی ناقة من نوق الجنة بیده لواء الحمد فیقف بین یدی رب العالمین فیقول لااله الا الله محمد رسول الله قال فیقول الادمیون ماهذاالا ملک مقرب اونبی مرسل اوحامل عرش رب العالمین فقال فینادیٰ منادین بطان العرش یامعشر الادمیون هذاصدیق الاکبر علی بن ابی طالب .(۱)

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ روز محشر چار شخصوں کے سواء کوئی سوار نہ ہوگا اس وقت انصار میں سے ایک شخص نے کھڑے ہوکر سوال کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، ایک تو آپ ہوں گے اور دوسرے کون لوگ ہوں گے، فرمایا کہ میں براق پر ہوں گا، اور میرے بھائی صالح اس ناقہ پر ہوں گے اور میرے بھائی علی جنت کے ناقوں میں سے ایک ناقہ پر سوار ہوں گے اور ان کے ہاتھ میں لوائے حمد ہوگا، اور وہ عرش کے سامنے کھڑے ہوکر ''لا الہ اللہ محمد رسول اللہ'' کی آواز دیں گے، اس وقت لوگ کہیں گے کہ یہ کوئی ملک مقرب یا نبی مرسل یا حامل عرش پروردگار ہے۔

تب وسط عرش سے ایک فرشتہ آواز دے گا کہ اے لوگو! یہ شخص نہ تو ملک مقرب ہے، نہ نبی مرسل ہے نہ حامل عرش ہے، یہ صدیق اکبر علی ابن ابی طالب ہیں۔

یہ حدیث تھوڑے اختلاف کے ساتھ صحیح مسلم میں بھی ہے اور مسلم نے کہا کہ یہ صحیح ہے۔

---

۱. مودة القربی ص۲؛ کنز العمال ج۶ص۴۰۲

۵۷. حضرت علی علیہ السلام جنت و جہنم کے مقسم

امامہ باہلی سے روایت ہے:

عن ابی امامة الباهلی قال قال: رسول اللّٰه یاتی الناس یوم القیامة بالاعمال ولاینفعهم الامن قبلت اناعلی بن ابیطالب عمله بعد قبول الامامة. (۱)

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ قیامت کے روز لوگ اپنے اپنے اعمال کے ساتھ رہیں گے لیکن ان کے اعمال ان کو کچھ فائدہ نہ پہنچائیں گے سوااس شخص کے جس کے عمل کو قبول امامت کے بعد ہم اور علی ابن ابی طالب قبول کریں

اخرج الدارقطنی ان علیاقال للستة الذین جعل عمر الامرشوری بینهم کلاماطویلا انشدکم باللّٰه هل فیکم احدقال رسول اللّٰه انت قسیم الجنة و النار یوم القیامة غیری قالو اللّٰهم لا. (۲)

دار قطنی نے روایت کی ہے: عمر نے جن چھ شخصیتوں کے درمیان میں امر خلافت کو شوری قرار دیا، ان سے حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: تم کو خدا کی قسم ہے، یہ بتاؤ کیا تم میں میرے سوا کوئی ہے جس کے متعلق حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہو کہ روز قیامت تم جنت و جہنم کے تقسیم کرنے والے ہو، لوگوں نے کہا کہ نہیں ہم میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے۔

وعن علی الرضاانه صلعم قال له انت قسیم الجنة و النارفیوم القیامة یقول النارهذالی وهذالک. (۳)

حضرت علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے، آپ نے فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کے متعلق فرمایا: تم جنت و جہنم کے تقسیم کرنے والے ہو، قیامت کے روز جہنم تم سے کہے گا کہ یہ میرا حصہ ہے یعنی جہنمی ہے اور یہ آپ کا حصہ ہے، یعنی بہشتی ہے۔

عن زیدبن اسلم قال قال: رسول اللّٰه تعلی یا علی بخّ بخّ من مثلک

---

۱. مودة القربی ۵، ینابیع المودة باب، ص ۶۸

۲. وسیلة النجات ص ۱۳۵؛ وصوعق محرقہ ص ۷۵

۳. ارجح المطالب باب ا،ص ۳۲؛ وسیلة النجات ص ۱۳۵

والملائکة تشتاق الیک والجنة لک انه اذاکان یوم القیامة ینصب لی منبر من نورولا براھیم منبر من نورولک منبر من نور فتجلس علیه واذانا ومنادی بِخٍ بِخٍ من وصی بین حبیب وخلیل ثم اوتی بمفا تیح الجنة والنار فادفعھا الیک.(۱)

زید بن اسلم سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا: اے علی تمہارے مانند کون ہے کہ ملائکہ تمہارے مشتاق ہیں اور جنت تمہارے لئے ہے جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک نور کا منبر میرے لئے نصب کیا جائے گا اور ایک نور کا منبر حضرت ابراہیم خلیل کے لئے اور ایک نور کا منبر تمہارے لئے نصب کیا جائے گا اور تم اس پر بیٹھو گے اس وقت ایک ندا کرنے والا ندا کرے گا کہ خوشحال اس وصی کا جو حبیب خدا اور خلیل اللہ کے درمیان میں ہے، پھر مجھ کو جنت اور جہنم کی کنجیاں دی جائیں گی تو میں تمہارے حوالہ کردوں گا۔

اسی مضمون کی حدیثیں ابن عباس اور جابر بن عبداللہ سے بھی منقول ہیں۔(۲)

اخرج ابن الشاھین وابن المنذر کلھم عن اسماء بنت عمیس وابن مردویه عنھاوعن ابی ھریرة ان النبی یوحی الیه وراسه فی حجر علی وھولم یصل العصرحتی غربت الشمس فقال له رسول اللّٰہ أصلیت یاعلی قال لافقال رسول اللّٰہ اللھم انه کان فی طاعتک وطاعة رسول لک فاردو علیه الشمس قالت اسماء فرئیتھاغربت ثم رائیتھاطالعت بعد ماغربت ووقفت صحیح ھذالحدیث جماعة من الائمة الحفاظ کالطحاوی والقاضی عیاض وغیرھما وقال الطحاوی ھذاحدیث ثابت رواته ثقاة وحکی عن احمدبن صالح المصری انه کان یقول لایجوزلاھل العلم التخلف عن حفظ حدیث اسماء لانه من علامات النبوة.

ابن شاہین اور ابن منذر نے اسماء بنت عمیس سے روایت کی ہے اور ابن مردویہ نے ان دونوں سے اور ابوہریرہ سے روایت کی ہے: ایک دن حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی

---

۱. مودۃ القربی، مودۃ ۹ ۲. مودۃ القربی، وغیرہ

نازل ہو رہی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر مبارک حضرت علی علیہ السلام کے آغوش میں تھا یہاں تک کہ آفتاب ڈوب گیا اور آپ نے نماز عصر نہیں پڑھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا: اے علی! تم نے نماز پڑھی، آپ نے عرض کی: نہیں۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارگاہ احدیت میں عرض کی: اے میرے پروردگار علی تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھے، پس ان کے لئے آفتاب کو پلٹا دے۔

اسماء کہتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ آفتاب غروب کرنے کے بعد نکل آیا اور ٹھہر گیا۔(۱)

اس حدیث کو ائمہ حفاظ کی ایک جماعت نے مثل طحاوی وقاضی عیاض وغیرہ نے صحیح کہا ہے طحاوی نے کہا کہ یہ حدیث ثابت ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں اور احمد بن صالح مقری سے منقول ہے: وہ کہا کرتے تھے کہ اہل علم کے لئے حدیث اسماء سے روگردانی جائز نہیں ہے، اس لئے کہ یہ علامات نبوت سے ہے۔

یہ واقعہ جنگ خیبر سے واپسی کے وقت منزل صہباء میں ہوا، اس حدیث کو ابوالفتح رازی نے بھی صحیح کہا ہے۔

ملا مبین صاحب لکھتے ہیں:

ویکبار بعدازوفات رسول الله خدائے ردشمس برائے علی مرتضیٰ صلوٰۃ الله علی نبنیاوعلیه کردو آفتاب رااز مغرب باز گردانیددروقت توجه ببابل چون خواست که ازفرات بگذردوقت نماز دیگر بودبا طائفه ازاصحاب خودنماز دیگررادروقت بگذادوسائر اصحاب بگذردن چھارپایان خودمشغول بودند آفتاب غروب کردونماز دیگر ازایشان فوت شده درآن باب سخنان گفتند حضرت علی مرتضیٰ آنرااشنیداز خدائے درخواست که آفتاب راباز گرواندتا اصحاب دے نماز رادروقت بگذرانند خدائے دعائے دے مستحاب کردو آفتاب بجائے نمازدیگر آمد چون قوم ازنماز فارغ شدند آفتاب غروب کرودازوے آواز سخت هولناک می آمدخوف برمردم غالب آمدوبه تسبیح وتھلیل واستغفار اشتغال نمودند "هذافی شواهدالنبوت".

---

۱. وسیلۃ النجات ص ۱۶۷؛ وصواعق محرقہ ص ۷۶

حقیقت سے پردہ اٹھائے دیتا ہوں پڑھنے والے پڑھیں اور خود فیصلہ کریں۔

اہلسنت کے دعوائے نجات کی حقیقت

علمائے سواد اعظم (عراق) نے اپنے دعوائے نجات کے ثبوت میں پہلے ان ہی حدیثوں کے آخری جملوں (یعنی وما انا علیه الیوم واصحابی) وغیرہ سے تمسک کیا ہے کہ ان سے اہلسنت مقصود ہیں لیکن ایک معمولی عقل رکھنے والا انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ یہ دلیل ان لوگوں کی درحقیقت ایک دعویٰ ہی ہے جو خود محتاج ثبوت ہے کیوں کہ ان جملوں میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جس سے فرقہ اہل سنت والجماعت سمجھ میں آتا ہو۔

شیخ عبدالقادر جیلانی صاحب اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں افتراق امت کی ایک حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: وما الفرقة الناجية فهى اهل السنة والجماعة

فرقہ ناجیہ کیا ہے؟ وہ فرقہ ناجیہ اہل سنت والجماعت ہی ہیں۔

پھر لکھتے ہیں: فاهل السنة طائفة واحدة

اہل سنت بس ایک ہی فرقہ ہے۔

اس کے بعد لکھتے ہیں: (اهل السنة ولااسم لهم الاسم واحد وهو اصحاب الحديث)

اہل سنت کا بس ایک ہی نام ہے اور وہ اہل حدیث ہے۔(۱)

اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل حدیث کے علاوہ اہل سنت کے تمام فرقے جہنمی ہیں۔

مولانا اشرف علی تھانوی فرق اسلام کی فہرست لکھنے کے بعد لکھتے ہیں:

الفرقه الناجية المستثنا ة الذين قال النبى فيهم ما انا عليه واصحابى هم الاشاعرة والسلف من المحدثين واهل السنة والجماعة ومذهبهم خال عن بدع هولاء .(۲)

یعنی فرقہ ناجیہ جو مستثنیٰ کیا گیا ہے اور جس کے متعلق حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس پر ہم اور ہمارے اصحاب ہیں وہ اشاعرہ، محدثین سلف اور اہل سنت

---

۱. شیخ عبدالقادر جیلانی، غنیۃ الطالبین، ص ۱۹۲، ص ۱۹۳، مطبوعہ لاہور

۲. مولانا اشرف علی تھانوی، تذییل شرح عقائد ص ۱۶۴

ایک مرتبہ حضرت رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد خداوند عالم نے بابل کی طرف جاتے کے وقت آپ کے لئے آفتاب کو پلٹایا جب آپ نے دریائے فرات کو عبور کرنا چاہا تو عصر کی نماز کا وقت تھا، آپ نے اپنے اصحاب میں سے کچھ لوگ کے ساتھ وقت میں نماز پڑھ لی لیکن اور سارے اصحاب اپنے جانوروں کو دریا پار کرانے میں مشغول تھے یہاں تک کہ آفتاب غروب ہوگیا اور ان لوگوں سے نماز عصر فوت ہوگئی تو ان لوگ کے درمیان چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں۔ جس کو آپ نے بھی سنا اور خدا سے دعا فرمائی کہ آپ کے اصحاب کے لئے آفتاب کو پلٹا دے تا کہ یہ لوگ وقت میں نماز پڑھ لیں۔ خدا نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور آفتاب اتنا اونچا ہوا کہ وقت نماز عصر آ گیا، جب سب لوگ نماز پڑھ چکے تو غروب ہوگیا اور اس سے ایسی ہولناک آواز پیدا ہوئی کہ لوگوں پر خوف طاری ہوا اور وہ لوگ تسبیح پروردگار و استغفار میں مشغول ہوگئے، یہ روایت شواہد النبوت میں ہے۔

واضح ہو کہ اسماء بنت عمیس والی حدیث پر بعض لوگوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ نماز کا قضا کرنا حرام ہے، پس حضرت علی علیہ السلام نے کیونکہ عمداً نماز قضا کی حالانکہ اگر آپ کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتے تھے تو بیٹھ کر اشارے سے پڑھنا تو ممکن تھا۔ جواب اس کا یہ ہے کہ معجزہ رجعت شمس پر فریقین کی کتابوں میں انیس حدیثیں وارد ہوئیں ہیں جن میں سے اکثر حدیثیں مطلق ہیں یعنی ان میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے کہ آپ نے بیٹھ کر اشارے سے نماز پڑھی یا نہیں لیکن بعض حدیثوں میں بصراحت موجود ہے کہ حضرت نے بیٹھ کر اشارے سے نماز پڑھ لی تھی پھر آفتاب پلٹنے کے بعد وہی نماز کھڑے ہو کر پڑھی۔ (۱)

۵۸. غیب کی خبریں

عن جعفر بن محمد عن ابیه قال: عرض بعلی رجلان فی خصومة فی اصل جدار فقال رجل یاامیر المومنین الجدار بقع فقال له امض کفی باللّٰه حارسا فقضیٰ بین الرجلین فسقط الجدار. (۲)

---

۱. مناقب آشوب؛ ارشاد مفید؛ واعلام الوریٰ؛ بحار الانوار ج ۹، باب معجزات

۲. وسیلة النجات ص ۱۷۲

دو آدمی حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں ایک جھگڑے کے بارے میں فیصلہ کرانے کے لئے آئے آپ اس وقت ایک دیوار کے سائے میں تشریف رکھتے تھے۔

ان میں سے ایک شخص نے کہا: یا امیر المومنین علیہ السلام ہٹ جائیے، دیوار گر رہی ہے آپ نے کہا جاؤ خدا حفاظت کے لئے کافی ہے۔

اس کے بعد آپ نے ان دونوں کے مقدمہ کا فیصلہ کیا اور جب وہاں سے اٹھ گئے تو دیوار گر گئی۔(۱)

صفین کی طرف جاتے ہوئے جب حضرت علی علیہ السلام حدود جزیرہ میں پہنچے تو پانی ختم ہو گیا، آپ کی فوج پیاس سے بیتاب ہوئی وہاں ایک راہب عیسائی کا دیر تھا آپ نے اس کو بلا کر پوچھا کہ وہ چشمہ بتاؤ جس سے انبیا نے پانی پیا ہے اور وہ یہیں ہے اس نے عرض کیا کہ اس مقام پر ایک پوشیدہ چشمہ ہے۔

جس سے انبیا و اوصیاء نے پانی پیا ہے لیکن بجز نبی یا وصی پیغمبر کے کوئی اس کو پا نہیں سکتا، اگر آپ اس کو نکال دیں تو میں سمجھوں کہ آپ وصی پیغمبر ہیں اور آپ پر ایمان لاؤں گا۔ آپ نے ایک مقام پر زمین کھودنے کا حکم دیا جب مٹی ہٹائی گئی تو نیچے سے ایک بہت بڑا پتھر ظاہر ہوا، فوج نے اس پتھر کو ہٹانے کی بڑی کوشش کی لیکن وہ نہ ہلا تب آپ نے تنہا اس پتھر کو نکل کر پھینک دیا۔

پس صاف پانی کا چشمہ نکل آیا، اس سے سارے لشکر نے پانی پیا، راہب یہ دیکھ کر مسلمان ہو گیا، اس کے بعد اس دیر سے شمعون الصفا حواری نے حضرت عیسیٰ کا لکھا ہوا ایک صحیفہ لا کر آپ کو دکھایا۔ جس میں لکھا تھا کہ پیغمبر آخر الزماں کا وصی اس مقام پر پہنچے گا اور اس چشمہ کو ظاہر کرے گا، حضرت علی علیہ السلام نے پڑھ کر خدا کا شکر ادا کیا اور روانہ ہو گئے وہ راہب بھی آپ کے ساتھ ہو گیا اور جنگ صفین میں آپ کی نصرت میں شہید ہوا۔(۲)

یہ واقعہ حضرت کی خلافت کی دلیل ہے۔

۵۹. حضرت علی علیہ السلام کا حیوانات کی زبان سمجھنا

روایت میں ہے:

عن الحارث قال كنت مع علی ابن ابی طالب بصفین فرأت بعیرا من

---

۱. وسیلۃ النجات ص ۱۷۲

۲. حبیب السیر ج ۱، ص ۵۶؛ روضۃ الصفا ج ۲، ص ۲۹۲

اهل الشام جاء علیه راکبه وثقله فالقی ماعلیه وجعل یتخلل الصفوف حتی انتهی الی علی فوضع مشفره مابین راس علی ومنکبه وجعل یحرکها ویلتج به فقال علی واللّٰہ انها العلامة بینی وبین رسول الله قال فجدالناس فی ذالک الیوم واشتدقتالهم. (۱)

حارث نے کہا کہ میں صفین میں حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ تھا، میں نے دیکھا کہ ایک اونٹ اہل شام کا اپنے سوار اور بار کو پٹک کر لشکر شام کی صفوں کو شگافتہ کرتا ہوا نکلا اور حضرت علی علیہ السلام کے پاس آ کر اپنا منہ ان کے گوش مبارک کے پاس لا کر کچھ التجا کرنے لگا، آپ نے فرمایا: خدا کی قسم یہ واقعہ ہمارے اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان ایک علامت ہے اس معجزہ کو دیکھ کر اس دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فوج نے جان توڑ جنگ کی اور سخت رن پڑا، حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے معجزات معروف ومشہور ہیں، ان کے لکھنے کی اس مختصر کتاب میں گنجائش نہیں ہے۔

۶۰. پل صراط پر سے گذرنے کے لئے حضرت علی علیہ السلام کا اجازت نامہ ہونا ضروری

ابن سمان نے جناب ابوبکر سے روایت کی ہے:

روی ابن سمان ان ابابکر قال سمعت رسول الله یقول لایجوز احدالصراط الامن کتب له علی الجواز. (۲)

انھوں نے کہا: ہم نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ کوئی شخص پل صراط سے گذر نہ سکے گا لیکن وہی جس کے لئے علی علیہ السلام پروانہ جواز لکھ دیں گے۔

اس مضمون کی حدیث ابوسعید خدری سے بھی منقول ہے۔

قارئین محترم: باختصار یہ ساٹھ فضیلتیں حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی تحریر کی گئیں، صاحبان عقل وانصاف دیکھیں اور حضرت علی علیہ السلام کا مرتبہ سمجھیں، بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی علیہ السلام کے مقابلہ میں کسی کا نام لینا خدا اور اس کے رسول کی بارگاہ میں کتنا بڑا جرم ہے۔

---

۱. وسیلۃ النجات ص ۱۷۵

۲. وسیلۃ النجات ص ۱۳۵ ومودۃ القربی، ومودۃ ۶، بروایت ابوسعید خدری وصواعق محرقہ ص ۷۵

حضرات اہلسنت کا دعوائے افضلیت صحابہ عجب طرفہ ہے جب ان لوگوں سے پوچھئے کہ جناب ابوبکر وعمر، حضرت علی علیہ السلام سے شرافت علم، نسب وعلم، فضل، عقل، ذہانت، ذکاوت، خلق، مروت، عبادت پروردگار زہدوتقوی، فصاحت وبلاغت، شجاعت وبہادری، جہاد فی سبیل اللہ، سبقت الی الاسلام، سخاوت وروایت، اعادیت وانصاف، فضیلت، فیصلہ، دامادی رسول، سیاست ملکی، معجزات، کرامات، عصمت اورطہارت کس امر میں افضل تھے تو کہتے ہیں کسی بات میں افضل نہ تھے لیکن اہل سنت کا اجماع ہے کہ افضل تھے، میں کہتا ہوں کہ اس اجماع کا کسی کے پاس کوئی جواب نہیں ہے اگر اسی اجماع سے جناب ابوبکر خلیفہ بنائے گئے تو صاحبان عقل فیصلہ کریں۔

چھٹا اختلاف

چھٹا اختلاف

فدک اور وراثت

فی امر فدک وتوارثت فاطمة عن النبی (ص) وادعت فاطمة وراثة تارة وتملیکا اخریٰ

چھٹا اختلاف: مسلمانوں کے درمیان فدک کے بارے میں واقع ہوا ہے فدک فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو ورثہ میں ملا تھا۔ فاطمہ سلام اللہ علیہا نے فدک کا ایک مرتبہ وراثت کی حیثیت سے دعویٰ کیا اور دوسری مرتبہ تملیک کی حیثیت سے دعویٰ کیا۔

فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے مختصر حالات وفضائل

صدیقہ طاہرہ سیدہ النساء فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے پیاری اور صاحب عزت وشرف صاجزادی تھیں آپ کی دالادت باسعادت ۲۰/جمادی الثانی بعثت کے پانچ سال گزرنے کے بعد مکہ معظمہ میں پیدا ہوئی، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کی کنیت ام ابیہا رکھی۔(۱)

آپ کی والدہ ماجدہ خدیجہ بنت خویلد بن اسد قبیلہ قریش کی ایک بڑی دولتمند اور باعزت خاتون تھیں چونکہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عقد کر لیا تھا اس لئے قریش کی عورتیں آپ سے رنجیدہ تھیں، جب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی ولادت کا وقت آیا اور خدیجہ سلام اللہ علیہا نے زچہ خانہ کی خدمت کے لئے قریش کی عورتیں طلب

---

۱. تاریخ خمیس ج ۱، ص ۳۱۳؛ وسیلۃ النجات ص ۲۰۲

فرمائیں تو وہ نہ آئیں، جس کے سبب سے حضرت خدیجہ کو بڑا ملال ہوا، ناگہاں چار عورتیں ظاہر ہوئیں حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا ان کو دیکھ کر خوف زدہ ہوئیں تو وہ عورتیں بولیں کہ اے خدیجہ خوف نہ کیجئے، ایک نے ان میں سے کہا کہ میں آپ کی بہن سارہ ہوں اور یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ماں مریم بنت عمران ہیں اور یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن کلثوم ہیں اور یہ آسیہ زن فرعون ہیں، پروردگار عالم نے ہم لوگوں کو آپ کی خدمت کے لئے بھیجا ہے جب حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا پیدا ہوئیں تو ایک نور چمکا جس سے تمام مشرق ومغرب اور شہر کے درودیوار روشن ہوگئے، پھر حضرت جبرئیل امین کے اشارے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بچی کا نام فاطمہ رکھا۔(۱)

آپ کے القاب، زہرا، سیدۃ النساء، مبارکہ، طاہرہ، صدیقہ، ذاکیہ، راضیہ، مرضیہ، بتول وغیرہ ہیں۔

اخرج النسائی قال رسول الله ابنتی فاطمة حوراء آدمية لم تحض ولم يطيمث وانما سما هافاطمة لان الله فطمها ومجيها عن النار. (۲)

نسائی نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری بیٹی فاطمہ انسانی حور ہے، وہ خون جو عورتیں دیکھتی ہیں یہ نہیں دیکھتی اور خداوند عالم نے اس کا نام فاطمہ اس لئے رکھا ہے کہ اس نے فاطمہ پر اور اس سے محبت رکھنے والوں پر آتش جہنم کو حرام کیا ہے۔

اسی صواعق محرقہ میں حافظ ابوالقاسم دمشقی سے روایت ہے: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ کا نام اس لئے فاطمہ رکھا گیا ہے، خدا نے فاطمہ پر اور اس کی ذریت پر آتش جہنم کو حرام کیا ہے۔(۳)

صاحب قاموس لکھتے ہیں:

البتول فاطمة بنت سيدالمرسلين لانقطاعها عن نساء زمانهاو نساء الامة فضلا ودیناو حسبا ونسبا. (۴)

بتول حضرت سید المرسلین کی صاحبزادی حضرت فاطمہ کا نام ہے اس لئے کہ وہ اپنے زمانے کی اور امت کی کل عورتوں سے فضیلت و دین وحسب ونسب میں بہتر ہیں۔

ملا مبین صاحب لکھتے ہیں:

---

۱. وسیلۃ النجات ص ۲۰۲
۲. شرح فقہ اکبر ص ۹۸ وصواعق محرقہ ص ۹۶
۳. صواعق محرقہ ص ۹۶ وشرح فقہ اکبر ص ۹۸
۴. شرح فقہ اکبر ملا علی قاری ص ۹۸

حضرت فاطمہ شبیہ ترین مردم برسول خدابود درراہ ودروش وصورت وسیرت وسخن کردن وجمیع حرکات وسکنات وطاعات دریاضات واخلاق حسانات وچون ورمی آمدحضرت فاطمہ رسول خدای استاد ومیرفت سوئے وے ومیگرفت دست اور اومی بوسید جبین اوراومی نشایند برجائے خودوھم چنین فاطمہ .(۱)

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا رفتار وگفتار وصورت وسیرت اور تمام حرکات وسکنات وطاعت پرودگار، ریاضت نفسانیہ اور اخلاق وحسنات میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سب سے زیادہ مشابہ تھیں جب آپ تشریف لاتیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوجاتے اور آگے بڑھ کر استقبال کرتے اور پیشانی پر بوسہ دیتے اور ہاتھ پکڑ کر اپنی جگہ پر بٹھاتے تھے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے گھر تشریف لے جاتے تو اسی طرح حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا بھی کرتی تھیں۔

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی شان میں قرآن کی آیات

فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا صاحبان کساء میں سے ایک فرد ہیں، جن کی شان میں آیت تطہیر نازل ہوئی۔(۲)

۱. حضرت فاطمہ زہرا بدلیل آیت تطہیر معصومہ یعنی ہر غلطی وخطا وپلیدی وگندگی سے پاک تھیں۔
۲. باتفاق فریقین آپ کی شان میں سورہ ہل اتی نازل ہوا۔(۳)
۳. آیہ مباہلہ میں لفظ نسائنا سے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا مقصود ہیں۔(۴)

آپ وہ صدیقہ ہیں جو کاذبین کے مقابلہ کرنے کے لئے بحکم خدا بلائی گئیں۔

آپ کی شان میں آیت مودت نازل ہوئی۔(۵)

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی شان میں احادیث

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "فاطمة سيدة نساء اهل الجنة". (٦)

---

۱. وسیلۃ النجات ص ۲۰۳ ۲. صواعق محرقہ باب ۱۱، فصل ۱ ۳. وسیلۃ النجات وغیرہ
۴. صواعق محرقہ ص ۹۳ ۵. تفسیر کشاف؛ صواعق محرقہ ص ۱۰۱
۶. بحار ج ۲، ص ۱۸۴، باب علامات النبوت فی الاسلام؛ متدرک حاکم ج ۳، ص ۱۵۱، ص ۱۵۶

فاطمہ جنت کی عورتوں کی سردار ہے۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے فاطمہ! ہم اور تم اور تمہارے دونوں بچے اور یہ سونے والا یعنی علی بن ابی طالب جنت میں ایک مکان میں ہوں گے۔(۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے فاطمہ! ہم جنگ کریں گے اس سے جو تم سے اور تمہارے شوہر اور تمہارے دونوں بچوں سے جنگ کرے اور ہم صلح کریں گے، اس سے جو تم لوگوں سے صلح کرے۔(۲)

ملا مبین صاحب لکھتے ہیں:

از اکثر احادیث علی سبیل العموم مستفادمی شود که فاطمه زهرا از جمیع نساء عالم افضل است حتی مریم مادر عیسیٰ و خدیجه کبریٰ و عائشه.(۳)

اکثر احادیث سے بالعموم ثابت ہوتا ہے کہ حضرت زہرا تمام دنیا کی عورتوں سے یہاں تک کہ حضرت مریم مادر حضرت عیسیٰ اور حضرت خدیجہ کبریٰ اور جناب عائشہ سے بھی افضل ہیں۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

فاطمة بضعة منی من اذاها فقداذانی و من اغضبها فقداغضبنی .(۴)

فاطمہ میرا ٹکڑا ہے، جس نے اس کو ستایا اس نے مجھ کو ستایا اور جس نے اس کو غضبناک کیا اس نے مجھ کو غضبناک کیا۔

عن المسور ة بن محز مة قال قال: رسول الله:فاطمة بضعة منی من اغضبها فقداغضبنی .(۵)

یعنی فاطمہ میرا ٹکڑا ہے، جس نے اس کو غضبناک کیا اس نے مجھ کو غضبناک کیا۔

مدارج النبوت میں ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ان الله یغضب بغضب فاطمة ویرضی برضاها. (٦)

---

۱. وسیلۃ النجات ص ۲۰۸؛ صواعق محرقہ؛ ازالۃ الخفاء وغیرہ ۲. وسیلۃ النجات ص ۲۰۸؛ صواعق محرقہ وغیرہ

۳. وسیلۃ النجات ص ۲۰۸ ۴. روضۃ الاحباب ج ۱، ص ۴۳۲؛ وسیلۃ النجات ص ۲۱۲؛ صوعق محرقہ

۵. بخاری ج ۲، ص ۱۹۹ مطبوعہ مصر؛ شرح فقہ اکبر ص ۹۹؛ وسیلۃ النجات ص ۲۱۲؛ وغیرہ

مصنف لابن ابی شیبہ ج ۷، ص ۵۲۶؛ الاحاد والمثانی لابن ابی عاصم ج ۸، ص ۳۰۸

۶. وسیلۃ النجات بحوالہ مدارج النبوت ص ۲۱۲

خدا غضبناک ہوتا ہے فاطمہ کے غضب سے اور راضی ہوتا ہے فاطمہ کی رضا سے۔

وخرج سعد فی شرف النبوة وابن متی انه صلعم قال یا فاطمة ان الله یغضب بغضبک ویرضیٰ برضاک فمن آذا احدامن ولد ها فقد تعرض لهذا الخطر العظیم لانه اغضبها ومن احبّهم فقد تعرض لرضا ها. (۱)

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے فاطمہ خدا تیرے غضب سے غضبناک ہوتا ہے اور تیری رضا سے راضی ہوتا ہے، پس جس نے اس کے بچوں میں سے کسی ایک کو اذیت دی اس نے اپنے لئے یہ عظیم خطرہ مول لیا، اس لئے کہ اس نے فاطمہ کو غضبناک کیا اور جس نے اس سے محبت کی اس نے فاطمہ کو راضی کیا۔

واضح ہو کہ ناراضگی اور رضامندی دو طرح کی ہوتی ہے ایک حق کے ساتھ ناراض و غضبناک ہونا اور دوسرے ناحق ناراض ہونا، پس اگر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس امر کا ذرا بھی شبہ ہوتا کہ فاطمہ زہرا کبھی کسی سے کسی اشتباہ یا سوئے ظن کی بنا پر ناحق بھی ناراض ہو جائیں گی تو آپ ان احادیث میں ضرور یہ قید لگا دیتے کہ فاطمہ زہرا کا وہ غضب جو ناحق اور سوئے ظن کی بنا پر نہ ہوگا، میرے اور خدا کے غضب کا سبب ہوگا۔ لیکن اس باب میں جتنی بھی حدیثیں وارد ہوئیں ہیں کسی میں بھی یہ قید نہیں ہے۔

جس سے معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا ہر غضب خدا اور اس کے رسول کے غضب کا سبب ہے، کیونکہ وہ بدلیل آیت تطہیر معصومہ اور بمفہوم آیہ مباہلہ صدیقہ تھیں۔

اس تمہید کے بعد اب یہ عرض کرنا ہے کہ علامہ بخاری نے بخاری میں لکھا ہے:

ان فاطمة علیها السلام بنت رسول الله صلی الله علیه وسلم سالت ابابکر بعد وفات رسول الله ان یقسم لها میراثها ماترک رسول الله مماافاء الله علیه فقال لها ابوبکران رسول الله قال لانورث ماترکنا صدقة فغضبت فاطمه بنت رسول الله فهجرت ابابکر فلم تزل مهاجرة حتی توفیت. (۲)

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت فاطمہ علیہا السلام نے ابوبکر سے اپنی میراث کا سوال کیا، جو ان کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہنچی تھی اور بغیر جنگ کے خدا نے

---

۱. وسیلۃ النجات ص ۲۱۲ بحوالہ صواعق محرقہ
۲. بخاری ج ۲، ص ۱۲۲، باب فرض خمس

والجماعت ہیں، ان کا مذہب گمراہ فرقوں کی بدعتوں سے خالی ہے۔

اوران لوگوں نے اجماع کیا ہے کہ عالم حادث ہے الخ... اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ نجات پانے والے صرف اشاعرہ اہل سنت ہیں اور باقی سب جہنمی ہیں۔

غرض علمائے سواد اعظم کا یہ دعویٰ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو بعض احادیث کے آخر میں (ما انا علیہ الیوم و اصحابی) اور بعض احادیث کے آخر میں الجماعۃ فرمایا ہے اس سے اہل سنت والجماعت مقصود ہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحاب کے مذہب کو حق بتایا ہے اور اہل سنت اصحاب کے پیرو ہیں یہ خوش فہمی لائق صد تحسین ہے۔

علامہ شبلی نعمانی صاحب اپنی کتاب سیرۃ النعمان میں اس جگہ تحریر فرماتے ہیں جہاں انھوں نے بنی امیہ کے دور میں ترویج احادیث کی بحث کی ہے وہ لکھتے ہیں: ارباب روایت کا دائرہ اس قدر وسیع تھا کہ اس میں مختلف خیالات، مختلف عادات، مختلف عقائد، مختلف اقوام کے لوگ شامل تھے، اہل بدعت جابجا پھیل گئے تھے اور اپنے مسائل کی ترویج کررہے تھے اس سے بڑھ کر یہ کہ پوری ایک صدی تک کتابت کے ذریعہ روایات کو محفوظ کرنے کا طریقہ رائج نہیں ہوا تھا یہی اسباب تھے کہ روایتوں میں اس قدر ملاوٹ غلط اور جعلی موضوعات جمع ہو گئے تھے کہ جب امام بخاری نے اپنے زمانے میں صحیح حدیثوں کو جدا کرنا چاہا تو کئی لاکھ حدیثوں میں سے انتخاب کر کے جامع صحیح لکھی جس میں کل ۷۳۹۷، احادیث ہیں نیز ان میں سے اگر تکراری احادیث نکال دی جائیں تو صرف ۲۷۶۱، حدیثیں باقی رہ جائیں گی، جس سے واضح ہے کہ سیکڑوں حدیثیں دانستہ طور پر لوگوں نے وضع کر لی تھیں۔

حماد بن زید کا بیان ہے کہ چودہ ہزار حدیثیں صرف ایک فرقہ زنادقہ نے وضع کی۔(۱)

حدیث گھڑنے والے عبدالکریم نے خود تسلیم کیا کہ چار ہزار حدیث اس کی وضع کی ہوئی ہیں۔(۲)

اسی طرح بہت سے ظاہر اُثقات اور پارسا لوگ تھے جو نیک نیتی سے فضائل وبطور رغبت حدیثیں وضع کرتے تھے حافظ زین الدین عراقی لکھتے ہیں: قابل توجہ ہے کہ ان جیسی حدیثوں نے بہت ضرر پہنچایا کیونکہ ان واضعین کے ثقہ، صاحب ورع اور زہد کی وجہ سے یہ حدیثیں اکثر مقبول ہوئیں اور رواج پا گئیں اس کے بعد لکھتے ہیں: وضع کی ہوئیں اور جعلی احادیث کے بعد مسامحہ، غلط فہمیاں اور بے احتیاطیوں

---

۱. فتح مغیث، ص ۱۰۸ ۲. فتح مغیث، ص ۱۰۸

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمائی تھی تو ابوبکر نے کہا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے یہ سن کر حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ابوبکر سے غضبناک ہوئیں اور ان سے رابطہ ختم کرلیا یہاں تک کہ اسی عالم میں انتقال کیا۔

دوسری حدیث بخاری ہی میں ہے، جس میں اتنا زیادہ ہے:

فهجرته فلم تكلمه حتى توفيت وعاشت بعد النبي ستة اشهر فلما توفيت دفنها زوجها علي ليلا ولم يوذن بها ابوبكر وصلى عليها. (۱)

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ابوبکر سے رابطہ ختم کرلیا اور ان سے کلام نہیں کیا، یہاں تک کہ وفات کی اور حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد چھ ماہ زندہ رہیں، جب انھوں نے انتقال کیا تو حضرت علی علیہ السلام نے نماز جنازہ پڑھ کر ان کو رات ہی کو دفن کردیا اور ابوبکر کو جنازہ میں شرکت کی اجازت نہ دی۔

یہی روایت مسلم کتاب الجہاد، تاریخ طبری، مستدرک حاکم، ازالۃ الخفا وغیرہ میں ہے۔(۲)

حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا نے جناب ابوبکر کے جواب میں قرآن کا سہارا لیا اور فرمایا:

الم يورث سليمان داؤد لقد جئت شيا فريا

کیا حضرت سلیمان پیغمبر کو حضرت داود نے اپنے ملک و مال کا وارث نہیں بنایا۔

تو نے یہ تو ایک نئی بات بنا کر پیش کی۔ واضح ہو کہ حضرت داود نے جب جالوت سے جنگ کی اور اس کو قتل کیا اس کے بعد خود بادشاہ ہوئے آپ کی حکومت ملک شام وآرمینیہ وغیرہ تک پھیلی ہوئی تھی۔

آپ نے چالیس سال بادشاہت کی، انتقال کے وقت آپ نے اپنے بیٹے حضرت سلیمان کو اپنا وصی اور جانشین بنایا، چنانچہ حضرت سلیمان پیغمبر حضرت داود کے ملک و مال وغیرہ کے وارث ہوئے۔

جیسا کہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے: **"وورث سليمان داود".** (۳)

سلیمان داود کے ملک و مال کے وارث ہوئے۔

---

۱. بخاری ج ۳، ص ۳۷، باب غزوہ خیبر

۲. صحیح مسلم کتاب الجہاد؛ تاریخ طبری ج ۲، ص ۴۴۸؛ مستدرک حاکم ج ۳، ص ۱۶۲؛ ازالۃ الخفا مقصد حالات ابوبکر

۳. سورہ نمل آیت ۱۹

احمد بن داود دنیوری جن کی وفات ۲۸۱ھ میں ہوئی، اپنی کتاب اخبار الطّوال میں لکھتے ہیں:

وفي اول ملكها توفي داود عليه السلام وورث سليمان ملكه وذلك في عصر كخيره ابن سياوش. (۱)

بلقیس کی ابتدائے حکومت میں حضرت داود نے انتقال فرمایا اور حضرت سلیمان پیغمبران کے ملک کے وارث ہوئے اور یہ باتیں کی خسرہ ابن سیاوش کے زمانے میں ہوئیں۔

علمائے اہل سنت کہتے ہیں: اس آیت میں وراثت سے وراثت علم ونبوت مقصود ہے اور معنی آیت کا یہ ہے کہ حضرت سلیمان حضرت داود کے علم ونبوت کے وارث ہوئے۔ اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ لفظ ارث کے حقیقی معنی لغت وشرع میں وراثت مال کے ہیں اور علم ونبوت وغیرہ پر اس کا اطلاق مجازا ہوتا ہے، اور مجازی معنی بغیر دلیل کے قابل قبول نہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ تاریخیں اور تفسیریں بتا رہی ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داود علیہ السلام کے ملک ومال کے وارث ہوئے، جس کے بعض حوالے نقل کئے گئے لہٰذا یہ کہنا کہ وہ صرف علم ونبوت کے وارث ہوئے غلط ہے اور یہ کہنا کہ حضرت سلیمان انیس بھائی تھے، ان میں سے آیت میں صرف حضرت سلیمان کا ذکر ہے۔ پس اگر آیت میں وراثت سے وراثت مال مقصود ہوتی تو سب کا ذکر ہونا چاہئے تھا، جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید کسی کی سوانح عمری نہیں ہے کہ اس کی زندگی کے سارے حالات لکھے جاتے اور یہ کہ اس نے مرنے کے بعد اولاد چھوڑی اور کیا مال چھوڑا اور کسی کو کیا ملا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے ذکر میں چونکہ امت کے لئے فائدہ تھا اس لئے ان کا ذکر کر دیا گیا اور دوسروں کا ذکر ترک کر دیا لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے دوسرے بھائیوں کو باپ کی میراث نہ ملی ہو، رہ گیا حکومت، تخت وتاج تو وہ حضرت داود علیہ السلام نے صرف حضرت سلیمان علیہ السلام کو عطا کیا اس لئے ان کو ہی ملا آیت کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ صرف حضرت سلیمان علیہ السلام ہی حضرت داود علیہ السلام کے تنہا وارث ہوئے کوئی دوسرا نہ ہوا۔ نیز سمجھنے کی بات یہ ہے کہ اگر علم ونبوت بھی وراثت میں تقسیم ہوا کرے تو آج دنیا میں جتنے انسان آباد ہیں، سب کے سب نبی ہو جائیں، کیونکہ سب انبیا کی اولاد سے ہیں نیز لازم آئے گا کہ حضرت داود علیہ السلام کے جتنے بیٹے تھے سب نبی ہو جائیں، کیونکہ اولاد ہونے کی حیثیت سے حضرت داود علیہ السلام کی نبوت سے سب کو برابر برابر حصہ ملا ہوگا۔

---

۱. اخبار الطّوال ص ۲۴، مطبوعہ مصر

اورتاریخ کامل میں ہے: ''فلمامات ورث سلیمان ملکه وعلمه ونبوته''. (۱)

حضرت داودؑ کے انتقال کے بعد حضرت سلیمانؑ ان کے ملک، علم اور نبوت کے وراث ہوئے۔

میں کہتا ہوں کہ ہر نبی کی اولاد اس کے ترکہ کی وراث ہوتی رہی، جیسا کہ صاحبان علم پر پوشیدہ نہیں ہے ورنہ علمائے اہل سنت بتائیں کہ حضرت آدمؑ کا وارث کون ہوا اس لئے کہ حضرت آدمؑ کی وفات کے وقت ان کی اولاد اور اولاد، اولاد کے سواء کوئی دنیا میں موجود ہی نہ تھا، جس کے لئے حضرت آدمؑ کے متروکات صدقہ قرار پائے۔

ان بیانات سے ثابت ہوا کہ یہ حدیث جو جناب ابوبکر نے بیان کی کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نحن معاشر الانبیاء لانورث ...'' ان کے دل کی گڑھی ہوئی اور مخالف عقل ومخالف قرآن ومخالف واقع حدیث ہے۔

جناب ابوبکر نے جب حضرت فاطمہ زہراؑ کی اس دلیل کو قبول نہ کیا تو آپ نے قرآن مجید سے دوسری دلیل پیش فرمائی، فرمایا کہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے: ''للذکر مثل حظ الانثیین'' مرد کا حصہ وراثت میں عورتوں سے دوہرا ہے۔(۲)

حضرت فاطمہ زہراؑ نے اس آیت کے عموم سے استدلال فرمایا کہ یہ حکم وراثت عام ہے جس میں نبی اور غیر بنی سب داخل ہیں، کیونکہ خدا نے اس حکم سے کسی کو الگ نہیں فرمایا ہے: لیکن جناب ابوبکر نے اس کو بھی نہ مانا تو حضرت فاطمہ زہراؑ نے کہا: اے ابوبکر کیا خدا کے دین میں یہی ہے:

ترث اباک ولا ارث ابی اماقال رسول الله المرء یحفظ ولده فبکی ابوبکر بکاءا شدیدا.

تو تو اپنے باپ کا وارث ہو اور میں اپنے باپ کی میراث نہ پاؤں کیا حضرت رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ انسان اپنی اولاد کی حفاظت کرتا ہے، یہ سن کر جناب ابوبکر بہت شدت سے روئے۔

میں کہتا ہوں کہ اگر انبیاء کے لئے یہ کوئی فضیلت وبزرگی کی بات ہوئی کہ وہ کسی کو اپنے مال کا وارث نہ بنائیں تو ان کے لئے بہتر یہ تھا کہ رہبانیت اختیار کرتے نہ اپنے بعد اولاد چھوڑتے نہ مال دنیا چھوڑتے اور اگر کچھ مال چھوڑتے تو بقول جناب ابوبکر کے صدقہ قرار پاتا۔

---

۱. تاریخ کامل ابن ایثر ص ۷۸، ج ۱

۲. تفسیر کبیر ج ۱ ص ۱۵۷

لیکن جبکہ اسلام نے پیغمبر اور غیر پیغمبر سب کے لئے رہبانیت ناجائز قرار دی اور پیغمبروں نے بھی امت والوں کی طرح اپنے بعد مال واولاد چھوڑی۔ تو یہ عقل وانصاف کے خلاف ہے کہ خداوند عالم پیغمبروں کی امت کو تو ان کے بچوں کی پرورش وحفاظت کا حکم دے اور ان کے مال کی وراثت دلائے تاکہ وہ اپنے باپ کے مرنے کے بعد یک بیک فقیر وناداری کی مصیبت میں مبتلا نہ ہو جائیں اور پیغمبر کے بچوں کو فقر وافلاس کے عالم میں چھوڑ کر اس کا مال محلہ اور شہر والوں میں تقسیم کرا دے۔

آخر یہ کس جرم کی سزا ہے کیا پیغمبر کی اولاد ہونا بھی کوئی گناہ ہے، پھر کیونکہ خداوند عالم اور اس کے رسول نے حکم دیدیا کہ فاطمہ زہرا چونکہ پیغمبر کی بیٹی ہیں اس لئے بھوکی اور فقیر رہیں، ان کے بچے فاقہ کریں اور ابوبکر چونکہ پیغمبر کی اولاد نہیں ہیں، لہذا اپنے باپ کی میراث بھی پائیں اور بیت المال سے وظیفہ بھی پائیں، اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مال بھی، سب انھیں کا ہو جائے کیا عقل وشریعت کا یہی قانون ہے ،نعوذ باللہ من ذلک خدا اور اس کا رسول ایسے احکام سے بری ہیں۔ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی ان دلیلوں کو سن کر جناب ابوبکر جب جواب سے عاجز آئے تو چیخ چیخ کر رونے لگے، لیکن فدک واپس نہ کیا تو حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے فدک کی تملیک کا دعویٰ کیا اور فرمایا کہ ہمارے پدر بزرگوار نے اپنی زندگی ہی میں علاقہ فدک ہم کو ہبہ فرمایا تھا، جناب ابوبکر نے حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے گواہ مانگے تو انھوں نے حضرت علی علیہ السلام اور حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام اور حضرت ام کلثوم علیہا السلام اور حضرت ام ایمن علیہا السلام کو پیش کیا۔ ان حضرات نے شہادت دی لیکن جناب ابوبکر نے ان لوگوں کی شہادتوں کو رد کر کے مقدمہ خارج کر دیا۔(۱)

حضرت فاطمہ زہرا کے اس دعویٰ کی تفصیل یہ ہے: فتح خیبر کے بعد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو دعوت اسلام کے لئے فدک والوں کی طرف بھیجا، ان لوگوں نے حضرت علی علیہ السلام سے اس امر پر صلح کر لی کہ نصف علاقہ فدک پر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قبضہ رہے گا، اس صلح کے بعد (آیت وآت ذالقربی حقه) نازل ہوئی۔(۲)

اے رسول صاحبان قرابت کو ان کا حق دیدو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبرئیل سے پوچھا کہ وہ میرے قرابتدار کون لوگ ہیں حضرت جبرئیل نے عرض کیا کہ وہ فاطمہ ہیں۔ ان کو فدک دیدیجئے اور فدک میں جو خدا اور رسول کا حصہ ہے وہ ان کو دیدیجئے اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو بلایا اور اس کی سند لکھ دی وہی سند حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ابوبکر کے سامنے پیش

---

۱. صواعق محرقہ ص ۲۲، وسیرت حلبیہ ج ۳، ص ۱۹۹، وغیرہ ۲. سورہ بنی اسرائیل پارہ ۱۵

کی اور فرمایا کہ یہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لکھا ہوا وثیقہ ہے جو ہمارے لئے لکھا ہے۔(۱)

یہ فدک برابر فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے قبضہ میں رہا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتقال فرمایا تو جناب ابوبکر نے اپنے آدمی بھیج کر فدک پر قبضہ کرلیا اور حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے کارندوں کو وہاں سے ہٹا دیا۔

صاحب حبیب السیر لکھتے ہیں: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو فدک ہبہ کیا تھا جس کو ابوبکر نے چھین کر بیت المال میں داخل کرلیا اور جب حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اور حضرت علی علیہ السلام وغیرہ نے دعویٰ کیا، تو کہا کہ میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

نحن معاشر الانبیاء لانرث ولانورث

یہ حدیث انھیں الفاظ میں ازالۃ الخفاوجوہ قلت روایات صدیق منقول ہے۔

ہم گروہ انبیا نہ کسی کے وارث ہوتے ہیں نہ کسی کو اپنا وارث بناتے ہیں، حالانکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پدر بزرگوار کی بھی میراث پائی اور اپنی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا کے متروکات کے بھی وارث ہوئے۔ صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں:

ازعبداللہ یک کنیزک ماندام ایمن نام وپنج شترو گلہ گوسفند ماندوبمیراث بہ پیغمبر رسید .(۲)

جناب عبداللہ نے انتقال کے وقت ایک لونڈی جس کا نام ام ایمن تھا اور پانچ اونٹ اور ایک گلہ دنبیوں کا چھوڑا جو میراث میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچیں۔

یہی مضمون سیرۃ حلبیہ؛ سیرۃ النبی، علامہ شبلی میں بھی ہے۔(۳) اور برزنجی نے احکام سلطانیہ میں لکھا ہے:

ورث النبی من امہ آمنہ بنت وھب دار اتھا بمکۃ وھی التی بین الصفا والمروۃ التی خلف سوق العطارین فماالد ورفباعھا عقیل بعد ھجرۃ رسول اللہ .(۴)

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی والدہ آمنہ بنت وہب کے مکانات وراثت میں پائے جو مکہ معظمہ میں صفا اور مروہ کے درمیان میں عطاروں کے بازار کے عقب میں واقع تھے، جن کو جناب عقیل نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کے بعد بیچ ڈالا۔

---

۱. معارج النبوۃ رکن ۴، ص ۲۲۷؛ وتفسیر درمنثور سیوطی ج ۴، ص ۱۷۷؛ وروضۃ الصفاج ۲، ص ۱۶۰، وکنز العمال ومسند ابویعلیٰ۔

۲. روضۃ الاحباب ج ۱، ص ۵۰

۳. سیرۃ حلبیہ ج ۱، ص ۵۶؛ سیرۃ النبی، علامہ شبلی، ج ۱، ص ۱۲۲

۴. احکام سلطانیہ، برزنجی

دوسری دلیل اس حدیث کو جعلی ہونے کی یہ ہے کہ جب حضرت فاطمہ زہرا نے اپنی دلیلوں سے جناب ابوبکر کو لاجواب کر دیا تو انھوں نے حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے دعویٰ کے مطابق سند واگذاری لکھ کر حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو دیدی۔ اتنے میں جناب عمر آ گئے اور انھوں نے پوچھا یہ کیا ہے، ابوبکر نے کہا کہ یہ فدک کے واگذار کی سند ہے جو فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے لئے لکھی ہے، عمر نے حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے ہاتھ سے وہ سند لے کر فوراً پھاڑ دی اور کہا کہ علی علیہ السلام ان کے شوہر ہیں اور حسنین علیہما السلام ان کے بیٹے ہیں، لہٰذا ان لوگوں کی شہادتیں قبول نہیں ہیں۔

سیرۃ حلبیہ؛ شرح ابن ابی الحدید؛ ومعارج النبوۃ وجمع الجوامع وشرح مواقف ونہایۃ العقول وجواہر العقدین اور سیرت حلبیہ میں بحوالہ ابن جوزی منقول ہے: جناب عمر نے ابوبکر سے کہا کہ مسلمانوں کو کیا کھلاؤ گے، تم کو عرب سے جنگ درپیش ہے۔(۱) ثم اخذ عمر الکتاب فشقه.(۲)

جناب عمر نے وثیقہ پھاڑ دیا اور جناب ابوبکر نے ان کی رائے مان لی، سوچنے کی بات ہے کہ جو چیز حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی زندگی حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو بحکم پروردگار دے چکے تھے، اس کے چھیننے کا جناب ابوبکر کو کیا حق حاصل تھا۔ اگر فرض کر لیا جائے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مال حضرت کے بعد صدقہ تھا تو حضرت فاطمہ زہرا کا مال تو صدقہ نہیں ہو گیا تھا اس کو کس دلیل سے چھینا اور پھر حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے مانگنے پر کیوں نہیں دیا اور کیوں گواہ طلب کئے اور امیر المومنین علیہ السلام اور حضرت حسن علیہ السلام اور حضرت حسین علیہ السلام نے شہادت دی تو کیوں نہ قبول کی۔ ان کو تو چاہئے تھا کہ اے میرے پیارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیاری بیٹی فدک بھی لیجئے اور فدک کا دوگنا ہم آپ کو اپنے پاس سے دیتے ہیں، کیونکہ علماء اہل سنت کہتے ہیں کہ جناب ابوبکر دولتمند تھے۔ لیکن افسوس کہ انھوں نے فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا مال بھی لے لیا، مسلمان سوچیں ان روایتوں سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ جناب ابوبکر نے اپنی بیان کی ہوئی حدیث کے غلط ہونے کا اعتراف کر کے وثیقہ لکھ دیا، کیونکہ اگر وہ حدیث صحیح ہوتی تو جناب ابوبکر ہرگز وثیقہ نہ لکھتے۔ اس لئے کہ صدقہ رسول جو فقراء مسلمین کا مال تھا۔ بغیر ان کی اجازت کے کسی کو دیدینے کا ان کو اختیار نہ تھا اور اگر کہیں کہ جناب ابوبکر کو اختیار حاصل تھا کہ مسلمانوں کا مال جس طرح چاہیں تصرف کریں تو یہ سوال ہوتا ہے کہ انھوں نے حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو فدک کیوں نہ دیا۔

---

۱. سیرۃ حلبیہ ج ۳، ص ۳۹۹؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۲، ص ۳۰۵؛ معارج النبوۃ؛ جمع الجوامع؛ شرح مواقف؛ نہایۃ العقول؛ جواہر العقدین اور سیرت حلبیہ بحوالہ ابن جوزی

۲. سیرۃ الحلبیہ ج ۳، ص ۳۹۹؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۲، ص ۳۰۵

نیز جناب عمر نے بھی فدک نہ دینے کا سبب یہ بیان کیا کہ مسلمانوں کو کیا کھلاؤ گے تم کو عرب سے جنگ درپیش ہے اور جناب ابوبکر نے عمر کی اس مصلحت کو بھی قبول کر لیا اور یہ نہ کہا کہ اے عمر یہ فدک تو صدقہ رسول ہے جو فقراء کا مال ہے جنگ کے اخراجات سے اس کا کیا تعلق ہے، جس سے ظاہر ہو گیا کہ فدک جناب ابوبکر وعمر کی نگاہ میں بھی صدقہ رسول نہ تھا بلکہ صرف کھانے اور کھلانے کی غرض سے اس پر قبضہ کیا گیا تھا۔ رہ گیا جناب عمر کا یہ کہنا کہ علی علیہ السلام، فاطمہ سلام اللہ علیہا کے شوہر ہیں اور حسنین علیہما السلام ان کے بیٹے ہیں، لہٰذا ان لوگوں کی شہادتیں قبول نہیں ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام اور امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام بنص آیت تطہیر معصوم تھے اور وہ صادقین تھے جو مباہلہ کے میدان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی شہادت دینے کے لئے کاذبین کے بالمقابل خدا کے حکم سے لے جائے گئے تھے۔

لہٰذا ان ذوات کی طرف کذب و دروغ کا وہم وگمان بھی نہیں ہو سکتا اور جو ان کی طرف کذب کی نسبت دے اسلام سے خارج ہے اس لئے کہ وہ نص قرآنی کا منکر ہے۔ علامہ بخاری لکھتے ہیں:

محمد بن المنکدر سمع جابر ابن عبدالله رضی الله عنه قال، قال: رسول الله لو قد جاء فی مال البحرین لقد اعطیتک هکذا و هکذا او هکذا، فلم یحی حتی قبض النبی فلما جاء مال البحرین امر ابو بکر مناد ینادی من کان له عند رسول الله دین او عدة فلیاتنا فاتیته فقلت ان رسول الله قال لی کذا و کذا فحثا لی ثلثا.(۱)

محمد ابن منکدر نے کہا کہ میں نے حضرت جابر کو کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر بحرین کا مال میرے پاس آیا تو تم کو اتنا اتنا دوں گا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں بحرین کا مال نہیں آیا، حضرت کی وفات کے بعد جب بحرین کا مال آیا تو ابوبکر نے منادی کرائی کہ اگر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کسی کا دین ہو یا آپ نے کسی سے کوئی وعدہ کیا ہو تو آئے، تو میں ابوبکر کے پاس گیا اور کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے ایسا ایسا وعدہ فرمایا تھا تو ابوبکر نے مجھ کو تین مرتبہ مٹھی بھر کر دیا۔

علامہ سیوطی نے لکھا ہے: جابر نے کہا کہ میں نے پانچ سو لے لیا تو ابوبکر نے مجھ کو ایک ہزار پانچ سو اور دیا۔ کرمانی اور عینی شارحین بخاری نے لکھا ہے: ابوبکر نے جابر سے گواہ نہیں طلب کئے کہ حضرت

۱۔ بخاری ج ۲ باب الخمس ص ۱۲۸؛ تاریخ الخلفاء ص ۵۵؛ صحیح مسلم وغیرہ

جابر سا صحابی رسول خدا پر جھوٹ نہیں باندھ سکتا تھا۔ صحابی کی خبر قبول ہے اگر چہ اپنے نفس کے نفع کے لئے، پھر قرآن واحادیث سے ان لوگوں نے ثابت کیا ہے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ نہیں باندھا جاسکتا تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت جابر کی طرف سے شارحین بخاری نے جو وکالت کی ہے کہ وہ صحابی تھے اور صحابی رسول پر جھوٹ نہیں باندھا جاسکتا۔ اس سے در حقیقت جناب ابوبکر کی حمایت مقصود ہے کہ انھوں نے جو حدیث (نحن معاشر الانبیاء لانورث) بیان کی ہے کہ وہ جھوٹ نہیں ہے اس لئے کہ جناب ابوبکر صحابی تھے اور صحابی رسول پر جھوٹ نہیں باندھ سکتے ہے۔

لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ شارحین بخاری کو سچا کہوں جنھوں نے لکھا ہے کہ صحابی رسول جھوٹ نہیں بول سکتا یا عمر کو سچا سمجھوں جنھوں نے ابوہریرہ سے کہا: "قد اکثرت الروایة احری بک ان تکون کاذبا علی رسول اللہ". (۱)

تو نے حدیثوں میں بہت زیادتی کردی ہے تو اسی لائق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ باندھے۔

یا پھر حضرت ابن عباس کو سچا کہوں جو جناب ابوبکر کو جھوٹا کہا کرتے تھے، جیسا کہ جناب عمر نے ایک مرتبہ ان سے کہا تم اور علی مجھ کو اور ابوبکر جھوٹا اور مکار اور بے وفا اور بے ایمان کہتے ہو۔ (۲)

یا جناب عثمان کو سچا کہوں جنھوں نے حضرت ابوذ غفاری اور عمار یاسر کو جھوٹا کہا۔ غرض یہ کہ کتابوں میں اس کی مثالیں بہت کثرت سے ملتی ہیں کہ خود صحابہ کرام نے ایک دوسرے کو جھوٹا کہا ہے جن میں سے اگر ایک سچا تھا تو دوسرا ضرور جھوٹا تھا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے یہ کلیہ نہیں بن سکتا کہ صحابی کبھی جھوٹ نہیں بول سکتا بلکہ صحابہ میں اگر کچھ سچے تھے تو کچھ جھوٹے بھی تھے، جو جھوٹ بھی بولتے تھے۔

لہٰذا شارحین بخاری نے حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری کے سچے ہونے کی علت ان کی صحابیت کو قرار دیا ہے یہ غلط ہے، بلکہ ان کو یہ کہنا چاہئے تھا کہ حضرت جابر بن عبد اللہ جیسے جلیل القدر صحابی رسول کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ نہیں باندھ سکتے تھے، اس لئے کہ وہ ان صحابہ میں سے تھے جو عادل تھے۔

بہر حال حضرت جابر ہوں یا دیگر اصحاب رسول علمائے اہل سنت کے عقیدے کے مطابق وہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ نہیں باندھ سکتے تھے، اس لئے کہ صحابی کبھی جھوٹ نہیں بول سکتا، اسی بنا پر جناب ابوبکر نے حضرت جابر سے گواہ نہیں طلب کئے، لیکن سیدہ نساء عالمین حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا جناب ابوبکر اور علمائے اہل سنت کے نزدیک کیا جناب جابر کے برابر بھی مرتبہ نہ رکھتی تھیں کہ ابوبکر نے ان سے

۱. شرح ابن ابی الحدید ج ۱، اوائل ص ۳۶۰؛ کنز العمال ص ۲۳۹
۲. صحیح مسلم کتاب الجہاد باب مایعرف الفی

گواہ طلب کئے اور کیا حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام اور ام کلثوم سلام اللہ علیہا وحضرت ام ایمن سلام اللہ علیہا کی شہادتیں ایک صحابی کے قول کے برابر بھی وزن نہیں رکھتی تھیں کہ ابوبکر وعمر نے ان کی شہادتوں کو رد کردیا۔''فاعتبر وا یااولی الابصار'' اسی طرح جب ازواج رسول نے جناب ابوبکر کی عدالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجروں کا دعویٰ کیا تو انھوں نے بغیر ثبوت وگواہ ان کو حجرے دیدئے حالانکہ حدیث ماترکناہ صدقہ کے بموجب وہ بھی فقراء کا مال تھے۔

علمائے اہل سنت اس کی توجیہ یہ کرتے ہیں: خداوندعالم نے ازواج رسول کے لئے قرآن مجید میں ارشادفرمایاہے(کہ قرن فی بیوتکن)اے رسول کی بیبیوں اپنے گھروں میں بند ہوکر بیٹھو۔

لہٰذااس آیت کے بموجب رسول اللہ کے حجرے حضرت کی ازواج کی ملکیت تھے۔

جواب اس کا یہ ہے کہ اس آیت سے ملکیت یاحق تصرف ثابت نہیں ہوتا، ورنہ کوئی شخص بھی اگر اپنی بیوی سے کہے کہ ماری ماری نہ پھروجا کر گھر میں بیٹھوتو اتنا کہہ دینے سے اس کا گھراس کی بیوی کی ملکیت ہوجائے؟ حالانکہ دنیا کے کسی قانون میں ایسانہیں ہے۔علمائے اہل سنت اس کی دوسری توجیہ یہ کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : ہم جوکچھ چھوڑیں میری ازواج کے نفقہ کے بعد سب صدقہ ہے۔(۱)

اگراس حدیث کوقبول بھی کرلیا جائے تواس سے ازواج رسول کے لئے حجروں کا استحقاق ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ نفقہ میں مکان داخل نہیں ہوتا۔جناب شہید ثالث رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب صوارم مہرقہ میں ایک حکایت نقل فرمائی ہے :ایک مرتبہ اصحاب میں سے فضال بن حسین کوفی اپنے بعض ساتھیوں کے ساتھ امام ابوحنیفہ کی طرف سے گزرے تو دیکھا کہ وہ ایک مجمع میں بیٹھے ہوئے اپنے مسائل فقہ وحدیث بیان کررہے۔جناب فضال نے کہا کہ خدا کی قسم جب تک ابوحنیفہ کوشرمندہ نہ کرلوں یہاں سے نہ ہٹوں گا ،ان کے ساتھی نے کہا کہ ابوحنیفہ اس وقت بڑی شہرت کے مالک ہیں، فضال نے کہا: چپ بھی رہو، مومن پر کسی کو غالب آتے دیکھا ہے؟اس کے بعد جا کران لوگوں کوسلام کیا،سب نے جواب سلام دیا، پھر جناب ابوحنیفہ سے کہا کہ میرا ایک بھائی ہے وہ کہتا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے افضل حضرت علی علیہ السلام ہیں، میں کہتا ہوں کہ سب سے بہتر ابوبکر ہیں ،اس کے بعد عمر، خدا آپ پر رحم کرے، آپ کیا فرماتے ہیں: ابوحنیفہ صاحب نے تھوڑی دیر سوچ کر کہا کہ ابوبکر وعمر کی شرافت کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ دونوں قبر رسول کے پہلو میں دفن ہیں، تمہارے لئے اس سے بڑھ کر کیا دلیل ہے۔

۱. بخاری ج ۲،ص ۱۲۳

فضال نے کہا کہ میں نے کہا تھا وہ کہنے لگا اگر وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زمین میں دفن ہیں تو انھوں نے ظلم کیا کہ بغیر اجازت رسول دفن ہوئے اور اگر وہ زمین ان دونوں کی تھی اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہبہ کردی تھی تو انھوں نے برا کیا کہ ہبہ کو واپس لے لیا اور اپنا عہد توڑ دیا۔ پس جناب ابوحنیفہ نے کہا کہ نہ زمین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تھی نہ ان دونوں کی تھی، بلکہ یہ دونوں حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ اپنی بیٹیوں کے حق سے دفن ہوئے، جناب فضال نے کہا کہ میں نے اس سے یہ بھی کہا تھا تو اس نے کہا کہ تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نو بیبیاں تھیں، جو آپ کے انتقال کے وقت زندہ تھیں۔ لہٰذا ہر ایک کے حصہ میں حضرت کے مکان کے آٹھویں حصہ کا نواں حصہ ہوا پھر دیکھا تو ہر حصہ میں ایک ایک بالشت بھی نہیں آیا۔(۱)

مولانا عبدالحق صاحب دہلوی اپنی کتاب اشعۃ اللمعات میں لکھتے ہیں: سب سے بڑی مصیبت اور مشکل ترین قضیہ قضیہ فاطمہ زہرا ہے۔ کیونکہ اگر یہ کہیں کہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اس حدیث سے جو ابوبکر نے بیان کی بے خبر تھیں تو یہ امر خلاف عقل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو خبر نہ دی اور اگر فرض کرلیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حدیث ان سے نہیں بیان فرمائی اور زیادہ مشکل کا سامنا ہے کہ جب حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے ابوبکر سے وہ حدیث سن لی اور صحابہ نے گواہی دی تو اس کے بعد کیوں نہ قبول فرمایا: اور غضبناک رہیں یہاں تک کہ اسی عالم میں رحلت فرمائی۔(۲)

قارئین محترم: علمائے اہل سنت نے اس مشکل ترین قضیہ سے گلوخلاصی کی بڑی کوششیں کی ہیں، اور ہر شش جہت بھاگے ہیں، لیکن کوئی صورت پیدا نہ ہوئی۔ علامہ ابن حجر نے صواعق محرقہ میں حدیث نحن معاشر الانبیاء کے خبر واحد ہونے کا اعتراف کرنے کے بعد لکھا ہے: چونکہ یہ حدیث جناب ابوبکر نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خود سنی تھی اور اس کے نزدیک قطعی و یقینی تھی، لہٰذا اپنے علم کے مطابق انھوں نے فیصلہ کیا۔ لیکن یہ غلط ہے، کیونکہ اس مقدمہ میں جناب ابوبکر مدعی علیہ تھے اور خود اپنی منفعت کے طالب تھے اس لئے ان کو اپنے علم پر فیصلہ کرنے کا حق نہ تھا، کیسا مقدمہ تھا کہ جناب ابوبکر خود مدعی علیہ خود ہی گواہ خود ہی حاکم بنے تھے۔ بعض علمائے اہل سنت نے کہا ہے کہ جناب ابوبکر نے تنہا اپنے علم و یقین پر فیصلہ نہیں کیا، بلکہ جو حدیث انھوں نے بیان کی تھی اس کا علم دیگر اصحاب رسول کو بھی تھا چنانچہ علامہ بخاری نے لکھا ہے: ایک مرتبہ عمر نے اپنے زمانہ خلافت میں صحابہ کرام اور حضرت علی علیہ السلام سے کہا کہ کیا

---

۱. صوارم مہرقہ، شہید ثالث ۲. اشعۃ اللمعات، مولانا عبدالحق صاحب دہلوی، ج ۳، فصل ۳، ص ۴۵۳ مطبوعہ نولکشور

کا دور شروع ہوا جن کی وجہ سے ہزاروں اقوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بے مقصد منسوب ہو گئے۔

بعض محدثین کا قاعدہ تھا کہ حدیث کی تفسیر بھی بیان کرتے تھے اور اکثر لفظ تفسیر حذف کر دیا کرتے تھے جس سے سامعین کو دھوکا ہو جایا کرتا تھا اور وہ ان کے تفسیری جملوں کو بھی حدیث سمجھ لیتے تھے۔

تعجب ہے کہ اس قسم کے مسامحات بڑے بڑے اہل فن سے صادر ہوئے ہیں۔

موصوف چند سطروں کے بعد لکھتے ہیں: تدلیس بڑی آفت کی تھی، جس کا ارتکاب بڑے بڑے ائمہ فن کرتے تھے اس تدلیس نے اسناد کے اتصال کو بالکل مشتبہ کر دیا تھا۔(۱)

ان تمام امور کو پیش نظر رکھتے ہوئے کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ ان احادیث کے آخر میں جو ''ما انا علیه الیوم و اصحابی'' یا (الجماعة) آیا ہے یہ حدیث کا جز ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمائے ہوئے ہیں یہ جملے یعنی ''ما انا علیہ الیوم واصحابی'' الحاق و تدلیس نہیں ہیں کہ کسی ثقہ اور پارسا صحابی نے نیک نیتی سے صرف ترغیب دلانے کے لئے یہ جملے اپنی طرف سے بڑھا دئے ہوں یا کسی محدث نے حدیث کی تفسیر کے طور پر بیان کئے ہوں اور لفظ تفسیر حذف کر دیا ہو۔

چنانچہ جن حدیثوں کے آخر میں الجماعۃ کا لفظ ہے وہ حدیث کا حصہ نہیں ہے بلکہ اس کا دم چھلہ ہے اس کے دم چھلہ ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ شاہ ولی اللہ دہلوی شرح مشکوۃ ''فارسی'' میں لکھتے ہیں کہ لقب اہلسنت والجماعت حادث یعنی نیا ہے۔

علامہ سیوطی معاویہ کے حالات میں لکھتے ہیں: سب سے پہلے ۴۱ ھ میں حضرت امام حسن علیہ السلام سے صلح کے بعد معاویہ نے اس سال کا نام عام الجماعۃ رکھا ہے۔(۲)

ملا علی قادری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں:

ابوالحسن اشعری کے ترتیب دادہ اصول و فروع پر علماء چلتے رہے یہاں تک کہ اس مذہب کا نام اہل السنّت والجماعت پڑ گیا الجماعت معاویہ سے لیا گیا اور سنت سنت شیخین سے یہی مضمون ابو حاتم رازی کی کتاب الزینہ اور شرح عقائد نسفی میں بھی موجود ہے۔(۳)

شرح عقائد میں ہے:

---

۱. علامہ شبلی نعمانی، سیرۃ النعمان مطبوعہ دہلی، ص ۸۳
۲. علامہ سیوطی، تاریخ الخلفاء، ص ۱۳۲
۳. ملا علی قادری شرح فقہ اکبر، ص ۶۴ مطبوعہ مصر

آپ لوگوں نے حدیث ''رسول نحن معاشر الانبیاء لا نورث'' نہیں سنی تو بہت سے صحابہ نے اور خود حضرت علی علیہ السلام نے شہادت دی کہ سنی ہے۔

قارئین محترم: میں کہتا ہوں کہ یہ دعویٰ بھی ان لوگوں کا غلط ہے، اس لئے کہ جس وقت حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام نے ابوبکر کے دربار میں فدک کا دعویٰ کیا سوا جناب ابوبکر کے کسی نے اس حدیث کے سماع کی گواہی نہ دی۔ چنانچہ علامہ سیوطی لکھتے ہیں: وفات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد لوگوں میں میراث رسول کے متعلق اختلاف ہوا تو اس کی بابت لوگوں نے صحابہ کے پاس کچھ نہ پایا، مگر ابوبکر نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: نحن معاشر الانبیاء لا نورث.... (۱)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اس حدیث کے راوی تنہا ابوبکر ہیں، اسی بناء پر بہت سے علمائے اہل سنت نے اس کے خبر واحد ہونے کا اعتراف کیا ہے نیز اگر حضرت علی علیہ السلام کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہوتی تو دربار ابوبکر میں جب حضرت فاطمہ علیہا السلام نے فدک کا دعویٰ کیا اور بات اس حد تک پہنچی کہ حضرت فاطمہ زہرا ابوبکر سے غضبناک ہوئیں اور انتقال کے وقت وصیت فرمائی کہ ابوبکر ان کے جنازے میں شرکت نہ کریں حضرت علی علیہ السلام یقیناً اپنے علم کو ظاہر فرما کر ابوبکر کی تائید فرماتے جبکہ حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کی تائید فرماتے رہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ بخاری والی حدیث بہت بعد میں وضع کی گئی ہے۔

بخاری کے محشی سندی صاحب بخاری کے حاشیہ پر لکھتے ہیں: ابوبکر سے اگر حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام غضبناک ہوئیں تو اس کی حیثیت ویسی ہی تھی جیسے ایک مرتبہ حضرت علی علیہ السلام سے ناراض ہوئی تھیں۔

چنانچہ حضرت علی علیہ السلام بھی ان سے رنجیدہ ہو کر مسجد رسول میں جا کر سو رہے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہوا تو تشریف لے گئے، اور دیکھا کہ حضرت علی علیہ السلام مسجد میں ننگے بدن سو رہے ہیں اور جسم اقدس پر مٹی لگی ہوئی ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہیں بیٹھ گئے اور حضرت علی علیہ السلام کے جسم سے مٹی جھاڑنے لگے اور فرماتے جاتے تھے۔ ''یا اباتراب قم یا اباتراب'' اے ابوتراب اٹھو، اے ابوتراب اٹھو۔

قارئین محترم: میں کہتا ہوں کہ حدیث بھی میاں جناب ابوبکر نے اسی موقع کے دکھانے کے لئے وضع کی ہے کہ جناب ابوبکر سے حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کی ناراضگی ویسی ہی تھی جیسی رنجش خود علی، فاطمہ زہرا کے درمیان بھی کبھی ہو جایا کرتی تھی، ورنہ حضرت علی کے خطاب ابوتراب پانے کی وجہ جو حضرت ابن عباس سے منقول ہے: خدا فرماتا ہے: ﴿...وَيَقُولُ الْكَافِرُ يَا لَيْتَنِي كُنتُ تُرَابًا﴾۔ (۲)

۱. تاریخ الخلفاء ص ۵۰

۲. سورہ نباء آیت ۴۰

اور کافر کہے گا کہ اے کاش میں مٹی ہوتا، کی تفسیر میں کسی نے ان سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو ابوتراب کا خطاب کیونکر دیا تو حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس لئے کہ وہ صاحب زمین ہیں اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد زمین پر بسنے والوں کے لئے حجت ہیں اور انھیں کی وجہ سے زمین قائم و آباد ہے اور ہم نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے روز کافر جب علی علیہ السلام کے دوستوں کا مرتبہ دیکھے گا، اور خدا نے جو نعمتیں ان کے لئے فراہم کی ہیں ان پر نگاہ کرے گا تو کہے گا (یالیتنی کنت ترابا) یعنی کاش میں ابوتراب کا شیعہ ہوتا۔(۱)

اور اگر اس حدیث کو صحیح بھی فرض کر لیا جائے جب بھی سندی صاحب کے لئے مفید نہیں ہے، کیونکہ حدیث یہ بتا رہی ہے کہ اس موقع پر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ میں حضرت علی علیہ السلام کی رضامندی زیادہ اہمیت رکھتی تھی اسی لئے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود حضرت علی علیہ السلام کو منانے کے لئے تشریف لے گئے اور بجائے اس کے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی علیہ السلام سے یہ فرماتے: فاطمة بضعة منی من اغضبها فقد اغضبنی. آپ نے پیار و محبت سے حضرت علی علیہ السلام کے جسم کی مٹی جھاڑی اور ابوتراب جیسے پیارے خطاب سے سرفراز فرمایا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ مال ملال محبت تھا، غضب خدا و رسول کا سبب نہ تھا۔

بعض علمائے اہل سنت کہتے ہیں: جناب ابوبکر نے حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے معافی مانگ لی تھی اور حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا نے معاف بھی کر دیا تھا جس کے ثبوت میں وہ لوگ چند روایتیں بھی پیش کرتے ہیں۔

جس کا پورا بیان مع جواب کے قوم حضرت عیسیٰ کے سواد اعظم کے زیر عنوان گزر چکا، وہاں دیکھئے اس کا خلاصہ یہ ہے: بخاری اور مسلم کی حدیثیں بصراحت بتاتی ہیں کہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا جناب ابوبکر سے غضبناک رہیں، یہاں تک کہ اسی عالم میں انتقال فرمایا: حضرت علی علیہ السلام نے حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو رات ہی میں نماز پڑھ کر دفن کر دیا اور جناب ابوبکر کو جنازہ میں شرکت کی بھی اجازت نہ دی جس سے ثابت ہوتا ہے کہ معافی والی حدیثیں جناب ابوبکر کی صفائی میں بنائی گئی ہیں۔

اس کا دوسرا ثبوت یہ ہے کہ بہت سے محدثین و مورخین اہل سنت نے لکھا ہے: جب تک حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا زندہ ہیں حضرت علی علیہ السلام نے ابوبکر کی بیعت نہ کی۔ پس اگر حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے ابوبکر کو معاف کر دیا ہوتا تو حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو ابوبکر کی بیعت سے کیوں تکلف ہوتا، جس سے ثابت ہوتا

---

۱. تفسیر عمدہ البیان و تفسیر ابوالفتوح رازی

ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ابوبکر سے راضی نہیں ہوئیں۔اس مقام پر ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اہل سنت حضرات کہتے ہیں کہ ابوبکر کی بیان کی ہوئی حدیث (نحن معاشر الانبیاء لا نورث) ممکن ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے نہ سنی ہو۔

تو سوال یہ ہے کہ کیا ابوبکر کی خلافت کے نصوص جو علمائے اہل سنت پیش کرتے ہیں جن میں سے چند حدیثیں پہلے نقل کی گئی، حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے یہ حدیثیں بھی نہیں سنی تھیں اور کیا ابوبکر کی امامت نماز اوران کے فضائل سے بھی بے خبر تھیں اور کیا حدیث اقتدوا بالذین بعدی ابی بکر وعمر بھی نہیں سنی تھی اور کیا اجماع مسلمین اور حدیث لا تجتمع امتی علی ضلال سے بھی بے خبر تھیں پس مسئلہ فدک سے قطع نظر حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے ابوبکر کی خلافت کو کیوں تسلیم نہیں کیا اور کیوں حضرت علی علیہ السلام کو اپنی زندگی بھر بیعت نہیں کرنے دی اور جبکہ انھوں نے ابوبکر کی بیعت نہ کی اوران سے غضبناک ہوئیں تو پروردگار عالم نے حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو کیوں آیت تطہیر میں داخل کیا اور کیوں آیت مودت نازل فرماکر مسلمانوں پر ان کی محبت واجب کی اور کیوں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو سیدہ نساء عالمین اور سیدہ نساء اہل الجنۃ کا خطاب دیا گیا، خدا اور اس کے رسول کو ان باتوں کی خبر نہ تھی۔

پس ثابت ہوا کہ ابوبکر کی خلافت وفضیلت کے سارے دعوے حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی نگاہ میں فرضی اور بنائے ہوئے تھے ورنہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کبھی ابوبکر سے ناراض نہ ہوتیں۔

پس حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے جناب ابوبکر سے غضبناک ہوکر حق وباطل کا فیصلہ کردیا اور دنیا پر واضح کردیا کہ دیکھو میں فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ہوں جو بسند آیت تطہیر معصومہ اور بسند آیت مباہلہ صدیقہ اور ''سیدۃ النساء اہل الجنۃ'' اور سیدہ النساء العالمین ہے۔

میرا غضب خدا اور اس کے رسول کا غضب اور میری رضا خدا اور اس کے رسول کی رضا ہے اور میں ابوبکر سے غضبناک ہوں اور غضبناک دنیا سے اٹھ رہی ہوں۔

یہاں تک کے اپنے جنازے کی شرکت سے بھی ان کو روک دیا ہے اگر ابوبکر کی خلافت وفضائل کی کوئی حقیقت ہوتی تو حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ان سے غضبناک نہ ہوتیں۔

ساتواں اختلاف

مانعین زکوۃ سے جنگ

ساتواں اختلاف: **فی قتال مانع الزکوۃ، فقال قوم لانقاتلهم وجهدابو بکر فی قتالهم .**

مانعین زکوۃ سے جنگ کرنے کے بارے میں واقع ہواایک قوم نے کہا کہ ہم ان سے جنگ نہ کریں گےلیکن ابوبکر نے ان سے لڑنے کے لئے ایڑی چوٹی کازور لگادیا۔

اصحاب ردہ: اصحاب ردہ کے متعلق سرکاروالدی العلام طاب ثراہ نے جو تحقیقی مضمون تفسیر انوار القرآن کے حاشیہ پر تحریر فرمایا ہے، اس مقام پر اس کانقل کرنامیں زیادہ مناسب سمجھتاہوں۔(۱)

میرا گمان ہے کہ بے گناہ مسلمانوں کی صحیح حالت سے مسلمان بے خبر ہوں گے جو بے سبب مرتد قرار دے کرتباہ برباد کئے گئےاور آج بھی وہ اصحاب ردہ کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔

لہذا مناسب ہے کہ مختصر لفظوں میں ان کے حالات لکھے جائیں تاکہ انصاف پسند لوگ انصاف کرسکیں: علامہ اعثم کوفی کی مفصل تحریر کا خلاصہ یہ ہے: زید بن لبید نے جناب ابوبکر کے حکم سے قبل حضرموت اور کندہ اور نبوھند اور نبوحجر اور نبوتمیم اور دوسرے قبائل سے زکوۃ طلب کی سردار قبیلہ کندہ اشعث نے کہا کہ ہم اس وقت تک خدااوراس کے رسول کے حکم کے تابع تھے جب تک حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تفسیر انوار القرآن ج ۲، ص ۴۸

ہم میں موجود تھے، اب ان کے انتقال کے بعد اگر کوئی ان کے اہل بیت میں سے ان کی جگہ پر مقرر ہوتو ہم اس کی اطاعت کریں گے ابوقحافہ کے بیٹے (ابوبکر) کی حکومت کیسی اور ہم پر اس کا کیا حق ہے۔

اور نبوزہدنے کہا کہ ایسے شخص کی اطاعت کیوں چاہتے ہو جس کی اطاعت کے لئے رسول نے کسی کو کوئی حکم نہیں دیا، زید ابن لبید نے کہا: سچ ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوبکر کی اطاعت کا کسی کو حکم نہیں دیا لیکن مسلمانوں نے اتفاق کر کے ان کو خلیفہ بنالیا، انھوں نے جواب دیا کہ اگر ان کو اجتہاد کا حق حاصل تھا تو اہل بیت کو کیوں چھوڑ دیا، یہ حق انھیں کے لئے سزاوار تھا۔

جیسا کہ خداوند عالم فرماتا ہے:

... وَأُوْلُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللهِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ .... (۱)

صاحبان قرابت میں سے رسول کی جانشینی کے لئے بعض (علی) زیادہ حقدار ہیں، بعض سے۔ کتاب خدا میں نسبت مومنین (انصار) ومہاجرین (قریش) کے۔ خدا کی قسم مہاجرین وانصار نے حسد کیا اور حقدار سے حق چھین لیا۔

ہمیں پورا یقین ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اہل بیت میں سے جب تک کسی کو امت کا پیشوا مقرر نہیں کیا انتقال نہیں کیا۔ تاریخ اعثم کوفی کے اعتبار کے لئے اتنا کافی ہے کہ مجدد اہلسنت صاحب روضۃ الاحباب نے روضۃ الاحباب میں اور محدث موفق ابن احمد خوارزمی نے مناقب فصل ثانی میں ان کی تاریخ سے مضامین لئے ہیں۔ (۲)

نبوتمیم کے سردار مالک ابن نویرہ نے جو زکوۃ وصولی تھی اپنی قوم کو واپس دے دی اور یہ اشعار پڑھے

فقلت خذوا اموالکم غیر خائف — ولا ناظرنی مایجئی من الغد

فان قام بالدین المحقق قائم — اطعنا وقلنا الدین دین محمد

میں نے ان لوگوں سے کہا کہ اپنا مال لے لو اور اس سے نہ ڈرو کہ کل کیا ہوگا۔ پس اگر اس سچے دین کا کوئی صحیح پیشوا کھڑا ہوگا تو ہم اس کی اطاعت کریں گے اور کہیں گے بیشک اس کا دین دین محمد ہے۔ (۳)

---

۱. سورہ احزاب آیت ۶

۲. روضۃ الاحباب ج ۳، ص ۵۴؛ مناقب فصل ثانی، محدث موفق ابن احمد خوارزمی

۳. مدارج النبوۃ ذکر اصحاب ردہ

اور کہا: ہم لوگ زکوۃ کے واجب ہونے کے قائل ہیں، لیکن ابوبکر کو زکوۃ نہ دیں گے۔

کیونکہ خداوند عالم فرماتا ہے:

خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَهُمْ وَاللهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ. (۱)

اے رسول ان لوگوں کے مال کا صدقہ لے کر ان کو پاک کردو، اور ان کے لئے طلب رحمت کرو، کیونکہ تمہاری دعا ان کے سکون اور تسلی کا سبب ہے۔

مالک بن نویرہ اور ان کے قبیلہ والے مرتد نہیں ہوئے تھے، بلکہ اقرار کیا کہ ہم لوگ مسلمان ہیں اور اپنا دین و مذہب نہیں بدلا ہے۔ (۲)

ان لوگوں کے مسلمان ہونے اور نماز پڑھنے کی گواہی جناب عمر اور ان کے بیٹے عبداللہ اور ابو قتادہ صحابی رسول نے بھی دی۔ (۳)

جناب ابوبکر نے جب ان لوگوں سے لڑنے کا ارادہ کیا تو جناب عمر نے کہا کہ یہ لوگ مسلمان ہیں اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص لا الہ الا اللہ کہے اس کی جان محفوظ ہے۔ اور اس کے گناہوں کی سزا خدا پر ہے، تم ان سے کیونکر لڑ سکتے ہو۔ (۴) ان لوگوں سے لڑنے کو حضرت امیر المومنین علیہ السلام اور جناب عمر اور جناب عثمان اور ابوعبیدہ جراح اور سعد بن ابی وقاص اور کل مہاجرین و انصار نے ابوبکر کو منع کیا، لیکن وہ نہ مانے۔ (۵)

علامہ سیوطی لکھتے ہیں: تکلم الملائکة علی لسان عمر. (۶)

عمر کی زبان پر فرشتے بولتے ہیں نیز لکھتے ہیں: خدا نے حق کو ان کی زبان و دل پر جاری کیا ہے۔ (۷)

لہٰذا جناب عمر نے جوان قبائل کے مسلمان ہونے اور نماز پڑھنے کی گواہی دی، یہ ملائکہ کی گواہی اور الہام خداوندی تھا۔ ایک شخص نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذرا خدا سے

---

۱. سورہ توبہ آیت ۱۰۳؛ تفسیر کبیر ج ۴، ص ۴۹۶؛ وقسطلانی شرح بخاری ج ۳، ص ۶

۲. طبری ج ۲، ذکر جنگ و تفسیر کبیر وغیرہ

۳. تاریخ طبری ج ۲؛ کنز العمال؛ تاریخ ابن خلکان

۴. بخاری کتاب استتابۃ مرتدین باب قتل من ابی ج ۴، ص ۱۳۱ چھاپہ مصر

۵. کنز العمال ج ۳، ص ۱۴۲؛ شرح ابن ابی الحدید و کامل و طبری وغیرہ

۶. تاریخ الخلفاء ص ۸۱

۷. تاریخ الخلفاء ص ۸۰

ڈر ہیئے یہ سن کر خالد نے اس کو قتل کرنا چاہا، تو آپ نے روکا اور فرمایا کہ چھوڑ دو شاید نماز پڑھتا ہو۔

خالد نے کہا: بہت سے نمازی باطن سے مسلمان نہیں ہوتے، آنحضرت نے فرمایا کہ ہم کو کسی کے قلب میں سوراخ کرنے اور پیٹ چاک کرنے کا حکم نہیں ہے۔(۱)

بخاری کے محشی لکھتے ہیں: باوجود اس کلمہ بے ادبی کے جس میں آنحضرت پر تعریض تھی اور اذیت کا سبب تھا، آپ نے اس کی جان کی حفاظت میں اس کے ظاہری اسلام کو کافی سمجھا۔ لیکن افسوس ہے کہ صرف بیعت نہ کرنے کے غصہ میں اور مال زکوۃ کے لالچ میں جناب ابوبکر نے مسلمانوں اور نمازیوں کو قتل وتباہ و برباد کیا۔ امام اہل سنت ابن ایثر لکھتے ہیں: قریش کے علاوہ قبیلہ ثقیف اور عرب کے کل قبائل عام طور پر مرتد ہو گئے تھے، یعنی اسلام سے نکل گئے تھے، بعض قبیلوں کے کل آدمی اور بعض کے کچھ لوگ۔(۲)

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: بدترین قبائل عرب نبوامیہ اور نبوحنیف اور ثقیف ہیں۔ اور فرمایا کہ ثقیف بڑے جھوٹے اور خونخوار ہیں۔(۳)

نتیجہ یہ نکلا کہ بنوثقیف جو ابن ایثر کے نزدیک مسلمان اور حق پر تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک بدترین قبائل عرب اور جھوٹے اور خونخوار تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ، جہنیہ، مزنیہ، اسلم، اشجع، غفار، میرے دوست ہیں، ان کے اور خدا کے علاوہ ہمارا کوئی دوست نہیں ہے۔(۴)

ابن ایثر لکھتے ہیں: حضرت علی علیہ السلام کے دوست اور طرفدار جو اہل ردہ کہے جاتے ہیں "علاوہ مذکوہ بالا قبائل کے" نبواسد، غطفان، نبوتمیم، بنوعام، ہوازن، نبوسلیم بھی تھے۔(۵)

علامہ زمخشری الکشاف میں اور قاضی بیضاوی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں: اطراف مدینہ کے منافق قبائل پانچ تھے: جہنیہ، مزنیہ، اسلم، اشجع اور غفار۔ نتیجہ یہ نکلا کہ، جہنیہ، مزنیہ، اسلم، اشجع، غفار، جو رسول اللہ اور حضرت علی کے دوست، طرفدار، مسلمان اور نمازی تھے، وہ زمخشری و قاضی بیضاوی کے نزدیک منافق تھے، اور ان کو صرف اس جرم میں کہ انھوں نے ابوبکر کی بیعت سے انکار کیا اور ان کو زکوۃ نہ دی اور کہا کہ اگر اہل بیت میں سے کوئی خلیفہ ہو تو ہم اس کو زکوۃ دیں گے، ابوبکر کون ہوتے ہیں، انھیں مرتد اور کافر قرار دے کر قتل کیا گیا اور آج تک وہ لوگ تاریخوں میں مرتد اور خارج از اسلام لکھے جاتے ہیں۔

---

۱. بخاری ج ۳، کتاب الغزوات باب البعث علی وخالد الی الیمن
۲. تاریخ کامل ابن اثیر ذکر اخبار ردہ ج ۲، ص ۱۳۰
۳. جامع ترمذی باب مناقب
۴. بخاری کتاب مناقب باب ذکر اسلم وغفار
۵. تاریخ کامل ج ۲، ذکر اہل ردہ ص ۱۳۱

میں کہتا ہوں کہ علامہ سیوطی تاریخ الخلفاء میں لکھتے ہیں: جناب ابوبکر اعلم الصحابہ تھے، یعنی صحابہ کرام میں آپ مجتہد اعلم تھے اور نووی نے آپ کے اعلم الصحابہ ہونے کی دلیل یہ دی ہے کہ آپ نے اصحاب ردہ کے متعلق فرمایا کہ بخدا جس نے نماز اور زکوۃ میں فرق کیا میں اس سے ضرور لڑوں گا۔

بخدا اگر انھوں نے ایک اونٹ باندھنے کی رسی بھی جو وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کو دیا کرتے تھے، مجھ سے روک لی تو اس حقیر چیز کے لئے بھی میں ان سے لڑوں گا۔ بخاری و مسلم اور شیخ ابواسحاق وغیرہ نے اپنی کتابوں میں ابوبکر کے اعلم الصحابہ ہونے کی دلیل یہ دی ہے کہ ابوبکر کے علاوہ کل صحابہ اس مسئلہ میں کہ ابوبکر زکوۃ نہ دینے والوں کو قتل کیا جائے یا نہیں متردد تھے، اور ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا، لیکن ابوبکر نے ان لوگوں کو سمجھا دیا کہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں بالکل ٹھیک کر رہے ہیں۔ (۱)

اس تحریر سے معلوم ہوا کہ کل صحابہ اصحاب ردہ سے لڑنے اور ان کو قتل کرنے کے مخالف تھے، وہ کہتے تھے کہ وہ لوگ مسلمان ہیں نماز پڑھتے ہیں زکوۃ کے منکر نہیں ہیں، بلکہ ابوبکر کو زکوۃ دینا نہیں چاہتے، کیونکہ وہ لوگ ان کی خلافت کو باطل سمجھتے ہیں، لہٰذا یہ کوئی ایسا جرم نہیں ہے جس کے لئے ہزاروں مسلمانوں کا خون پانی کی طرح بہا دیا جائے، یہاں تک کہ خود جناب عمر نے بھی روکا، لیکن ابوبکر نے کسی ایک کی نہ سنی۔ "لاتقربو الصلوۃ" کو پکڑ لیا اور انتم سکاریٰ کو چھوڑ دیا، اصحاب ردہ کہتے تھے کہ ہم ابوبکر کو زکوۃ نہ دیں گے، انھوں نے (ابوبکر) کی لفظ چھوڑ دی اور زکوۃ نہ دیں گے کو پکڑ لیا اور ان بے گناہوں پر ارتداد کا الزام لگا کر وہ کیا جو کافر کے ساتھ بھی روا نہیں۔ یہ تھا اجتہاد صدیقی پھر بتائیے اس سے بڑھ کر اعلم الصحابہ اور مجتہد اعظم ہونے کی کیا دلیل ہو سکتی ہے اور اتنے دقیق مسائل علمیہ کو کون حل کر سکتا تھا (سبحان اللہ)

علامہ سیوطی اور امام نووی کے اعلم المحدثین ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ان لوگوں نے اصحاب ردہ سے جنگ کے متعلق اصحاب رسول کی مخالفت کو ان کی جہالت و نادانی پر حمل کیا اور جناب ابوبکر کی ضد اور ہٹ دھرمی کو ان کے اعلم الصحابہ ہونے کی دلیل قرار دی اور ان کے ظلم و گناہ کو بہترین خدمت اسلام بنا دیا۔

اصحاب ردہ کے ساتھ کیا کیا گیا

جناب ابوبکر نے زیاد بن لبید کو چار ہزار سواروں کے ساتھ بنو ہند اور قبیلہ حجر اور دیگر قبائل کی مقابلہ کے لئے بھیجا اس نے ان کے مردوں کو قتل کیا اور عورتوں اور بچوں کو قید کیا، ان کا مال و اسباب لوٹ کر تین

---

۱. تاریخ الخلفاء ص ۲۸

سو اونٹوں پر بار کر کے خلیفہ اول کے پاس بھیج دیا وہ ان فتوحات پر بہت خوش ہوئے اور خالد بن ولید کو بنو عامر و بنو ہوازن و بنو سلیم و بنو اسد اور بنو غطفان اور بنو طی اور بنو کندہ کے مقابلہ کو بھیجا، خالد نے پہلے چھ قبائل پر حملہ کیا کچھ لوگوں کو قتل کیا کچھ لوگوں کو زندہ آگ میں جھونک دیا کچھ کے ناک اور کان کاٹے کچھ کو پتھروں سے کچلا اور پہاڑوں سے نیچے گرادیا، کچھ لوگوں کو سر کے بل کنوؤں میں ڈال دیا۔(۱)

خالد نے ان کا مال لوٹا اور ان کی عورتوں پر بغیر نکاح کے تصرف کیا۔(۲)

پھر بنو تمیم کی طرف بڑھا، ان لوگوں نے کہا کہ ہم لوگ مسلمان ہیں کلمہ شہادتین پڑھتے ہیں عبداللہ بن عمر اور ابو قتادہ اور بہت سے فوجیوں نے کہا کہ یہ لوگ مسلمان ہیں۔ ہم نے خود ان کی اذان کی آواز سنی ہے، اور نماز پڑھتے دیکھا ہے، تم کو خدا کی قسم ہے، ان لوگوں کو قتل نہ کرو، مالک بن نویرہ سردار قبیلہ نے کہا کہ ہم لوگوں کو زندہ ابوبکر کے پاس بھیج دو۔ لیکن خالد نے ایک کی بات نہ سنی اور ان سب کو قتل کردیا، اور ان کے سروں کا چولھا بنا کر اس پر کھانا پکایا، پھر خالد نے اسی شب میں مالک بن نویرہ کی زوجہ سے جو بہت خوبصورت تھی زنا کیا۔(۳)

جناب ابوبکر نے خالد کو لکھا تھا کہ جب ان لوگوں پر فتح پانا تو خبردار کسی کو زندہ نہ چھوڑنا، ان کے زخمیوں اور قیدیوں کو بھی قتل کرنا، اور بھاگنے والوں کا پیچھا کرنا۔ قتل عام کرنا، اور ان کو آگ میں جلادینا خبردار میرے حکم کے خلاف نہ کرنا۔(۴)

حضرت علی علیہ السلام نے جنگ صفین و جمل میں اپنی فوج کو حکم دیا تھا کہ دیکھو خبردار جنگ میں پہل نہ کرنا بھاگنے والوں کا پیچھا نہ کرنا، زخمیوں کو قتل نہ کرنا کسی کا مال نہ لوٹنا کسی کے گھر میں نہ گھسنا، جو جنگ میں شریک نہ ہوا سے قتل نہ کرنا، قیدیوں کو قتل نہ کرنا مریضوں کو آزار نہ پہچانا، عورتوں اور بچوں کو قتل نہ کرنا عورتوں کی آبروریزی نہ کرنا۔(۵)

حالانکہ جمل اور صفین والے بحکم خدا و رسول واجب القتل اور خارج از اسلام تھے۔(۶)

---

۱. تاریخ کامل ابن اثیر ج ۲، ص ۱۳۳، ذکر ردہ عامر و ہوازن ۲. فتح المبین رد مذہب مقلدین ص ۲۳۶

۳. تاریخ ابن خلکان ذکر وشمیہ و اصحابہ ذکر مالک و ابوالفداء ذکر خلافت ابوبکر و سیرت حلبیہ و تاریخ خمیس و صواعق محرقہ و تاریخ طبری ج ۵، ؛ و کنز العمال کتاب الامامۃ ذکر خلافت ابوبکر ج ۳، ص ۱۳۲

۴. تاریخ خمیس دیار بکری

۵. استیعاب ج ۱، ص ۶۷؛ ذکر بسر بن ارطاۃ؛ تاریخ طبری ج ۴، ص ۵۶۵؛ عقد الفرید ج ۳، ص ۱۰۴؛ ذکر جنگ جمل۔

۶. حاشیہ انوار القرآن ج ۴، از ص ۴۸ تا ص ۵۶

آٹھواں اختلاف

جناب ابوبکر کا عمر بن خطاب کو اپنی وفات کے وقت بااختیار خلیفہ بنانا

فی تنصیص ابی بکر علی عمر بالخلافة وقت الوفات فمن الناس من قال ولیت علینا فظاغلیظا. پھر کچھ آگے بڑھ کر لکھتے ہیں:

دفع فی زمانهم اختلافات کثیرة لعدم اطلاعهم علی النصوص علیها فی مسائل میراث الاخوة والجدة لام وغیر ذالک مشهورة

آٹھواں اختلاف اس وقت پیدا ہوا جب ابوبکر نے اپنی وفات کے وقت عمر کو بااختیار خود خلیفہ بنانا چاہا تو کسی نے کہا کہ ہم پر تم نے ایک سخت دل اور تند مزاج کو خلیفہ بنادیا۔

ان خلفاء کے زمانے میں قرآن اور احادیث رسول سے جاہل ہونے کی بنا پر بھائیوں اور کلالہ کی میراث میں اور نانی کی میراث وغیرہ میں بہت سی غلطیاں اور اختلافات پیدا ہوئے جو عام طور پر مشہور ہیں۔

وفات ابوبکر اور استخلاف عمر

جناب ابوبکر کی وفات کا وقت جب قریب آیا تو اپنے مرض الموت میں انھوں نے لوگوں سے کہا کہ دیکھو بیت المال کا کتنا پیسہ میرے ذمہ نکلتا ہے جب حساب کیا گیا تو آٹھ ہزار نکلے تو انھوں نے اپنے گھر والوں کو وصیت کی کہ میرے بعد جو خلیفہ ہوگا، اس کو اتنی رقم ادا کرنا۔

وترک الاشعری مذهبه فاشتغل هو ومن تبعه بابطال رای المعتزلة واثبات ما ورد به السنة ومضی علیه الجماعة فسموا اهل السنة والجماعة .(۱)

یعنی اشعری نے (اپنے استادوابوعلی جبائی کا) مذہب ترک کردیا وہ اوراس کے تابعین معتزلہ کے مذہب کو باطل کرنے اور مذہب سنت والجماعت کو ثابت کرنے میں مشغول ہوگئے یہاں تک کہ لوگ اہل السنۃ والجماعت کے نام سے موسوم ہوگئے۔

رومی نے شرح عقائد کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ اس مقام پر اہل سنت والجماعت سے مراد اشاعرہ ہیں اور خراسان وعراق کے علاقوں میں یہی مشہور ہے لیکن ماوراء النہر وغیرہ میں اہلسنت والجماعت ماتریدیوں کا نام ہے جو ابومنصور ماتریدی کے پیرو ہیں اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی ان لوگوں کے درمیان میں یہی طے نہیں ہے کہ اہل سنت والجماعت کس فرقہ کا نام ہے۔

ان بیانات سے معلوم ہوتا کہ ان احادیث میں الجماعۃ وغیرہ جیسے الفاظ دم چھلہ ہیں جو معاویہ کے زمانے میں بڑھائے گئے ہیں ورنہ اس سے پہلے ان کا کہیں وجود نہ تھا۔

ان کے الحاقی ہونے کا دوسرا ثبوت یہ ہے کہ مشکوۃ والی روایت میں یہ جملے نہیں ہیں اور وہ حدیث جس میں (ما انا علیه الیوم واصحابی) ہے عبداللہ بن عمر و اور انس ابن مالک سے مروی ہے اور یہ دونوں اہلبیت علیہم السلام کے مخالف تھے عبداللہ بن عمر نے حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی خلافت کے زمانے بھی ان کی بیعت نہیں کی حالانکہ حضرت علی علیہ السلام کے بعد جب یزید کا زمانہ آیا تو اس کی بیعت کی اور یزید کے بعد عبدالملک کی بھی بیعت کی۔(۲)

اور انس ابن مالک کے مخالف اہلبیت علیہم السلام ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی علیہ السلام نے اپنی خلافت کے زمانے میں کوفہ کے میدان رحبہ میں لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا: میں تم لوگوں کو قسم دیتا ہوں کہ ہر وہ مسلمان جس نے غدیر خم کے میدان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان سنا ہو وہ کھڑا ہو جائے اور جو کچھ اس نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے اس کی گواہی دے لیکن وہی کھڑا ہو جس نے غدیر خم میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو اور ان کا فرمان کو اپنے کانوں سے سنا ہو چنانچہ تیس صحابی

---

۱. شرح عقائد نسفی، ص ۶
۲. صحیح بخاری، ج ۴، ص ۱۵۳، ص ۱۶۳

اس کے بعد جناب عثمان کو بلوایا۔

فقال: اکتب عهد فکتب عثمان واملی علیه،بسم الله الرحمن الرحیم، هذا ما عهد به ابو بکر بن قحافه آخر عهده فی الدنیا واول عهده بالآخرة داخلا فیها:انی استخلفت علیکم عمر بن الخطاب، فان تروه عدل فیکم، فذالک ظنی به و رجائی فیه، وان بدل و غیر فالخیر ردت، و لااعلم الغیب، و سیعلم الذِین ظلموا ای منقلب ینقلِبون ثم ختم الکتاب. (۱)

ابوبکر نے کہا میرا وصیت نامہ لکھو تو انھوں نے ان کی طرف سے لکھ دیا: بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ عہد نامہ ہے ابوبکر بن قحافہ کا جو انھوں نے اپنے آخری وقت میں جب دنیا کو چھوڑ کر آخرت کا سفر کر رہے تھے، لکھا میں نے تم لوگوں میں عمر بن خطاب کو خلیفہ بنایا۔ پس اگر دیکھو کہ انھوں نے عدل وانصاف کیا تو میرا گمان بھی ان کی طرف سے یہی ہے اور ان سے یہی امید رکھتا ہوں اور اگر انھوں نے اپنا طریقہ بدل دیا، اور برا راستہ اختیار کیا تو ہم نے نیکی ہی کا ارادہ کیا ہے اور میں علم غیب نہیں رکھتا، اور ظلم کرنے والوں کو عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ ان کا انجام کیا ہوگا پھر عہد نامہ ختم کر کے اس پر مہر لگادی یہ مضمون جناب عثمان نے اپنے دل سے لکھ دیا۔

علامہ طبری نے اس اجمال کی تفصیل یہ لکھی ہے۔

عن ابراهیم بن الحارث قال دعا ابوبکر عثمان خالیا فقال له اکتب بسم الله الرحمن الرحیم☆ هذاعهدابوبکر بن قحافة الی المسلمین امابعد قال ثم اغمیٰ علیه فذهب عنه فکتب عثمان امابعد فانی قداستخلفت علیکم عمر بن الخطاب و له اجدلکم الاخیرا منه ثم افاق ابوبکر فقال اقرء علی فقراعلیه.

ابراہیم بن حارث نے بیان کیا کہ ابوبکر نے عثمان کو تنہا بلایا اور ان سے کہا لکھو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ عہد نامہ ہے ابوبکر کا مسلمانوں کی طرف امابعد: راوی کہتا ہے کہ اتنا بتا کر ان پر غشی طاری ہوگئی، تو جناب عثمان نے اپنی طرف سے لکھ دیا کہ میں نے تم پر عمر بن

---

۱. الامامة والسیاسة لابن قتیبه، تحقیق علی شبیری ج۱ص ۳۷، بیروت دار الاضواء طبع اول ۱۴۱۰ھ

خطاب کو خلیفہ بنایا اور ان سے بہتر میں نے تمہارے لئے کسی کو نہ پایا، پھر ابوبکر کو ہوش آ گیا اور کہا کہ پڑھو تو انھوں نے پڑھ کر سنا دیا یہی مضمون ازالۃ الخفا اردو حصہ دوم میں بھی ہے۔

عن ابی السفر قال اشرف ابوبکر علی الناس من کنفه واسماء بنت عمیس ممسکته موشومة الیدین وھویقول اترضون بمن استخلف علیکم . اس کے بعد کہا: انی قداستحلف عمر بن الخطاب فاسمعو ا له واطیعو افقالو اسمعنا والاطعنا.

ابوسفر نے کہا کہ ایک روز جناب ابوبکر نے کینف سے جھانکا اسماء بنت عمیس ان کو پکڑے ہوئے تھیں، ان کے دونوں ہاتھوں پر گودنے کا نشان تھا، اور ابوبکر کہہ رہے تھے کہ جس کو میں خلیفہ بنادوں کیا تم لوگ اس کو قبول کرو گے۔ پھر کہا: میں نے عمر بن خطاب کو خلیفہ بنایا تم لوگ ان کا حکم مانو اور ان کی اطاعت کرو، پس لوگوں نے سنا اور کہا کہ: ہم نے اطاعت کی۔

عن اسماعیل ابن قیس قال رایت عمر ابن خطاب وھو یجلس والناس معه وبیده جویدة وھو یقول ایھاالناس اسمعوا واطیعوا قول خلیفة رسول الله وقال ومعه مولی ابی بکر یقال له شدید معه الصحیفة التی فیھا استخلاف عمر .

اسماعیل ابن قیس نے کہا کہ میں نے عمر کو دیکھا کہ وہ بیٹھے تھے اور ان کے ساتھ کچھ لوگ تھے اور ان کے ہاتھ میں ڈنڈا تھا اور کہہ رہے تھے کہ لوگو! ابوبکر کا حکم مانو اور خلیفہ رسول کی اطاعت کرو۔

راوی نے کہا کہ عمر کے ساتھ ابوبکر کا غلام بھی جس کا نام شدید تھا اس کے ہاتھ میں وہ صحیفہ تھا جو عمر کی خلافت کے بارے میں لکھا گیا تھے۔(۱)

اور ابن قتیبہ نے لکھا ہے: جناب ابوبکر نے عہد نامہ لکھوانے کے بعد جناب عمر سے کہا:

خذھذالکتاب واخرج به الی الناس واخبر ھم انه عھدی وسلھم عن

---

۱. تاریخ طبری ج ۲، ص ۶۱۸ مطبوعہ مصر

سمعهم و طاعة فقال له رجل مافی الکتاب یااباحفص قال لاادری ولکن اول من سمع واطاع قال لکن والله ادری مافیه امرته عام اول وامرک العام . (۱)

یہ کتاب لواور لوگوں کے پاس جاؤاوران کوخبر دو کہ یہ میرا عہد نامہ ہےاوران سے پوچھو کہ وہ میری اطاعت کرتے ہیں یا نہیں پس جناب عمر وہ کتاب لے کر نکلے اور لوگوں کوخبر دی لوگوں نے کہا ہم کو منظور ہے اور ایک شخص نے پوچھا کہ اے ابوحفص (عمر) اس میں کیا لکھا ہے۔

انھوں نے کہا کہ میں نہیں جانتا، اس میں کیا لکھا ہے لیکن میں پہلا شخص ہوں جس نے اس کو منظور کیا ہے اور ابوبکر کی اطاعت کی ہے اس نے کہا کہ لیکن میں جانتا ہوں کہ اس میں کیا لکھا ہے، پہلے سال تم نے ان کو خلیفہ بنایا اس سال انھوں نے تم کو خلیفہ بنا دیا۔

ان روایتوں کا خلاصہ یہ ہوا کہ جناب ابوبکر نے اپنی وفات کے وقت پوشیدہ طور پر جناب عثمان کو تنہا بلوایا اور کہا کہ لکھو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یہ عہد نامہ ابوبکر کا ہے۔ مسلمانوں کی طرف اس کے بعد ان پر غشی طاری ہوگئی تو جناب عثمان نے اپنے دل سے لکھ دیا کہ میں نے عمر کو تم لوگوں پر خلیفہ بنایا جب جناب ابوبکر ہوش میں آئے تو انھوں نے اس کو پڑھوا کر سنا اور عہد نامہ کو بند کروا دیا، اس کے بعد جناب ابوبکر نے کنیف سے جھانک کر لوگوں سے پوچھا کہ اگر میں کسی کو خلیفہ بناؤں تو تم لوگ قبول کرو گے، پھر کہا کہ میں نے عمر کو تم لوگوں پر خلیفہ بنا دیا کیا تم لوگوں کو منظور ہے۔

لوگوں نے جو کنیف (چلمن) کے پیچھے کھڑے تھے کہا: ہاں! منظور ہے اس کے بعد جناب ابوبکر نے عہد نامہ بند کر کے جناب عمر کو دیا کہ لیجا کر لوگوں سے پوچھو کہ قبول کرتے ہیں یا نہیں۔

چنانچہ جناب عمر ڈنڈا لے کر ابوبکر کے غلام کے ساتھ نکلے، اور لوگوں سے کہتے پھرے کہ خلیفہ کی اطاعت کرو، جو کچھ اس سر بمہر عہد نامہ میں لکھا ہے قبول کرو۔

میں کہتا ہوں کہ جناب عمر کے استخلاف کی جملہ کاروائیاں جو تحریر کی گئیں اس امر کی دلیل ہیں کہ یہ استخلاف عام مسلمانوں کے منشاء کے خلاف صرف چند آدمیوں کی سازش کا نتیجہ تھا۔

---

۱. الامامة والسیاسة ج۱، ص۲۰

ورنہ کیا سبب تھا کہ اس عہدنامہ کے لکھنے کے لئے جناب عثمان نہایت رازدارنہ طریقے پرتنہا بلائے گئے، حالانکہ اصولاً یہ ہونا چاہئے تھا کہ جناب ابوبکر مسلمانوں کے ایک عام مجمع میں برسر منبر جاتے اور اپنے بعد کے لئے جناب عمر کی خلافت کا علان کردیتے، جس طرح حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غدیرخم کے میدان میں ایک لاکھ چوبیس ہزار مسلمانوں کے مجمع میں منبر پر جاکر حضرت علی کا ہاتھ پکڑکر بلند کیا اور ان کی خلافت کا اعلان کیا۔ پھر یہ کہ اس کام کے لئے جناب عثمان کیوں بلائے گئے اور انھوں نے جناب ابوبکر کے صرف امابعد کہنے سے کیونکر سمجھ لیا کہ جناب ابوبکر کو خلیفہ بنانا چاہتے ہیں، کہ انھوں نے اپنے دل سے وہ سب کچھ لکھ دیا جو جناب ابوبکر لکھوانا چاہتے تھے۔

یقیناً یہ بات پہلے سے طے کرلی گئی تھی کہ ابوبکر کے بعد جناب عمر خلیفہ بنائے جائیں گے اور ان کے بعد جناب عثمان ہوں گے، اسی بناپر اس عہدنامہ سے لکھنے کے لئے جناب عثمان منتخب کئے گئے۔

کہ بحثیت تیسرے امیدوار کے وہ اس امر سے اختلاف نہ کریں گے، ورنہ اگر کوئی دوسرا بلایا گیا تو نہ معلوم کیا جھگڑے کھڑے کردے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب عمر نے جو اپنے انتقال کے وقت چھ آدمیوں کے درمیان میں خلافت کو شوریٰ قرار دیا وہ ایک فرضی بات تھی ورنہ یہ امر جناب ابوبکر ہی کے زمانے میں طے ہوچکا تھا، کہ عمر کے بعد عثمان خلیفہ بنائے جائیں گے۔

تیسرا امر یہ بھی قابل غور ہے کہ ابوبکر نے کنیف (پردہ) سے جھانک کر کیوں اور کن لوگوں سے پوچھا کہ اگر میں کسی کو تم پر خلیفہ بناؤں تو قبول کروگے اور کون لوگ وہاں کنیف کے پیچھے اس پیغام کے انتظار میں کھڑے تھے، اگر پوچھنا ہی تھا تو اپنے دربار عام میں مسلمانوں کو بلاکر پوچھتے۔

تاکہ صحیح طور پر رائے عامہ کا پتہ چلتا، پھر اس کے بعد فوراً جناب ابوبکر نے یہ بھی کہہ دیا کہ میں نے عمر کو تم لوگوں پر خلیفہ بنایا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ عہدنامہ لکھوانے کے بعد کا ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک مکمل سازش کے ماتحت کچھ لوگ کنیف کے پیچھے کھڑے کردیئے گئے تھے۔

اور ان کو سمجھا دیا گیا تھا کہ جب ہم یہ سوال کریں تو تم لوگ یہ جواب دینا تاکہ مخالفت کرنے والوں کے سامنے یہ بات پیش کرجاسکے کہ جناب ابوبکر نے تنہا اپنی رائے سے جناب عمر کو خلیفہ نہیں بنایا۔

بلکہ صاحبان حل وعقد سے استصواب رائے کرنے کے بعد بنایا اور ان کو کنیف کے پیچھے اس لئے کھڑا کیا تھا کہ وہ جگہ مخالفین سے بالکل محفوظ تھی۔

اس کے بعد جناب ابوبکر نے عہدنامہ بند کرکے اپنے غلام شدید کے حوالہ کیا اور جناب عمر کو ان کے

ساتھ کیا وہ ڈنڈا لے کر مسلمانوں سے اس سر بمر عہد نامہ پر منظوری لیتے پھرے۔

اور اگر کسی نے پوچھا کہ اس میں کیا لکھا ہے تو کہہ دیا کہ مجھ کو نہیں معلوم اس میں کیا لکھا ہے، لیکن سب سے پہلے میں نے اس عہد نامہ پر خلیفہ رسول کی اطاعت کی ہے۔

سوچنے کی بات ہے کہ وہ عہد نامہ جو ایسے وقت میں لکھا گیا جبکہ جناب ابوبکر کو غش آرہے تھے، یہاں تک کہ وہ مضمون عہد نامہ بھی نہ بتا سکے، تو جناب عثمان نے اپنے دل سے لکھ دیا کہ میں نے عمر کو خلیفہ بنایا، پھر یہ کہ جناب عمر کو معلوم بھی نہ تھا کہ اس میں کیا لکھا ہے، لیکن انھوں نے سمعا وطاعة کہہ کر سب سے پہلے جناب ابوبکر کی اطاعت کا فخر حاصل کیا، حالانکہ بازار والوں نے تو کہہ بھی دیا کہ اگر تم نہیں معلوم کہ اس میں کیا لکھا ہے تو ہم کو معلوم ہے۔

پہلے سال تم نے ابوبکر کو خلیفہ بنایا تو اس سال انھوں نے تم کو خلیفہ بنا دیا لیکن حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن کے متعلق خود خداوند عالم فرماتا ہے: ہمارا رسول اپنے دل سے بنا کر کوئی بات نہیں کہتا، جب تک وحی نازل نہ ہو، جب اپنے مرض موت میں اصحاب سے دوات و قلم مانگا تا کہ ایسی تحریر لکھ دیں جس کے بعد امت کبھی گمراہ نہ ہو تو سب سے پہلے جناب عمر چیخ اٹھے اور لوگوں کو دوات قلم دینے سے روک دیا بات اصل یہ تھی کہ وہاں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی کی خلافت کے لئے تحریر لکھنا چاہتے تھے، اس لئے جناب عمر کی نگاہ میں وہ ہذیان تھا، اور یہاں خود جناب عمر کو خلافت مل رہی تھی۔

لہٰذا یہ عہد نامہ ہذیان نہ تھا، اسی بنا پر دوات قلم مانگنے کے وقت سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کرنے والے نے یہاں سب سے پہلے جناب ابوبکر کی اطاعت و فرمانبرداری کی۔

رہ گیا یہ امر کہ کیا واقعاً جناب عمر کو معلوم نہ تھا کہ جناب ابوبکر نے عہد نامہ میں کیا لکھا ہے، تو ظاہر ہے کہ یہ امر اتنا واضح اور روشن تھا کہ جناب ابوبکر کی ابتداء خلافت میں جب حضرت علی دربار میں بیعت کے لئے بلائے گئے اور جناب عمر نے کہا کہ ابوبکر کی بیعت کیجئے تو آپ نے فرمایا:

احلب حلبالک شطره وشدله الیوم یردوه علیک غدا. (۱)

اس (خلافت) کی اونٹی کی دودھ دوھ لے جس کا ایک حصہ تیرے لئے بھی ہے اور آج ابوبکر کی خلافت کو مضبوط کرلے، کل وہ تیری طرف اس کو پلٹا ہی دے گا۔

---

۱. الامامة والسیاسة ج۱ص۱۲

اور جب جناب ابوبکر نے جناب عثمان کو عہدنامہ لکھنے کے لئے بلایا تو انھوں نے بغیر بتائے ہوئے یا کہ میں نے تم لوگوں پر عمر کو خلیفہ بنایا اور جناب عمر عہدنامہ لے کر مسلمانوں سے ابوبکر کی اطاعت کا عہد لینے کے لئے نکلے تو ایک شخص نے پوچھا، اے عمر اس میں کیا لکھا ہے اور جناب عمر نے اپنی لاعلمی ظاہر کی تو اس نے کہا لیکن مجھ کو معلوم ہے اس میں کیا لکھا ہے، پہلے سال تم نے ابوبکر کو خلیفہ بنایا، اس سال انھوں نے تم کو خلیفہ بنادیا۔ پھر کیسے یقین کیا جائے کہ جناب عمر کو معلوم نہ تھا، ان کو یقیناً معلوم تھا کہ وہ عہدنامہ ان کی خلافت سے تعلق رکھتا ہے۔ پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سائل سے جناب عمر نے کیونکہ کہہ دیا کہ مجھ کو معلوم نہیں اس میں کیا لکھا ہے اگر مسلمانوں کے خلافت کے خوف سے بتانے میں مصلحت نہ تھی تو کہتے کہ خلیفہ کا حکم ہے اطاعت کرو۔ جب وقت آئے گا اس وقت بتادیا جائے گا کہ اس میں کیا لکھا ہے خلاصہ کلام یہ ہے کہ ان بیانات سے واضح ہوگیا کہ جناب ابوبکر وعمر دونوں کی خلافتیں صرف چند آدمیوں کی سازش کا نتیجہ تھیں۔ جنھوں نے باہم یہ طے کرلیا تھا کہ من ترا حاجی بگویم، تو مرا حاجی بگو، جیسا کہ سائل نے جناب عمر سے صاف صاف کہہ بھی دیا کہ پہلے سال تم نے ان کو خلیفہ بنادیا (یہ جملہ بتارہا ہے کہ جناب ابوبکر کو جناب عمر نے تنہا اپنی رائے سے خلیفہ بنادیا تھا) اور آج انھوں نے تم کو اپنا خلیفہ بنادیا۔

اس جملہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جناب عمر نے جناب ابوبکر کو اسی شرط پر خلیفہ بنایا تھا کہ وہ اپنے بعد جناب عمر کو خلیفہ بنائیں گے، یہ ہے حقیقت خلافت شیخین کی جس کو اجماع واستخلاف جیسے الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

جناب عمر کی خلافت سے مسلمانوں کی بیزاری

سیوطی لکھتے ہیں: جناب ابوبکر نے جناب عمر کو خلیفہ بنایا تو بعض صحابہ نے جناب ابوبکر سے کہا۔

ماانت قائل لربک اذاسئلک عن استخلاف عمر علینا وتری غلظته. (۱)

خدا کو کیا جواب دوگے جب وہ تم سے سوال کرے گا کہ عمر کو کیوں مسلمانوں کا خلیفہ بنایا حالانکہ تم ان کی سختیوں کو دیکھ رہے ہو۔

ابن قتیبہ نے لکھا ہے:

---

۱. تاریخ الخلفاء ص ۵۶

دخل علیه المهاجرون و النصار حین بلغهم ا نه استخلف عمر، فقالوا اتراک استخلفت علینا عمر، و قد عر فته، و علمت بوقعه فینا وا نت بین اظهرنا، فیکف اذا ولیت علینا، وا نت لاق الله عز وجل فسئلک، فماانت قائل. . (۱)

مہاجرین وانصار کو جب خبر ہوئی کہ ابوبکر نے عمر کو خلیفہ بنا دیا تو وہ سب جناب ابوبکر کے پاس آئے اور کہا کہ ہم لوگ دیکھ رہے ہیں کہ تم نے عمر کو ہم لوگوں پر خلیفہ بنایا ہے حالانکہ تم اچھی طرح ان کو پہچانتے ہو، تمہاری موجودگی میں جو ظلم وجور انھوں نے کیئے ہیں ان کو جانتے ہو، پھر تمہارے بعد کسا ہوگا، جب کہ تم ان کو ہم لوگوں کا حاکم بنا کر خدا کے یہاں چلے جاؤ گے۔

پس خدا جب تم سے پوچھے گا تو کیا جواب دو گے۔

یہی روایت تاریخ طبری وعمدۃ التحقیق ذکر موت ابوبکر؛ تاریخ خمیس وکنز العمال وغیرہ میں ہے۔(۲)

خود جناب عمر کو بھی اپنے دل اور کمزور فطرت اور بخیل ہونے کا اقرار تھا۔ چنانچہ سیوطی لکھتے ہیں:

اول کلام تکلم به عمر حین صعدمنبران قال اللهم انی شدید فلیننی وانی ضعیف فقوتی انابخیل فسخنی. (۳)

منبر رسول پر بیٹھنے کے بعد سب سے پہلا کلام جو جناب عمر نے کیا یہ تھا کہ اے میرے اللہ میں سخت دل ہوں مجھے نرم کر میں کمزور ہوں مجھے قوی کر میں نجیل ہوں مجھے سخی بنا۔

میں کہتا ہوں کہ خود جناب ابوبکر بھی ایسے ہی تھے، چنانچہ اہل ردہ وغیرہ کے ساتھ انھوں نے جو کچھ کیا وہ تو آپ حضرات کو معلوم ہو چکا، اب خود ان کا اقرار سنئے۔ علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

اخرج ابونعیم فی الحلیة عن ابی صالح قال لماقدم اهل الیمن زمان ابی بکر وسمعواالقران جعلو ایبکون فقال ابوبکر کناهکذا ثم قست القلوب. (۴)

ابونعیم نے حلیۃ الاولیا میں ابوصالح سے روایت کی ہے۔ انھوں نے کہا کہ جناب

---

۱. الامامۃ والسیاسۃ ج۱ص۱۹

۲. تاریخ طبری ج۲ص۲۲۱؛ عمدۃ التحقیق ذکر موت ابوبکر؛ تاریخ خمیس ج۲ص۲۶۹؛ کنز العمال

۳. تاریخ الخلفاء ص۹۴ ۴. تاریخ الخلفاء ص۶۷

ابوبکر کے زمانے میں اہل یمن آئے تو وہ قرآن سن کر رونے لگے ،اس پر جناب ابوبکر نے کہا کہ ہم لوگ بھی پہلے ایسے ہی تھے، پھر دل سخت ہو گئے۔

اب قرآن مجید کی ایک بہت صاف اور صریح آیت ملاحظہ ہوارشاد پروردگار ہے۔

فَوَيْلٌ لِلْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُم مِنْ ذِكْرِ اللهِ أُولَئِكَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ. (۱)

ویل ہے ان لوگوں کے لئے جن کے دل ذکر خدا سے سخت ہو جاتے ہیں، یہی لوگ کھلی ہوئی گمراہی میں ہیں۔

اور مومن کے لئے فرماتا ہے:

تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَى ذِكْرِ اللهِ. (۲)

ان لوگوں کی جلدیں اس قرآن کو سن کر کانپ اٹھتی ہیں، جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں ، پھر نرم ہو جاتے ہیں، ان کی کھال اور دل ذکر خدا کے لئے ہے۔

غرض یہ کہ جناب عمر کی خلافت سے مسلمانوں کی بیزاری کا سبب ایک تو یہ تھا کہ وہ بڑے بد خلق اور ظلم وسخت دل اور بخیل وتند مزاج تھے جیسا کہ مہاجرین وانصار کی شکایتوں اور خود جناب عمر کے اقرار سے ظاہر ہوا، اور دوسرا سبب جس کی وجہ سے اصحاب رسول اور خصوصاً مومنین ان لوگوں کی خلافتوں سے متنفر اور مخالف تھے وہ قرآن واحادیث رسول سے ان لوگوں کی بے خبری وجہالت تھی جس کی وجہ سے بے شمار باطل اور غلط باتیں اسلام میں داخل ہو کر جزو شریعت بن گئی اعلاوہ ان باتوں کے جن کے غلط ہونے کا خود اہل سنت نے بھی اقرار کیا ہے اور ان کو خطائے اجتہادی پر محمول کیا ہے۔

خلفائے ثلثہ کی غلطیوں کو لکھنے کے لئے وقت میں وسعت ہے وقلم میں طاقت ہے مختصر یہ ہے کہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چند روز بھی نہ گزرے تھے کہ دین پروردگار کی کوئی چیز بھی اپنی اصلی حالت پر باقی نہ رہی یہاں تک کہ نماز بھی جو رکن دین تھی ضائع وبرباد ہوگئی شریعت بدل گئی، حلال وحرام خدا میں فرق پیدا ہو گیا، حج وزکوۃ وخمس، غسل ووضو وتیمّم کوئی چیز اپنی اصلی حالت پر باقی نہ رہی یہاں تک کہ جناب ابوہریرہ وغیرہ رویا کرتے تھے، اور کہتے تھے کہ آج رسول کے زمانے کی کوئی چیز بھی نظر نہیں آتی ایک نماز تھی اس

---

۱. سورہ زمر آیت ۲۲ ۲. سورہ زمر آیت ۲۳

کو بھی لوگوں نے ضائع کر دیا۔ بس صحیح دین اسلام اور درست نماز حضرت علی اور ان کے ماننے والوں میں محصور ہو کر رہ گئی تھی جس کی تفصیل بخاری کے حوالہ سے گزر چکی۔ لیکن صحابہ کی کم علمی کے چند نمونے علامہ شہرستانی کی تصدیق کے لئے لکھ رہا ہوں۔ علامہ سیوطی جناب ابوبکر کے علم کے بیان میں لکھتے ہیں: **فصل فی علمه و انه اعلم الصحابه.**

یہ فصل جناب ابوبکر کے علم کے بیان میں ہے، وہ تمام اصحاب رسول سے زیادہ علم والے تھے۔

اس کے بعد موصوف نے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں کچھ دلیلیں قائم کی ہیں، مثلاً: یہ کہ جناب ابوبکر نے ایام مرض رسول میں نماز پڑھی، لہٰذا اعلم تھے اس کے بعد لکھتے ہیں: ابو القاسم نے میمون بن مہران سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ جناب ابوبکر کے پاس جب کوئی مقدمہ آتا تھا تو اس کا حکم پہلے قرآن مجید میں تلاش کرتے تھے۔ اگر نہ ملتا تو احادیث رسول میں ڈھونڈھتے، اگر وہاں بھی نہ پاتے تو باہر نکل کر مسلمانوں سے پوچھتے تھے، اگر کوئی کہتا کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے اس قسم کے مقدمہ میں یہ فیصلہ کیا تھا تو خدا کا شکر کرتے کہ ہم میں بھی اللہ نے ایسے لوگ پیدا کئے ہیں جو پیغمبر خدا کی باتوں کو یاد رکھتے ہیں اور اگر مسلمان بھی نہ بتاتے تو صحابہ کو جمع کر کے مشورہ کرتے اور باتفاق رائے جو بات طے پاتی اسی پر فیصلہ کرتے۔(۱)

ائمہ اربعہ اور مالک نے قبیصہ سے روایت کی ہے: ایک عورت جو کسی میت کی وارث تھی، جناب ابوبکر کے پاس آئی اور اپنا حصہ دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ نہ قرآن میں تمہارا حصہ مقرار ہے نہ حدیث میں پاتا ہوں، پھر کسی وقت آنا، تو کسی دوسرے سے پوچھ کر بتاؤں گا، اس کے بعد مغیرہ ابن شعبہ سے پوچھ کر اس کو چھٹا حصہ دلوایا۔(۲)

شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی اپنی کتاب قرۃ العینین میں تحریر فرماتے ہیں: یہ لوگ قرآن کے متعلق سوال کرنے والوں کو ابی ابن کعب کے پاس بھیجتے تھے اور فرائض سائلوں کو زید بن ثابت کے پاس اور مال کے سائلوں کو اپنے ذمہ لیتے تھے۔(۳)

---

۱. تاریخ الخلفاء ص ۲۹ ۲. تاریخ الخلفاء ص ٦۷؛ فصول المہمہ ص ۴۷

۳. قرۃ العینین ص ۵٦، مقدمہ سادسہ بیان علم شیخین

جناب ابوبکر کا علم قرآن

اخرج ابو القاسم البغوی عن ابن ابی ملیکة قال سئل ابوبکر عن آیة فقال ای ارض تسعنی وای سماء تظلنی اذقلت فی کتاب الله مالم یردالله.

ابوالقاسم بغوی نے ابن ابی ملیکہ سے روایت کی ہے: جناب ابوبکر سے ایک آیت کا معنی پوچھا گیا تو کہا کہ کون سی زمین مجھے جگہ دے گی اور کون سا آسمان مجھ پر سایہ کرے گا، اگر میں منشائے خدا کے خلاف اپنے دل سے قرآن کا کوئی معنی بتاؤں، یعنی صحیح معنی مجھ کو معلوم نہیں ہیں اور اپنے دل سے بتاتے ہوئے ڈرتا ہوں۔

اخرج ابو عبیده عن ابراهیم التمیمی قال سئل ابو بکر عن قوله وفاکهة وابا فقال ای سماء تظلنی وای ارضی تغلنی ان قلت فی کتاب الله مالا اعلم.

ابوعبیدہ نے ابراہیم تیمی سے روایت کی ہے: جناب ابوبکر سے ایک مرتبہ قول پروردگار فاکہۃ وابا کے معنی پوچھے گئے تو کہا کہ کون سا آسمان مجھ پر سایہ کرے گا، اور کس زمین میں سما سکوں گا، اگر میں کتاب خدا کا ایسا معنی بتاؤں جو مجھ کو معلوم نہیں ہے۔

اخرج البیهقی عن ابی بکر انه سئل عن الکلالة فقال انی ساقول فیها برائی فان یکن صوابا فمن الله وان یکن خطاء فمن ومن الشیطان اراه ماخلاالوا لدوالولد فلما استخلف عمر قال انی لاستحی ان ارد شیأقاله ابوبکر .

بیہقی نے جناب ابوبکر سے روایت کی ہے: ان سے ایک مرتبہ کلالہ کے بارے میں پوچھا گیا تو کہا کہ میں اپنی رائے بتاتا ہوں اگر ٹھیک ہو تو سمجھنا کہ خدا کی طرف سے ہے اور اگر غلط ہو تو میری طرف سے اور شیطان کی طرف سے سمجھنا، میرے خیال میں یہ باپ اور بیٹے کے علاوہ کوئی چیز ہے پس جبکہ عمر خلیفہ ہوئے تو انھوں نے کہا کہ مجھے شرم آتی ہے کہ ابوبکر کی کہی ہوئی بات کو رد کردوں۔(۱)

---

۱. تاریخ الخلفاء ص ۶۵؛ کنز العمال ج ۶ ص ۲۰

کھڑے ہوئے جن میں بارہ صحابی وہ تھے جو جنگ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے ان سب نے پوری حدیث غدیر بیان کی۔(۱)

رحبہ کے میدان میں انس ابن مالک صحابی رسول بھی موجود تھے وہ چپ بیٹھے رہے تو حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اے انس تم کھڑے ہوکر گواہی کیوں نہیں دیتے؟ انھوں نے جواب دیا: کبرت و نسیت، میں بڈھا ہوگیا ہوں اور بھول گیا ہوں اس پر حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: پروردگارا! اگر انس اس حدیث کو جان بوجھ کر چھپا رہے ہیں تو ان کے چہرے پر برص کا نشان پیدا کردے جس کو یہ کبھی نہ چھپا سکیں چنانچہ ابھی وہ اٹھنے بھی نہ پائے تھے کہ ان کا پورا چہرہ مبروص ہوگیا وہ لوگوں سے کہا کرتے تھے کہ یہ عبد صالح علی ابن ابی طالب علیہما السلام کی بددعا کا اثر ہے۔(۲)

ملا مبین صاحب نے بھی اس واقعہ کو وسیلۃ النجات میں نقل کیا ہے لیکن انس کا نام چھپایا ہے جو کہ ان کے اسلاف کا طریقہ ہے اور اگر فرض بھی کرلیا جائے کہ یہ جملے اصل حدیث کا جز ہیں جب بھی اہل سنت کے ناجی ہونے پر کسی صورت سے دلالت نہیں کرتے کیونکہ (ما انا علیه الیوم و اصحابی) سے واضح مطلب یہ ہے کہ نجات پانے والا مذہب وہ ہے جس پر آج یعنی اپنی زندگی میں ہم اور ہمارے اصحاب ہیں اور ظاہر ہے کہ حیات رسول میں سارے مسلمان طوعاو کرہا ایک ہی راستے پر تھے اور وہی حق تھا نہ تو اس وقت سقیفہ بنی ساعدہ کی کارروائیاں ظہور میں آئی تھیں نہ شخصیت و دنیا پرستی کا طوفان اٹھا تھا نہ حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی فرقوں کا وجود تھا کیونکہ یہ چاروں فرقے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تقریباً سو برس کے بعد پیدا ہوئے اور بفرض اس کے کہ یہ جملہ اصل حدیث کا جزو ہوں ہوسکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے الیوم کی قید اسی لئے لگائی ہو کہ صحابہ کو متنبہ کردیں کہ ہمارے بعد تم لوگ ایسے نہ رہو گے جیسا کہ بروایت کثیر بن عبداللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود فرمایا ہے: تم اپنے پہلے والوں یعنی یہود و نصاریٰ کی قدم بقدم پیروی کروگے اور تہتر فرقوں پر تقسیم ہوجاؤگے۔(۳)

وہ حدیث جس میں الجماعہ کا لفظ ہے اس میں الجماعۃ پر الف لام عہد ذہنی کا ہے اور اس سے مراد وہ جماعت ہے جو زمانہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں راہ حق پر قائم تھی۔

---

۱. تاریخ الخلفاء، ص ۵؛ وسیلۃ النجات، ص ۱۷۵

۲. معارف ابن قتیبہ، ص ۱۹۴؛ واستقصاء الافہام، ج ۲، ص ۱۸۷، بحوالہ حلیۃ الاولیا

۳. غنیۃ الطالبین، عبدالقادر جیلانی، ص ۱۹۲، ۱۹۳، مطبوعہ لاہور

جناب ابوبکر کی حدیث دانی کے متعلق علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

وانما لم یروعنه من الاحادیث المستندة الاالقلیل القصرمدته وسرعة وفاته بعد النبی والافلو طالت مدته لکثر ذلک عنه جدا الخ.

جناب ابوبکر سے بہت کم حدیثیں مروی ہیں اس سبب سے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ بہت کم زندہ رہے ورنہ اگر زیادہ دن زندہ رہتے تو آپ سے بہت سی حدیثیں منقول ہوتیں یہ علامہ سیوطی کا حسن ظن ہے جو محتاج ثبوت ہے، جناب ابوبکر نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کل سترہ حدیثیں روایت کی ہیں۔(۱)

جناب ابوبکر سے جو حدیثیں منقول ہیں ان کے نمونے بھی ملاحظہ ہوں۔

البحر هو الطهور مائه الحل میتته.

دریا کا پانی پاک کرنے والا ہے اور اس کا مرا ہوا مردہ حلال ہے۔

اس حدیث کو دارقطنی نے اخراج کیا ہے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دریا کا مرا ہوا مردہ کچھوا، کیکڑا، سانپ مچھلی سب حلال ہے۔ واضح ہو کر مذہب اہل بیت میں پانی کی مری ہوئی مچھلی حرام ہے مچھلی کا ذبیحہ یہ ہے کہ وہ پانی سے زندہ نکلے۔

ان المیت ینضج علیه الحمیم ببکاء الحی.

زندہ لوگ جب کسی مردہ پر روتے ہیں تو مردہ پر گرم پانی چھڑکا جاتا ہے، یعنی عذاب ہوتا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ ظلم ہے کہ روئیں زندہ اور عذاب ہو مردوں پر اور خدا ظالم نہیں ہے۔

ان الله اذا اطعم نبیا طعمة ثم قبضه جعله الذی یقوم مقامة.

اللہ جب کسی نبی کو کوئی کھانا عطا فرمائے اس کے بعد اس کی روح قبض کرلے تو وہ کھانا اس کا ہوجاتا ہے جو اس نبی کا خلیفہ ہوا، اس حدیث کو ابوداود نے اخراج کیا ہے۔

نحن معاشر الانبیاء لانورث ماترکناه صدقة.

ہم گروہ انبیا کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے جو کچھ ہم چھوڑیں وہ صدقہ ہے۔

میں کہتا ہوں کہ پہلی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ خدا جب کسی نبی کو کوئی کھانا یعنی روزی عطا فرماتا ہے، اس کے بعد اس کو اٹھالیتا ہے تو وہ اس کے خلیفہ کا مال ہوجاتا ہے اور دوسری حدیث کا مطلب یہ ہے کہ وہ

---

۱. سیرۃ النعمان شبلی ص ۵۸

مال صدقہ ہو جاتا ہے، اور ان دونوں میں کھلا ہو تعارض ہے، اب مسلمان فیصلہ کریں کہ ان میں سے کسی کو صحیح کہا جائے۔

ماطلعت الشمس علی رجل خیر من عمر.

جناب عمر سے بہتر و افضل شخص پر آفتاب نہیں چمکا۔(۱)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جناب عمر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے یہاں تک کہ خود جناب ابوبکر سے بھی افضل و بہتر تھے، لہٰذا اہل سنت کا دعوائے افضلیت جناب ابوبکر باطل ہے۔

من ولی امر المسلمین شئیا فامر علیهم احدا محاباة فعلیه لعنة الله لا یقبل الله منه صرفا ولا عدلا.

جو شخص امور مسلمین کسی امر کا والی ہو جائے۔ پس وہ ان لوگوں کے اوپر ایسے شخص کو حاکم بنا دے جو نا اہل ہو تو اس پر خدا کی لعنت ہے اور خدا اس کی کوئی عبادت قبول نہ کرے گا یعنی داخل جہنم کرے گا، اس حدیث کے اشارات پر مسلمان غور کریں۔

ینزل الله لیة النصف من شعبان فیغفر فیها لکل بشر ماخلا کا فرا او رجلا فی قلبه شحناء.

اللہ تعالیٰ ہر نصف شعبان کی شب میں اترتا ہے اور کافر اور کینہ پرور کے علاوہ سب کو بخش دیتا ہے۔

الشرک اخفی فی امتی من ربیب النمل.

شرک میری امت میں چیونٹی کی رفتار سے زیادہ پوشیدہ ہے۔

ان میں سے بہت سے لوگ باطنا مشرک ہوں گے لیکن ان کے شرک کو لوگ محسوس نہ کر سکیں گے اور جناب عمر نے دین پروردگار میں جو تبدیلیاں کی ہیں اور جو بدعتیں قائم کی ہیں شاہ ولی اللہ صاحب نے ان میں سے تھوڑی سی چیزوں کو اپنی کتاب ازالۃ الخفا میں صفحات میں جمع کیا ہے۔(۲)

ایک مرتبہ کسی نے آپ سے کلالہ کے معنی پوچھے تو آپ نے کہا کہ مجھے شرم آتی ہے کہ جناب ابوبکر کے خلاف کچھ کہوں، کلالہ باپ اور بیٹے کے سواء کوئی چیز ہے۔(۳)

ایک مرتبہ کسی نے کلالہ کے معنی پوچھے تو کہا کہ کلالہ کے معنی اگر مجھے معلوم ہوتے تو میرے لئے اس

---

۱. سنن ترمذی، ج۱۲، ص۱۴۴، ج۱۳، ص۲۸۶ ۲. ازالۃ الخفا حصہ ۲ ص ۱۴۹ ۳. کنزل العمال ج ۶، ص ۲۰

امر سے بہتر تھا شام کے قصروں کے ایسے قصر میری ملکیت میں ہو جائیں۔(۱)

میں کہتا ہوں کہ کلالہ بھائی اور بہن کو کہتے ہیں خواہ ماں اور باپ دونوں کی طرف سے ہوں یا ایک کی طرف سے برحان بر دایت مقصود۔

جناب عمر کہا کرتے تھے کہ اگر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین چیزیں مجھے بتادی ہوتیں تو میرے لئے تمام دنیا کی نعمتوں سے بہتر تھا۔

۱. خلافت ۲. کلالہ کے معنی۔(۲)

اور جب حضرت علی علیہ السلام نے بتادیا تو کہا خدا کا شکر ہے کہ مرنے سے پہلے میں نے ان کے جوابات پالئے مجھ کو ان کی بڑی تلاش تھی۔(۳)

صحابہ کرام بھی غالباً مزاحاً جناب عمر کو پریشان کیا کرتے تھے ایک روز صبح کے وقت جناب عمر کی حضرت حذیفہ سے ملاقات ہوگئی، جناب عمر نے کہا کہ کہئے کسی حال میں صبح کی انھوں نے جواب دیا:

اصحبت واللہ اکرہ الحق واحب الفتنة واشھدبما لم ارہ واحفظ غیر المخلوق واصل علی غیر وضوء ولی فی الارض مالیس للہ فی السماء

میں نے اس حالت میں صبح کی ہے کہ حق سے کراہت رکھتا ہوں اور فتنہ کو دوست رکھتا ہوں جس چیز کو دیکھا نہیں ہے اس کی گواہی دیتا ہوں غیر مخلوق کو حفظ کرتا ہوں، بے وضو کی صلوٰۃ بجالاتا ہوں، اور میرے لئے زمین میں وہ چیز ہے جو آسمان میں خدا کے لئے نہیں ہے۔

جناب عمران جوابات کو سن کر بہت غضبناک ہوئے اور غور کرنے لگے کہ حذیفہ کو ان کفریات کی سزا دی جائے کہ ناگاہ حضرت علی علیہ السلام تشریف لائے اور جناب عمر کو غضب کے عالم میں دیکھ کر فرمایا: خیریت ہے بات کیا ہے؟ جناب عمر نے ماجرا بیان کیا حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: حذیفہ نے ٹھیک تو کہا ہے، اس میں غصہ کی کیا بات ہے، انھوں نے کہا ہے کہ میں حق سے کراہت رکھتا ہوں یعنی موت سے کراہت رکھتے ہیں، اس لئے کہ موت حق ہے فتنہ کو دوست رکھتا ہوں یعنی مال واولاد سے محبت کرتے ہیں اور

---

۱. کنزل العمال ج ۶ ص ۲۰ ۲. سود کی تفسیر کنزل العمال ج ۶ ص ۱۸؛ ومستدرک حاکم ج ۲ ص ۳۰۴

۳. کنزل العمال ج ۶، کتاب فضائل ص ۴۰۶

خداوند عالم نے مال واولاد کو قرآن مجید میں فتنہ فرمایا ہے اور کہا ہے کہ بے دیکھی چیز کی گواہی دیتا ہوں۔
یعنی خدا روز قیامت و جنت و جہنم و وجود ملائکہ وغیرہ کی گواہی دیتے ہیں، اور یہ سب چیزیں بے دیکھی ہیں اور غیر مخلوق سے مراد قرآن ہے، جس کو یہ حفظ کرتے ہیں اور صلواۃ بے وضو سے مقصود محمد وآل محمد پر درود پڑھتا ہے۔ جس کے لئے وضو کی ضرورت نہیں اور یہ جو کہا ہے کہ میرے لئے زمین میں وہ چیز ہے جو آسمان میں خدا کے لئے نہیں ہے، اس سے زوجہ مقصود ہے، کیونکہ خدا کے بیوی بچے نہیں ہیں۔
یہ سن کر جناب عمر نے کہا: اگر علی علیہ السلام نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتے۔ (۱)
عمر نے جو حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہیں ان کی تعداد پچاس سے بھی کم ہے۔ (۲)

جناب عمر کے اجتہاد کے چند نمونے

متعہ جو زمانہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جائز تھا اور قرآن مجید سے اس کا جواز ثابت ہے جناب عمر نے اس کو حرام کر دیا۔ علامہ سیوطی اولیات جناب عمر میں لکھتے ہیں: ''اول من حرم المتعة'' سب سے پہلے جناب عمر نے متعہ حرام کیا۔ (۳)
حی علی خیر العمل جو جزو اذان تھا اسے بلال اذان میں برابر کہا کرتے تھے۔ (۴)
جناب عمر نے اس کو اذان سے نکال دیا۔ (۵)
صبح کی اذان میں الصلوۃ خیر من النوم بڑھایا۔ (۶)
عبداللہ بن عمر اس کو بدعت جانتے تھے اور جس مسجد میں یہ جملہ کہا جاتا تھا اس میں نماز نہیں پڑھتے تھے
نیز تراویح جاری کی۔ (۷)
اسی قسم کے بے شمار تغیرات دین خدا میں کئے۔
یہ لوگ ہیں جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانشین اور مسلمانوں کے راہبر اور افضل الناس بعد

---

۱. کفایۃ الطالب فی مناقب علی بن ابی طالب
۲. سیرۃ النعمان شبلی ص ۸۵
۳. تاریخ الخلفاء ص ۹۳
۴. المعلم ترجمہ مسلم ص ۵۲۸؛ کنز العمال ج ۶ ص ۲۶۶؛ میزان کبریٰ ج ۱، بیان اذان ص ۶۶
۵. المعلم ترجمہ مسلم ص ۵۲۸؛ انسان العیون ج ۲، ص ۹۸؛ سنن بیہقی
۶. انسان العیون ج ۲، ص ۵۸؛ وتیسیر الوصول ج ۱، ص ۲۹۶
۷. تاریخ الخلفاء ذکر اولیات عمر

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہے جاتے ہیں۔

علمائے اہل سنت نے ان صحابہ کرام کی ان غلطیوں کو دو طرح سے نبھانا چاہا ہے ان کی اکثر و بیشتر خطاؤں کو شریعت و قانون بنا کر داخل مذہب کر لیا ہے، اور آج تک اسی پر عامل ہیں اور کچھ غلطیوں کو جو کسی طرح قابل قبول نہ تھیں خطائے اجتہادی پر محمول کیا ہے اس طرح راحت پائی۔

جناب ابوبکر و عمر کے قرآن میں فضائل

خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا .... (۱)

محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار کے لئے سخت ترین اور آپس میں انتہائی رحمدل ہیں تم انہیں دیکھو گے کہ بارگاہِ احدیت میں سر خم کئے ہوئے سجدہ ریز ہیں...

اس آیت میں خداوند عالم نے ان مومنین کی جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے مدح وثنا فرمائی ہے۔

۱. جن لوگوں کی پہلی صفت یہ تھی کہ وہ کافروں پر سخت تھے۔
۲. ایک دوسرے پر مہربان تھے۔
۳. وہ لوگ عبادت و رکوع و سجود کے عالم میں بسر کرتے تھے۔
۴. یہ کہ وہ خدا سے اس کے فضل و رضا کے طالب تھے۔
۵. ان کی پیشانیوں پر سجدوں کے نشانات تھے، اور ان کی ہر فرد میں یہ پانچوں صفتیں پائی جاتی تھیں۔

لیجئے اس کو مثال میں سمجھئے: ایک شخص کہتا ہے کہ یہ باغ بہت اچھا ہے، اس میں جتنے قسم کے درخت ہیں، ان کے پھل لاجواب ہیں خوشبودار ہیں خوش ذائقہ ہیں، تو ہر صاحب عقل اس کا مطلب یہی سمجھے گا کہ اس باغ میں جتنے قسم کے درخت ہیں سب کے پھل لاجواب ہیں اور سب خوشبودار اور سب خوش ذائقہ ہیں لیکن اگر کوئی خدا کا بندہ اس کا مطلب یہ سمجھے کہ یہ باغ بہت اچھا ہے اس میں جتنے قسم کے درخت ہیں مثلاً: آم ان کے پھل لاجواب ہیں بڑی خوشبودار ہیں، جامن، خوش ذائقہ ہیں، امرود بھی

---

۱. سورہ فتح آیت ۲۹

خوش ذائقہ ہیں، تو آپ ایسے شخص کو کون سی سند عطا فرمائیں گے۔

اب سنئے کہ اس آیت کے معنی اہل سنت حضرات نے کیا سمجھے ہیں وہ کہتے ہیں: محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مقصود حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں والذین معہ، جناب ابوبکر، اشداء علی الکفار، جناب عمر ہیں، رحماء بینھم ، جناب عثمان ہیں، تراھم رکعا سجدا... سے حضرت علی علیہ السلام ہیں، لہٰذا اس آیت میں ان چاروں کی مدح بھی ہوگئی اور ترتیب واران کی خلافت کی طرف اشارہ بھی ہوگیا۔

مسلمان ذرا انصاف سے بتائیں کہ کیا کوئی معمولی عقل رکھنے والا بھی اس آیت سے یہ معنی سمجھ سکتا ہے، پھر اس زبردستی کو کیا کہا جائے، اگر ایسے ہی معنی قرآن کے بنا لئے جائیں تو اسلام کا خدا حافظ ہے۔

واضح رہے کہ کسی حدیث رسول یا کسی صحابی کے قول سے اس آیت کا خلفائے ثلثہ کی شان میں ہونا ثابت نہیں ہے، بلکہ یہ صرف ملاؤں کی جدت ہے لیکن اگر کوئی یہ کہے کہ خلفائے راشدین کے صفات کی مطابقت سے اس آیت کا ان کی شان میں داخل ہونا معلوم ہوتا ہے تو ایسا بھی نہیں ہے، کیونکہ اگر اس آیت کریمہ کے ایک ایک ٹکڑے کو جدا جدا لکھ کر خلفائے ثلثہ کے حالات سے مطابق کیا جائے تو معاملہ بالکل برعکس نظر آئے گا۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں لاریب اس میں شک کرنے والا کافر ہے اگرچہ صحابی ہی کیوں نہ ہو۔

والذین معہ: یعنی وہ لوگ جو پیغمبر کے ساتھ ہیں۔

اہل سنت کہتے ہیں: اس سے ابوبکر مقصود ہیں اس لئے وہ غار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھی دو طرح کے تھے ایک ساتھی وہ تھا جو دنیا کے وجود کے قبل ہزاروں برس عالم انوار میں رسول کے ساتھ رہا۔

پھر دنیا میں قدم رکھتے ہی رسول کی آغوش میں آ گیا اور اس وقت سے شب و روز زندگی کی ہر آسان اور سخت منزل میں ظاہری اور معنوی حیثیت سے رسول کے ساتھ رہا۔

جب قبل بعثت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار حرا میں نمازیں پڑھا کرتے تھے تو وہ ساتھ تھا جب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوئی تو وہ ساتھ تھا جب روز دعوت عشیرہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کو اسلام کی دعوت دی تو وہ ساتھ تھا جب کفار کے ظلم سے خدا کا رسول شعب ابو طالب میں بھوک اور پیاس کی سختیاں جھیل رہا تھا تو وہ ساتھا۔

جب ہجرت کی رات خدا کا سفیر حکم ہجرت لے کر رسول خدا کے پاس آیا تو وہ ساتھ تھا، جب خدا کا رسول مکہ سے مدینہ کی طرف روانہ ہوا تو وہ ساتھ نہیں بلکہ نفس رسول بنا ہوا فرش رسول پر تلواروں کے سائے میں سوتا رہا اور رو رو کر کافروں کو اپنی آواز نہ سنائی، پھر بدر کی لڑائی میں ساتھ تھا احد میں ساتھ تھا خندق میں ساتھ تھا خیبر میں ساتھ تھا۔

بیعت رضوان میں ساتھ تھا، حدیبیہ میں صلح نامہ لکھنے کے وقت ساتھ تھا، فتح مکہ میں میں ساتھ تھا، کعبہ کی بت شکنی کے وقت صرف ساتھ نہیں بلکہ دوش رسول پر تھا غدیر خم کے میدان میں ساتھ ہی نہیں بلکہ منبر رسول پر دست رسول پر تھا، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض موت میں ساتھ تھا، دوات وقلم کے جھگڑے کے وقت ساتھ تھا انتقال رسول کے وقت ساتھ تھا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غسل وکفن کے وقت ساتھ تھا۔

پیغمبر خدا کو قبر میں اتارنے کے وقت قبر کے اندر رسول کے ساتھ تھا عالم برزخ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہے، محشر میں ساتھ ہوگا، اور بہشت میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہوگا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قصر میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہوگا۔

اور بعض ساتھی آنحضرت کے وہ تھے جو عالم انوار میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نہ تھے، قبل بعثت غار حرا کی عبادت میں ساتھ نہ تھے، وقت بعثت ساتھ نہ تھے دعوت عشیرہ میں ساتھ نہ تھے، شعب ابو طالب ساتھ نہ تھے شب ہجرت جب خدا کا سفیر ہجرت کر کے آیا تھا ساتھ نہ تھے۔

غار میں از خود ساتھ ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے دردسر بنے ہوئے تھے رو رو کر رسول خدا کی پوشیدگی کا اعلان کر رہے تھے، بدر واحد میں ساتھ نہ تھے، خندق وخیبر میں ساتھ نہ تھے اگر جسمانی حیثیت سے کہیں ساتھ رہے تو مقصود عمل میں ساتھ نہ تھے، رسول خدا کے مرض موت میں ساتھ نہ تھے، رسول خدا کی طرف دوات وقلم بڑھانے میں ساتھ نہ تھے، انتقال رسول کے وقت ساتھ نہ تھے، پیغمبر کے غسل وکفن میں ساتھ نہ تھے، اب مسلمان انصاف سے بتائیں کہ اس آیت میں والذین معہ سے کون مقصود ہے۔

اشداء علی الکفار وہ لوگ کافروں پر بہت سخت ہیں۔

علمائے اہل سنت کہتے ہیں: اس سے جناب عمر مقصود ہیں اس لئے کہ وہ کافروں پر بہت سخت ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ آیت کے اس جملہ کو پیش نظر رکھ کر اصحاب رسول پر جب نگاہ کیجئے تو آپ کو حضرت کے ساتھ دو طرح کے لوگ نظر آئیں گے ایک وہ جس کی تلوار نے کلمہ لا الہ الا اللہ کی بنیاد قائم کر دی جس کی

شجاعت اور جان نثاریوں پر خود پروردگار عالم نے ملائکہ سماوات پر فخر ومباہات فرمائی اور رضون خازن جناں نے زمین وآسمان کے درمیان۔ لافتیٰ الا علی لاسیف الا ذوالفقار۔ کی آواز بلند کی، جس کی ایک ضربت عبادت ثقلین سے بھاری تھی۔

اور دوسرا وہ جس نے ساری زندگی میں کبھی کسی کافر کو ایک ضربت بھی نہ لگائی نہ کبھی خود اپنے جسم پر کوئی زخم کھایا، ہاں مسلمانوں کو البتہ یہ شکایت رہی کہ جناب عمر بہت سخت دل اور تند مزاج وبے رحم ہیں جیسا کہ مہاجرین وانصار نے جناب ابوبکر سے شکایت کی کہ تم نے ہم لوگوں پر ایک سخت دل اور تند مزاج کو خلیفہ بنادیا خدا جب تم سے پوچھے گا تو کیا جواب دوگے۔ اب مسلمان فیصلہ کریں کہ اشداء علی الکفار کا مصداق جناب عمر تھے یا حضرت امیر المومنین رحماء بینھم وہ لوگ آپ میں ایک دوسرے پر مہربان وشفیق ہیں۔

علمائے اہل سنت کہتے ہیں: اس سے جناب عثمان مقصود ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ جناب عثمان جن کے ظلم واستبداد سے حجاز وعراق وشام اور مصر کی زمین کانپ اٹھی بڑے بڑے اصحاب رسول یہاں تک کہ حضرت عبداللہ بن مسعود حضرت عمار یاسر وحضرت ابوذر غفاری وغیرہ جیسی جلیل القدر ہستیاں بھی ان کے پیکان ظلم سے نہ بچ سکیں، آخر ایک روز سارے مسلمانوں نے بالاتفاق واجماع ان کو قتل کردیا یہاں تک کہ خود حضرت عائشہ نے بھی فتویٰ دیدیا: یعنی اس نعثل یعنی عثمان کو قتل کردو اس نے کفر کیا ہے۔

وہ اس آیت کا مصداق کیونکہ ہوسکتے ہیں آیت خود کہہ رہی ہے کہ اس کا مصداق وہ ہستی ہے جس نے اپنی ہر طرح کی حق تلفی اور امت کا ہر ظلم برداشت کیا کبھی غضب میں نہ آیا اور بجز احسان وخیر خواہی کے کبھی اپنے دشمن کی بھی برائی نہ چاہی اور جس کے رحم وکرم کا دشمنوں نے بھی اعتراف کیا چنانچہ ایک مرتبہ معاویہ نے ضرار صدئی سے کہا کہ کچھ علی کے اوصاف بیان کرو، ضرار نے کہا کہ مجھے معاف رکھ لیکن معاویہ نے کہا کہ تم کو بیان کرنا ہوگا، ضرار نے کہا کہ جب مجبور کرتے ہو تو سنو۔

وہ بڑی ہمت وطاقت والے انسان تھے اچھی باتیں کیا کرتے تھے، اور انصاف سے حکم کرتے، علم کے چشمے، ان کے دل سے اور حکمت کی نہریں ان کی زبان مبارک سے جاری ہوتی تھیں وہ دنیا اور اس کی زینتوں سے دور اور شب تار کی وحشتوں سے مانوس تھے خوف خدا سے ڈرتے اور فکر آخرت میں غرق رہتے موٹا لباس پہنتے اور معمولی کھانا پسند فرماتے اور ہم لوگوں میں اس طرح مل کر بیٹھتے تھے جیسے ہم میں کا کوئی آدمی ہو ہم لوگوں کے سوالات کا جواب دیتے اور جب ہم ان کو بلاتے تو تشریف لاتے اور خدا کی قسم

باوجود قریب کے ہم لوگ ان سے کلام کرنے کی جرات نہیں کرتے تھے، دینداروں کی تعظیم کرتے۔ فقیروں کو اپنے پاس بٹھاتے تھے، طاقت واقتدار والوں کو غلط امیدیں نہیں دلاتے تھے اور کمزوروں کو اپنے انصاف سے مایوس نہیں کرتے تھے۔ میں نے ان کو شب کی تاریکی میں جبکہ ستارے اس کی ظلمت میں غرق ہو رہے تھے، دیکھا کہ اپنی ریش مبارک پکڑے ہوئے مثل مار گزیدہ کے پیچ وتاب کھا رہے تھے، اور رو رو کر کہہ رہے تھے کہ اے دنیا مرے سوا کسی غیر کو دھوکا دینا کیا میرے پاس آنے کا شوق رکھتی ہے تیرے ارادوں پر افسوس ہے میں تجھ کو تین بار طلاق دے چکا ہوں۔ جس کے بعد رجوع نہیں ہے، تیری عمر کم ہے اور خطرات زیادہ ہیں، پھر فرمایا کہ آہ یہ آخرت کا طویل سفر اور توشہ کی کمی یہ سن کر معاویہ رونے لگا اور کہا کہ خدا رحمت نازل کرے ابوالحسن پر خدا کی قسم وہ ایسے ہی تھے، اے ضرار ان کے انتقال پر تمہارے رنج وملال کا کیا عالم ہے، ضرار نے کہا کہ علی کے انتقال کا غم مجھ کو ویسا ہی ہے، جیسے اس عورت کا غم جس کا بیٹا اس کی گود میں ذبح کردیا گیا ہو۔(۱)

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ جو شخص اسرافیل کو اس کی ہیبت میں اور میکائیل کو ان کے رتبہ میں اور جبریل کو ان کی جلالت میں اور آدم کو ان کے علم میں اور نوح کو خوف خدا میں اور ابراہیم کو خلت میں اور یعقوب کو حزن میں اور موسیٰ کو مناجات میں اور ایوب کو صبر میں اور یحیٰ کو زہد میں اور عیسیٰ کو عبادت میں اور یونس کو پرہیزگاری میں اور محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے حسب وخلق میں دیکھنا چاہے وہ علی بن ابی طالب کو دیکھے، کیونکہ خدا نے اس کی ذات میں نوے خصلتیں پیغمبروں کی جمع کردی ہیں۔(۲)

سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود

ان کی پیشانیوں پر سجدوں کے نشانات ہیں اس کے متعلق اہل سنت خود کہتے ہیں کہ اس سے حضرت علی مقصود ہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ صفات کی مطابقت بھی بصراحت بتا رہی ہے کہ خلفائے راشدین میں سے بجز حضرت علی علیہ السلام کے کسی خلیفہ کو اس آیت کریمہ سے دور کا بھی لگاؤ نہیں ہے۔

---

۱. ارجح المطالب باب ۳ ص ۹۹؛ وسیلۃ النجات ص ۱۱۶؛ وصواعق محرقہ ص ۷۸؛ وکنز العمال وغیرہ۔
۲. مودۃ القربی مودۃ ۸

نواں اختلاف

عثمان کا خاندان پروری کرنا

انّ عمر القی الخلافة فی الشوری حتی وقعت علی عثمان واحدث عثمان فی خلافته ماحدث فمن جملة ذالک ردالحکم بن امية طريدرسول الله علیه واله وسلم وطريد ابی یکر وعمر ونفی ابا ذر الی ربذة واعطی مروان بن الحکم خمس افریقة مائة الف دينا روولی عبدالله بن سرح مصر وهدردمه رسول الله وولی عبدالله بن العامر البصرة حتی احدث وولی معاوية الشام وولی سعدبن ابی وقاص ثم وليد بن العقبة کوفه وهوفاسق فی القرآن وصلی الصبح اربع رکعات مخمر اوغير ذالک مشهورة.

عمر نے خلافت کو شوریٰ پر رکھا، پس عثمان خلیفہ ہوگئے، اور انھوں نے اپنی خلافت کے دور میں بڑے بڑے احداث کئے ان میں سے ایک یہ ہے کہ انھوں نے حکم بن امیہ کو اپنے پاس مدینہ میں بلالیا، جس کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ سے نکلوادیا تھا اور جناب ابوبکر وعمر نے اس حکم کو بحال رکھا تھا اور ابوذر غفاری کو ربذہ کی طرف نکال دیا اور مروان بن حکم کو دولاکھ دینار افریقہ کا خمس دیدیا، ایک دینار تیرہ روپیہ آٹھ آنے کا ہوتا ہے اور عبداللہ بن سرح کو مصر کا گورنر بنادیا حالانکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس

مذہب اہلسنت والجماعت کے رئیس ورئیس

شاہ ولی اللہ دہلوی لکھتے ہیں: مذہب اہل سنت کے رئیس ورئیس ابوالحسن اشعری ہیں۔(۱) جن کا انتقال ۳۲۴ھ میں ہوا ہے یہی مضمون شاہ عبدالحق دہلوی نے اپنی کتاب تکمیل الایمان میں بھی لکھا ہے۔واضح رہے کہ اہل سنت زیادہ تر اصول میں ان ہی کے پیرو کار ہیں جبکہ فروع میں حنفی، شافعی، حنبلی اور مالکی فرقوں کی اتباع کرتے ہیں۔

مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں: نجات پانے والا فرقہ اشاعرہ اہل سنت ہے۔

رئیس ورئیس مذہب اہل سنت ابوالحسن اشعری نے پہلے ابن کلاب کی شاگردی اختیار کی جو سنی معتزلی تھے ان کا عقیدہ تھا کہ خدا پر اصلح یعنی وہ کام کرنا جس میں بندوں کی بھلائی ہو عقلاً واجب ہے۔

ایک روز ابوالحسن اشعری نے اپنے استاد سے پوچھا کہ ان تین بھائیوں کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے جن میں سے ایک تو خدا کی اطاعت وفرمانبرداری کر کے مرا اور دوسرا گناہ ونافرمانی کر کے مرا اور تیسرا لڑکپن میں مر گیا؟

جبائی نے کہا: پہلا جنت میں جائے گا اور دوسرا جہنم میں اور تیسرا نہ جنت میں نہ جہنم میں۔

ابوالحسن نے کہا: اگر وہ بچہ روز محشر خدا سے کہے کہ تو نے مجھے دنیا میں زندگی کیوں نہ دی تا کہ میں بھی نیکی کر کے جنت میں جاتا تو خدا کیا جواب دے گا؟

جبائی نے کہا: خداوند عالم یہ جواب دے گا کہ میں جانتا تھا کہ تو جوان ہو کر گناہ کرے گا اور جہنم کا حقدار ہو گا لہذا تیرے لئے یہی بھلائی تھی کہ تو لڑکپن میں مر جائے۔

اشعری نے کہا: پھر اگر دوسرا کہے کہ پرودگارا! تو نے مجھ کو لڑکپن میں موت کیوں نہ دی کہ میں گنہگار ہو کر جہنم میں نہ جاتا تو خدا کیا جواب دے گا؟ اس سوال پر جبائی مبہوت وخاموش ہو گیا اور اشعری نے اس کا مذہب ترک کر کے معتزلہ کا مذہب مٹانے اور مذہب اہل سنت والجماعت میں زندگی کی روح پھونکنے کا ارادہ کر لیا اور اسی مذہب کا نام لوگوں نے اہل سنت والجماعت رکھا۔(۲)

ابوالحسن اشعری فقہ میں امام شافعی کے مقلد تھے لیکن اصول میں خود اپنا جدا مسلک رکھتے تھے جس کی

---

۱. شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی قرۃ العینین، ص ۲۵۲، مطبوعہ مجتبائی پریس دہلی

۲. شرح فقہ اکبر ص ۶۴؛ شرح عقائد نسفی ص ۶، وغیرہ

کا خون ہدر کر دیا تھا اور عبداللہ بن عامر کو بصرہ کا گورنر بنایا، اس نے وہاں فسق و فجور اور بدعتیں ایجاد کیں اور معاویہ کو شام کا والی بنایا اور سعد بن ابی وقاص کو اور اس کے بعد ولید کو کوفہ کا والی بنایا ولید نے وہاں صبح کی نماز نشہ کے عالم میں چار رکعتیں پڑھا دی اور اس کے علاوہ اور بھی بہت سی بدعتیں عثمان کی ہیں جو مشہور ہیں۔

جناب عثمان کی مختصر سوانح حیات

عثمان، قبیلہ بنی امیہ سے تھے آپ کے والد عفان شادیوں میں گانے بجانے اور ناچنے کرتے تھے۔(۱)

آپ کی بہن آمنہ دلہنوں کو سنوارتی اور گاتی بجاتی تھیں۔(۲)

آپ کے بہنوئی یعنی آمنہ کے شوہر حکم بن کیسان ہشام ابن مغیرہ کے غلام تھے۔ آپ جناب ابوبکر کے بعد اسلام لائے۔(۳)

جناب عثمان اور اطاعت رسول

صلح حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو تین مرتبہ سر منڈھانے کا حکم دیا، لیکن نہیں منڈھوایا۔(۴)

آپ جنگ احد میں شریک تھے، مگر شکست کھانے والوں کے ساتھ بھاگے تو مقام غابہ تک چلے گئے، جو تین روز کے راستہ پر واقع تھا۔(۵)

جناب عثمان کی قوت ایمان

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی لکھتے ہیں: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جناب عثمان اور طلحہ کو ایک شبہ عظیم پیدا ہوا اور شیطان ان کے دلوں میں وسوسہ ڈالنے لگا تو جناب ابوبکر نے کہا کہ اس شبہ سے نجات دلانے والا کلمہ طیبہ ہے تم لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھا کرو۔(۶)

---

1. تنزیہ الانساب ج ۲، ص ۶۴، بحوالہ مثالب ابوالمنذر ہشام کلبی
2. اصابہ ابن حجر عسقلانی، ذکر آمنہ ج ۸، ص ۳، مطبوعہ ۱۳۱۵ھ
3. اصابہ ج ۲، ص ۳۰، ذکر حکم بن کیسان؛ روضۃ الاحباب ج ۲، ص ۱۳
4. در منثور سیوطی ج ۶، ص ۱۸
5. معارف ابن قتیبہ حال جناب عثمان؛ بخاری ج ۲، ص ۹۷، مطبوعہ مصر
6. ازالۃ الخفاء حصہ ۲، ص ۲۲۴، ذکر اثر صدیق

آپ کا علم واجتہاد

آپ نے اسلام میں اتنی بدعتیں ایجاد کیں اور اس قدر غلطیاں کیں کہ صحابہ کرام آپ سے متنفر ہو گئے اور یہی باتیں آپ کے قتل کا سبب ہوئیں۔

صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں: ایک مرتبہ جناب عثمان حج کرنے گئے تو عرفات میں چار رکعتی نماز چار ہی رکعت پڑھائی حالانکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جناب ابوبکر وعمر عرفات میں ہمیشہ چار رکعتی نمازیں دو رکعت پڑھتے تھے یعنی قصر کرتے تھے، چنانچہ جناب عثمان کے اس فعل پر ہر طرف سے اعتراضات کی آوازیں بلند ہوئی۔(۱)

ایک مرتبہ آپ کے دربا میں ایک عورت لائی گئی، جس نے عقد نکاح اور خلوت صحیحہ سے شش ماہہ بچہ جنا تھا آپ نے اس عورت کو سنگسار کرنے کا حکم دیدیا حضرت علی علیہ السلام کو جب خبر ہوئی تو آپ تشریف لے گئے اور فرمایا کہ خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿وحمله وفصاله ثلثون شهرا﴾ حاصل یہ ہے کہ چھ ماہ میں بھی بچہ پیدا ہوتا ہے جناب عثمان نے یہ سن کر آدمی بھیجا کہ وہ عورت سنگسار نہ کی جائے لیکن جب آدمی پہنچا تو اس کا کام تمام ہو چکا تھا یعنی وہ مرچکی تھی۔(۲)

ایک مرتبہ آپ نماز جمعہ میں خطبہ پڑھنے کھڑے ہوئے تو ایک دو جملے بول کر خاموش ہو گئے اور کہا:

ایها الناس ان اول مرکب صعب وان بعد اليوم اياماوان عشت تاتكم الخطبة على وجهها وما كنا خطيبا و وسيعلمنا الله .(۳)

لوگوں پہلے پہل سوار ہونا مشکل ہوتا ہے اور آج کے بعد بھی بہت سے دن آئیں گے اگر میں زندہ رہا تو خطبہ سنئے گا ہمارا خاندان کبھی خطیب نہ رہا۔

ایک مرتبہ آپ عید کی نماز پڑھانے کھڑے ہوئے تو نماز سے پہلے خطبہ پڑھ دیا۔(۴)

حالانکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے سے لے کر جناب عمر کے زمانے تک آپ نے ان لوگوں کے ساتھ بہت سی عید کی نمازیں پڑھیں ہوں گی لیکن آپ کو معلوم نہ تھا کہ عید کا خطبہ نماز کے پہلے پڑھنا چاہئے یا نماز کے بعد۔ غرض اسی طرح آپ نے بے شمار غلطیاں کیں جن سے قرآن واحادیث رسول سے آپ کی جہالت کا پتہ چلتا ہے۔ علامہ سیوطی لکھتے ہیں: سب سے پہلے آپ ہی کی خلافت میں

---

۱. تاریخ طبری ج۳، ص۳۲۲، مطبوعہ مصر
۲. روضۃ الاحباب ج۲، ص۱۰۲
۳. تاریخ الخلفاء ص۱۱۲
۴. تاریخ الخلفاء ص۱۱۲

لوگ ایک دوسرے کو خطاوار ٹھہرانے لگے اور آپ پر اعتراضات کئے، ورنہ اس کے قبل لوگ فقہ میں اختلاف کرتے تھے، لیکن ایک دوسرے کو برا نہیں کہتے تھے۔(۱)

جناب عثمان کا کھانا

عمر بن امیہ ضمری کہتے ہیں: ہم ہمیشہ جناب عثمان کے ساتھ رات کے کھانے میں خزیرہ کھاتے تھے جو گوشت اور دودھ اور گھی سے نہایت عمدہ تیار کیا جاتا تھا، ایک روز کھانے کے بعد جناب عثمان نے پوچھا کہ کھانا کیسا ہے میں نے کہا بہت عمدہ ہے اس سے بہتر کھانا میں نے نہیں کھایا تو فرمایا خدا رحم کرے ابن خطاب پر کبھی ان کے ساتھ بھی خزیرہ کھایا تھا میں نے کہا ہاں کھایا تھا منہ تک پہنچنے کے بعد ہی ہاتھ میں لقمہ منتشر ہو جاتا تھا، اس میں گوشت ہوتا تھا لیکن گھی نہیں ہوتا تھا، پھر جناب عثمان نے فرمایا: کہ میں اس عمر تک پہونچا، لیکن ہمیشہ عمدہ ہی کھانا کھایا لیکن اپنے مال سے کھاتا ہوں تم جانتے ہو کہ میں قریش میں سب سے زیادہ دولتمند تھا۔ عبداللہ بن عامر کہتے ہیں: میں ماہ رمضان میں جناب عثمان کے ساتھ افطار کیا کرتا تھا ہم لوگوں کے لئے جناب عمر کے کھانے سے بھی بہتر کھانا آتا تھا ہر رات میں نہایت سفید اور باریک آٹے کی روٹیاں اور ایک بھیڑ کا بچہ پکا ہوا آتا تھا۔(۲)

جناب عثمان کا قصر

جناب عثمان نے اپنی خلافت کے زمانے میں بڑے بڑے عالیشان قصر اور محل نبوائے سات محل تو آپ نے مدینہ میں نبوائے تھے ایک اپنی بیوی نائلہ کے لئے اور ایک حضرت عائشہ کے لئے اور اسی طرح اپنے کل بیٹوں اور بیٹیوں کے لئے جدا جدا محل نبوائے تھے۔(۳)

جناب عثمان نے ۲۸ھ میں اپنے لئے ایک عالی شان قصر بنوایا، جس کا نام قصر زوراء تھا۔(۴)

ایک قصر نبوایا جس کی تعمیر میں بڑا اہتمام کیا، تراشے ہوئے پتھر اور ساگون و سرو کی لکڑیاں استعمال کی۔(۵)

---

۱. تاریخ الخلفاء ص ۱۱۲
۲. تاریخ طبری ج ۳، ص ۴۲۹، ص ۴۳۰ حالات ۳۵ھ
۳. الامامة والسیاسة ص ۳۰، ج ۱
۴. روضة الاحباب ج ۲، ص ۱۸۰
۵. مروج الذهب مسعودی ج ۱، ص ۴۳۳

جناب عثمان کی خاندان پروری

باوجود اس کے کہ مجلس شوریٰ میں آپ سے اس شرط پر بیعت کی گئی تھی کہ آپ کتاب خدا اور سیرت رسول وسنت شیخین پر عمل کریں گے اور بنی امیہ کو لوگوں لے سروں پر سوار نہ کریں گے اور جناب عمر نے آپ کو یہی نصیحت بھی کی تھی، لیکن جناب عثمان نے خلافت ملتے ہی بنی امیہ کو مسلمانوں کی گردنوں پر سوا کر دیا اور دولت سے بھر دیا حکم بن عاص کو پناہ دے کر اپنے پاس بلالیا اور اس کو ایک لاکھ درہم عطا کئے حالانکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو شہر سے نکال دیا تھا اور جناب ابوبکر وعمر نے بھی خارج البلدر رکھا تھا پناہ نہ دی،

یہ مردود حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کرتا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلتے تھے تو یہ آپ کے پیچھے آکر اپنی آنکھوں اور ہاتھوں سے طرح طرح کی شکلیں بناتا اور تمسخر کرتا تھا چنانچہ آپ کی نفرین سے نیم مجنوں ہو گیا اور اس کے اعضاء میں تشنج پیدا ہو گیا۔(۱)

لیکن جناب عثمان نے اس کو پناہ دے کر ایک لاکھ درہم عطا کئے اور مروان بن حکم کو جاگیر میں فدک دے دیا اور افریقہ کا خمس سب کا سب اسی کو دیدیا۔(۲)

صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں: اشلیہ سے اتنی دولت ہاتھ آئی تھی کہ فتوحات روم سے بھی اتنی دولت نہیں ملی تھی ہر سوار کے حصہ میں تین تین ہزار اور ہر پیادہ کے حصہ میں ایک ایک ہزار دینار سرخ پہنچا تھا اور جناب عثمان کے پاس جو افریقہ کا خمس آیا تھا اس کی قیمت پانچ لاکھ دینار سرخ سے زیادہ تھی۔(۳)

مروان نے مقام ذی خشت میں اپنے لئے عالی شان قصر بنوائے۔(۴)

عبداللہ ابن خالد اسید نے کچھ مانگا تو اس کو چار لاکھ درہم دئے۔(۵)

جب عبداللہ بن مسعود نے اعتراض کیا کہ مال مسلمین سے بغیر استحقاق اس کو چار لاکھ درہم کیوں دئے، تو ان کو اتنا مارا کہ ان کی پسلی کی ہڈی ٹوٹ گئی۔(۶)

---

۱. الانساب بلاذری ج ۵ ص ۱۷

۲. معارف ابن قتیبہ حالات عثمان وتاریخ الخلفاء حال عثمان وامامت وسیاست ابن قتیبہ وغیرہ

۳. روضۃ الاحباب ج ۲ ص ۱۷۹ ۴. امامت وسیاست ابن قتیبہ ج ۱ ص ۳۰

۵. معارف ابن قتیبہ حالات عثمان۔ ۶. معارف ابن قتیبہ حالات عثمان

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کے بازار کی زمین جو مسلمانوں پر وقف فرمائی تھی وہ حر بن حکم مروان کے بھائی کو جاگیر میں دیدی۔(۱)

جناب ابوبکر و عمر کے زمانے میں جو لوگ جہاں جہاں حکومت کے عہدوں پر تھے جناب عثمان نے ان کو معزول کر کے بنی امیہ کو مقرر کیا سعد بن وقاص کو کوفہ سے معزول کر کے اپنے مادری بھائی ولید بن عقبہ کو وہاں کا حاکم بنایا، ولید ایک فاسق و فاجر شخص تھا، ایک دن شراب پی کر مستی کے عالم میں صبح کی نماز چار رکعت پڑھادی اور ٹوکنے پر کہا کہ کہوتو اور پڑھادوں۔(۲)

بصرہ سے ابوموسیٰ اشعری کو معزول کر کے اپنے ماموں زاد بھائی عبداللہ بن عامر کو حاکم بنایا، جو ابھی کمسن تھا۔(۳)

اس نے قبا کے قریب اپنے لئے ایک محل بنوایا۔(۴)

عمرو بن عاص کو معزول کر کے اپنے رضائی بھائی عبداللہ بن سرح کو مصر کا گورنر بنایا۔

اس نے وہاں فسق و فجور و ظلم و جور کیا، بے خطا لوگوں کو قتل کیا، اور جب اہل مصر اس کی شکایت لے کر جناب عثمان کے پاس آئے تو ان کو مارا اور قتل کر دیا۔

آخر کار حضرت علی علیہ السلام اور دیگر مہاجرین و انصار نے جناب عثمان کو سمجھایا کہ مصر والوں کی شکایت سنئے اور عبداللہ بن سرح کو مصر کی حکومت سے فوراً معزول کیجئے جناب عثمان نے کہا کہ اچھا آپ حضرات بتائیں کہ کس کو ابن ابی سرح کی جگہ پر بھیجوں، اصحاب رسول نے حضرت محمد بن ابوبکر کا نام لیا اور مصر والے بھی انھیں کو چاہتے تھے۔ جناب عثمان نے حکومت مصر کا پروانہ لکھ کر ان کے حوالہ کیا، اور ان کو مصر کی جانب روانہ کر دیا جب محمد بن ابوبکر نے تین شبانہ روز کی مسافت طے کر لی تو ایک حبشی غلام کو دیکھا کہ بہت تیز مصر کی طرف جارہا ہے، لوگوں نے اس کو پکڑ کر اس کے حالات کی تفتیش کی اس نے کہا کہ میں عثمان کا غلام ہوں۔ ایک اہم کام کے لئے عامل مصر کے پاس جارہا ہوں اور یہ بھی کہا میں مروان کا غلام ہوں اور جب اس سے پوچھا گیا کہ تمہارے پاس کوئی خط ہے تو اس نے انکار کر دیا۔ جب اس کی تلاشی لی گئی تو اس کے پاس کچھ نہ نکلا، لیکن اس کے پاس ایک سوکھی مشک تھی، اس میں کچھ کھڑ کھڑا رہا تھا، جب اس کو

---

۱. معارف ابن قتیبہ حالات عثمان

۲. روضۃ الاحباب ج۲، ص۱۸۳؛ تاریخ الخلفاء حالات خلافت عثمان

۳. روضۃ الاحباب ج۲، ص۱۸۰

۴. معارف ابن قتیبہ حالات عبداللہ بن عامر

چاک کیا گیا تو اس میں سے ایک خط نکلا جو جناب عثمان نے ابن سرح کے نام لکھا تھا محمد بن ابوبکر نے کل مہاجرین وانصار کو جو اس کے ساتھ تھے جمع کر کے ان کے سامنے وہ خط کھولا تو اس میں لکھا تھا، محمد بن ابوبکر جب تمہارے پاس پہنچیں تو ان کو قتل کر دینا اور تم اپنی جگہ پر قائم رہو اور جو شخص تمہاری شکایت لے کر آنا چاہے، اس کو قید کر دو اور اس بارے میں عنقریب تمہارے پاس ہدایت بھیجوں گا۔ اس خط کو پڑھ کر سب دنگ رہ گئے، اس خط پر جناب محمد بن ابوبکر نے اپنے ہمراہیوں میں سے چند آدمیوں کی مہریں لگوالیں اور اس کو لئے ہوئے مدینہ واپس پہنچے اور طلحہ وزبیر اور سعد وغیرہ بہت سے صحابہ کو جمع کر کے ان کے سامنے خط کھولا صحابہ کرام اس خط کو پڑھ کر متحیر رہ گئے اور بہت غضبناک ہوئے اور سب جناب عثمان کے پاس پہنچے حضرت علی علیہ السلام نے جناب عثمان سے پوچھا کہ یہ غلام آپ کا ہے، کہا ہاں، پھر پوچھا کہ یہ اونٹ آپ کا ہے؟ کہا ہاں! پوچھا، یہ خط آپ کا ہے، کہا نہیں نہ میں نے لکھا ہے نہ لکھوایا ہے۔ (۱)

علامہ سیوطی لکھتے ہیں: اس کے بعد پہچانا گیا کہ وہ تحریر مروان کی تھی، لوگوں نے کہا: مروان کو ہمارے حوالے کیجئے، لیکن جناب عثمان نے مروان کو حوالہ کرنے سے انکار کیا حالانکہ وہ اس وقت ان کے پاس ان کے گھر میں موجود تھا، آخر کار اصحاب ناراض ہو کر چلے گئے۔ (۲)

صاحب روضۃ الاحباب علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

اصحاب از نزد عثمان بیرون آمدند و دیگر در مهام او کم دخل می نمودند چه ازابا بر تسلیم مروان درقلب سلیم ایشان خدشه کلی پیدا شده گفتند ودلهائے ما با عثمان هر گز صاف نخواهد شد مگر اینکه مروان را بما تسلیم نماید تا کیفیت این نامه را تحقیق ازو نمائیم اگر بحقیقت عثمان نوشته یا فرموده باشد این را از خلافت عزل کنیم. (۳)

اصحاب رسول عثمان کے پاس سے باہر آئے اور اس کے بعد وہ لوگ ان کے معاملات میں بہت کم دخل دیتے تھے، کیونکہ مروان کو مسلمانوں کے حوالہ کرنے سے جناب عثمان کے انکار نے ان کے قلب سلیم میں پورا خدشہ پیدا کر دیا تھا، ان لوگوں نے کہا کہ ہمارے دل عثمان کی طرف سے ہرگز صاف نہ ہوں گے لیکن یہ کہ وہ مروان کو ہمارے حوالہ کریں

---

۱. روضۃ الاحباب ج ۲، ص ۲۰۴ ۲. تاریخ الخلفاء حالات عثمان ص ۱۰۸

۳. روضۃ الاحباب ج ۲، ص ۲۰۴

تا کہ ہم لوگ اس خط کی پوری کیفیت اس سے دریافت کرلیں، اگر واقعاً عثمان نے لکھا ہے یا لکھوایا ہے تو ان کو خلافت سے ہٹا دیں۔

اور ابن قتیبہ نے لکھا ہے: لوگوں نے جناب عثمان سے کہا کہ آپ اس قدر غافل رہتے ہیں کہ جس کا دل جو بھی چاہے لکھ دے اور آپ کی مہر اور آپ کا غلام اور آپ کا اونٹ کام میں لائے اور آپ کو خبر بھی نہ ہو، آپ جب اتنے بے خبر ہیں تو خلافت سے دست بردار ہو جایئے۔ جناب عثمان نے خلافت سے کنارہ کشی ہونے سے انکار کیا اور اپنے گھر کا دروازہ بند کرلیا۔(۱)

ان دونوں باتوں سے معلوم ہوا کہ وہ تحریر جناب عثمان ہی نے مروان سے لکھوائی تھی ورنہ اس کے کیا معنی کہ مروان جیسے مجرم کی حمایت میں آپ نے اپنی موت قبول کرلی۔ لیکن اس کو مسلمانوں کے حوالہ نہ کیا نہ خود خلافت سے دست بردار ہوئے، اگر جناب عثمان خلافت سے دست بردار ہو جاتے تو یقیناً آپ کی جان بھی بچ جاتی، اور آپ کا وقار بھی باقی رہ جاتا بارہ برس حکومت کر چکے تھے، اب کوئی شوق بھی باقی نہ تھا، یوں بھی آپ کافی دولت جمع کر چکے تھے۔ پھر بیت المال سے گذارا بھی ملتا عمر بھی تقریباً نوے سال ہو چکی تھی ایک گوشے میں بیٹھ کر عبادت خدا کرتے لیکن آپ اس لئے خلافت سے دست بردار نہ ہوئے کہ حضرت عائشہ سے روایت ہے: ایک مرتبہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب عثمان سے فرمایا: اے عثمان عنقریب خدا تم کو ایک قمیص پہنائے گا، اگر منافقین اس کے اتارنے کا قصد کریں تو ہرگز نہ اتارنا، یہاں تک کہ تم مجھ سے ملو۔(۲)

مطلب اس حدیث کا یہ ہوا کہ اے عثمان عنقریب خدا تم کو خلافت کی قمیص پہنائے گا۔ پس اگر مہاجرین وانصار اور ہمارے اصحاب تم کو خلافت سے دست بردار ہونے کو کہیں تو ہرگز خلافت نہ چھوڑنا چاہے جان چلی جائے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر اس حدیث کو صحیح مان لیا جائے تو لازم آئے گا کہ اجل اصحاب رسول اور مہاجرین وانصار جن لوگوں نے جناب عثمان سے خلافت چھوڑنے کو کہا (نعوذ باللہ) سب منافق ہو جائیں اور الصحابہ کلھم عدول اور اصحابی کالنجوم والی حدیثیں سب جھوٹی ہو جائیں، لہٰذا یقیناً یہ حدیث اور اس کے ہم معنی جتنی حدیثیں ہیں سب امیر معاویہ کے زمانے میں بنوائی گئی ہیں۔

---

۱. معارف ابن قتیبہ حالات عثمان

۲. تاریخ الخلفاء فصل فضائل عثمان ص۱۰۴؛ ومستدرک حاکم ج۳، ص۱۰۰

علامہ ذہبی لکھتے ہیں: ''قلت انی له الصحة ومداره علی فرج بن فضاله ''میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث صحیح ہے، حالانکہ اس کا مدرک فرج ابن فضالہ پر ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کے کذب کی دوسری دلیل یہ ہے کہ یہ حدیث حضرت عائشہ سے مروی ہے جو خود جناب عثمان کے قتل کا فتوی دیتی تھیں

جناب عثمان کی رحمدلی

علامہ طبری لکھتے ہیں:

وفیها زاد عثمان فی المسجد الحرام و وسعه و ابتاع من قوم، وابی آخرون فهدم علیهم، ووضع الاثمان فی بیت المال، فصیحوا بعثمان، فامر بهم بالحبس، و قال تدرون ما جراکم علی ما جراکم علی الاحلمی، قد فعل هذا بکم عمر، فلم تصیحوا به ثم کلمه فیهم عبد الله بن خالد بن سید، فاخرجوا.. (۱)

جناب عثمان نے مسجد الحرام کی توسیع کی کچھ لوگوں کے مکانات جو مسجد کے گرد تھے خرید لئے لیکن باقی لوگوں نے اپنے مکانات کے بیچنے سے انکار کر دیا تو جناب عثمان نے ان کے مکانات زبردستی گروا دئے اور ان کی قیمت بیت المال میں داخل کر دی، مالکان مکان نے جب فریاد کی تو ان سب کو قید کر دیا اور فرمایا کہ تم لوگ جانتے ہو کس امر نے تم لوگوں کو میرے مقابلہ میں جری کر دیا ہے، یہ صرف میرے حلم نے تم کو جری کیا ہے۔

ورنہ اسی قسم کے کام جناب عمر نے تمہارے ساتھ کئے تو تم لوگوں نے ذرا بھی شور و غل نہ کیا (بلکہ ڈر کے مارے چپ بیٹھے رہے) پھر عبد اللہ بن خالد بن اسید کی سفارش سے وہ لوگ قید سے چھوڑ دئے گئے۔ واضح ہو کہ اسلام میں جبری بیع و شرا باطل ہے، اور اس پر قبضہ و تصرف جائز نہیں ہے رسول اللہ جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے تو آپ حضرت ابو ایوب انصاری کے گھر میں اترے اور جناب ابو بکر محلہ سنخ میں حبیب بن یسار کے گھر میں اترے۔ (۲)

---

۱. طبری ج ۳ ص ۳۱۰ مطبوعہ مصر حالات ۲۶ ھ؛ تاریخ طبری، ج ۴ ص ۲۵۱؛ تاریخ السلام، ذہبی ج ۲، ص ۷۸؛ تاریخ خلیفہ بن خیاط ص ۱۵۹؛ الامل لابن الاثیر ج ۳، ص ۸۷؛ شذرات الذہب ج ۱، ص ۱۸۵؛ روضۃ الاحباب ج ۲، ص ۱۷۵

۲. روضۃ الاحباب ج ۱ ص ۱۳۴

سب سے پہلا کام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں کیا وہ ایک مسجد کی تعمیر تھی، ایک زمین سہل وسہیل دو یتیم بچوں کی تھی، آنحضرت نے فرمایا میں یہ زمین لینا چاہتا ہوں۔

ان بچوں نے زمین مفت دینا چاہی لیکن آپ نے قبول نہ فرمایا تو حضرت ابو یوب انصاری نے قیمت ادا کی اور وہ زمین خریدلی گئی، پھر وہاں مسجد کی تعمیر شروع ہوئی۔(۱)

بچوں نے اپنی زمین برضا وخوشی مفت دینا چاہی آپ نے قبول نہیں فرمائی بلکہ قیمت دے کر خریدی، اسی طرح شب ہجرت جناب ابوبکر نے اپنا اونٹ آنحضرت کی خدمت میں مفت حاضر کرنا چاہا لیکن آپ نے قبول نہیں کیا اور فرمایا کہ قیمت سے لوں گا تو جناب ابوبکر نے دوسو روپے کا اونٹ آپ کے ہاتھ سات سو درہم میں فروخت کیا۔(۲)

یہ سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھی اور عجم کا کافر بادشاہ نوشیروان عادل ایک مرتبہ شکار کو گیا وہاں اس کے لئے کباب تیار کیا گیا، لیکن نمک موجود نہ تھا تو ایک غلام کو ایک دہات میں نمک لانے کے لئے بھیجا گیا نوشیروان نے کہا کہ قیمت دے کر نمک خریدنا کہ دہات خراب نہ ہو لوگوں نے کہا کہ اتنے سے نمک سے کیا ضرر پہنچ سکتا ہے نوشیروان نے کہا کہ دنیا میں ظلم پہلے بہت کم تھا لیکن جو آیا اس نے کچھ اضافہ کیا، یہاں تک کہ یہ نوبت پہنچی ہے۔(۳)

یہ ایک کافر بادشاہ کی سیرت تھی اور جناب ابوبکر وعمر وعثمان مدعی جانشین، حضرت سید المرسلین ورحمۃ للعالمین تھے ان لوگوں کے عمل کو نوشیروان کی سیرت سے ملایئے اور نتیجہ نکالئے۔

ہمارے زمانے میں وہ جاہل مسلمان جو پابند مذہب نہیں ہیں اور اپنی روزانہ کی زندگی میں حلال وحرام کی پروانہیں کرتے وہ بھی اگر مسجد میں دو پیسہ چندہ دینا چاہتے ہیں یا راہ خدا میں کچھ خرچ کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لئے حلال پیسہ فراہم کرتے ہیں لیکن جناب عثمان نے مسجد الحرام کی تعمیر وتوسیع میں اس کی بھی پرواہ نہ کی کہ زمین جائز ومباح ہو۔

جلیل القدر صحابی رسول حضرت عمار پر جناب عثمان کی مہربانیاں

ابن عمر نے خزیمہ بن ثابت سے روایت کی ہے: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمار کے متعلق فرمایا

---

۱. سیرۃ النبی ج۱ص ۲۰۶
۲. مدارج النبوہ ج۲، ص ۴۷
۳. گلستان باب اول در سیرت بادشاہان

:''تقتلک الفئة الباغية'' تجھ کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔(۱)

ترمذی باب فضائل عمار اور بخاری نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے، انھوں نے کہا: جب مسجد نبوی کی تعمیر ہونے لگی۔

کنا نحمل لبنة و عمار لبنتین فراہ النبی فجعل ینفض التراب عنه و یقول ویح عمار تقتله الفئة الباغیه یدعوهم الی الجنة و ید عو نهم الی النار.

تو ہم لوگ ایک ایک اینٹ لا رہے تھے اور عمار دو دو اینٹیں لا رہے تھے، جب آنحضرت نے دیکھا تو عمار کے جسم سے مٹی جھاڑنے لگے اور فرماتے تھے کہ افسوس ان کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا، یہ ان لوگوں کو جنت کی طرف بلا رہے ہوں گے اور وہ ان کو جہنم کی طرف بلاتا ہوگا۔

یہ حدیث بلا اختلاف متواتر ہے جس کو علمائے فریقین نے تسلیم کیا ہے، اس حدیث کو شیخین نے ابوسعید خدری سے نیز مسلم نے ابوقتادہ اور حضرت ام سلمہ اور ابویعلی سے اور احمد نے حضرت عمار یاسر اور ان کے بیٹے اور عمر بن حزم اور حذیفہ ذوالشہادتین سے اور طبرانی نے عثمان اور انس اور ابوہریرہ سے اور حاکم نے حذیفہ اور ابومسعود سے اور یافعی نے ابورافع سے اور ابن عساکر نے جابر بن عبداللہ انصاری اور جابر بن سمرہ اور ابن عباس اور معاویہ اور زہد بن اونی سلمی اور ابوالیسر کعب بن عمر اور زیاد اور کعب بن مالک اور ابوامامہ اور حضرت عائشہ سے اور ابن ابوشیبہ نے عمر بن عاص اور اس کے بیٹے عبد بن عمرو سے روایت کیا ہے اور علامہ سیوطی اور ابن عبدالبر وغیرہ نے اس کے متواتر ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ حضرت عمار یاسر جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کی طرف سے لڑئے اور شہید ہوئے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام اور ان کے ساتھی حق پر تھے، اور جنتی تھے اور معاویہ کا گروہ باغی تھا۔

خالد بن ولید سے روایت ہے کہ حضرت عمار یاسر کے متعلق حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من عاداہ عاداہ اللہ و من ابغضه ابغضه الله. (۲)

جو شخص عمار کو دشمن رکھے گا اس کو خدا دشمن رکھے گا اور جو عمار سے بغض رکھے گا اس سے خدا بغض رکھے گا۔

---

۱. مستدرک حاکم ج ۳، ص ۳۸۶

۲. مستدرک حاکم ج ۳، ص ۳۹۱؛ مسند احمد ج ۴، ص ۸۹

تفصیل آخر کتاب میں لکھی جائے گی ان تفصیلات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوالحسن اشعری نے تیسری صدی میں مذہب اہل سنت والجماعت کے اصول مرتب کئے اور اس کو باضابطہ مذہب بنایا اور اس کا نام اہل سنت والجماعت رکھا۔

حکیم مولانا عبدالغنی صاحب نے لکھا ہے: قاضی ابوبکر باقلانی اور ابن فورک اور ابواسحاق اسفرائنی اور غزالی و عبدالکریم شہرستانی اور فخر الدین وغیرہ اس مذہب کے مددگار رہوئے اور مخالفین کے ساتھ مناظرے اور مجادلہ کئے نیز اپنی مصنفات میں بہت سی دلیلیں بیان کیں یہاں تک کہ اشعری کا مذہب ۳۸۰ھ میں عراق کے اندر پھیل گیا اور شام کی طرف منتقل ہوا سلطان صلاح الدین یوسف مصر کے بادشاہ ہوئے تو انھوں نے سارے لوگوں پر عقائد اشاعرہ کو لازم قرار دیا اور اس عقیدہ کے اوقاف کا ہونا دیار مصر میں شرط قرار دیا جیسے مدرسہ ناصریہ وخانقاہ سعید السعداء واقع قاہرہ۔(۱)

چنانچہ عقیدہ اشعری کی یہی چال تمام ممالک مثلاً: مصر، شام، حجاز، یمن اور سرزمین غرب میں چلی گئی غربی ملک یعنی افریقہ میں اشعری کی رائے کو ابوعبداللہ محمد بن تومرت شاگرد غزالی نے داخل کیا اور ایک عقیدہ بنادیا جس کو عامہ نے یاد کرلیا یہاں تک کہ اس کے قائم مقام کی تلوار کے زور سے یہ اعتقاد ان شہروں میں ایسا جاری ہوا کہ جو کوئی مخالفت کرتا اس کی گردن ماردی جاتی یہاں تک کہ سوائے اس کے اور سب مذاہب مٹ گئے کوئی بھی مذہب اشعری کے علاوہ باقی نہ رہا مگر حنابلہ کا مذہب۔ غرض اس طرح مذہب اہل سنت والجماعت ۳۲۴ھ سے قبل پیدا ہو کر ساٹھ ستر برس کے اندر بزور شمشیر دور دراز ممالک میں پھیلا دیا گیا۔

احادیث کی روشنی میں اہلسنت کے ناجی ہونے کا ثبوت

علمائے اہلسنت نے اپنے ناجی ہونے کے ثبوت میں چند حدیثیں بھی نقل کی ہیں:

پہلی حدیث: اقتدوا با الذین من بعدی ابی بکر وعمر (۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ میرے بعد ابوبکر وعمر کی پیروی کرنا۔

اس کے بارے میں کئی اعتبار سے نقص پایا جاتا ہے اور مورد بحث ہے مثلاً: اس حدیث کو ترمذی نے

---

۱. مذاہب اسلام، ص ۲۱، حکیم مولانا عبدالغنی ۲. الدر المنثور، ج ۲، ص ۱۶۶؛ تفسیر بغوی، ج ۲ ص ۲۴۱؛ تفسیر القرطبی، ج ۱۸ ص ۱۸ (حشر آیت ۶) سنن ترمذی، ج ۱۲ ص ۱۲۱؛ ج ۵، ص ۶۰۹؛ مسند احمد، ج ۵ ص ۳۸۲؛ ج ۷ ص ۲۳۰

اور ابن قتیبہ نے ابوالعامریہ سے روایت کی ہے، انھوں نے کہا: میں نے حضرت رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میرے بعد تم لوگ پلٹ کر کافر نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو، بے شک اس دن حق پر عمار ہوں گے۔ (۱)

نیز حضرت کی حدیث ہے:

علیکم یابن سمیة فانه لایفارق الحق حتی یموت اوقال فانه یدورمع الحق حیث دار.

تم لوگ عمار یاسر کی پیروی کرنا کیونکہ وہ ہرگز حق سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ ان کو موت آئے یا یہ فرمایا کہ وہ ادھر ہی مڑتے رہیں گے، جدھر حق مڑے گا۔

ان حدیثوں کا خلاصہ یہ ہوا کہ حضرت عمار یاسر اہل جنت سے تھے اور ان کا قتل کرنے والا گروہ اور ان سے بغض و دشمنی رکھنے والا خدا کا دشمن اور جہنمی تھا اور جس دن مسلمانوں میں تلواریں کھینچیں اور وہ ایک دوسرے کا سر کاٹنے لگے، اس دن عمار اور ان کا گروہ حق پر تھا اور مسلمانوں کو انھیں کی پیروی کا حکم تھا۔

اس تمہید کے بعد اب یہ دیکھنا ہے کہ جب قتل عثمان کا ہنگامہ کھڑا ہوا اس وقت عمار یاسر کدھر تھے۔

ابن قتیبہ نے لکھا ہے: ابوالعامریہ نے کہا کہ میں عمار یاسر کو مسجد میں بیٹھ کر عثمان کی عیب جوئی کرتے سنا وہ کہتے تھے کہ یہ دراز ریش (عثمان) یہ کام کرتا ہے اگر میرے ساتھ تین آدمی ہو جائیں تو میں اس کو رونڈ ڈالوں پھر قتل کر دوں۔ (۲)

ابن قتیبہ اپنی کتاب الامامۃ والسیاسۃ میں لکھتے ہیں:

انه اجتمع الناس من اصحاب رسول اللّٰه و کتبوا ذکروافیه ماخالف فیه عثمان من سنة رسول اللّٰه وسنة صحابیة الخ. (۳)

صحابہ کی ایک جماعت نے جمع ہو کر جناب عثمان کو ایک خط لکھا جس میں کل وہ باتیں جو سنت پیغمبر خدا اور سنت شیخین کے خلاف جناب عثمان نے کی تھیں ذکر کیں۔

پھر کچھ آگے بڑھ کر لکھتے ہیں: پھر وہ خط لے کر گئے تا کہ جناب عثمان کے ہاتھ میں دیں، خط حضرت عمار یاسر کے ہاتھ میں تھا اور حضرت مقداد بھی ان لوگوں کے ساتھ تھے، لیکن راہ سے وہ لوگ عمار سے

---

۱. معارف ابن قتیبہ ترجمہ عمار
۲. معارف ابن قیتبہ حالات عمار
۳. الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۳۱،

جدا ہونے لگے یہاں تک کہ عمار تنہا رہ گئے، جب جناب عثمان کے گھر پہنچے اور اجازت لے کر اندر داخل ہوئے تو وہاں مروان اور بنی امیہ کے کچھ لوگ پہلے سے موجود تھے عمار یاسر نے جناب عثمان کو خط دیا انھوں نے لیکر پڑھا اور پوچھا کہ یہ خط تم نے لکھا ہے۔

حضرت عمار نے کہا: ہاں! جناب عثمان نے پوچھا اور کون لوگ اس خط کے لکھنے میں تمہارے شریک تھے حضرت عمار نے کہا: کچھ لوگ اور بھی تھے جو متفرق ہو گئے عثمان نے پوچھا وہ کون لوگ تھے کہا یہ نہ بتاؤں گا، عثمان نے کہا اتنے لوگوں میں تنہا تم نے کیونکہ یہ خط میرے پاس لانے کی جرأت کی۔

اتنے میں مروان بول اٹھا اے امیر المومنین اسی حبشی غلام (عمار یاسر) نے ان لوگوں کو خط لکھنے کی جرأت دلائی ہے اگر آپ اس کو قتل کر دیں گے تو وہ سب انکار کر دیں گے۔

فقال عثمان اضربوه فضربوه وضربه عثمان معهم حتى فتقوا بطنه فغشي عليه فجروه حتى طرحوه على باب الدار فامرت به ام سلمة زوج النبي فادخل منزلها فغضب فيه بنو المغيرة.

عثمان نے کہا: کہ اس کو مارو، پس ان لوگوں نے ان کو مارا اور جناب عثمان نے بھی ان کے ساتھ مل کر مارا، یہاں تک کہ ان کو مرض فتق عارض ہو گیا اور بیہوش ہو گئے پھر ان لوگوں نے ان کو کھینچ کر دروازے کے باہر ڈال دیا تو حضرت ام سلمہ نے ان کو اپنے گھر میں منگا لیا، پس ان کی وجہ سے بنو مغیرہ جناب عثمان پر غضبناک ہو گئے۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

وقد كان قبل ذالك من عثمان هناة الى عبدالله بن مسعود وابى ذرو عمار بن ياسر فكانت هذيل وبنوزهرة فى قلوبهم مافيها لحال ابن مسعود وكانت بنو غفار واحلافها ومن غضب لابى ذرفى قلوبهم وكانت بنومخزوم قد حنقت على عثمان لحال عماربن ياسر. (۱)

اس کے قبل جناب عثمان کی طرف سے عبداللہ بن مسعود اور ابوذر غفاری اور عمار یاسر پر کچھ زیادتیاں اور مظالم ہوئے تھے اس لئے بنو ہذیل اور بنو زہرہ ابن مسعود کے سبب سے اور بنو غفار اور ان کے ہم عہد قبائل ابوذر کی وجہ سے اور بنو مخزوم عمار یاسر کے سبب سے

---

۱. تاریخ الخلفاء ص ۱۰۷

عثمان پر غضبناک تھے۔

صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں:

قبل ازیں واقعہ شدہ امیر المومنین جناب عثمان نسبت بعبد اللّٰہ بن مسعود وابوذر غفاری عمار یاسر امور غیر مناسب واقع شدہ بود.(۱)

قبل اس کے جناب عثمان کی طرف سے عبد اللہ بن مسعود اور ابوذر غفاری عمار یاسر کے ساتھ کچھ نامناسب برتاؤ ہوا تھا۔

اسی طرح مسعودی نے مروج الذہب میں اور دیگر مورخین نے لکھا ہے۔(۲)

ان رویات سے معلوم ہوا کہ حضرت عمار یاسر جناب عثمان کی مخالف جماعت کے ساتھ تھے اور حدیث گزر چکی۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "**علیکم بابن سمیة الحدیث...**"

تم لوگ ابن سمیہ یعنی عمار یاسر کی پیروی کرنا کیونکہ وہ کبھی حق سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ ان کو موت آئے۔

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "**اذا اختلف الناس کان ابن سمیة علی الحق.**" (۳)

جب لوگ میں اختلاف واقع ہوگا تو ابن سمیہ یعنی عمار یاسر حق پر ہوں گے۔

نتیجہ نکالئے اب ذرا بالکل ان احادث کے مقابل کی حدیث سنئے، حاکم نے مستدرک میں جناب ابو ہریرہ سے روایت کی ہے، انھوں نے کہا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

انها ستکون فتنة واختلاف قال قلنا یارسول اللّٰہ فماتامرنا قال علیکم بالامیر واصحابه واشار الی عثمان.(۴)

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عنقریب ایک اختلاف ظاہر ہوگا۔

راوی کہتا ہے: ہم لوگوں نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ لوگوں کو کیا حکم دیتے ہیں آپ فرمایا: تم لوگ اپنے امیر اور اس کے ساتھیوں کی پیروی کرنا اور عثمان کی طرف اشارہ کیا۔

ان دونوں طرح کی حدیثوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ جناب عثمان اور ان کی حمایت کرنے والے، یعنی مروان

---

۱. روضۃ الاحباب ج۲،ص۲۰۲
۲. مروج الذہب ج۱،ص۴۳۷
۳. جامع کبیر سیوطی ج۱،ص۱۸۴
۴. مستدرک ج۳،ص۹۱

بن حکم اور بنی امیہ بھی برحق تھے اور مسلمانوں پر ان کی پیروی واجب تھی اور مخالفین جناب عثمان یعنی حضرت عمار اور ان کی حمایت کرنے والے قبائل بھی برحق تھے اور ان کی پیروی بھی مسلمانوں پر واجب تھی۔ قاتل بھی برحق مقتول بھی برحق قاتل بھی جنتی اور مقتول بھی جنتی قاتل کی پیروی بھی واجب مقتول کی پیروی بھی واجب یہ ہے نمونہ اہل سنت والجماعت کی احادیث کا پھر طرفہ یہ ہے کہ دونوں طرح کی حدیثیں ان لوگوں کے نزدیک صحیح ہیں، لہٰذا دونوں کا ماننا ضروری ہے اور چونکہ دونوں میں کھلا ہوا تعارض ہے۔

لہٰذا دونوں میں سے ایک کارد کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ یہ بات عقل و روایت کے خلاف ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایسی متضاد باتیں بیان فرمائیں لہٰذا یقیناً ان دونوں قسم کی حدیثوں میں سے ایک قسم کی حدیثیں جھوٹی ہیں، جو بہ مصلحت بنائی گئی ہیں۔

۱. واضح ہو کہ حضرت عمار یاسر کی شان میں جو حدیث (تقتلہ الفئة الباغیة) وارد ہوئی ہے وہ فریقین کے نزدیک متواتر ہے اور یہ حدیث ان دوسری حدیثوں کی تائید کر رہی ہے، جو حضرت عمار کی شان میں نقل کی گئی ہے، اس لئے کہ وہ حدیثیں بھی اسی کے ہم معنی ہیں لہٰذا وہ سب صحیح ہیں۔

۲. اکثر مہاجرین و انصار اور بہت سے، مسلمانوں نے حضرت عمار یاسر کی موافقت کی اور اسی طریقہ کو حق سمجھا جس کو عمار یاسر نے اختیار کیا جس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمار کی شان میں جو حدیثیں وارد ہوئی ہیں وہ صحیح ہیں۔

۳. حضرت عمار کی شان میں جعلی احادیث کا کوئی داعی نہ تھا، بخلاف جناب عثمان کے جن کے متعلق بہت سے مورخین و محدثین نے لکھا ہے کہ امیر معاویہ نے بصرف زر کثیر ان کی شان میں فضائل وغیرہ کی حدیثیں بنوائیں، جس کے ایک رکن جناب ابوہریرہ بھی تھے جو اس حدیث کے راوی ہیں۔

لہٰذا یقیناً یہ حدیث جناب ابوہریرہ ہی کی ایجادات سے ہے پس ثابت ہوا کہ حضرت عمار یاسر حق پر تھے اور ان کو اذیت پہنچانے والے اور قتل کرنے والے ظالم تھے۔

عظیم المرتبت صحابی رسول حضرت ابوذر غفاری

اسلام لانے والوں میں حضرت ابوذر کا نمبر چوتھا تھا۔(۱)

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ابوذر غفاری کے متعلق فرمایا:

---

۱. مستدرک حال ابوذر غفاری

ماثقل الغبراء ولاتظل الخضراء من ذی لهجة اصدق ولا اوفی من ابی ذر شبیه عیسیٰ ابن مریم. (۱)

زمین نہ اٹھائے گی اور آسمان سایہ نہ کرے گا، کسی ایسے شخص پر جو ابوذر سے زیادہ سچا اور خدا کے وعدوں کا پورا کرنے والا ہو ابوذر عیسیٰ بن مریم کے مشابہ ہیں۔

اس حدیث کو بہت سے محدثین نے متعدد سندوں کے ساتھ نقل کیا ہے:

حضرت ابوذر سے روایت کی ہے، انھوں نے کہا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر تم ایک مرد صالح ہو اور میرے بعد تم پر عنقریب بلائیں نازل ہوں گی۔ میں نے عرض کیا کہ کیا خدا کی راہ میں فرمایا: ہاں خدا کی راہ میں میں نے عرض کیا کہ میں امر الٰہی کا استقبال کرتا ہوں۔ (۲)

ابوعثمان نہدی نے حضرت ابوذر سے روایت کی ہے، انھوں نے کہا:

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

یااباذر کیف انت اذکنت فی حثالة وشبک بین اصابعه قلب یارسول الله فماتامرنی قال اصبر اصبرا صبر خالقوا الناس باخلاقهم وخالقوهم فی اعمالهم. (۳)

اے ابوذر اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا، جب تم لوگوں کی خباثتوں کا شکار بن جاؤ گے اور آنحضرت نے اپنی انگلیاں پھیلادیں۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پس مجھ کو کیا حکم دیتے ہیں فرمایا: صبر کرو صبر کرو صبر، ملوان لوگوں سے انھیں کے طریقے پر، لیکن عمل میں ان کی مخالفت کرو۔

حضرت ابوذر غفاری خلیفہ اول کے بعد شام چلے گئے تھے اور وہیں رہتے تھے۔ (۴)

صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں:

ابو ذر غفاری طریق امربالمعروف ونهی ازمنکر سلوک بموجب (قل الحق وان کان مراعمل نمودمعاویه) راز بعضے امور که لائق حکام نمی دانست منع مینمودو ازرسانیدن، کلمه حق هیچ محابه نمیکر دوی ازیں معنی تنگ آمده از ابو ذر غفاری شکایت

---

۱. مستدرک حاکم ج ۲، ص ۳۴۲

۲. استیعاب ج ۲، ص ۸۴؛ وترمذی ج ۲، ص ۲۲۱؛ واصابہ ج ۳، ص ۶۲۲ وغیرہ؛ ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء ج ۱، ص ۱۶۲

۳. مستدرک حاکم ج ۳، ص ۳۴۳

۴. اسد الغابہ حال ابوذر

بامیر مومنان عثمان نوشت .(۱)

ابوذر غفاری امر بالمعروف اور نہی عن از منکر کرتے اور وہ اس پر عامل تھے کہ حق بات کہو اگر چہ تلخ ہو اور معاویہ کو بعض ایسی باتوں سے جن کو وہ حکام کے لئے مناسب نہیں سمجھتے تھے منع کرتے تھے اور کلمہ حق کے پہنچانے میں کوئی رعایت نہیں کرتے تھے، معاویہ نے ان کے امر المعروف سے تنگ آ کر ان کی شکایت جناب عثمان کے پاس لکھی۔

مورخین اہل سنت نے ابوذر غفاری کی جلاوطنی کے حالات کے بیان میں بہت ہی اخفاء وتحریف و کاٹ چھانٹ سے کام لیا ہے اور جناب عثمان کے دامن کو الزامات کے دھبے سے پاک کرنے کی کوشش کی ہے۔

علامہ طبری لکھتے ہیں:

وفی هذه السنة اعنی ۳۰ ھ کان ماذكر من امر ابی ذر ومعاوية واشخاص اياه من الشام الى المدينة وقدذكر فی سبب اشخاص اياه منها اليها امور كثيرة كرهت ذكر اكثربها.(۲)

اسی سن میں یعنی ۳۰ ھ میں حضرت ابوذر غفاری کو معاویہ نے شام سے مدینہ کی طرف نکالا، جیسا کہ لوگوں نے ذکر کیا ہے، اور اس کے بہت سے اسباب لوگوں نے بیان کئے ہیں جن میں سے اکثر باتوں کا لکھنا میں نے پسند نہیں کیا۔

اس کے بعد طبری نے جناب عثمان اور معاویہ کا دامن بچاتے ہوئے حضرت ابوذر کی شام سے مدینہ اور مدینہ سے ربذہ کی طرف جلاوطنی کے فرضی واقعات لکھے ہیں، جس میں خود حضرت ابوذر پر الزامات قائم کرنے کی کوشش کی ہے، پھر لکھا ہے۔

واما الآخرون فانهم وردفی سبب ذالک اشياء كثيرة وامورا شنيعة كرهت ذكرها.

دوسروں نے اس جلاوطنی پر بہت سے قبیح اور برے اسباب ذکر کئے ہیں جن کا لکھنا میں نے پسند نہ کیا

ان عبارتوں سے معلوم ہوا ہے کہ طبری کو ان اسباب کی صحت میں کوئی اعتراض نہ تھا بلکہ انھوں نے

---

۱. روضۃ الاحباب ج۲،ص۱۸۴ ۲. طبری ج۳،ص۳۳۵

صرف قبیح ہونے کی بناپر ان کو چھوڑ دیا غور کرنے کی بات ہے کہ علم تاریخ جیسا شریف اور اہم علم جس پر قوموں کے بننے اور بگڑنے کی بنیاد قائم ہے روایات سلف آنے والی نسلوں کے لئے کیمیا کے نسخے ہیں اوران کے ایمان وعمل کے لئے شمع راہ ہیں، ان میں اس قسم کی خود اختیاری اور جانب داری اور اپنے پسند اور ناپسند اور ذاتی رجحانات کی مداخلت کہ کسی واقعہ کو مورخ صرف اس بناپر کاٹ چھانٹ اور تغیر و تبدل کر کے بیان کرے، یا صرف اس سبب سے چھوڑ دے کہ اس کو پسند نہ ہو کتنی بڑی خیانت اور کیسی ناانصافی ہے۔

روایات کی جانچ کے لئے درایت ورجال کے اصول مقرر ہیں، صاحبان علم ودیانت انھیں مقررہ اصولوں پر روایات کی جانچ کرنے کے بعد ان کو قبول کرتے ہیں یارد کرتے ہیں لیکن یہ قاعدہ آپ کو کہیں نظر نہ آئے گا کہ جو روایت پسند نہ ہو رد کردی جائے اگرچہ صحیح ہو اور جو پسند ہو وہ قبول کر لی جائے، اگرچہ جھوٹی ہو اور یہ عیب صرف طبری ہی میں نہیں بلکہ اہل سنت کی کتابیں اس قسم کے تصرفات سے بھری ہوئی ہیں لیکن حق بات چھپتی نہیں ہے علامہ طبری نے جن باتوں پر پردہ ڈالنا چاہا ہے دوسروں نے ظاہر کردیا ہے

علامہ ابن ابی الحدید معتزلی شرح نہج البلاغہ میں لکھتے ہیں:

فکتب عثمان الی معاویة امابعدفاحمل جندبا الی اعلیٰ اغلظ مرکب وأوعره فوجه به مع من ساربه اللیل والنهاروحمله علی شارف لیس علیها الا قتب حتی قدم به المدینة وقد سقط لحم فخذیه من الجهد: (۱)

عثمان نے معاویہ کو لکھا کہ جندب (ابوذر) کو ایک بدرفتار اور بے کجاوہ اونٹ پر ایک ایسے شخص کے ساتھ جو روز وشب اس کو دوڑاتا ہوا چلے میرے پاس بھیج دو، چنانچہ وہ اسی طرح بھیج دئے گئے جب وہ مدینہ پہنچے تو ان کی دونوں رانوں کا گوشت کٹ کٹ کر گر گیا تھا جناب ابوذر جب جناب عثمان کے پاس پہنچے تو انھوں نے کہا اے ابوذر! تمہیں دیکھ کر کوئی آنکھ روشن نہ ہو۔

دیر تک سخت کلامی کی، حضرت ابوذر نے کہا کہ امر بالمعروف تو کوئی بری شئی نہیں ہے جناب عثمان نے کہا تم نے لوگوں سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب ابوالعاص (عثمان

---

۱. شرح نہج البلاغہ، علامہ ابن ابی الحدید معتزلی، ج۱ص ۶۹۹

کے دادا) کی اولاد تیس سے زیادہ ہوجائے گی تو وہ مال خدا کو اپنی دولت وغنیمت اور خدا کے بندوں کو اپنا غلام اور دین خدا کو فریب بنالیں گے، حضرت ابوذر نے کہا: ہاں! ضرور سنا ہے اس پر جناب عثمان کو غصّہ آیا اور انھوں نے پوچھا کہ یہ حدیث اور بھی کسی نے سنی ہے درباریوں نے کہا نہیں، تب جناب عثمان نے حضرت علی علیہ السلام کو بلوایا اور پوچھا کہ آپ نے حدیث سنی ہے جو یہ جھوٹا بڈھا کہہ رہا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اے عثمان ابوذر کو جھوٹا نہ کہو، میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کسی بولنے والے پر آسمان نے سایہ نہ کیا جو ابوذر سے زیادہ سچا ہو سب لوگوں نے جو وہاں موجود تھے کہا کہ آپ نے سچ فرمایا یہ حدیث ہم لوگوں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہے یہ سن کر حضرت ابوذر رونے لگے اور کہا کہ تم لوگوں پر وائے ہو تم سب کے سب زر کے لالچ میں بیٹھے ہو، اور مجھ کو جھوٹا بتاتے ہو۔(۱)

صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں:

امیر المومنین عثمان فرموده که در نواحی حجاز کد ام موضع بتو ابغض است گفت ربذه و آن موقعیت در بادیه که از انجاتا مدینه سه مرحله راه است عثمان گفت بآں موضوع می باید رفت ابوذر گفت خوش باش مابدانکه اگر شمشیر تیز بر رقبه من نهید من از امر بالمعروف ونهی عن المنکر ورسانیدن انچه از پیغمبر شنیده ان از خو دممتنع نخواهم کردو کلمه حق راهر جاکه باشم خواهم رسانید . (۲)

جناب عثمان نے کہا کہ اے ابوذر نواحی حجاز میں کون سی جگہ سب سے زیادہ تم کو ناپسند ہے۔ ابوذر نے فرمایا: ربذہ اور وہ مدینہ سے تین منزل پر صحرا میں ایک گاؤں ہے عثمان نے کہا: تم کو وہیں جانا ہوگا۔ حضرت ابوذر نے فرمایا: بہت اچھا، لیکن سمجھ لو کہ اگر تم لوگ میری گردن پر تیز تلوار کی دھار بھی رکھ دو تب بھی امر المعروف اور نہی عن المنکر اور جو میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے اس کے پہچانے سے باز نہ رہوں گا، اور جہاں بھی رہوں گا کلمہ حق پہونچاتا رہوں گا۔ جناب عثمان نے مروان کو حکم دیا کہ ابوذر کو ایک اونٹ

---

۱. خلاصہ روایات تاریخ خمیس؛ روضۃ الصفا و مروج الذہب؛ استیعاب حال ابوذر و تفسیر علی بن ابراہیم قمی۔

۲. روضۃ الاحباب ج ۲، ص ۱۸۴

پر بٹھا کر مدینہ سے نکال دو اور کسی کو ان کے رخصت کرنے کے لئے نہ جانے دو۔

غرض بڑی تکلیف اور ذلت کے ساتھ حضرت ابوذر نکالے گئے لیکن باوجود جناب عثمان کی ممانعت کے حضرت علی علیہ السلام اور حضرت امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام اور حضرت عمار یاسر علیہ السلام اور حضرت عبداللہ بن عباس علیہ السلام وغیرہ ان کو رخصت کرنے کے لئے مدینہ کے باہر تک گئے۔

مروان نے حضرت علی علیہ السلام سے کہا: عثمان نے منع کیا تھا کہ کوئی ان کو پہچانے نہ جائے آپ کیوں آئے آپ کو یہ بات ناگوار گزری اور آپ نے اس کے خچر کے دونوں کانوں کے درمیان میں ایک تازیانہ مارا اور فرمایا دور ہو جا کر نجی عورت کے بیٹے میرے فعل پر اعتراض کرنے کا تجھ کو کیا حق ہے، مروان نے جا کر جناب عثمان سے حضرت علی علیہ السلام کی شکایت کی جناب عثمان نے حضرت علی علیہ السلام کو بلوایا اور کہا کہ میں نے حکم نہیں دیا تھا کہ تم میں سے کوئی شخص مدینہ سے باہر نہ جائے تو آپ کیوں گئے، آپ نے فرمایا تمہارا حکم ماننا ہم پر واجب نہیں ہے۔

اس جملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام جناب عثمان کو ناجائز خلیفہ رسول تسلیم نہیں کرتے تھے۔

جناب عثمان نے کہا:

مروان کو آپ سے شکایت ہے کہ آپ نے اس کو برا کہا ہے اور اس کے خچر کے دونوں کانوں کے بیچ میں تازیانہ مارا ہے آپ اس سے معافی مانگئے اور اس کو راضی کیجئے۔

آپ نے فرمایا:

میرا اونٹ باہر کھڑا ہے اس سے کہے کہ جا کر اس کو تازیانہ مارے جناب عثمان نے کہا کہ اگر آپ مروان کو برا کہیں گے تو وہ بھی آپ کو برا کہے گا۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: کہ وہ کلمہ بد زبان پر جاری نہیں کر سکتا، خدا کی قسم اگر اس نے برا کہا تو تلوار سے اس کا جواب دوں گا، وہ میرا کفو نہیں ہے، حضرت علی علیہ السلام کو غصہ آ گیا اور جناب عثمان خاموش ہو گئے۔

عبدالرحمٰن بن غنم سے روایت ہے:

انھوں نے کہا کہ ایک روز میں ابوداؤد کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک شخص مدینہ سے آیا ابوداؤد نے اس سے حضرت ابوذر کا حال پوچھا اس نے کہا وہ ربذہ بھیج دئے گئے۔

ابوداؤد نے کہا: ان اللہ وانا الیہ راجعون.

اگر ابوذر میرا کوئی عضو کاٹ لیتے یا ہاتھ کاٹ لیتے، جب بھی میں ان کو کچھ نہ کہتا، کیوں کہ میں حضرت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سن چکا ہوں کہ آپ نے فرمایا:

آسمان نے سایہ نہیں کیا، اور زمین نے نہیں اٹھایا، کسی ایسے شخص کو جو ابوذر سے زیادہ سچا ہو۔(۱)

حضرت ابوذر نے نہایت درجہ عسرت وفقر وفاقہ میں چند سال گزارے آخر بذہ کے بیابان میں بڑی بے کسی وغربت کے عالم میں انتقال فرمایا آپ کے انتقال کے وقت آپ کی ایک صاجزادی سرہانے تھیں اور سوا حسرت ویاس کے کچھ نہ تھا، جب ابوذر پر آثار موت نمایاں ہوئے تو صاجزادی نے کہا کہ بابا اس جنگل میں آپ کے غسل وکفن کا کیا انتظام ہوگا، آپ کی میت کو درندوں سے کیوں کر بچاؤں گی۔

حضرت ابوذر نے فرمایا: بیٹی غم نہ کر دیکھ کوئی قافلہ آتا ہوا نظر آرہا ہے صاجزادی نے کہا: ہاں! کچھ سوار آتے ہوئے نظر آرہے ہیں، حضرت ابوذر نے تکبیر کہی اور کہا خدا اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا: اب مجھے قبلہ رخ کردے، اور جب وہ لوگ یہاں پہنچیں تو میرا سلام کہہ دینا۔

غرض وہ قافلہ پہنچا، جس میں حضرت مالک اشتر بھی تھے، ان لوگوں نے غسل دیا اور نماز کے بعد دفن کردیا، اور حضرت ابوذر کی صاجزادی کو ساتھ لے کر مدینہ چلے گئے۔(۲)

صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں:

ابوذر غفاری راکہ زبان معجزبیان محمدی درشان وے بحدیث ماأظلت الخضراء ولا اقلت الغبراء من ذی لھجۃ اصدق ولا اوفی من ابی ذر، ناطق گشتہ برائے خاطر معاویہ از شام اخراج کردنیز نگھداشت کہ درمدینہ توطن واقامت کندو اورامدینہ بردہ ابوذر از ابغض مواضع کہ بود فرستادو بآں اکتفاء نہ کردہ اورااز جواب فتوائے مسلمانان منع فرمودہ بابحملہ بعضے ازیں امور مذکورہ حامل وباعث شدمر عائشہ راکہ درشان عثمان گفت لعن اللہ نعثلا وقتل اللہ نعثلا۔(۳)

ابوذر غفاری کو جن کی شان میں زبان معجز بیان محمدی حدیث ماأظلت الخضراء کے ساتھ گویا ہوئی (عثمان نے) معاویہ کی خاطر شام سے نکالا اور پھر ان کو مدینہ میں بھی رہنے نہ

---

۱. مستدرک حاکم ج۳،ص۳۴۴؛ استیعاب

۲. تاریخ طبری ج۳،ص۳۵۴؛ ومستدرک حاکم ج۳،ص۳۳۷؛ وکامل ج۳،ص۱۵

۳. صاحب روضۃ الاحباب ج۳،ص۱۲

عبدالملک بن عمیر سے انھوں نے ابن حررش سے انھوں نے حذیفہ سے مرفوعا اخراج کیا ہے۔

ابن خلکان نے لکھا ہے: ابن عمیر، بنی امیہ کے طرفدار تھے اور بنی امیہ کی طرف سے شعبی کے بعد کوفہ کے قاضی بنے، جب عبدالملک بن مروان کے پاس مصعب بن زبیر کا سر لاکر رکھا گیا تو یہ اس کے پاس موجود تھے انھوں نے کہا کہ میں اسی مقام پر ابن زیاد کے پاس بیٹھا تھا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر اقدس لاکر رکھا گیا پھر میں مختار کے پاس بیٹھا تھا کہ اسی مقام پر ابن زیاد کا سر لاکر رکھا گیا۔ پھر مصعب بن زبیر کے پاس بیٹھا تھا کہ اسی مقام پر مختار کا سر لاکر رکھا گیا اور آج مصعب ابن زبیر کا سر تیرے سامنے موجود ہے پس خدا تجھ کو اپنی پناہ وحفاظت میں رکھے یہ سن کر عبدالملک اٹھا اور اس قصر کو منہدم کرادیا یہ واقعہ یافعی نے بھی مراۃ الجنان میں لکھا ہے۔ (۱)

یہ روایت صاف بتارہی ہے کہ یہ بنوامیہ کے دوست اور خیر خواہ تھے۔ انھوں نے امام حسین علیہ السلام کا سر اقدس ابن زیاد کے سامنے رکھا ہوا دیکھا اور اہل بیت رسول کو حالت اسیری میں دیکھا لیکن بیٹھے تماشہ دیکھا کئے نہ ان سے ہمدردی ظاہر کی نہ ابن زیاد کی ہم نشینی ترک کی۔ لیکن معصب ابن زبیر کا سر دیکھ کر عبدالملک ابن مروان کی سلامتی کی دعا کرنے لگے۔ اور جسم میں لرزہ پڑ گیا۔

ابن حجر نے تقریب التہذیب میں لکھا ہے کہ (**تغیر حفظه وربما دلس**) یعنی ان کا حافظہ خراب ہو گیا تھا اور کبھی کبھی تدلیس کرتے تھے۔

شہید ثالث نے لکھا ہے: عبدالملک ابن عمیر ناصبی تھے اور شیخین کی فضیلت میں جھوٹی حدیثیں بنایا کرتے تھے۔ (۲)

یہی حدیث باختلاف الفاظ انھیں راویوں سے سفیان ثوری نے نقل کی جس کی سند کا حال معلوم ہو چکا ہے اور یہی حدیث احمد بن محمد نے عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے۔

ذہبی لکھتے ہیں: عبداللہ نہاوندی نے احمد بن محمد سے کہا: یہ دلوں کو نرم کرنے والی بات کہاں سے لائے احمد نے کہا: لوگوں کے دلوں کو مائل کرنے کیلئے یہ حدیث میں نے اپنے دل سے گڑھی ہے۔ (۳)

ابوداود کہتے ہیں: میں ڈرتا ہوں کے یہ شخص کہیں بغداد کا دجال نہ ہو۔

---

۱. مراۃ الجنان وعبرۃ القظان فی معرفۃ حوادث الزمان، ج۱ ص ۱۰۵، ناشر موقع الوراق۔ یافعی
۲. صوارم مہرقہ ص ۹۹ ۳. میزان الاعتدال ص ۵۷

دیا اور اس دیہات میں جو ابوذر کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض تھا بھیج دیا اور اتنے ہی پر اکتفانہ کیا بلکہ ان کو مسلمانوں کے لئے فتویٰ دینے سے بھی روک دیا۔

غرض اسی طرح کے امور سبب ہوئے کہ حضرت عائشہ نے عثمان کے متعلق کہا کہ خدا اس نعثل پر لعنت کرے اور اس کو قتل کرے۔

جناب عثمان کا سودی کاروبار

جناب عثمان نے ایک شخص سے بیع سلف کے طور پر خرما خریدا، یعنی دام دیدیا اور طے ہوا کہ جب خرما تیار ہوگا تو اتنا خرما لیں گے جب خرما تیار ہوا اور جناب عثمان لینے گئے تو اس نے کہا کہ آدھا مال اپنا لے کر اور نصف چھوڑ دو۔ جس سے اپنے بچوں کی پرورش کروں اگر سب دے دوں گا تو میرا خرچ کہاں سے چلے گا، آدھا مال جو باقی رہ جائے گا فلاں زمانے میں اتنی زیادتی کے ساتھ دوں گا۔

جب وعدہ کا وقت آیا تو جناب عثمان اس سے زیادہ مال کے طالب ہوئے (معاملہ اتنا بڑھا) حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک خبر پہنچیں تو آپ نے ان کو منع فرمایا: اور اس کے بعد یہ آیت پہنچیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنْ الرِّبَا إِنْ كُنتُمْ مُؤْمِنِينَ .(۱)

ایمان والو اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر تم صاحبان ایمان ہو۔

جناب عثمان کا آخری انجام اور ان کی پیشینگوئیاں

صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں: جناب عثمان نے ایام محاصرہ میں حضرت مالک اشتر کو بلایا اور پوچھا کہ میرے قتل کا سبب کیا ہے۔ انھوں نے کہا:

۱. یہ کہ آپ خلافت سے دست بردار ہو جائیں۔

۲. یہ کہ اپنے اوپر قصاص کا حکم جاری کیجئے (یعنی ان مظالم کی بنا پر جو آپ نے اصحاب رسول اور خاصان خدا پر کئے ہیں۔

۳. یہ کہ مروان کو مسلمانوں کے حوالہ کیجئے تاکہ اس کو اس کے جرم کی سزا دی جائے اور اگر ان باتوں سے انکار کیا تو آپ کو قتل کر دیا جائے گا۔

۱. سورہ بقرہ آیت ۲۷۸

جناب عثمان نے کہا کہ خلافت کی قمیص جو اللہ نے مجھ کو پہنائی ہے اس کو کیونکہ اتار دوں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھ سے فرمایا تھا کہ خلافت نہ چھوڑنا اگر لوگ مجھ کو قتل بھی کر دیں تو خلافت نہ چھوڑوں گا، اور قصاص کیسا، میں نے کوئی جرم نہیں کیا ہے، اور یہ جو کہا کہ یہ لوگ مجھ کو قتل کر دیں گے۔

اگر ان لوگوں نے ایسا کام کیا تو یہ لوگ پھر کبھی باہم دوست نہ ہوں گے، مسلمانوں کے درمیان ایسا اختلاف پیدا ہوگا کہ ان کو متحد ہو کر کافروں سے جنگ کرنا نصیب نہ ہوگا۔(۱)

ابن عساکر نے جناب انس سے روایت کی ہے انھوں نے کہا: جب تک عثمان زندہ رہے اللہ کی تلوار نیام میں رہی لیکن قتل عثمان کے بعد وہ تلوار ایسی نکلی کہ تا قیامت میان میں نہ جائے گی۔(۲)

قارئین محترم: میں کہتا ہوں کہ جناب عثمان نے کہا کہ میرے بعد مسلمانوں میں ایسا اختلاف پیدا ہوگا کہ متحد ہو کر ان کو کفار سے جنگ کرنا نصیب نہ ہوگا۔

بشرط صحت روایات یہ علم غیب ان کو کہاں سے حاصل ہوا، خوش عقیدہ مسلمان سمجھتے ہوں گے، جناب عثمان نے اپنے نور باطن سے دریافت کر کے یہ خبر دی ہوگی یا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان سے فرمایا ہوگا، لیکن تاریخ کی سیر کرنے والے جانتے ہیں کہ نہ تو الہام و نور باطن سے انھوں نے سمجھا تھا، نہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کو خبر دی تھی بلکہ جناب عثمان نے صرف ان اسباب کی بنا پر فرمایا جو ان لوگوں نے اپنے دور خلافت میں فراہم کر دئے تھے وہ سمجھ رہے تھے کہ حضرت علی علیہ السلام کے استحقاق خلافت میں نہ کبھی کسی کو شبہ تھا نہ آج ہے تین دور خلافت میں ہزار حیلہ و تدبیر سے ان کو خلافت سے محروم کیا گیا۔

لیکن میرے بعد اب علی ابن ابی طالب کی خلافت کی باری ہے کیونکہ میری خلافت کے تلخ نتائج دیکھنے کے بعد اب مسلمان عدل و انصاف کے طالب ہیں۔

جو علی ہی کی ڈیوڑھی پر مل سکتا ہے لیکن علی ایک مذہبی انسان ہیں وہ لوگوں کو بجز خدا کی راہ پر چلانے کی کوشش کریں گے، اس لئے کہ سب سے پہلے وہ ان مسلمانوں کی اصلاح ضروری سمجھتے ہیں جو اسلام میں رہ کر اسلام کی بنیاد ڈھا رہے ہیں، لیکن ہو لوگوں نے ایسے بے دین اور فساق و فجار کو بر سر حکومت واقتدار کر دیا ہے اور ان کے بازوؤں کو توانائی بخش دے جو دولت و حکومت کے لالچ میں مسلمان بنے بیٹھے ہیں، ورنہ ان کو اسلام سے دور کا بھی لگاؤ نہیں تھا وہ دین خدا کی گرفت اور خاندان رسالت کی حکومت

---

۱. روضۃ الاحباب ج ۲، ص ۲۰۶ ۲. تاریخ الخلفاء حال عثمان

کو ایک منٹ کے لئے گوارہ نہ کریں گے نیز جناب عثمان کو معلوم تھا کہ معاویہ وعمر عاص ومروان وطلحہ وزبیر وحضرت عائشہ سب کے سب علی کے دشمن ہیں، جناب عثمان کو علم تھا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری ایک بیوی علی سے جنگ کرے گی، اے حمیرا میرا خیال ہے کہ وہ بیوی میری تو ہوگی۔

جناب عثمان کو خبر تھی کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علی بن ابی طالب ناکثین وقاسطین ومارقین سے جنگ کریں گے۔ جناب عثمان کو معلوم تھا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے عمار تم کو باغی گروہ قتل کرے گا، تم ان کو جنت کی طرف دعوت دو گے، اور وہ تم کو جہنم کی طرف بلاتا ہوگا۔

جناب عثمان خوب سمجھ رہے تھے کہ جن فتنوں کی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے ان کے اسباب بالکل فراہم ہیں، بس علی بن طالب کے مسند خلافت پر بیٹھنے کی دیر ہے۔

انھیں اسباب وعلامات کے بنا پر انھوں نے کہہ دیا کہ مسلمان میرے بعد کبھی متحد نہ ہوں گے، اور جناب انس نے جو کہا کہ جناب عثمان کے بعد خدا کی تلوار ایسی نکلی کہ تا قیامت پھر نیام میں نہ جائیگی۔

غلط کہا ان کو کہنا چاہئے تھا کہ خدا کی تلوار جو جناب عثمان پر ان کی غلط کار کے نتیجہ میں نکلی پھر میان میں رہ گئی وہ تلوار جو اعدائے دین پر چل رہی تھی جناب عثمان نے اس کو خود اپنی طرف دعوت دیدی اور اپنے بعد مسلمانوں کی گردن پر رکھ کر چلے گئے اس لئے کہ وہی تلوار جو کفار کی گردن پر چلی جمل اور صفین میں انتقام خون عثمان کے نام سے نکلی یہ جناب ابوبکر وعمر، عثمان کی لگائی ہوئی آگ کے شعلے تھے جو رہ رہ کر عرب کی سرزمین پر بھڑکتے رہے ورنہ اگر روز اول مسند خلافت پر اس کو جگہ دی گئی ہوتی، جس کو خدا نے بٹھایا تھا، تو نہ کہیں معاویہ وعمر وعاص اور طلحہ وزبیر کے فتنے ہوتے نہ جمل وصفین کی لڑائیاں ہوتیں۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں: محاصرہ عثمان کے زمانے میں عبداللہ بن سلام محاصرہ کرنے والوں سے کہتے تھے کہ عثمان کو قتل نہ کرو، بخدا جو شخص تم میں سے ان کو قتل کرے گا، وہ کوڑھی ہو جائے گا اور ابتک اللہ کی تلوار میان میں ہے لیکن اگر تم نے ان کو قتل کر دیا تو اللہ اپنی تلوار کھینچے گا اور پھر کبھی میان میں نہ کرے گا اور یہ سمجھ لو کہ ایک نبی کے بدلے میں ستر ہزار اور ایک خلیفہ کے بدلے میں ۳۵ ر ہزار آدمی قتل ہوتے ہیں، قبل اس کے کہ ان میں اتفاق ہو۔(۱)

یہ روایت ببانگ دہل اپنے جعلی ہونے کا اعلان کر رہی ہے، عبداللہ بن سلام کا پہلا دعویٰ یہ تھا کہ جو

---

۱. تاریخ الخلفاء ص ۱۱۱

جناب عثمان کو قتل کرے گا، وہ کوڑھی ہو جائے گا۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں: جناب عثمان کو مصر کے ایک شخص نے قتل کیا جس کا نام حمار تھا۔

صاحب الاحباب لکھتے ہیں: جناب عثمان کا قاتل رومان ابن سرحان تھا اور بعض نے کہا ہے کہ کنانہ بن بشر نخعی نے قتل کیا اور حاکم نے لکھا ہے کہ جبلہ بن ایہم یا کبیرۃ السکونی نے قتل کیا۔ بہر حال انھیں لوگوں میں سے کسی نے قتل کیا، لیکن کسی روایت سے ثابت نہیں ہوتا کہ ان میں سے کوئی کوڑھی ہو گیا۔

دوسرا دعویٰ یہ ان کا تھا کہ خداوند عالم ہر خلیفہ کے عوض میں ۳۵ / ہزار آدمی کو قتل کرتا ہے۔

اس کے کذب کا واضح ثبوت یہ ہے کہ اس حدیث کی بنا پر لازم آتا ہے کہ جناب عمر خلیفہ نہ ہوں۔

کیونکہ ان کے بدلے میں خدا کی تلوار نے پینتیس ۳۵ / ہزار تو بہت ہوتے ہیں ۳۵ / آدمی کو بھی قتل نہ کیا، حالانکہ ہر مسلمان جانتا ہے کہ وہ بھی اپنی موت سے نہیں مرے تھے، بلکہ قتل کئے گئے تھے۔

قتل عثمان

اہل مصر جب جناب عثمان کے قتل کے ارادے سے آئے اور جناب عثمان کو اس کی خبر ہوئی تو شب کے وقت حضرت علی علیہ السلام کے پاس گئے اور عرض کیا کہ اے ابو الحسن میں آپ پر حق قرابت رکھتا ہوں اور یہ مصر والے فتنہ وفساد کی غرض سے آئے ہیں۔

ان لوگوں کو کسی طرح سمجھا کر واپس کیجئے حضرت علی علیہ السلام انصار ومہاجرین کی ایک جماعت کے ساتھ مصر والوں کے پاس تشریف لے گئے اور ان لوگوں کو سمجھا کر ان کے ارادہ سے روک دیا اور وہ لوگ مصر واپس جانے پر آمادہ ہو گئے لیکن مروان نے پھر اپنی چالیں شروع کر دیں جناب عثمان سے کہا کہ مصر والوں کا واپس کر دینا کوئی بڑا کام نہ تھا اہل مدینہ گمان کریں گے کہ آپ نے رو دھو کر مصر والوں کو واپس کر دیا ہے اور آپ کی خاموشی سے ان کا گمان پختہ ہو جائے گا پھر دوسرے لوگوں کو آپ کے مقابلہ میں جرات پیدا ہو گی، لہٰذا مناسب یہ ہے کہ لوگوں پر واضح کر دیجئے کہ اہل مصر خود غلطی پر تھے۔

جب ان لوگوں پر میری بے گناہی اور ان کی غلطی واضح ہو گئی تو واپس چلے گئے۔

چنانچہ دوسرے روز جناب عثمان نے مدینہ والوں کو جمع کر کے تقریر کی اور کہا کہ مصر والوں پر چونکہ یہ بات واضح ہو گئی کہ ان لوگوں تک جو شکایتیں میری پہنچی تھیں وہ جھوٹ تھیں اس لئے وہ واپس چلے گئے عمرو بن عاص اس مجمع میں موجود تھا ایک مرتبہ چیخا اور کہا کہ اے عثمان خدا سے ڈرو اور جن افعال کے

مرتکب ہوئے ہو ان سے توبہ کرو اور بنی امیہ کے مظالم کو کم کرو کہیں تمہارا معاملہ خراب نہ ہو جائے بڑی تدبیر سے مصر والوں کو واپس کیا گیا ہے یہ سن کر جناب عثمان پکار اٹھے کر اے پسر نابغہ تیری یہ مجال ہے۔

کہ باوجود اپنی بدحالی کے میرا مقابلہ کرے اور مجھ سے توبہ کرنے کو کہے تیری چیخ و پکار صرف اس بناء پر ہے کہ میں نے تجھ کو مصر کی حکومت سے معزول کیا ہے، یہ سن کر مسجد کے ہر گوشہ سے یہی آوازیں بلند ہوئیں کہ توبہ کرو عثمان توبہ کرو۔

یہ سن کر جناب عثمان متحیر ہو گئے، اور دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا اے اللہ میں توبہ کرتا ہوں، اس کے بعد منبر سے اتر کر گھر چلے گئے اور عمرو بن عاص اپنے گھر کی طرف روانہ ہوا اور کہا کہ خدا کی قسم اس وقت سے جس شخص سے بھی ملاقات کروں گا اس کو عثمان کے خلاف بھڑکاؤں گا اس کے بعد اس کا طریقہ یہ رہا کہ طلحہ وزبیر وغیرہ کے پاس جا کر ان کو جناب عثمان کے خلاف ابھارتا رہا اور کہتا تھا کہ ان کو خلافت سے ہٹا دینا چاہئے۔(۱)

کچھ دنوں کے بعد عمرو عاص فلسطین چلا گیا اور کہتا تھا کہ:

والله ان کنت لالقی الراعی فاحرضه علیه . (۲)

خدا کی قسم اگر چرواہوں سے بھی ملوں گا تو ان کو عثمان کے خلاف بھڑکاؤں گا۔

صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں: جس کا خلاصہ یہ ہے: حضرت علی علیہ السلام نے پھر جناب عثمان کے پاس جا کر ان کو سمجھایا کہ ایک عام اجتماع میں ایک ایسی تقریر کیجئے جس سے لوگوں کے دل مطمئن ہوں کہ اہل مصر کی طرح کچھ دوسرے لوگ آپ کے خلاف اٹھ کھڑے نہ ہوں اور آپ مجھ سے نہ کہیں کہ جا کر ان لوگوں کو واپس کر دو اور اگر نہ جاؤں گا تو کہو گے کہ علی علیہ السلام نے میرا خیال نہیں کیا، پس جناب عثمان پھر منبر پر گئے اور بعد حمد و ثنائے باری تعالیٰ کے کہا کہ لوگو! اولاد آدم سے غلطی و خطا ممکن ہے۔

اور میں بھی ایک بشر ہوں اور معصوم ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا اور انسان کو چاہئے کہ اپنے گناہوں سے توبہ کرے، چنانچہ مجھ سے بھی جو نامناسب کام اور خطائیں سرزد ہوئیں ہیں ان سے توبہ کرتا ہوں آئندہ میں اس قسم کے کام نہ کروں گا، اور آپ لوگوں کی جائز شکایتیں سنوں گا، اور ایسے کام کروں جو آپ لوگوں کی خوشی اور رضا کا سبب ہوں۔

---

۱. روضۃ الاحباب ج ۲، ص ۲۶۹؛ طبری ج ۳، ص ۳۹۵؛ چھاپہ مصر و استیعاب حال عثمان و تاریخ کامل ج ۳، ص ۶۸، وغیرہ

۲. طبری ج ۳، ص ۳۹۵

یہ سن کر مجمع مطمئن ہو کر اٹھ گیا اور جناب عثمان بھی گھر چلے گئے اس کے بعد کچھ لوگ دادخواہی کے لئے جناب عثمان کی ڈیوڑھی پر پہنچے مروان نے جو جناب عثمان کی تقریر سن چکا تھا، کہا کہ یا امیر المومنین اجازت ہے کہ میں کچھ کہوں، جناب عثمان نے اجازت دی۔ پس اس نے کہا کہ یہ خطبہ جو آپ نے فرمایا اپنی آبرو کھودی اور وعزت کو مٹی میں ملادیا، اور حضرت علی علیہ السلام نے جو آپ کو اس خطبہ کی رائے دی ہے ان کا مطلب یہ تھا، کہ آپ کو مجمع عام میں رسوا کریں اور آپ کے سر گناہ تھوپیں۔

چنانچہ ان کا مطلب حاصل ہو گیا اب مناسب یہ ہے کہ یہ لوگ جو پہاڑ کی طرح آپ کے مکان کے گرد جمع ہیں ان کو موقع نہ دیجئے کہ آپ سے کوئی گستاخی کریں، اور فتنہ کھڑا ہو جائے۔

جناب عثمان نے کہا کہ مجھ کو تو اب ان لوگوں سے کچھ کہتے ہوئے شرم آتی ہے، اب جو کچھ کہنا ہو تم خود جا کر کہو مروان نے کر کہا کہ آپ لوگ یہاں کیوں آئے ہیں کیا خلیفہ کا گھر لوٹنے اور ہم لوگوں سے حکومت چھین نے کے لئے آئے ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت کچھ سخت وسُست کہا: پس لوگ غمگین ورنجیدہ ہو کر وہاں سے چلے گئے اور حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں پہنچ کر سارے واقعات بیان کئے۔

آپ نے فرمایا: لوگو! مجھ کو ایک عجیب انسان سے سابقہ پڑا ہے اگر اپنے گھر میں بیٹھا رہوں اور اس کے معاملات میں دخل نہ دوں تو وہ کہتا ہے کہ علی علیہ السلام نے قطع رحم کیا اور میری مدد نہ کی اور مجھ کو تنہا چھوڑ دیا اور اگر مداخلت کروں تو اس کے نتائج یہ ہیں جو تم دیکھ رہے ہو، آپ اس کے بعد نہایت درجہ غضب کے عالم میں جناب عثمان کے پاس پہنچے اور فرمایا کہ مروان آپ سے اس وقت تک راضی نہ ہوگا جب تک آپ کو جاہ و عقل و دین سے منحرف نہ کردے، خدا کی قسم وہ آپ کو پانی پینے کی مہلت نہ دے گا اور ہلاکتوں میں ڈال دے گا، پھر نکال نہ سکے گا۔ اس کے بعد آپ وہاں سے واپس آکر اپنے گھر میں خاموش بیٹھ گئے اور عثمان کے معاملہ سے ہاتھ کھینچ لیا جناب عثمان نے پھر بہت کچھ خوشامد کی لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔(۱)

اس کے بعد ہر طرف سے مسلمان جمع ہونے لگے اور مصر کے تقریباً ۶۰۰/آدمی اور عراق کے تین سو یا پانچ سو آدمی اور بصرہ کے ۵۰۰/آدمی اور ان کے علاوہ مدینہ کے بہت سے لوگوں نے آپ کا گھر گھیر لیا اور پانی بند کر دیا تو حضرت علی علیہ السلام نے حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت حسین علیہ السلام کے ہاتھ سے پانی بھیج کر پلوایا اس کے بعد لوگوں نے تیروں کی بارش شروع کی جس سے مروان بھی زخمی ہو گیا پھر جناب عثمان کے مکان

---

۱. روضۃ الاحباب ج ۲، ص ۱۹۸ تا ص ۲۰۱

کے پیچھے سے ایک انصاری کے مکان سے ہوکر کچھ لوگ جناب عثمان کے گھر میں داخل ہو گئے اور ان کو قتل کر کے باہر چلے آئے۔(۱)

جناب عثمان کی نعش تین روز تک پڑی رہی اس کے بعد لوگوں نے اٹھا کر ایک تختہ پر لٹایا اور زبیر نے ان پر نماز پڑھی پھر چاہا کہ جنت البقیع میں دفن کریں لیکن لوگ مانع ہوئے تو مقام بخش و کوکب میں دفن کئے گئے، آپ کی عمر اسوقت ۸۹ یا ۹۰ رسال تھی۔(۲)

جناب عثمان کی خطاؤں کا راز

اخرج الترمذی عن انس والحاکم وصحیحه عن عبدالله بن سمرة قال جاء عثمان الی النبی بالف دینار حین حضر جیش العسرة فنثرها فی حجره فجعل رسول الله قلبها ویقول ماضر عثمان ماعمل بعد الیوم مرتین .(۳)

ترمذی نے انس اور حاکم نے عبداللہ بن روایت کی ہے اور اس کو صحیح کہا ہے کہ آنحضرت نے جیش عسرت ان کو بھیجنا چاہا تو جناب عثمان نے ایک ہزار دینار لا کر آنحضرت کی گود میں ڈال دئے تو آپ ان کو الٹتے پلٹتے رہے اور فرماتے جاتے تھے کہ آج کے بعد عثمان جو (گناہ) بھی کریں ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا آنحضرت نے یہ بات دو مرتبہ فرمائی نیز آپ عشرہ مبشرہ میں بھی داخل تھے جن کے جنتی ہونے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی تھی پھر آپ کو خطاؤں کا کیا ڈر تھا۔

مسلمانوں پروردگار عالم نے تو اپنے پیارے حبیب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پوری زندگی میں ایک چھوٹے سے چھوٹے گناہ کی بھی نہیں عطا فرمائی، لیکن جناب عثمان کے لئے ایک ہزار دینار لے کر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سارے گناہ حلال کر دئے، کیا ہمارے رسول کا یہی طریقہ تھا (نعوذ باللہ من ذالک)، ایسی ہی حدثیوں نے اسلام کو تباہ و برباد کیا ہے۔

---

۱. روضۃ الاحباب ج ۲، و تاریخ الخلفاء ص ۲۶۷
۲. روضۃ الاحباب و تاریخ الخلفاء ۱۰۹
۳. تاریخ الخلفاء ص ۱۰۳

جناب عثمان اور جمع قرآن

آپ نے اپنی خلافت کے زمانے میں قرآن جمع کرایا اور مسلمانوں کے پاس قرآن کے جتنے نسخے تھے منگا کر جلوا دیئے یا پھڑوا دیئے۔(۱)

اسی بناء پر حضرت عائشہ فرماتی تھیں: ''اقتلوا نعثلا فانه قد کفر'' جناب عثمان نے جب قرآن جمع کرنا چاہا تو اصحاب رسول کے پاس قرآن کے جتنے نسخے تھے سب منگائے اور عبداللہ ابن مسعود کا قرآن بھی مانگ بھیجا لیکن انھوں نے دینے سے انکار کیا تو عثمان خود ان کے پاس گئے اور قرآن مانگا لیکن انھوں نے نہ دیا تو ان کو اتنا مارا کہ ان کی پسلی کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں اور زبردستی قرآن وصول کرلائے۔(۲)

علامہ بن ابی الحدید نے لکھا ہے: جب جناب عثمان نے قرآن جلوائے اور حضرت عبداللہ بن مسعود کو معلوم ہوا کہ ان کا قرآن بھی جلا دیا گیا تو ان کو صدمہ ہوا، چنانچہ انھوں نے لوگوں سے جناب عثمان کی شکایت کی اس پر جناب عثمان نے ان کو پھر اتنا مارا کہ ان کے دانت ٹوٹ گئے اور وہ صاحب فراش ہو گئے اور تین دن کے اندر انتقال کر گئے، ان کے مرض کا حال سن کر جناب عثمان ان کی عیادت کو گئے اور بہت سی گفت وشنید کے بعد کہا: اے عبداللہ میرے لئے خدا سے استغفار کیجئے۔ تو انھوں نے کہا: سئل اللہ ان یاخذلی منک حقی ۔میں خدا سے دعا کروں گا کہ وہ تم سے میرا انتقام لے۔(۳)

حضرت عبداللہ بن مسعود نے جناب عثمان کو اپنا قرآن دینے سے اس لئے انکار کیا کہ وہ اپنے قرآن کو صحیح سمجھتے تھے، وہ تمام صحابہ میں قرآن کے بہتر عالم تھے اور انھوں نے قرآن مجید خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پڑھا تھا۔ لہٰذا وہ خلفائے ثلثہ اور زید بن ثابت وغیرہ کو نگاہ میں لاتے تھے، اور ان کو علم قرآن سے بے بہرہ سمجھتے تھے اور ان کے جمع کئے ہوئے قرآن پر بھروسہ نہیں کرتے تھے۔

چنانچہ جب جناب عثمان نے حکم دیا کہ قرآن مجید کو زید بن ثابت کی قرأت کے مطابق پڑھا جائے تو عبداللہ بن مسعود نے صحابہ کے مجمع میں ایک تقریر کی اور کہا کہ مجھ کو حکم دیا جاتا ہے کہ زید بن ثابت کی

---

۱. بخاری ص ۴۶، ومشکوۃ ص ۱۸۵ مطبوعہ دہلی

۲. استیعاب ص ۳۸۷

۳. شرح نہج البلاغہ ج، طعن ص ۶، ص ۲۰۶

قرأت کے مطابق قرآن پڑھو۔

قسم خدا کی میں نے ستر سورہ قرآن کے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اس وقت پڑھے جبکہ زید بن ثابت سر میں دو گیسو لٹکائے بچوں میں کھیلتے تھے۔

ابووائل کہتے ہیں کہ میں صحابہ میں بیٹھا لیکن کسی کو اس کا جواب دیتے یا غلط کہتے نہیں سنا۔(۱)

جناب عثمان کے ان مختصر سوانح حیات کے پڑھنے کے بعد جو بڑے بڑے مورخین و محدثین اہل سنت کی کتابوں سے نقل کئے گئے ہیں، مسلمان فیصلہ کریں کہ کیا رہنمائے امت و محافظ شریعت اسلام اور خلیفہ و جانشین حضرت خیر الانام کے حالات و کردار یہی ہیں اور ایسے ہی لوگوں کی اطاعت و فرمانبرداری کر کے مسلمان صراط مستقیم پاسکیں گے اور خدا کی جنت کے وارث بنیں گے۔

علامہ ذہبی نے اپنی کتاب مغنی اور میزان الاعتدال حالات زید بن وہب میں لکھا ہے: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **اذا خرج الدجال تبعه من كان يحب عثمان.**

جب دجال خروج کرے گا تو عثمان کو دوست رکھنے والے اس کی پیروی کریں گے۔

---

۱. استیعاب ابن عبدالبر ج۱ ص۳۶۱؛ مطبوعہ حیدر آباد دکن حالات ابن مسعود۔

دسواں اختلاف

ناکثین، قاسطین اور مارقین کا وجود میں آنا

فی زمان امیر المومنین اول من خرج علیه طلحة وزبیر مع عائشة فوقع الحرب بالناکثین المعروف بحرب الجمل ثم من خرج هم معاویة مکیدة عمروبن العاص المعروف بحرب الصفین والقاسطین ثم حرب المارقین بالنهروان الخرارج وبالجملة کان علی مع الحق والحق مع علی علیه السلام.

''دسواں اختلاف'' حضرت امیر المومنین کے زمانے میں واقع ہوا سب سے پہلے گروہ ناکثین یعنی طلحہ اور زبیر نے حضرت عائشہ کو ساتھ لے کر آپ پر خروج کیا اور جنگ جمل واقع ہوئی۔ اس کے بعد قاسطین یعنی معاویہ اور عمر عاص وغیرہ نے خروج کیا اور جنگ صفین واقع ہوئی، اس کے بعد مارقین یعنی خوارج سے نہروان کی جنگ ہوئی، غرض یہ کہ ہر جنگ میں حضرت علی علیہ السلام حق پر تھے اور حق علی علیہ السلام کے ساتھ تھا۔

عن ابی ایوب الانصاری قال سمعت النبی یقول لعلی بن ابی طالب تقاتل الناکثین والقاسطین والمارقین. (۱)

ابو ایوب انصاری سے منقول ہے انھوں نے کہا کہ ہم نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو

---

۱. مستدرک حاکم ج ۳، ص ۱۴۰

۲. اس حدیث کے جعلی ہونے کی دوسری دلیل یہ ہے کہ جب عمر ابن الخطاب نے اپنے بعد خلافت کے لئے حضرت علی علیہ السلام، طلحہ، زبیر، عثمان، عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد بن وقاص چھ آدمیوں پر مشتمل ایک شوریٰ قرار دی اور عبدالرحمٰن نے شوری کے وقت حضرت علی علیہ السلام کے سامنے سیرت شیخین پر عمل کرنے کی شرط پیش کی تو حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: میں کتاب خدا، سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اپنے اجتہاد پر عمل کروں گا۔(۱)

یعنی حضرت علی علیہ السلام بادشاہت سے دست بردار ہو گئے لیکن سیرت شیخین پر عمل کرنے کو قبول نہ کیا۔

پس اگر سیرت شیخین، کتاب خدا اور سنت رسول کے برخلاف کوئی دوسری چیز نہ ہوتی تو اس کو مستقل شرط کی صورت پیش کرنے کی کیا ضرورت تھی اور حضرت علی علیہ السلام اس پر عمل کرنے سے انکار کیوں کرتے اور انکار کرنے پر ان کو خلافت سے کیوں محروم کیا جاتا۔

حالانکہ وہ کتاب خدا اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل کرنے کا وعدہ فرما رہے تھے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ حدیث غلط ہے کیونکہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بعد ابوبکر اور عمر ابن الخطاب کی اقتداء کا حکم دیا ہوتا تو کبھی حضرت علی علیہ السلام سیرت شیخین پر عمل کرنے سے انکار نہ کرتے اور اگر انکار کرتے تو صحابہ اسی حدیث سے ان پر احتجاج کرتے اور حضرت علی علیہ السلام کو قبول کرنا پڑتا۔

۳. اس حدیث کے جعلی ہونے کی تیسری دلیل یہ ہے کہ اس سے ثابت ہوتا ہے خلفائے راشدین صرف دو ہوں جناب ابوبکر و عمر۔ اس لئے کہ سرور کائنات نے ساری امت کو انھیں دونوں کی اقتدا کا حکم دیا ہے اور امت میں جناب عثمان اور حضرت علی علیہ السلام بھی داخل ہیں حالانکہ اسے کوئی بھی مسلمان قبول نہیں کرے گا پس سوال یہ ہے کہ کون سا امر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے مانع ہوا جس کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کا ذکر نہیں کیا۔

اگر کہا جائے کہ تمام خلفا کا تفصیلی ذکر مقصود نہ تھا بلکہ صرف اشارہ کرنا مقصود تھا اسی لئے بعض کا ذکر کر دیا تو ایسی صورت میں صرف ابوبکر کا نام لے لینا کافی تھا لیکن جب دو کا نام لیا تو پھر چاروں کا نام لینا ضروری تھا تاکہ امت کو آخری دونوں خلافتوں کے متعلق اشتباہ نہ ہو، جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ حدیث جناب عمر کے دور خلافت میں بنائی گئی اور چونکہ بنانے والے کو یہ خبر نہ تھی کہ جناب عمر کے بعد کون

---

۱. تاریخ طبری، ج ۳، ص ۲۹۷ مطبوعہ مصر

حضرت علی علیہ السلام سے فرماتے ہوئے سنا کہ تم ناکثین وقاسطین ومارقین سے جنگ کرو گے۔

وابن عساکر عن علی قال امرنی رسول الله بقتال الناکثین والقاسطین والمارقین والمراد بالناکثین طلحة وزبیر وبالمارقین الخوارج وبالقاسطین معاویة. (۱)

حضرت علی علیہ السلام سے ابن عساکر نے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ کو الناکثین ومارقین قاسطین سے جنگ کرنے کا حکم دیا ہے، ناکثین سے طلحہ وزبیر مقصود ہیں یعنی جنگ جمل والے اور مارقین سے خوارج نہروان اور قاسطین سے معاویہ مقصود ہے۔

واخرج الزبیر بن بکار عن علی بن ابیطالب انه اوصی حین ضربه ابن ملجم فقال فی وصیته ان رسول الله اخبرنی بمایکون من اختلاف بعده وامرنی لقتال الناکثین والمارقین والقاسطین واخبرنی بهذ الذی اصابنی اوخبرنی انه یملک معاویة وابنه یزید ثم یصیر الی مروان یتوارثون وان هذالامر صائر الی بنی امیه ثم الی بنی العباس وارانی التربة التی یقتل بها الحسین. (۲)

زبیر بن بکار نے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی ہے: آپ کو جب ابن ملجم نے ضربت لگائی تو آپ نے وصیت فرمائی اور فرمایا کہ مجھ کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان ہونے والے اختلافات کی خبر دی تھی جو آپ کے بعد ہونے والے تھے، اور مجھ کو ناکثین ومارقین وقاسطین سے جنگ کرنے کا حکم دیا تھا اور اس مصیبت کی بھی خبر دی تھی جو مجھ پر واقع ہوئی ہے اور فرمایا تھا کہ معاویہ اور اس کا بیٹا یزید بادشاہ ہوگا اس کے بعد یہ حکومت مروان تک پہنچے گی، اس کے بعد اس کی اولاد میں وراثتاً ایک دوسرے کو ملے گی اور یہ حکومت بنی امیہ تک پہنچے گی پھر بنی عباس کو ملے گی، اور آنحضرت نے مجھ کو وہ مٹی بھی دکھائی تھی جس پر حسین شہید ہوں گے۔

عن علقمة والاسود قال: اتینا ابا ایوب الانصاری عند منصرفه من صفین فقلنا یا ابا ایوب ان الله اکرمک بنزول محمد فی بیتک والمجئ

---

۱. سیرۃ محمدیہ ص ۴۵۹ مطبوعہ مصر
۲. وسیلہ النجاۃ ص ۱۸۴ بحوالہ خصائص

ناقته تفضلا من الله و اكراما لك حتى اناخت ببابك دون الناس ثم جيئت بسيفك على عاتقك تضرب به اهل لااله الا الله فقال يا هذا، ان رسول الله صلى الله عليه و سلم امرنا بقتال ثلاثة مع على بن ابى طالب الناكثين و القاسطين و المارقين. فقدقا تلنا هم وهم اهل الجمل، طلحة والزبير، و ما القاسطون فهو منصرفنا من عندهم -يعنى معاوية و عمرو بن العاص و ما المارقون فهم ا هل الطرفا و الخيلان اهل النهر وان و الله ما ادرى اين هم ولا كن لا بد من قتالهم ا نشاء الله اخرجه ابن العسا كر فى تاريخه . (۱)

علقمہ اور اسود نے کہا کہ ابو یوب انصاری سے صفین سے واپسی کے بعد ہم لوگ ملے اور کہا کہ اے ابو ایوب خدا نے اپنے رسول کو (جب وہ بعد ہجرت مدینہ پہنچے) تمہارے گھر میں اتار کر تم کو عزت بخشی اور یہ اس کا فضل و کرم تھا کہ آنحضرت کا ناقہ دوسروں کو چھوڑ کر تمہاری ڈیوڑھی پر بیٹھا۔

اب تم اپنے کندھے پر تلوار رکھ کر لا الہ الا اللہ کہنے والوں کی گردن کاٹنے آئے ہو تو ابو ایوب نے جواب دیا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم لوگوں کو علی علیہ السلام کے ساتھ ہو کر ناکثین و مارقین و قاسطین سے جنگ کرنے کا حکم دیا تھا، ناکثین اہل جمل طلحہ اور زبیر تھے اور قاسطین یہ لوگ تھے جن سے جنگ کر کے ہم لوگ آرہے ہیں۔

معاویہ اور زبیر و عاص وغیرہ اور مارقین وہ مکار و بزدل اہل نہروان ہیں، میں نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہیں لیکن ان سے لڑنا ضروری ہے، انشاء اللہ اس حدیث کو ابن عساکر نے اخراج کیا ہے۔

یہ حدیث مودۃ القربی میں بھی موجود ہے۔(۲)

اور یہی حدیث باختلاف الفاظ ابن عساکر نے ابو صادق سے اور انھوں نے ابو ایوب سے اور ابن جرید نے مخنف بن سلیم سے انھوں نے ابو یوب سے روایت کی ہے۔(۳)

---

۱. البدایۃ والنہایۃ ج ۷ ص ۳۰۶؛ ارجح المطالب باب ۴ ص ۲۴۲

۲. القربی مودۃ ص ۵ ۳. نصائح کافیہ ص ۲۳

اسی مضمون کی حدیث مسعودی نے مروج الذہب میں حضرت علی علیہ السلام سے بھی روایت کی ہے۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے تو ہر شخص متمنی تھا کہ آنحضرت اس کے گھر مہمان ہوں حضرت نے فرمایا کہ چھوڑ دو میرے ناقہ کو یہ خدا کی طرف سے مامور ہے جہاں حکم خدا ہے یہ خود وہاں بیٹھ جائے گا۔

چنانچہ آنحضرت کا ناقہ جا کر خود حضرت ابو یوب انصاری کو ڈیوڑھی پر بیٹھ گیا جو حضرت علی علیہ السلام کے مخلص شیعوں میں سے تھے۔

حاکم نے نقل کیا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ان منكم من يقاتل على تاويل القرآن كما قاتلت على تنزيله فاستشرف لها القوم وفيهم ابوبكر وعمر قال ابوبكر انا هويارسول الله قال لاقال عمر اناهويارسول الله قال لاولكن خاصف النعل ،يعنى عليا فبشرناه فلم يرفع به راسه كانه قد سمعه من رسول الله.

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ تم میں سے ایک شخص قرآن کی تاویل پر اسی طرح جنگ کرے گا، جس طرح میں نے اس کی تنزیل پر جنگ کی تو لوگ آنحضرت کی طرف مخاطب ہوئے اور جناب ابوبکر نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ شخص میں ہوں فرمایا نہیں پھر جناب عمر نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہوں، فرمایا نہیں بلکہ وہ ہے جو جوتیاں ٹانک رہا ہے (یعنی حضرت علی علیہ السلام) ابو سعید کہتے ہیں کہ ہم لوگوں نے جا کر حضرت علی علیہ السلام کو اس امر کی بشارت دی تو آپ نے سر اٹھا کر دیکھا بھی نہیں، جیسے وہ ہم لوگوں سے پہلے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سن چکے تھے۔

مستدرک میں حاکم نے لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے یہ حدیث کنز العمال اور ازالۃ الخفا میں بھی ہے۔

اسی مضمون کی حدیث صواعق محرقہ میں ہے۔(۱)

عن جابربن عبدالله قال سمعت رسول الله يوم الحديبية واخذبيد على هذاامام البررة وقاتل الفجرة منصور من نصره مخذول من خذله يمد ها بصوته. (۲)

---

۱. مستدرک حاکم ج۳،ص۱۲۳،حاکم؛ کنز العمال ج۶،ص۱۵۵؛ اور ازالۃ الخفا مقصد۲،ص۳۵۶؛صواعق محرقہ باب۹،ص۷۴

۲. مستدرک حاکم ج۳،ص۱۲۹،وصواعق محرقہ ص۷۵

حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے حدیبیہ کے روز حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا کہ وہ علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑے ہوئے بلند آواز سے فرما رہے تھے کہ یہ علی علیہ السلام نیکوں کا امام اور فاجروں کا قاتل ہے جو شخص اس کی نصرت کرے گا خدا اس کی مدد کرے گا، اور جس نے اس کی نصرت سے منہ موڑا خدا بھی اس کی نصرت نہ کرے گا۔

عن عروه عن عائشه قالت قال رسول الله ان الله عهدالی ان من خرج علی علی فهو کافر فی النار واجدد بالنار قبل لم خرج علیه قالت انا نسیت هذالحدیث یوم الجمل حتی ذکر ته بالبصرة وانا استغفر الله. (۱)

عروہ نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ خداوند عالم نے مجھ سے عہد لیا ہے کہ جو علی علیہ السلام پر خروج کرے گا یعنی اس سے لڑے گا وہ کافر ہے اور جہنم میں جائیگا اور وہ دوزخ ہی کے لائق ہے تو حضرت عائشہ سے کہا گیا کہ آپ نے علی علیہ السلام پر کیوں خروج کیا تو جواب دیا کہ جمل کے دن میں یہ حدیث بھول گئی تھی بصرہ میں پہنچ کر یاد آئی اور میں اب اللہ سے استغفار کرتی ہوں۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

انا حرب لمن حاربکم وسلم لمن سالمکم.

اے علی علیہ السلام مجھ سے اس کی جنگ ہے جس نے تم لوگوں سے جنگ کی اور اس کی مجھ سے صلح ہے جس نے تم لوگوں سے صلح کی۔ (۲)

نیز حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

النجوم امان لاهل الارض من الغرق واهل بیتی امان لامتی من الاختلاف فاذاخالفتها قبیلة من العرب اختلفوا فصارو احزب ابلیس. (۳)

ستارے امان ہیں زمین والوں کے لئے ڈوبنے سے اور ہمارے اہل بیت امان ہیں ہماری امت کے لئے اختلاف سے پس جبکہ عرب کا کوئی قبیلہ ہمارے اہل بیت سے اختلاف کرے گا تو ان میں اختلاف

---

۱. مودۃ القربی مودۃ ۳
۲. وسیلۃ النجات ص ۵۵، بحوالہ ترمذی و مستدرک حاکم ج ۳، ص ۱۴۹
۳. مستدرک حاکم ج ۳، ص ۱۴۹؛ وصواعق محرقہ ص ۹۱؛ دوسیلۃ النجات ص ۴۷

پیدا ہو جائے گا اور وہ شیطان کا گروہ بن جائیں گے۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

یاعلی عدوک عدوی عدو اللّٰہ ویل لمن ابغضک من بعدی . (۱)

اے علی علیہ السلام تمہارا دشمن میرا دشمن ہے اور میرا دشمن خدا کا دشمن ہے ویل ہے اس شخص کے لئے جو میرے بعد تم کو دشمن رکھے۔

حاکم نے لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

ملا مبین لکھتے ہیں: معناہ صحیح بالاتفاق یعنی اس کا معنی بالاتفاق صحیح ہے۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

سیکون بعدی قوم یقاتلون علیا حق علی اللّٰہ جھادھم فمن لم یستطیع جھادھم نیدہ فبلسانہ فمن لم یستطیع بلسانہ فبقلبہ . (۲)

عنقریب ایک قوم میرے بعد علی علیہ السلام سے جنگ کرے گی جو علی علیہ السلام کے ساتھ ہو کر ان سے جنگ کرے گا اس کا حق خدا پر ہے جو شخص ہاتھ سے جہاد نہ کر سکے وہ زبان سے کرے اور جو زبان سے نہ کر سکے اس کو چاہئے کہ دل سے جہاد کرے یعنی زبان و دل سے علی علیہ السلام کا ساتھ دے۔

حضرت علی علیہ السلام کی لڑائیوں کے متعلق باختصار یہ چند حدیثیں میں نے پیش کر دیں، جن کا خلاصہ یہ ہے کہ مطابق فرمان حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی علیہ السلام کی لڑائیاں بعینہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لڑائیاں اور جہاد فی سبیل اللہ تھیں جن کا خود آنحضرت نے حکم دیا تھا اور مسلمانوں کو تاکید فرمائی تھی کہ وہ ان لڑائیوں میں حضرت علی علیہ السلام کی مدد کریں اور جو ہاتھ مدد نہ کر سکے وہ زبان و دل سے مدد کرے اور ناکثین و مارقین وقاسطین جنہوں نے حضرت امیر المومنین سے جنگ کی وہ لوگ فاسق و فاجر اور کافر و جہنمی تھے اور ان کا گروہ شیطانی گروہ تھا اور ان سے جنگ کرنے میں حضرت علی علیہ السلام حق پر تھے اور حق علی علیہ السلام کے ساتھ تھا۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس طرح حضرت علی علیہ السلام ابن ابی طالب کی لڑائیوں کے متعلق پیش

---

۱. مستدرک حاکم ج ۳، ص ۱۲۸؛ دوسیلۃ النجات ص ۵۸

۲. کنز العمال ج ۶، ص ۱۵۵، بحوالہ طبرانی

گوئی فرمائی تھی اوران کاشرعی حکم بیان فرمایا: حضرات خلفائے ثلاثہ کی فتوحات کے متعلق بھی پشین گوئیاں فرمائیں اوران کی مذہبی حیثیت بیان فرمائی ہے۔

اسلامی فتوحات حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں

عدی بن حاتم سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

لئن طال بک الحياة لتفتحن كنوز كسر ى قلت كسر ى بن هرمز قال كسرى بن هرمز ولئن طال بک حياة لترين الرجل يخرج ملا كفه من ذهب وفضة يطلب من يقبله منه وليلقين الله احدكم يوم يلقا ه وليس بينه ترجمان يترجم له فيقولن الم ابعث اليک رسولا فيبلغک فيقول بلى فيقول الم اعطک مالا وافضل عليک فيقول بلى فينظر عن يمينه فلايرى الاجهنم وينظر الى يساره فلايرى الاجهنم . (۱)

اے عدی اگر ہمارے بعد زندہ رہے تو دیکھو گے کہ کسریٰ کے خزانے فتح کر لئے گئے ہیں میں نے عرض کیا کسریٰ بن ہرمز، فرمایا: ہاں اگر کسری بن ہرمزاور کچھ دنوں اور زندہ رہے تو دیکھو گے کہ ایک شخص اپنی مٹھی میں سونا چاندی بھر کے چاہے گا کہ کوئی اس سے لے لیکن کوئی لینے والا نہ ملے گا اور ہر آئینہ وہ خدا سے قیامت میں اس طرح ملے گا کہ اس کے اور خدا کے درمیان کوئی ترجمان نہ ہوگا، جواس کی ترجمانی کرے اس وقت خدا فرمائے گا کہ کیا میں نے تمہارے پاس رسول نہیں بھیجا تھا۔

اور تم کو مال واولا دنہیں دی اور تم پر احسانات نہیں کئے تھے تو وہ کہے گا کہ ہاں پھر وہ داہنی طرف دیکھے گا تو سوا جہنم کے کچھ نظر نہ آئے گا پھر اپنی بائیں طرف دیکھے گا تو بجز جہنم کے کچھ نظر نہ آئے گا۔

واضح رہے کہ کسریٰ کا خزانہ جناب عمر کے زمانہ میں مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

والله مالفقر احشى على كم ولكن احشى عليكم ان تبسط عليكم الدنيا كما بسطت على من كان قبلكم فتنا فسوها كما يتنا فسو ها

۱۔ بخاری ج۲،ص۱۸مصر

وتلهيكم كما الهتهم . (۱)

خدا کی قسم میں تم لوگوں کی فقیری سے نہیں ڈرتا ہوں میں تو اس سے ڈرتا ہوں کہ تم لوگوں پر دنیا اسی طرح کشادہ ہو جائے گی جس طرح تم سے پہلے والوں پر ہوئی پس تم لوگ اس کی اسی طرح پرستش کرو گے جس طرح تمہارے پہلے والوں نے کی اور تم کو اسی طرح فریفتہ کرے گی جس طرح تم سے پہلے والوں کو فریفتہ کیا۔

نیز حضرت نے فرمایا:

ان اكثرها اخاف عليكم مايخرج الله لكم من بركات الارض قيل مابركات الارض قال زهرة الدنيا. (۲)

سب سے زیادہ جس چیز سے میں تم لوگوں کے لئے ڈرتا ہوں وہ زمین کی برکتیں ہیں جو خدا تمہارے لئے نکالے گا پوچھا گیا کہ برکات الارض سے کیا مقصود ہے فرمایا کہ دنیا کی چمک دمک۔

ان مضامین کی بہت سی حدیثیں بخاری میں موجود ہیں ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں کے دین وایمان کے لئے ان کی دولت وحکومت کی طرف سے بڑا ڈرتا تھا وہ دولت وحکومت جو مسلمانوں کے نزدیک رونق اسلام ہے۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک خطرہ ایمان تھی چنانچہ آنحضرت نے فرما بھی دیا کہ اے عدی اگر تم کچھ دنوں اور زندہ رہے تو دیکھو گے کہ کسریٰ کے خزانے تمہارے لئے فتح کر لئے جائیں گے اور مسلمانوں کے پاس اتنی دولت ہوگی کہ وہ مٹھی میں سونا اور چاندی لے کر چاہیں گے کہ کوئی لے لے لیکن کوئی لینے والا نہ ملے گا۔

لیکن اس کا انجام جہنم ہوگا یہی وہ دولت وحکومت اور فتوحات ہیں جن پر آج مسلمان فخر کرتے ہیں جناب ابوبکر وعمر وعثمان نے بڑے بڑے فتوحات کئے اور اسلام کو بڑی رونق وترقی بخشی اور ان کی کثرت فتوحات کو ان کے لئے سبب کثرت ثواب وافضیلت سمجھتے ہیں، لیکن حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں کی اس دولت وحکومت کو ان کو ایمان کے لئے عظیم خطرہ سمجھتے رہے اور ڈرتے رہے۔

---

۱. بخاری ج ۴، ص ۸۱ ج ۴، مطبوعہ مصر

۲. بخاری ج ۴، ص ۸۱

ام المومنین ام سلمہ فرماتی ہیں:

استیقظ رسول اللّٰہ لیلۃ فزعایقول سبحان اللّٰہ ماذاانزل اللّٰہ من الخزائن وماذا انزل اللّٰہ من الخزائن وماذانزل من الفتن من یوقظ صواحب الحجرات یرید ازواجہ لکی یصلین رب کاسیۃ فی الدنیا عاریۃ فی الآخرۃ. (۱)

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک رات خواب سے خوف زدہ ہوکر بیدار ہوئے اور فرمایا سبحان اللہ کتنے خزانے میری امت پر نازل ہوئے اور اللہ نے کتنے فتنے نازل فرمائے کوئی حجرے والیوں کو جگادے کہ وہ نمازیں پڑھیں اس سے ازواج مراد ہیں، دنیا میں اچھے کپڑے پہننے والی کتنی عورتیں آخرت میں برہنہ اٹھیں گی۔

اس حدیث میں چند باتیں قابل توجہ ہیں:

۱. یہ کہ اگر پروردگار عالم نے امت رسول پر نازل ہونے والے خزانے عالم خواب میں اپنے رسول کو دکھائے تو اس میں خوف زدہ ہونے کی کیا بات تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تو خوش اور مسرور ہونا چاہیے تھا، اور شکر پروردگار بجالانا چاہئے تھا، کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت پر خیر وبرکت نازل فرمائی لیکن آپ بجائے خوش ہونے کے غمگین ہوئے جس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں پر نازل ہونے والے خزانے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک سبب مسرت وخوشی نہیں بلکہ سبب رنج وملال تھے۔

۲. یہ کہ خزانہ اور ملک حاصل کرنا اور فتنہ وفساد میں پڑنا مردوں سے تعلق رکھتا ہے، ازداج رسول کوان امور سے کیا تعلق تھا کہ خزانوں اور فتنوں کے ذکر نے بعد آپ نے فرمایا کہ کوئی حجروں والیوں کو جگادے کہ نمازیں پڑھیں پھر فرمایا کہ بہت سی دنیا میں کپڑے پہننے والی عورتیں آخرت میں برہنہ اٹھیں گی اس میں آپ نے اس امر کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ میری بعض بیویاں بھی اچھا کھانا عمدہ لباس اور دولت وحکومت کے فریب میں مبتلا ہوکر فتنہ وفساد میں حصہ لیں گی۔

لہٰذا ان کو معلوم رہنا چاہئے کہ اس کا انجام آخرت کی برہنگی ہے جس سے بچنے کی راہ بس یہ ہے کہ میری بیویاں اپنے گھروں میں بیٹھ کر نمازیں پڑھیں اس کی تائید حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے عبداللہ سے روایت ہے انھوں نے کہا:

---

۱. بخاری ج ۴، ص ۱۵۱

قام النبی خطیبا فاشار الیٰ مسکن عائشة فقال ھھنا الفتنة ثلثا من حیث تطلع قرن الشیطان . (۱)

ایک روز حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خطبہ پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے تو حضرت عائشہ کے حجرے کی طرف اشارہ کر کے تین مرتبہ فرمایا کہ فتنہ یہیں ہے جہاں سے شیطان کی سینگھ ظاہر ہونگے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے اصحاب کے متعلق فرمایا:

لتتبعن سنن من قبلکم شبرا شبرا و ذراعا بذراع حتی لو دخلوا حجر ضب تبعتموھم قلنایارسول اللہ الیھودو النصاری قال فمن . (۲)

تم لوگ ضرور اپنے والوں کی بالشت بالشت اور ہاتھ ہاتھ پیروی کرو گے یہاں تک کہ اگر وہ سوسمار کے سوراخ میں گھسے ہوں گے تو تم بھی ضرور گھسو گے صحابہ نے پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کیا پہلے والوں سے یہود و نصاریٰ مقصود ہیں فرمایا پھر کون مقصود ہے۔

عن الزھری عن عروة عن اسامة قال اشرف النبی علی اطم من الاطائم فقال ھل ترون ماارىٰ انی اری الفتن تقع خلال بیوتکم مواقع المطر. (۳)

زہری نے عروہ سے اور انھوں نے اسامہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مدینہ کے قصروں میں سے ایک قصر پر چڑھے اور فرمایا جو کچھ میں دیکھتا ہوں کیا تم لوگ بھی دیکھتے ہو میں دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگوں کے گھروں میں اس طرح فتنے نازل ہو رہے ہیں جس طرح مینہ برستا ہے اس مضمون کی بکثرت حدیثیں بخاری نے نقل کی ہیں۔

طرفہ تماشا ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے اپنی کتاب ازالۃ الخفا میں اسی مضمون کی حدیثوں کو لکھ کر جودت ذہن دکھائی ہے اور ان کو خلافت شیخین کی دلیل اور اس کے جواز کی سند قرار دیا ہے اس طرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے روم و فارس کے فتح ہونے کی خبر دی لہٰذا اس کے لئے خلفاء کا مقرر کرنا بھی ضروری تھا لہٰذا جن لوگوں کے ہاتھوں پر یہ ممالک فتح ہوئے وہ خلیفہ تھے۔

---

۱. بخاری ج ۲، ص ۱۲۴، مطبوعہ مصر ماجاء فی بیوت ازواج النبی

۲. بخاری ج ۴، ص ۱۷۹، مطبوعہ مصر

۳. بخاری ج ۲، ص ۱۸۱، مطبوعہ مصر

اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ خداوند عالم نے یاجوج کے نکلنے کی خبر قرآن مجید میں دی ہے نیز حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی دجال اور یاجوج وماجوج وسفیان کے نکلنے اور دنیا میں حکومت کرنے کی خبر دی ہے جیسا کہ خود شاہ صاحب نے ازالۃ الخفا مقصود ۲/فصل ۷/میں لکھا ہے اور ترمذی وبخاری وغیرہ میں موجود ہے تو کیا آپ کی یہ پیشن گوئیاں دجال و یاجوج وماجوج کی خلافت کی دلیل ہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پیشین گوئیوں میں خود فرمایا ہے کہ ان فتوحات ودولت وخزانہ کا انجام جہنم ہوگا پس سوچئے اور غور کیجئے۔

یہ تو صحابہ کرام کے فتوحات ودولت وحکومت ودنیا طلبی کے متعلق حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیشین گوئیاں تھیں اور مخبر صادق نے جیسا فرمایا تھا بے شک ویسا ہی ہوا پھر آنحضرت نے اس دنیا طلبی اور فتنہ وفساد کے نتائج اور انجام اُخروی کی بھی خبر دی۔

قال عبداللہ قال النبی انا فرطکم علی الحوض لیرفعن الی رجال منکم حتی اذاھویت لانا ولھم اختلجوادونی فاقول ای رب اصحابی یقول لا تدری ما احدثوا بعدک. (۱)

میں حوض کوثر پر تم سب سے پہلے پہونچوں گا اور تم لوگوں میں سے کچھ لوگ اٹھا کر وہاں لائے جائیں گے یہاں تک کہ میں جھکوں گا کہ ان کو پانی پلاؤں تو وہ لوگ وہاں سے ہٹادیئے جائیں گے یہاں تک کہ میں کہوں گا کہ اے میرے پروردگار یہ تو میرے اصحاب ہیں تو خداوند عالم فرمائے گا کہ تم کو نہیں معلوم ان لوگوں نے تمہارے بعد کیا کیا بدعتیں ایجاد کی ہیں۔

عن ابی حازم عن سھل ابن سعد قال سمعت النبی یقول انا فرطکم علی الحوض من ورده شرب منه لم یظما بعده لیردعلی اقوام اعرفھم ویعرفونی ثم یحال بینی وبینھم. (۲)

میں تم لوگوں سے پہلے حوض کوثر پر پہنچوں گا جو وہاں وارد ہوگا وہ اس میں سے پیئے گا اور جو اس میں سے پیئے گا کبھی پیاسا نہ ہوگا یقیناً میرے پاس کچھ لوگ وارد ہوگے جن کو

---

۱. بخاری ج ۴، ص ۱۴۹، مطبوعہ مصر

۲. بخاری ج ۴، ص ۱۴۹، مطبوعہ مصر

خلیفہ ہوگا۔اس لئے آخری دونوں خلفاء کا نام نہ بتا سکا۔

دوسری حدیث: اصحابی کا لنجوم با یھم اقتدیتم اھتدیتم (۱)

حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں، ان میں سے تم جس ایک کی بھی پیروی کرد گے ہدایت پاؤ گے۔

اس حدیث کو دار قطنی نے فضائل میں اور ابن عبد البر نے علم میں جابر بن عبداللہ انصاری سے اپنی سند کے ذریعہ نقل کیا ہے: ابن عقیل نے لکھا ہے کہ عبد البر نے کہا: اس کی سند حجت نہیں ہے اس لئے کہ حرث بن غصین مجہول ہے اور محمد بن ایوب رقی نے کہا ہے کہ مجھ سے احمد بن عمر بزاز نے کہا کہ میں نے (علماء سے) اس حدیث کے متعلق جو عوام میں مشہور ہے سوال کیا تو انھوں نے کہا کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور یہ حدیث عبد الرحیم نے اپنے باپ سے اور انھوں نے ابن عمر سے روایت کی ہے لیکن عبد الرحیم کے سبب سے یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس لئے کہ علماء عبد الرحیم سے روایت نہیں کرتے اور کلام کی پستی کی بنا پر بھی اس حدیث کا حضرت رسول اللہ ﷺ سے وارد ہونا قابل قبول نہیں ہے اور ابن شہاب خیاط نے حمزہ جزری سے انھوں نے نافع سے انھوں نے ابن عمر سے روایت کی ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

اصحابی مثل النجوم بایھم اخذ تم اھتدیتم . (۲)

لیکن یہ حدیث صحیح نہیں ہے جس کی مذکورہ ذیل چند وجوہات ہیں:

۱. شہید لکھتے ہیں: قاضی عیاض کی کتاب شفا کی شرح میں ہے کہ اس حدیث کی سند قابل قبول نہیں ہے اس لئے کہ اس کی سند میں حارث بن غصین واقع ہے جو مجہول ہے اور عبد بن حمید نے یہ حدیث اپنی مسند میں عبد الرحیم بن زید سے نقل کی ہے لیکن بزاز نے کہا ہے کہ یہ منکر ہے اور ابن عدی نے الکامل فی ضعفا الرجال میں اس کی حمزہ سے روایت کی ہے لیکن حمزہ کی وجہ سے اس کی سند ضعیف ہے کیونکر حمزہ جھوٹ کے ساتھ متہم تھا اور بیہقی نے مدخل میں ابن عباس سے روایت کی ہے متن اس کا مشہور ہے سند اس کی ضعیف ہے ابن حزم نے کہا ہے کہ یہ حدیث جھوٹی ہے اور جعلی اور باطل ہے۔

حافظ زین الدین عراقی نے کہا ہے: مصنف کے لئے سزاوار نہ تھا کہ یہ حدیث اتنے یقین کے ساتھ

---

۱. تفسیر کبیر سورہ بقرہ آیت ا، ج ۲ ص ۵؛ سورہ سجدہ آیت ۲۵، ۲۶، ج ۲۵ ص ۱۶۲؛ سورہ شوری آیت ۲۰، الی ۲۶، ج ۲۷، ص ۱۴۳؛ تفسیر ثعلبی، ج ا ص ۶۲۱؛ تفسیر مراغی، ج ا ص ۲۶۷

۲. نصائح کافیہ، ص ۱۴۴ تا ص ۱۴۵

میں بچاؤنگا اور وہ مجھ کو پہچانیں گے پھر وہ لوگ مجھ سے جدا کردیئے جائیں۔

ابوحازم کہتے ہیں کہ یہ حدیث میں نے نعمان ابن ابوعیاش کو سنائی تو انھوں نے کہا کہ کیا تم نے یہ حدیث اسی طرح سہل سے سنی ہے میں نے کہاہاں تو انھوں نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ حدیث میں نے ابوسعید خدری سے سنی ہے انھوں نے اس میں اتنا زیادہ بیان کیا تھا۔

انهم منی فیقال انک لاتدری مابدلوابعدک فاقول سحقاسحقا لمن غیر بعدی.

وہ لوگ مجھ سے (یعنی میرے قوم وقبیلہ سے) ہوں گے پس مجھ سے کہا جائے گا کہ تم کو نہیں معلوم یہ لوگ تمہارے بعد کس طرح بدل گے تو میں کہوں گا رحمت خدا سے دوری ہے اس شخص کے لئے جو مجھ سے بدل گیا۔ خدا سے زیادہ حقدار ہیں کیونکہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کی قوم وقبیلہ سے ہیں۔

عن ابن عباس عن النبی قال ان اناسامن اصحابی یوخذ بهم ذات الشمال فاقول اصحابی فیقول انهم لم یزالو مرتدین علی اعقابهم منذفارقتهم. (۱)

ابن عباس سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ ہمارے اصحاب سے کچھ لوگ جہنم کی طرف لے جائے جائیں گئے تو میں عرض کروں گا اے خدا یہ تو میرے اصحاب ہیں تو خداوند عالم فرمائے گا کہ یہ لوگ تم سے جدا ہونے کے بعد ہی پچھلے پاؤں پلٹے لگے۔

یہ ہے انجام ان صحابہ کا جو رسول اللہ ﷺ کے بعد بدل گئے اور جنھوں نے دین میں بدعتیں قائم کیں وہ لوگ ان حدیثوں میں غور کریں جن کا عقیدہ ہے:

الصحابه کلهم عدول

صحابہ سب کے سب عادل ہیں۔

اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم ...

میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں تم لوگ ان میں سے جس کی بھی پیروی کروگے

---

۱. بخاری ج۲، ص۱۵۲، مطبوعہ مصر

ہدایت پاؤ گے۔

سنان نے اسلم سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ جناب عمر حضرت ابوبکر کے مرض کے زمانے میں ان کو دیکھنے گئے تو اس وقت جناب ابوبکر اپنے ہاتھ سے اپنی زبان پکڑے ہوئے فرما رہے تھے کہ اسی نے ہم کو مصیبت میں ڈالا ہے۔(۱)

اور امام بخاری لکھتے ہیں: جناب عمر زخم کھانے کے بعد آخر وقت میں آہ و نالہ کر رہے تھے تو حضرت ابن عباس نے تسلی و دلاسا دینا چاہا تو جناب عمر نے کہا کہ اے ابن عباس یہ میری آہ و بے تابی جو دیکھ رہے ہو وہ تم اور تمہارے ساتھیوں (یعنی حضرت علی علیہ السلام) کے سبب سے ہے خدا کی قسم اگر ساری زمین سونے کی ہو جائے تو میں اس کو خدا کا عذاب دیکھنے کے قبل اس کے بدلے میں دینے کو تیار ہوں۔(۲)

خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ أَنَّ لَهُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لِيَفْتَدُوا بِهِ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ . (۳)

یقیناً جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اگر ان کے پاس ساری زمین کا سرمایہ ہو اور اتنا ہی اور شامل کر دیں کہ روز قیامت کے عذاب کا بدلہ ہو جائے تو یہ معاوضہ قبول نہ کیا جائے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔

واضح ہو کہ مسلمانوں کے اختلاف کے یہ دس اسباب جو علامہ شہرستانی کی تحریر کے مطابق لکھے گئے ان میں سے چوتھے اختلاف کے سواء جو دفن حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق تھا باقی نو اسباب جناب ابوبکر و عمر سے کے پیدا کئے ہوئے ہیں جن کی تفصیل گذر چکی جس کے نتیجہ میں امت پیغمبر آخر الزماں تہتر فرقوں پر تقسیم ہو گئی۔

جن میں سے مطابق قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف ایک فرقہ جنتی رہا جو صحیح معنوں میں دین حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر باقی رہا اور جس نے جناب ابوبکر و عمر کی پیروی ترک کر کے مطابق فرمان خدا رسول قرآن و اہلبیت سے تمسک کیا اور بہتر فرقے اہل بیت کا دامن چھوڑ کر ضلالت و گمراہی کے سمندر میں غرق

---

۱. تاریخ الخلفاء فصل اقوال ابوبکر ص ۶۹

۲. بخاری ج ۲، ص ۱۹۱، مطبوعہ مصر مناقب حضرت عمر و ازالۃ الخفاء اردو ج ۳، ص ۸۶

۳. سورہ مائدہ آیت ۳۶

ہو گئے اور مخبر صادق کا قول سچ ہوا۔

ان مما اتخوف علی امتی ائمة مضلین.(۱)

اپنی امت کی نسبت جن چیزوں میں مجھے خوف ہے گمراہ کرنے والے پیشوا ہیں۔

خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: وہ ایسے امام ہیں جو لوگوں کو جہنم کی طرف بلاتے ہیں۔

امت مسلمہ کے اختلاف وافتراق کے ان دس اسباب میں سے جو ذکر کئے گئے ہر اختلاف وافتراق کی اصل وبنیاد وہی پہلا اختلاف ہے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض الموت میں رونما ہوا کہ جناب عمر نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کاغذ ودوات پیش کرنے سے صحابہ کو روک دیا اور کہا کہ ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے۔

اور اس کے بعد ہی بغیر رسول خدا کی تجہیز وتکفین کا انتظار کئے فوراً سقیفہ بنی ساعدہ میں پہنچ کر جناب ابوبکر کو خلیفہ بنالیا تا کہ جس مقصد کے لئے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاغذ ودوات مانگ رہے تھے اس کا راستہ ہی قطع کر دیا جائے" خلافت جو بقول اہلسنت خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ میں اتنی غیر ضروری تھی کہ انھوں نے اس کی طرف کوئی اعتنا ہی نہیں کی بلکہ خود جناب عمر کی نگاہ میں بھی غیر ضروری ہوگی کہ حسبنا کتاب اللہ کہہ کر ظاہر کیا تھوڑی ہی دیر کے بعد اتنی ضروری ہوگئی۔

اس کے لئے صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین دن بے غسل وکفن چھوڑ دیا یہی پہلا موقع تھا جبکہ امت رسول میں اختلافت کی بیناد قائم ہوئی اور وہ دو فرقوں پر تقسیم ہوگئی پھر رفتہ رفتہ یہی اختلافات تہتر فرقوں اور تہتر دین کی شکل میں ظاہر ہوا کیونکہ ظاہر ہے کہ یہ تہتر فرقے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوراً نہیں پیدا ہوئے لیکن سوال یہ ہے کہ سب سے پہلے اسلام میں کون سے فرقے ظاہر ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین کیا ہے؟

---

۱. ازالة الخفا مقصد اول ص ۱۳۱

اسلام میں مختلف فرقوں کی پیداوار

اسلام میں سب سے پہلے کون کون سے فرقے ظاہر ہوئے اس سلسلے میں علامہ شہرستانی لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے اختلافات کی جڑ دو اختلاف ہیں ایک اختلاف اصول وفروع دین میں دوسرا مسئلہ امامت وخلافت میں۔

ایک گروہ نے کہا کہ امام کا انتخاب اجماع امت پر ہے۔

دوسرے گروہ نے کہا کہ امام کا تقرر بدلیل عقل خدا پر واجب ہے۔

تیسرے نے کہا کہ امام کا تقرر نص و وصیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہے۔

پہلے قول کو اہلسنت نے اختیار کیا اور وہ لوگ ابوبکر وعمر وعثمان و علی علیہ السلام کو اور معاویہ سے صلح ہونے کے وقت تک حضرت امام حسن علیہ السلام کو خلیفہ تسلیم کرتے ہیں۔

دوسرے قول کو شیعوں نے اختیار کیا اور وہ حضرت علی علیہ السلام کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلیفہ بلافصل مانتے ہیں۔

تیسرے قول کو بنی عباس نے اختیار کیا۔

میں کہتا ہوں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے روز مسلمانوں میں مسئلہ امامت کے سوا، اصول و فروع میں کوئی اختلاف نہ تھا سب سے پہلا اختلاف جو افتراق امت کا سبب ہوا یہی مسئلہ خلافت تھا اور یہ اختلاف بھی اتنا مدلل نہ تھا جیسا کہ علامہ شہرستانی نے لکھا بلکہ اس کی حقیقت صرف اتنی تھی کہ زمانہ حیات رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت علی علیہ السلام کی امامت وجانشینی کے متعلق احکام خدا اور رسول صحابہ کرام کے کانوں میں گونج رہے تھے جن کو غدیر خم کے واقعہ نے اور مستحکم کردیا تھا کہ اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہ گئی تھی۔

نیز حدیث ثقلین جو متواتر ہے صحابہ کو خوب یاد تھی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی صحابہ کے قلبی رجحانات اور دلی تمناؤں سے بے خبر نہ تھے لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخر وقت میں صحابہ سے قرطاس ودوات مانگا کہ زبانی احکام کو ایک تحریری فرمان کی شکل میں مستقل کردیں صحابہ کرام مقصد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سمجھ گئے چنانچہ جناب عمر پکار اٹھے کہ ”حسبنا کتاب اللہ ان الرجل لیھجر“ جس کا صاف مطلب یہ تھا کہ حدیث ثقلین کے دوسرے جزو یعنی عترت کی ہم کو ضرورت نہیں

ہے،اس کے بعد بغیر کسی بحث ومباحثہ اور دلیل وحجت کے سقیفہ میں پہنچ گئے تاکہ قبل اس کے کہ علی بن ابی طالب رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دفن وکفن سے فارغ ہوں اور اپنی خلافت کی دلیلیں پیش کریں خلافت کی خانہ پری کرلی جائے، چنانچہ جناب عمر خود کہتے تھے کہ ابوبکر کی بیعت بے سوچے سمجھے اچانک ہوگئی خدانے اس کے شر سے بچالیا۔(۱)

تفصیل کے لئے دیکھئے پانچواں اختلاف۔

مولانا حکیم نجم الغنی صاحب رام پوری لکھتے ہیں: کہ نبی علیہ السلام کی وفات تک مسلمان ایک ہی عقیدہ اور طریقہ پر تھے مگر جولوگ ظاہر میں مسلمان باطن اور میں منافق تھے وہ زمانہ حیات رسول میں بھی مکر وفریب کرتے تھے۔(۲)

اور وہ مکر وفریب ان کا ہر وقت ان کے اعتراض کرتے سے حرکات وسکنات رسالت مآب پر ظاہر ہوتا تھا سقیفہ کی مہم طے ہوجانے کے بعد جب حضرت علی علیہ السلام اوران کے شیعوں کی طرف سے اعتراضات واحتجاجات شروع ہوئے اور حضرت علی علیہ السلام کی دلیلوں کے مقابلہ میں حامیان جناب ابوبکر نے اپنے کو لاجواب وبے دلیل پایا توان لوگوں کودلیلوں کی جستجو وتلاش ہوئی اوراس کے لئے حدیث (لاتجتمع امتی علی ضلال واصحابی کالنجوم)وغیرہ فراہم کی گئیں۔

جن کی بحث ابتدائے کتاب میں گذرچکیں ورنہ روز خلافت ابوبکر دلیلوں کا کہیں وجود نہ تھا نہ کسی زبان پران کا نام آیا کیونکہ جب تک حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ تھے اس اختلاف کا کوئی موقع ہی نہ تھا کہ خلیفہ کا انتخاب اجماع امت پرہے یاخدا کا کام ہے یاوصیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر منحصر ہے کیونکہ اولاً حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی علیہ السلام کواپنا خلیفہ بنا چکے تھے جس میں کسی کوشک وشبہ نہ تھا۔

اور قطع نظراس سے خود حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ وموجود تھے جس کوشک وشبہ ہوتاوہ پوچھ لیتا اور بعدوفات رسول حضرت علی علیہ السلام اپنے رنج وغم میں اور پیغمبر خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غسل وکفن کی فکر میں تھے۔

اور انصار ومہاجرین میں فوراً خلافت کی رسہ کشی شروع ہوگئی اور سقیفہ میں (امیرمنا وو زیرمنکم) کا شور بلند ہوگیا اس وقت سنی اور شیعہ اور بنی عباس کہاں جمع ہوئے۔

اور کب یہ بحثیں چھڑیں کہ خلیفہ کا انتخاب کیونکر ہونا چاہے اوراس کی کیا دلیلیں ہیں نیز اس وقت

---

۱. تاریخ الخلفاء، ص ۴۵؛ بحوالہ بخاری ومسلم

۲. مذہب اسلام ص ۵

سنیوں کا وجود کہاں تھا جو جمع ہوتے اور اپنا نظریہ خلافت پیش کرتے۔

غرض یہ کہ اسی مسئلہ امامت میں سب سے پہلے مسلمان دو فرقوں میں تقسیم ہو گئے شیعہ بحکم خدا اور سول حضرت علی علیہ السلام کے دامن سے منسلک رہے اور سقیفہ کی خانہ ساز خلافت سے بیزار رہے ایسے لوگوں کی تعداد مدینہ میں کم لیکن مدینہ سے باہر زیادہ تھی اور مہاجرین وانصار نے ایک خفیہ سازش کے تحت مدینہ سے کچھ دور ایک پوشیدہ مقام پر بحث ونزاع کے بعد جناب ابوبکر کو اپنا خلیفہ بنالیا اور ان کے حکم پر عمل کرنے لگے یہیں سے شریعت میں اختلاف شروع ہوا۔

یہاں تک کہ سیرت شیخین ایک مستقل مذہب بن گئی لیکن حضرت علی علیہ السلام اور ان کے شیعہ ہمیشہ کتاب خدا وسیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عامل رہے حضرت علی علیہ السلام کے پیرو زمانہ رسول خدا میں بھی شیعہ کہے جاتے تھے اور حضرت کے بعد بھی شیعہ کہے گئے، اسی طرح جناب ابوبکر کے پیرو جناب عثمان کے زمانہ میں عثمانی اور معاویہ کے زمانے میں الجماعت پکارے گئے۔

۳۲۴ھ میں ابوالحسن اشعری نے اس مذہب کے اصول وفروع مرتب کر کے اس کو ایک مستقل مذہب بنادیا اور اس کا نام اہل سنت والجماعت رکھا اہل بیت نبوت کا دامن چھوڑنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر شخص اپنے کو اسلام میں رائے زنی اور اجتہاد کا مجاز سمجھنے لگا ہر دل میں ریاست وحکومت ومجتہد ومحدث بننے کی ہوس پیدا ہوگئی، آخر تھوڑے دن بھی گذرنے نہ پائے تھے کہ اسلام میں بیسوں فرقے اور مذہب پیدا ہو گئے اور بہت سے جدید اصول وفروع پیدا ہو گئے اور سب ایک دوسرے کی تکفیر کرنے لگے۔

علمائے اہل سنت کی تحریریں اسلامی فرقوں کے حالات کے بیان میں بہت مختلف اور تعصب سے لبریز نظر آنے لگیں اس موضوع پر جس نے بھی قلم اٹھایا ہے اس نے پہلی کوشش یہ کی ہے کہ اپنے فرقے کو ناجی اور دوسرے فرقوں کو جہنمی ثابت کرے چنانچہ اس کے لئے جس قدر سفید وسیاہ کرنے کی ضرورت ہوئی ہے وہ کیا ہے اپنے عیوب کو چھپایا ہے اور دوسروں پر دل کھول کر اتہامات لگائے ہیں نیز یہ کہ کسی ایک اصول وقاعدہ پر ثابت قدم نہیں رہے ہیں۔

اصول تو یہ بنایا ہے کہ جو فرقے اصول دین میں مختلف ہیں وہ جدا فرقہ شمار کئے جائیں اور جن فرقوں کے اصول ایک ہیں اگر چہ وہ فروع میں کثیر اختلاف رکھتے ہوں انھیں ایک فرقہ قرار دیا جائے لیکن جب فرقوں کی تقسیم شروع کی تو صرف مسئلہ خلافت کو بنائے تقسیم قرار دیا ہے اور بہت سے مختلف اصول والے فرقوں کو ایک فرقہ میں شمار کیا ہے اور بہت سے فرقے جو صرف فروع میں اختلاف رکھتے ہیں اور اصول

ان کے ایک ہیں انھیں مختلف فرقے قرار دیجائیں مثلاً فرقہ غالیہ کو جو حضرت علی علیہ السلام کی الوہیت کا قائل ہے، صرف انکار خلافت ابوبکر کی بناپر شیعوں میں داخل کیا ہے حالانکہ یہ فرقہ اصول وعقائد میں شیعوں کا مخالف اور کافر ہے اور معتزلہ اور مرجیہ اور مجبرہ وغیرہ کو جو درحقیقت اہلسنت ہیں اوصرف فروع میں اختلاف رکھتے ہیں جدا کر کے مستقل فرقہ قرار دیا ہے تا کہ ثابت کرسکیں کہ اہلسنت صرف ایک فرقہ ہے اور وہی ناجی ہے نیز ان لوگوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے سب سے زیادہ گمراہ فرقے شیعوں میں ہیں۔

اسلامی فرقوں کی تقسیم

شارح مواقف لکھتے ہیں کہ اصلی مذہب آٹھ ہیں۔

۱. معتزلہ: ان کے بیس فرقے ہیں: واصلیہ، عمرویہ، ہذیلیہ، نظامیہ، اسواریہ، اسکافیہ، جعفریہ، بشریہ، مزواریہ، ہشامیہ، صالحیہ، حابطیہ، حدبیہ، معمریہ، شمامیہ، خیاطیہ، کعبیہ، جبائیہ، بہشمیہ، حاظیہ۔

۲. شیعہ: ان کے بائیس فرقے ہیں: سبائیہ، کاملیہ، بنانیہ، مغیریہ، جناحیہ، منصوریہ، خطابیہ، غرابیہ، ذمیہ، ہشامیہ، شیطانیہ، رزامیہ، مفوضہ، بدائیہ، نصیریہ، اسحاقیہ، اسماعلیہ، زراریہ، یونسیہ، جارودیہ، سلیمانیہ، تبریہ، امامیہ۔

۳. خوارج: ان کے بیس فرقے ہیں: محکمہ، بھمیسیا، ازارقہ، نجدات، اباضیہ، حفصیہ، یزیدیہ، حارثیہ، رابعیہ، صلیتہ، ثعالبہ، معبدیہ، شیبانیہ، مکرمیہ، حمزیہ، شیعیبیہ، حازمیہ، اطرافیہ، معلومیہ، مجھولیہ۔

۴. مرجیہ: اس کے پانچ فرقے ہیں: یونسیہ، عبیدیہ، غسانیہ، تویانیہ، توسنیہ۔

۵. نجاریہ: اس کے ۳ فرقے ہیں: برغوثیہ، زعفرانیہ، مستدرکہ۔

۶. جبریہ: یہ ایک فرقہ ہے۔

۷. مشبہ: ان کے دو فرقے ہیں معشویہ، کرامیہ۔

۸. اشاعرہ: یہ ایک فرقہ ہے اور اسی کا نام اہل سنت والجماعت ہے اور ان کے بقول یہی فرقہ نجات پانے والا ہے۔

حالانکہ معتزلہ اور خوارج اور مرجیہ ونجاریہ وجبریہ ومشبہ یہ سب اہل سنت کے فرقے ہیں اور سبائیہ، اسماعیلیہ وغیرہ شیعوں سے خارج ہیں تفصیل کا انتظار کیجئے۔

علامہ شہرستانی لکھتے ہیں کہ اصل مذاہب چار ہیں: قدریہ، صفاتیہ، خوارج، شیعہ، باقی سب فرقے انھیں چاروں کی شاخیں ہیں۔

صاحب تمہید نے لکھا ہے کہ اصل مذاہب سات ہیں: اشاعرہ، رافضہ، ناصبہ، قدریہ، مشبہ، جبریہ مصطلہ باقی کل فرقے ان کی شاخیں ہیں۔

شیخ عبدالقادر جیلانی نے غنیۃ الطالبین میں لکھا ہے کہ اصل مذاہب دس ہیں:

۱. خوارج اوران کے پندرہ فرقے ہیں: نجدات، ازارقہ، فدلیہ، عطویہ، عجادرہ، میمونیہ، حازمیہ، صلتیہ، معلومیہ، احنسیہ، ظفریہ، حفصیہ، اباضیہ، شمراخیہ، بدعیہ۔

۲. شیعہ، ان کے تین فرقے ہیں: غالیہ، زیدیہ، رافضہ۔

غالیہ کے بارہ فرقے ہیں: بنائیہ، طیاریہ، منصوریہ، مغیرہ، خطابیہ، معمریہ، عجلیہ، بزبعیہ، مفصلہ، شریعیہ، سائیہ معوضیہ۔

زیدیہ کے چھ فرقے ہیں: زیدیہ، جارودیہ، سلیمانیہ، تبریہ، نعیمیہ، یعقوبیہ۔

رافضہ کے چودہ فرقے ہیں: قطعیہ، کیسانیہ، کریبیہ، عمرویہ، محمدیہ، حسنیہ، ناذسیہ، اسماعیلیہ، قرامطہ، مبارکہ، شمیطیہ، عماریہ، مطوریہ، امامیہ، یہ کل ۳۲ر فرقے ہوئے۔

۳. معتزلہ: اس کے ۶ر فرقے ہیں: ہذلیہ، نظامیہ، معمریہ، جبانیہ، بہشمیہ، کعبیہ۔

۴. مرجیہ: اس کے ۱۲ر فرقے ہیں: جہمیہ، صالحیہ، شمریہ، یونسیا، یونانیہ، نجاریہ غنبلانیہ، حنفیہ ’’پیروان امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت‘‘ شبیبیہ، معاذیہ، مریسیہ، کرامیہ۔

۵. مشبہ: ان کے تین فرقے ہیں: ہشامیہ، مقاتلیہ، واسمیہ۔

۶. جبریہ: یہ ایک فرقہ ہے۔

۷. ضراریہ: ایک فرقہ ہے۔

۸. نجاریہ: ایک فرقہ ہے۔

۹. کلابیہ: یہ ایک فرقہ ہے۔

۱۰. اہلسنت والجماعت یعنی اہل حدیث اس کا ایک فرقہ ہے بقول شیخ عبدالقادر جیلانی یہی نجات پانے والا ہے، صاحب مقاصد نے لکھا ہے: خوارج کے بائیس فرقے ہیں اور مرجیہ کے پندرہ اور نجاریہ کے تین فرقے ہیں۔

صاحب تعداد الملل نے لکھا ہے کہ اصل مذاہب پانچ ہیں:

۱. شیعہ: اس کے اٹھارہ فرقے ہیں: امامیہ، کیسانیہ، مختاریہ، ہاشمیہ، واسطیہ، بنانیہ، زیدیہ، جارودیہ، ممظوریہ، صالحیہ، مقنصیہ، واقفیہ، ناووسیہ، افطحیہ، اسماعلیہ، شمیطیہ، موسویہ، غلاۃ اوران کے کئی فرقے ہیں۔

۲. معتزلہ: ان کے تیرہ فرقے ہیں: واصلیہ، ہذیلیہ، نظامیہ، حامطیہ، جاحظیہ، بشریہ، معمیریہ، مزدار، ثمامیہ، ہشامیہ، خیاطیہ، جبائیہ، تناسخیہ۔

اشاعرہ: اس کے چودہ فرقے ہیں: اورسب جبریہ ہیں، جہمیہ، صفاتیہ، وہابیہ، مجسمہ، حشویہ، کرامیہ، مرجیہ، عبیدیہ، غسانیہ، ثوبانیہ، تومیہ، صالحیہ، نجاریہ، وعیدیہ۔

۴. صوفیہ: اس کے گیارہ فرقے ہیں: سلوکیہ، واصلیہ، عشاقیہ، نوریہ، نظریہ، شمراخیہ، سماعیہ باطنیہ، شارکیہ، وحدتیہ، اتحادیہ۔

۵. خوارج: اس کے سترہ فرقے ہیں: ازارقہ، نجدات، بھیسیہ، عجاردہ، خلیفیہ، ثعالبہ، اخنسیہ، معبدیہ، رشیدیہ، مکرمہ، معلومیہ ومجہولیہ، اباضیہ، حفصیہ، حارثیہ، یزیدیہ، زیادیہ، غزالیہ، یہ ۷۳ رفرقے ہوئے۔

علامہ مسعودی نے لکھا ہے کہ اصلی مذہب دو ہیں:

۱. شیعہ جوامامت بالنص کے قائل ہیں۔

۲. اہلسنت والجماعت جوخلافت کوامت کے اجماع پرتسلیم کرتے ہیں۔

نیز صاحب تبصرہ نے لکھا ہے کہ اصلی مذہب دو ہیں:

۱. شیعہ جن کواہلسنت والجماعت روافض کہتے ہیں یہ لوگ کہتے ہیں کہ امام برحق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت علی علیہ السلام ہیں۔

۲. اہلسنت والجماعت جن کوشیعہ ناصبی کہتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ حضرت رسول کے بعد خلیفہ، ابوبکر ہیں اوران کے فرقے یہ ہیں:

الف. خوارج اوراس کے فرقے یہ ہیں: زارقہ، عجاردہ، نجدات، صفریہ، اباضیہ، صابیہ، غزالیہ، مکرمیہ، حفصہ، یزیدیہ، صحاکیہ، بھنیسیہ، اخنسیہ، شمرخیہ، خارمیہ، معبدیہ، میمونیہ، رشیدیہ۔

ب. معتزلہ: اس کے فرقے یہ ہیں: ہدلیہ، نظامیہ، اسواریہ، اسکافیہ، ہشامیہ، صالحیہ، معمریہ، جاحظیہ، حدثیہ، ثمامیہ، دیصانیہ، بشریہ، مانطیہ، تناسخیہ، خنازیہ، واصلیہ وغیرہ۔

ج. مرجیہ: اس کے فرقے یہ ہیں: بونسیہ، غسانیہ'' امام ابو حنیفہ اسی فرقے سے تعلق رکھتے تھے'' ثوبانیہ، تومینیہ، مرئیہ، صالحیہ، غیلانیہ، شبیبیہ۔

د. نجاریہ: اس کے تین فرقے ہیں: برغوثیہ، زعفرانیہ، مستدرکہ۔

ہ. کرامیہ: اس کے فرقے بہت ہیں۔

و. مجسمہ ومشبہ: یہ عقیدہ میں ایک فرقہ ہیں اور فروع میں سات ہیں: بعض حنفیہ، بعض مالکی، بعض شافعی، بعض صوفی، حنبلی، اصحاب اسحاق راموریہ، وہابیہ واہل حدیث۔

اہلسنت کے اصل فرقے سات ہیں:

۱. داؤدی، اس فرقہ کا اب کوئی باقی نہیں ہے۔

۲. حنفی اور اس کے پانچ فرقے ہیں: معتزلہ، بخاری، کرامی، مرجی، جبری۔

۳. مالکی: اس کے بھی پانچ فرقے ہیں: خارجی، معتزلہ، مشبہ، سالمی، اشعری۔

۴. شافعی: اس کے چھ فرقے ہیں: مشبہ، سلفی، خارجی، معتزلی، اشعری، یزیدی۔

۵. حنبلی: یہ ایک ہی فرقہ ہے۔

۶. صوفی اور ان کے چھ فرقے ہیں: اتحادی، عشاق، نوری، واصلی، نظری، چھٹا فرقہ بغیر نام کا ہے

یہ سب اہلسنت کے فرقے ہیں۔

شیعہ: ان کے چار فرقے ہیں:

۱. نصیری اور اس کے سترہ فرقے ہیں: سبائیہ، کاملیہ، بیانیہ، مغیریہ، منصوریہ، خطابیہ، غرابیہ، شریفیہ، ہشامیہ، یونسیہ، مفصلیہ، زراریہ، اصحاب اسحاق بن غالب، ہشمیہ، مفوضہ، کیسانیہ، سلمیہ۔

۲. اسماعیلیہ، اس کے پانچ فرقے ہیں: صاجیہ، ناصریہ، قرامطہ، بابکیہ، مقضیہ۔

۳. زیدیہ: اس کے تین فرقے ہیں: جارودیہ، جریریہ، بتریہ۔

۴. امامیہ: یہ ایک ہی فرقہ ہے۔

ان مختلف نقشوں کو سامنے رکھنے کے بعد ہر شخص بآسانی فیصلہ کرسکتا ہے کہ علمائے ملل کے درمیان فرقوں کی تقسیم میں کتنا شدید اختلاف پایا جاتا ہے جو اس امر کا ثبوت ہے کہ ان سے کوئی تقسیم بھی قابل اعتبار نہیں ہے صاحب شرح مواقف اور بڑے پیر کے نقشوں سے تو تعصب ظاہر ہے شیخ صاحب نے شیعوں کو گمراہ لکھا ہے اپنے فرقہ کے علاوہ اہلسنت کے کل فرقوں کو بھی حنفیہ ومعتزلہ ومرجیہ ونجاریہ وغیرہ

نقل کرتے اس لئے کہ علمائے فن کے نزدیک اس کی حالت معلوم ہے۔(۱)
حافظ ابن القیم نے لکھا ہے کہ یہ حدیث پیغمبر سے ثابت نہیں ہے اور اگر یہ حدیث صحیح مان لی جائے تو لازم آئے گا کہ واجب ہو جائے تقلید اس صحابی کی جو دادا کو بھائیوں کی موجودگی میں محروم کرتا ہے اور اس کی بھی جو اس کو محروم نہیں کرتا اور واجب ہو جائے تقلید اس صحابی کی جو ذوی الارحام کو وارث کرتا ہے اور اس کی بھی جو وارث نہیں کرتا اور اس کی بھی جو بالغ کے دودھ پینے سے حرمت رضاع کا قائل نہیں ہے اور اس کی بھی جو مجنب کو تیمّم سے منع کرتا ہے اور اس کی بھی جو واجب کہتا ہے اور واجب ہو جائے تقلید اس صحابی کی جو شہری گدھے کا گوشت کھانا حلال جانتا ہے اور اس کی بھی جو حرام کہتا ہے۔(۲)

اس حدیث کے بعض طرق میں جعفر بن عبدالواحد قاضی ہے ابن عدی کہتا ہے کہ وہ حدیثوں کی چوری کرتا تھا اور معتبر لوگوں کی طرف غلط حدیثیں منسوب کرتا تھا (جس کو تدلیس کہتے ہیں) دار قطنی نے کہا کہ وہ حدیثیں گڑھتا تھا۔(۳)

معین لاہوری نے دراسات اللبیب میں لکھا ہے کہ یہ حدیث جعلی یعنی گڑھی ہوئی ہے۔

امام ابن تیمیہ نے منہاج السنۃ میں لکھا ہے:

هذه الحديث ضعيف، ضعفه ائمة الحديث قال البزاز هذا حديث لايصح من رسول الله وليس هو فى كتب الحديث المعتبرة.

حدیث اصحابی کالنجوم ضعیف ہے اس کو کل ائمہ حدیث نے ضعیف کہا ہے بزاز نے کہا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی نقل کسی طرح صحیح نہیں ہے اور یہ حدیث کسی معتبر کتب احادیث میں نہیں ہے۔

بحر العلوم عبد العلی صاحب لکھنوی شرح مسلم میں لکھتے ہیں:

اصحابى كالنجوم فبايهم اقتديتم اهتديتم رواه ابن عدى وابن عبدالبر وخذوشطر دينكم من الحميرا.

یعنی حدیث اصحابی کالنجوم جس کی ابن عدی اور ابن عبدالبر نے روایت کی ہے اور حدیث

---

۱. صوارم مہرقہ شہید، ص ۴ بحوالہ شرح شفا، قاضی عیاض
۲. اعلام الموقعین، ج ۱، ص ۲۳۶
۳. میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۱۶۷

نام سے لکھ کر اہلسنت سے خارج اور گمراہ قرار دیا ہے۔

اس طرح صاحب شرح مواقف نے صرف اشاعرہ اہلسنت کو جنتی اور کل فرقوں کو جہنمی قرار دیا ہے یہ لوگ شیعوں کو گمراہ کہتے ہیں آپس میں بھی ایک دوسرے کو گمراہ و جہنمی کہتے ہیں حالانکہ سب ایک ہی اصول کے معتقد اور ایک ہی مذہب کے پیرو ہیں۔

قارئین محترم: حاصل کلام یہ ہے کہ اسلامی فرقوں کے نقشے جو علمائے ملل نے پیش کئے ہیں یا تو تعصب وعناد و جانب داری پر مبنی ہیں یا تحقیق سے دور ہیں۔

اس لئے مناسب سمجھتا ہوں کہ علمائے ملل کے مقرر کردہ اصول اور اصل کی تقسیم کے مطابق اسلام فرقوں کا ایک صحیح نقشہ ان کے مختصر عقائد کے ساتھ ہدیہ ناظرین کردوں تا کہ ہر پڑھنے والا آسانی سے ناجی اور ناری فرقوں کی معرفت حاصل کر سکے۔

لیکن پوشیدہ نہ رہے کہ اختلاف مسئلہ توحید اور اختلاف مسئلہ خلافت میں سے کوئی ایک اختلاف تنہا بنائے تقسیم نہیں قرار دیا جا سکتا ہے کیونکہ یہ دونوں چیزیں فرق اسلام کے عقائد کے اہم اجزاء ہیں اس لئے میں نے دونوں کو ساتھ ساتھ بنائے تقسیم قرار دیا ہے۔

وہ فرقہ جن کے اصول دین، توحید، نبوت اور قیامت ہیں۔

وہ فرقہ جن کے اصول دین توحید، نبوت اور قیامت ہیں اور ان کے نزدیک خلیفہ کا تقرر اجماع امت پر منحصر ہے جن کا نام سنہ ۴۱ھ میں حضرت امام حسن علیہ السلام سے صلح کے بعد امیر معاویہ نے الجماعت رکھا۔(۱) پھر سنہ ۳۲۴ھ سے پہلے ابوالحسن اشعری نے اس مذہب کے اصول وفروع مرتب کئے اور اس کا نام اہلسنت والجماعت قرار دیا۔(۲)

شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی شرح مشکوۃ فارسی میں لکھتے ہیں:

لقب اہل سنت والجماعت جدید ہے اہل سنت کے کل فرقہ ان تین اصول دین میں متحد ہونے کے بعد کچھ معنوی اختلاف کی بنا پر بہت سے فرقوں پر تقسیم ہو گئے ہیں: مثلا

پہلا فرقہ: معتزلہ

پیروان واصل بن عطا ہیں یہ شخص پہلے حسن بصری کا شاگرد تھا پھر اس کی مجلس سے بعض اختلافات کی بنا پر جدا ہو گیا۔

عقائد معتزلہ: اس فرقہ کے اصول دین توحید، نبوت اور قیامت ہیں۔

یہ لوگ کہتے ہیں: انبیا کا گناہان صغائر سے معصوم ہونا ضروری نہیں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو اپنا خلیفہ مقرر نہیں کیا بلکہ خلیفہ کا مقرر کرنا مخلوق پر واجب ہے سمعاً۔(۳)

اور تمام اہل سنت کا یہی مذہب ہے کہ امام کا معصوم ہونا ضروری نہیں ہے۔(۴)

معتزلہ کا عقیدہ ہے کہ بیعت کا منعقد ہو جانا امامت کے حاصل ہو جانے کا سبب ہے اور تمام اہلسنت کا بھی یہی مذہب ہے۔(۵)

---

۱. سنن ابوداود کتاب الفقہ
۲. شرح فقہ اکبر ملا علی قاری مطبوعہ مصر ص ۶۴؛ وشرح عقائد نسفی ص ۵
۳. مذاہب الاسلام ص ۳۷۸، بحوالہ شرح مقاصدہ وغیرہ
۴. مذاہب الاسلام ص ۳۸۱، بحوالہ شرح مقاصدہ وغیرہ
۵. مذاہب الاسلام ص ۳۸۰، بحوالہ شرح مقاصدہ وغیرہ

معتزلہ کہتے ہیں:

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے افضل جناب ابوبکر پھر عمر پھر عثمان پھر حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب ہیں اور تمام اہل سنت کا بھی یہی مذہب ہے۔(۱)

معتزلہ کا عقیدہ ہے کہ خدا عادل ہے ظالم نہیں، گناہ کبیرہ کرنے والا نہ مومن ہے نہ کافر بلکہ دونوں کے درمیان میں ایک منزل رکھتا ہے۔

حسن وقبح اشیائے عقلی ہے۔

بندے فاعل مختار ہیں۔

خدا پر اصلاح واجب ہے۔

ان کا عقیدہ ہے کہ امام گناہ کبیرہ بھی کرسکتا ہے۔

اسلام کے بعد کافر بھی ہوسکتا ہے۔

مارقین وقاسطین وناکثین جنھوں نے حضرت علی علیہ السلام سے جنگ کی وہ کافر نہ تھے بلکہ فاسق تھے۔

طلحہ اور زبیر اور حضرت علی علیہ السلام کی نعوذ باللہ گواہی قبول نہیں ہے۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خلیفہ برحق ابوبکر وعمر وعثمان اور حضرت علی علیہ السلام تھے۔

حضرت علی علیہ السلام حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ بلا فصل نہ تھے۔

معتزلہ فروع دین میں حنفی ہیں۔ یعنی امام ابوحنیفہ کے فقہی مسائل پر عمل کرتے ہیں۔(۲)

معتزلہ کے تیرہ فرقے ہیں

۱. واصلیہ پیروان واصل بن عطا۔

۲. ہذیلیہ پیروان احمد بن ابی الہذیل علاف۔

۳. نظامیہ پیروان ابراہیم بن سبا۔

۴. حدیثیہ پیروان فضل بن حدث۔

۵. معمریہ پیروان معمر بن عباد۔

---

۱. مذاہب الاسلام ص ۳۸۲،، بحوالہ شرح مقاصدہ وغیرہ

۲. مذاہب الاسلام ص ۱۱۲

۶. ثمامیہ پیروان ثمامیہ ابن اشرس سمری۔

۷. ہشامیہ پیروان ہشام بن عمر فوطی۔

۸. جاحظیہ پیروان عمر بن بحر جاحظ۔

۹. خیاطیہ پیروان عمر بن خیاط بغدادی۔

۱۰. جبائیہ پیروان ابوعلی جبائی۔

۱۱. تناسخیہ پیروان احمد بن مایوس۔

۱۲. مزوار پیروان ابوعیسیٰ ابن صبح ملقب بمز دار۔

۱۳. حائطیہ پیروان احمد بن حائط۔

چند معتزلی علمائے اہلسنت کے نام

محمد بن عمر زمخشری صاحب تفسیر کشاف معتزلی تھے۔(۱)

مختار بن محمود صاحب قنیۃ المنیۃ معتزلی حنفی تھے۔(۲)

امام زاہدی بھی معتزلی تھے اور فروع میں حنفی تھے۔(۳)

اسی طرح ابن ابی الحدید شارح نہج البلاغہ بھی معتزلی تھے۔

دوسرا فرقہ: اشاعرہ

پیروان ابوالحسن اشعری بانی مذہب اہلسنت والجماعت ابوالحسن اشعری پہلے ابوعلی جبائی معتزلی کے شاگرد تھے ان سے جدا ہونے کے بعد انھوں نے اپنے اصول وفروع جدا ترتیب دئے۔

ملاعلی قاری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں:

ابوالحسن اشعری کے ترتیب دادہ اصول وفروع پر علما چلتے رہے یہاں تک کہ اس مذہب کا نام اہلسنت والجماعت قرار پایا۔(۴)

---

۱. مقدمہ عالمگیری، ج۱، ص۷۰

۲. مقدمہ عالمگیری، ج۱، ص۷۹

۳. درمختار، ج۱، ص۱۰۴

۴. شرح فقہ اکبر، ملاعلی قاری، ص۶۴

شاہ ولی اللہ قرۃ العینین میں لکھتے ہیں:

مذہب اہلسنت کے رأس ورئیس ابوالحسن اشعری ہیں۔(۱)

غرض یہ کہ موجودہ اہلسنت زیادہ تر عقیدہ میں اشعری اور فروع دین میں حنفی وشافعی ومالکی وحنبلی ہیں۔

عقائد اشاعرہ

اس فرقہ کے اصول دین بھی تین ہیں:

توحید، نبوت اور قیامت۔

یہ لوگ کہتے ہیں کہ خدا علم کے ذریعہ سے عالم اور قدرت کے ذریعہ سے قادر اور حیات کے ذریعہ سے حی ہے اور سمع کے ذریعہ سے سمیع اور بصر کے ذریعہ سے بصیر اور کلام کے ذریعہ سے متکلم اور ارادہ کے ذریعہ سے مرید ہے۔

ان کا کہنا ہے کہ یہ سب صفتیں خدا کی ذات سے جدا ہیں قدیم، ازلی وابدی ہیں یعنی خدا بھی قدیم ہے اور اس کی صفتیں بھی قدیم ہیں اس عقیدہ میں قدماء کا سوائے اشاعرہ کے اہل توحید میں کوئی قائل نہیں ہے۔ نیز ان کا کہنا ہے کہ خدا عادل نہیں ہے اگر چاہے تو انبیاء ومومنین کو جہنم میں ڈال دے اور کفار وفساق کو بہشت میں بھیج دے۔

اس کے افعال کی کوئی غرض نہیں ہوتی جو کام کرتا ہے بیکار وبے فائدہ کرتا ہے، بندوں کی بھلائی کا کام کرنا خدا پر واجب نہیں ہے وہ ظلم وجور بھی کرتا ہے لیکن اس پر اعتراض کرنے کا کسی کو حق نہیں ہے۔

خدا کو قیامت میں آنکھوں سے دیکھیں گے وہ اپنی پنڈلی کھول دے گا تو سب لوگ اس کو سجدہ کریں گے اور مومنین قیامت کے روز خدا سے مصافحہ کریں گے۔

قیامت کے روز خدا سب سے پہلے جناب عمر سے گلے ملے گا اور ہاتھ ملائے گا، عقل انسانی چیزوں کی نیکی وبدی کو سمجھ نہیں سکتی، خدا جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے جسے چاہتا ہے مومن بناتا ہے اور جس کو چاہتا ہے کافر بناتا ہے جس سے چاہتا ہے نیکی کراتا ہے اور جس سے چاہتا ہے گناہ کراتا ہے یعنی اچھا بُرا سب کچھ خدا ہی کراتا ہے انسان کو کوئی قدرت واختیار حاصل نہیں ہے، خدا جس کو چاہتا ہے کہ ایمان نہ لائے اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔

---

۱. قرۃ العینین، شاہ ولی اللہ، ص ۱۵۲

خداوند عالم ہاتھ اور منھ اور نفس رکھتا ہے لیکن اس کی کیفیت معلوم نہیں، خداوند عالم بہت سے ایسے کام بندوں سے کراتا ہے جن کو خود ناپسند کرتا ہے پھر اس کام کے کرنے پر غضب ناک بھی ہو جاتا ہے۔

کافر کی اولاد پیغمبر ہو سکتی ہے، بہت سے انبیاء کے والدین کافر تھے، ہر فاسق و فاجر کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے۔(۱)

خلق قرآن کا معرکۃ الآراء مسئلہ

قرآن مجید اور اس کا ہر حرف قدیم ہے خدا کا پیدا کیا ہوا نہیں ہے۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جہاں بہت سی بدعتیں اور عقائد فاسدہ ظاہر ہوئے ایک نہایت لایعنی اور لغو عقیدہ قدامت قرآن نے بھی وجود پایا اور اتنی شدت کے ساتھ کہ اس کا منکر کافر اور خارج از اسلام سمجھا جانے لگا۔

مامون الرشید جو ایک مفکر اور صاحب علم خلیفہ تھا جب اس نے اپنے مذہب کے بے لگام علماء کے نتائج پر غور کیا اور دیکھا کہ اگر ان کی آزاد خیالی روکی نہ گئی تو وہ دن دور نہیں ہے کہ جس قرآن نے مخلوق پرستی کو مٹا کر توحید کا درس دیا وہی خود مخلوق پرستی کا ذریعہ بنالی جائے گی، میں کہتا ہوں کہ مسلمانوں کا یہ عقیدہ ویسا ہی ہے جیسا ویدوں کے متعلق برہمنوں کا عقیدہ ہے کہ وید الیشر پرم آتما کا گیان ایک صفت ہے اور صفت موصوف کے ساتھ رہتی ہے چونکہ خدا قدیم ہے پس اس کا گیان وید بھی قدیم ہے۔(۲)

آخر مامون نے اس عقیدہ کو سختی کے ساتھ روکنا چاہا اور اس نے اپنے گورنر اسحاق بن ابراہیم خزاعی کو جو بغداد کا حاکم تھا ایک خط لکھا جس کا خلاصہ یہ ہے: امیر المومنین کو معلوم ہوا ہے کہ بہت سے جاہل جن کے دلوں میں علم کی روشنی نہیں ہے اور وہ خدا سے جاہل اور دین متین سے بے خبر ہیں اور وہ اس امر سے قاصر ہیں کہ خدا کو اس کی قدرت کے مطابق جانیں۔

خدا اور اس کی مخلوق میں فرق نہیں کرتے انھوں نے خدا اور اس کی خلقت یعنی قرآن مجید کو مساوی بنادیا ہے ان کا خیال ہے کہ قرآن مجید قدیم ہے حالانکہ خود خداوند عالم فرماتا ہے کہ (انا جعلناہ قرانا عربیا) یعنی ہم نے اس کتاب کو عربی قرآن بنایا، تو جب اس نے بنایا تو پیدا کیا۔

پھر فرماتا ہے کہ ”جعل الظلمات والنور“ یعنی اس نے تاریکی و روشنی بنائی اور ایک جگہ فرماتا ہے

---

۱. ملل والنحل شہرستانی و شرح فقہ اکبر وغیرہ۔

۲. خیر الکلام ص ۴۷، مصنفہ مولوی محمد عبدالحی

کہ ''نقص علیک من ابناء ماقدسبق ''، یعنی اے رسول ہم تمہارے سامنے گذرے ہوئے واقعات بیان کرتے ہیں ،پس معلوم ہوا کہ خداوند عالم نے قرآن مجید کو ان واقعات کے بعد بنایا۔اور ایک جگہ فرماتا ہے کہ ''احکمت آیاته ثم فصلت ''، یعنی مستحکم کی گئیں اس کی آیتیں پھر تفصیل سے بیان کی گئیں ،پس جبکہ خدا نے آیات کو محکم اور مضبوط کیا ہے اور اس کی تفصیل کی ہے تو وہ ان کا خالق ہوا۔

پھر ان لوگوں نے اپنے آپ کو اہلسنت والجماعت کا لقب دیا ہے اور اپنے سوا دوسروں کو کافر کہنے لگے انھوں نے اس دعوے کے ساتھ اپنی گردنیں بلند کیں اور جاہلوں کو فریب دیا اور اس جماعت کا دعویٰ دیکھ کر بہت سے لوگ جو اپنے آپ کو اہل حق شمار کرتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ جھوٹے ہیں ان کے ساتھ مل گئے اور باطل سے مل کر حق کو چھپایا اور خدا کے علاوہ غیروں کو معتمد علیہ قرار دیا امیر المومنین کا خیال ہے کہ یہ لوگ بدترین امت ہیں کہ توحید کے درجہ کو کم کر رہے ہیں یہ لوگ جہالت کے ظرف اور کذب کے جھنڈ ہیں اور ابلیس کی زبان ہیں جو دوستوں کی زبان میں بول رہا ہے اور اپنے دشمنوں یعنی اہل کو ڈرا رہا ہے جو راہ سے گمراہ ہو جائے اور ایمان بالتوحید کو چھوڑ دے وہ اس لائق نہیں ہے کہ اس کی شہادت قبول کی جائے اس کو سچا نہ سمجھنا کیونکہ وہ سب سے زیادہ گمراہ اور سب سے زیادہ جھوٹا ہے جو خدا اور اس کی وحی پر افترا باندھیں اور اٹکل سے باتیں کریں ان سے قاضیوں کو جمع کر کے انھیں میرا یہ خط سنا دو اور ان کا امتحان لو کہ قرآن کے حادث اور قدیم ہونے کے متعلق ان کا کیا خیال ہے ان سے بتا دو کہ ہم نہ اپنے کام میں ان سے مدد لیں گے نہ ان پر اعتماد کریں گے۔

ان کی گواہی قبول نہ کرو اور ان لوگوں کا نام لکھ کر میرے پاس بھیج دو نیز ان سات افراد کو میرے پاس بھیج دو ،محمد بن سعد کاتب واقدی، یحیٰ بن معین ،ابو خثیمہ ،ابو مسلم مستمی ،یزید بن ہارون ، اسماعیل بن داود،اسماعیل بن ابی سعود۔

مامون سے علمائے اہلسنت کا تقیہ

جب یہ ساتوں آدمی ماموں کے پاس پہنچے تو مامون نے ان لوگوں سے قرآن مجید کے مخلوق یا غیر مخلوق ہونے کے بارے میں سوال کیا اور جب تک ان لوگوں نے قرآن کے مخلوق ہونے کا اقرار نہ کر لیا ان کو بغداد جانے نہ دیا پہلے تو ان لوگوں نے اس مسئلہ میں توقف کیا مگر آخر تقیہ کر کے قبول کر لیا۔

مامون نے پھر اسحاق کو لکھا کہ فقہاء ومشائخ کو بلا کر اطلاع دے دو کہ مفصلہ بالا لوگوں نے خلق

قرآن کو مان لیا ہے اسحاق نے حکم شاہی کی تعمیل کی مگر پھر بھی بعضوں نے نہ مانا اور یحیٰ بن معین نے تو صاف کہہ دیا کہ ہم نے تلوار کے خوف سے مانا ہے۔

مامون نے پھر اسحاق کو لکھا کہ جو لوگ خلق قرآن کے منکر ہیں ان کو جمع کرو اسحاق نے احمد بن حنبل ، بشر بن ولید، ابوحسان زیادی، علی بن مقاتل، فضل بن عالم، عبداللہ بن عمر قواریری، علی بن مجد، سجادہ ذیال بن ہیثم ، قتیبہ ابن سعد، سعودیہ وسطی، اسحاق بن اسرائیل ابن ہرس، ابن علیہ اکبر وغیرہ کو بلوایا اور مامون کا خط پڑھ کر سنایا ان سب نے سرگوشیاں اور کنایہ کر کے اس مسئلہ کا اقرار کیا نہ انکار ہی کیا، اسحاق نے یہ حالات مامون کو لکھ بھیجے مامون نے جواب دیا کہ بے تکلف اہل قبلہ بننے والوں کے جوابات میری نظر سے گزرے ان کو پھر بلا کر پوچھو اگر قبول نہ کریں تو قتل کر دو۔

علماء وقضاۃ اہلسنت کی کہانی مامون الرشید خلیفۃ المسلمین کی زبانی

مامون نے لکھا: کہ ذیال سے کہہ دو کہ تم کو شہر انبار کا غلہ چرانے کا شغل کافی تھا، اس مسئلہ میں کیوں دخل دیتے ہو، احمد بن حنبل سے کہہ دو کہ امیر المومنین کو تمہارا جواب معلوم ہوا یہ تمہاری جہالت و آفت پر دلات کرتا ہے۔ اور فضل ابن غانم سے کہد و کہ تم نے مصر میں بہ حالت قاضی رہ کر ایک سال سے کم مدت میں بذریعہ رشوت اتنا مال جمع کر لیا اور ابن نوح اور ابن حاتم سے کہہ دو کہ تم بوجہ سود کھانے کے توحید پر قائم نہیں رہ سکتے۔

ابن شجاع سے کہہ دو کہ میں تمہارے مال میں شریک ہوں جس کو تم نے علی بن ہشام کے مال سے حلال سمجھ کر لے لیا تھا، سعدویہ وسطی سے کہہ دو کہ وضع حدیث اور حب ریاست میں اس درجہ پر پہنچ گئے ہو کہ امتحان و آزمائش کے وقت کا انتظار کرتے ہو تا کہ لوگ کہیں کہ فلاں شیخ اور امام امتحان کے وقت کسی سے بھی نہیں ڈرتا۔ سجادہ سے کہہ دو کہ جو شخص علی ابن یحیٰ وغیرہ کی امانتیں کھا گیا اس کو توحید سے کیا نسبت ،قواریری سے کہہ دو کہ تمہارا مذہب اور طریقہ تمہارے رشوت لینے دینے ہی سے معلوم ہوتا ہے۔

غرض اسی طرح مامون نے سب کے حالات لکھے لیکن مامون کے ان الزامات سے کسی نے انکار نہ کیا بلکہ یہ حکم سن کر سب نے خلق قرآن کا اقرار کیا اور احمد بن حنبل وغیرہ کو گرفتار کر کے مامون کے پاس بھیج دئے گئے لیکن ان لوگوں کے پہنچنے سے پہلے مامون نے دنیا چھوڑ دی۔ (۱)

---

۱. تاریخ الخلفا، ص ۲۱۰ تا ص ۲۱۳؛ وطبری ج ۷، ص ۱۹۵، تا ص ۱۰۰

واضح ہو کہ اسلام کے گمراہ فرقوں کے عقائد کی اگر سیر کیجئے تو معلوم ہوگا کہ جوہر عقل کو جتنا اشاعرہ نے بیکار و معطل بنایا ہے کسی نے عقل سے اتنی دشمنی نہیں کی ہے۔

تیسرا فرقہ: جبریہ خالصہ

ان کا عقیدہ ہے کہ نیک و بد جو کچھ کراتا ہے خدا کراتا ہے انسان کو اپنے افعال پر کوئی قدرت و اختیار حاصل نہیں ہے انسان مجبور محض ہے۔

جبریہ متوسطہ: ان کا عقیدہ ہے کہ انسان اپنے افعال پر اختیار و قدرت رکھتا ہے لیکن خدا کی قدرت کے مقابلہ میں اس کی کچھ چلتی نہیں ہے۔

جبریہ کاسبہ: ان کا عقیدہ ہے کہ انسان کے افعال کا موجد و خالق خدا ہے لیکن اس کا کاسب یعنی حاصل کرنے والا انسان ہے۔

چوتھا فرقہ: جہمیہ

یہ لوگ پیروان جہم بن صفوان ہیں، ان کا عقیدہ ہے کہ انسان کی مثال اینٹ پتھر جیسی ہے کہ اس کو کوئی قدرت و اختیار حاصل نہیں ہے جو کرتا ہے خدا کرتا ہے شیطان موحد کامل ہے خدا اگر چاہے تو (نعوذ باللہ) موسیٰ علیہ السلام کو جہنم میں اور فرعون کو جنت میں بھیج دے خلفائے بنی امیہ اور بنی عباس، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برحق خلیفہ ہیں۔

پانچواں فرقہ: صفاتیہ

ان کا عقیدہ ہے کہ خدا کے صفحات سارے قدیم و ازلی ہیں وغیرہ۔

چھٹا فرقہ: وہابیہ

اس فرقہ کا بانی محمد بن عبدہاب ہے جو ۱۲۲۱ھ میں سرزمین نجد میں ظاہر ہوا اور آزادی اسلام کے پردہ میں ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈالی اور سب سے پہلے مکہ و مدینہ پر حملہ کیا اور وہاں کے مسلمانوں پر کفر کا فتوی لگا کر حکم جہاد دے دیا، چنانچہ کثیر تعداد میں مسلمان قتل کے گئے اور بزرگان دین ائمہ علیہم السلام کے مزارات ڈھادئے گئے۔

چنانچہ علامہ شامی نے لکھا ہے:

کماوقع فی اتباع عبدالوھاب الذین خرجو امن نجدو تغلبوا علی الحرمین و کانو اینتحلون مذھب الحنابلة لکنھم اعتقدوا انھم المسلمون وان من خالف اعتقاد ھم مشر کون فاستبا حوابذالک قتل اھل السنة وعلماء ھم حتی کسر اللّٰہ شو کتھم وخرب بلادھم وظفر بھم عساکر المسلمین عام ثلث وثلثین وماتین والف. (۱)

جیسا کہ ہمارے زمانے میں واقعہ گذرا کہ پیروان عبدہاب نے نجد سے نکل کر مکہ اور مدینہ پر حملہ کیا اور اس پر غالب آئے وہ اگر چہ اپنے کو حنبل مذہب کا پیرو بتاتے تھے لیکن ان کا عقیدہ تھا کہ مسلمان صرف وہی ہیں، جولوگ عقیدہ میں ان کے مخالف ہیں سب مشرک ہیں انھوں نے اہلسنت والجماعت اوران کے علماء کا قتل جائز قرار دیا تھا یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ نے ان کی شوکت توڑدی اوران کے شہروں کو برباد کردیا اور ۱۲۳۳ھ میں لشکر اسلام نے ان پر فتح پائی۔

اس عبارت سے ظاہر ہوا کہ مقلدین اہلسنت کووہابی کافر سمجھتے ہیں اور مقلدین اہلسنت وہابیوں کوکافر سمجھتے ہیں اور ہمارے علما، میں شریف ابن رضا شیروانی اپنی کتاب صدف میں تحریر کرتے ہیں کہ ۱۲۲۱ھ میں نجد کے وہابی بادشاہ نے پندرہ ہزار فوج کے ساتھ ماہ صفر کی نویں تاریخ کی شب کووقت سحر ایک گھنٹہ قبل طلوع آفتاب نجف اشرف پر حملہ کیا۔ وہ لوگ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے حرم اقدس کولوٹنے اور تباہ کرنے اور وہاں کے مسلمانوں کوقتل کرنے کا ارادہ رکھتے تھے،نجدیوں نے شہر پناہ کی دیوار کوجابجا سے توڑدیا اورشہر کے اندر گھس گئے۔ اہل نجف اس وقت تک بے خبر تھے جب دشمن شہر کے اندر داخل ہو گئے تو اہل شہر چونکے اور مسلح ہوکر نکل پڑے اس جنگ میں ہزاروں علما اور طلاب علوم دین بھی لڑرہے تھے۔

آخر نجدیوں کوشکست ہوئی اور وہ بھاگے ان کے سات سو آدمی مارے گئے ان کے مقتولین کو دیکھا گیا توان کے بہت سے مقتول تلوار کے مارے ہوئے تھے حالانکہ جنگ بندوقوں سے ہورہی تھی۔

یہ ایک معجزہ تھا حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا۔ شریف مزید لکھتے ہیں: اس جنگ میں میں بھی لڑا تھا میں اس زمانے میں نجف میں تحصیل علم کررہا تھا۔

---

۱. ردالمختار حاشیہ درمختار مطبوعہ مصر ج ۳، ص ۲۰۱، باب البغاۃ

(خذو شطر دینکم...) یعنی تم لوگ اپنا کچھ دین حمیرا یعنی عائشہ سے لو۔

اما الحدیث الاول فلم یعرف قال ابن حزم فی رسالة الکبریٰ مکذیب موضوع باطل و کذا قال احمد والبزاز ما الحدیث الثانی .فقال الذهبی من الاحادیث الواهیة التی لایعرف.

یعنی پہلی حدیث غیر معروف ہے ابن حزم نے اپنے رسالہ کبریٰ میں کہا ہے کہ جھوٹی اور بنائی ہوئی اور باطل ہے اور احمد اور بزاز نے بھی یہی کہا ہے اور دوسری حدیث واہیات ہے جس کے اسناد صحیح نہیں جیسا کہ ذہبی نے کہا ہے۔

مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی لکھتے ہیں کہ حدیث اصحابی کالنجوم کے متعلق ابوحیان نے اپنی تفسیر میں کہا ہے کہ یہ حدیث بنائی ہوئی ہے کسی طرح صحیح نہیں ہے حضرت رسول اللہ ﷺ نے نہیں کی ہے۔(۱)

۲. اس حدیث کے جعلی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے کل اصحاب ہدایت یافتہ اور قابل اقتداء تھے حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ حضرت کے اصحاب میں منافق و فساق وفجار بھی تھے جن کا جہنمی ہونا کتاب خدا اور احادیث رسول سے ثابت ہے

۳. پہلی حدیث میں صرف جناب ابوبکر وعمر کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے اس حدیث کی مخالف ہے جس سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث جھوٹی ہے۔

۴. اس حدیث میں اصحاب کی تشبیہ ستاروں سے دی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ ان میں سے جس کی پیروی کرو گے نجات پاؤ گے۔ حالانکہ معلوم ہے کہ ہر ستارہ رہبری کا کام نہیں دیتا۔ بلکہ بعض ستارے ایسے بھی ہیں کہ اگر ان کو علامت بنایا جائے تو وہ مسافر کو گمراہ کر دیں گے نیز بعض ستارے منحوس بھی ہوتے ہیں کہ اگر ان کی حکومت میں کوئی کام کیا جائے تو سبب تباہی و بربادی ہوتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کا بنانے والا کوئی ایسا شخص تھا جس کو ان باتوں کی خبر نہ تھی۔

۵. یہ ہے کہ ستارے ستاروں کی رہبری نہیں کرتے۔ جبکہ آپ کے بقول اصحاب رسول سب کے سب مثل ستاروں کے ہوئے تو وہ مقتدا ہوئے اور دوسروں کی تقلید و پیروی سے بے نیاز ہوئے۔

پس سوال یہ ہے کہ اس حدیث میں پیروی کرنے کا حکم کن لوگوں کو دیا گیا ہے اگر اصحاب کو اصحاب کی

---

۱. تحفۃ الخیار علی نورالانوار، ص ۵

عقائد وہابیہ

خداوند عالم عرش پر بیٹھا ہے عرش اس کا مکان ہے دونوں قدم کرسی پر رکھے ہے اور کرسی کے قدم رکھنے کی جگہ ہے، خدا جہت فوق میں ہے اس کے لئے داہنا ہاتھ اور قدم اور ہتھیلی اور انگلیاں اور دو آنکھیں اور منھ اور پنڈلی بلا کیف ثابت ہیں۔

اور جو آیتیں اس بارے میں آئی ہیں سب محکمات ہیں ان کی تاویل جائز نہیں ہے بلکہ ان کے ظاہری معنی پر ایمان رکھنا واجب ہے۔(۱)

خدا کا جھوٹ بولنا ممکن ہے۔(۲)

انبیاء احکام دین میں بھول چوک سے محفوظ نہ تھے۔(۳)

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے عصمت مطلقہ ثابت نہیں ہے ورنہ بعض صحابہ آپ کی خطاؤں پر اعتراض نہ کرتے۔(۴)

موت کے بعد مردوں کے لئے ادراک وسماع ثابت نہیں ہے اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عالم برزخ میں احوال واعمال امت سے واقف ہونا باطل ہے اس لئے کہ یہ علم غیب ہے اور علم غیب صرف خدا کو ہے۔(۵)

مُردوں سے یا حضرت کہہ کر مدد چاہنا موجب شرک ہے۔(۶)

صوفیوں کی بیعت شرک وبدعت ہے۔(۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ محبت کرنا شرک ہے سب مرجی تھے اور لکھا ہے کہ فرقہ غسانیہ کے پیشوا غسان نے بھی ان لوگوں کو مرجی لکھا ہے۔(۸)

اور امام بخاری نے کتاب الضعفاء میں لکھا ہے کہ ابوحنیفہ مرجی تھے۔(۹)

---

۱. رسالۃ الاحتواء علی مسئلۃ الاستواء نواب صدیق حسن بھوپالی ۲. صیانۃ الایمان، مطبوعہ مرادآباد ص ۵، مولوی شہود الحق
۳. ردتقلید بہ کتاب المجید ص ۱۲ ۴. تحقیق الکلام فی مسئلۃ البیعۃ والالہام ابوعبداللہ قصوری ص ۴۴
۵. کتاب منجی المومنین ص ۱۲۶ تا ص ۱۲۸ ۶. کتاب منجی المومنین ص ۱۳۵۰ ۷. تحقیق الکلام ص ۲۸
۸. ملل ونحل شہرستانی ص ۱۸۸، ص ۱۹۴ مطبوعہ مصر ۹. کتاب الضعفا، امام بخاری، ”حدائق حنیفہ“ ص ۱۰۰

امام ابوحنیفہ کا علم

ابن خلکان نے ترجمہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام میں اور دمیری نے حیواۃ الحیوان ذکی طبی میں لکھا ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک مرتبہ ابوحنیفہ سے پوچھا کہ اس محرم کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو ہرن کے چار دانت توڑ دے امام صاحب نے کہا کہ نہیں معلوم۔ حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: تم عقل تو بہت دوڑاتے ہو لیکن اتنا بھی نہیں جانتے کہ ہرن کے دو ہی دانت ہوتے ہیں چار نہیں ہوتے۔

دمیری نے حیاۃ الحیوان میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے شاگرد ابو یوسف علم تاریخ وتفسیر قرآن کا بھی شوق رکھتے تھے، چنانچہ وہ علم تاریخ حاصل کرنے کے لئے کبھی کبھی کسی دوسری جگہ جایا کرتے تھے لہٰذا امام ابوحنیفہ کے یہاں غیر حاضری ہوتی تھی ایک روز جناب ابوحنیفہ نے بطور طنز ابو یوسف سے کہا: جالوت بادشاہ کے علمبر دار کون تھے؟

ابو یوسف نے کہا: حضور آپ امام ہیں اس قسم کے سوالات نہ کیا کیجئے ورنہ میں کسی دن بھرے مجمع میں آپ سے پوچھوں گا کہ بتائیے جنگ بدر پہلے ہوئی تھی یا جنگ احد اور آپ نہ بتا سکیں گے حالانکہ ادنی لوگ بھی اس کو جانتے ہیں پس امام ابوحنیفہ خاموش ہو گئے۔ (۱)

امام ابوحنیفہ اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا امتحان

قاضی القضاۃ امام خوارزمی مسانید امام ابوحنیفہ میں روایت کرتے کہ امام ابوحنیفہ نے کہا: ایک روز منصور نے میرے پاس کہلا بھیجا کہ ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام فقاہت میں بہت مشہور ہو رہے ہیں اور بہت لوگ ان کی طرف رجوع کر رہے ہیں تم پر لازم ہے کہ کچھ سخت مشکل مسائل چن کر لاؤ۔

ابوحنیفہ کہتے ہیں: میں نے نہایت مشکل چالیس مسئلے چن کر منصور کے پاس بھیج دیئے تو اس نے مجھ کو بلوایا جب میں دربار میں داخل ہوا تو دیکھا کہ منصور تخت پر بیٹھا ہے اور اس کے داہنی طرف حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام تشریف فرما ہیں امام جعفر صادق علیہ السلام کی ہیبت مجھ پر منصور سے بھی زیادہ طاری ہوئی منصور نے مجھے بٹھایا۔

پھر امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: یہ ابوحنیفہ ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: میں جانتا ہوں۔

---

۱. حیاۃ الحیوان، دمیری، مطبوعہ مصر ج۲، ص۲۱۴

پھر منصور نے مجھ سے کہا: پوچھو ان سے جو کچھ پوچھنا ہو، میں نے امام علیہ السلام سے چالیس مسئلے پوچھے آپ نے ہر ایک کا نہایت مسکت اور مدلل جواب دیا۔

ابوحنیفہ کہتے ہیں: ایسا عالم وفقیہ میں نے زندگی میں نہیں دیکھا ہے۔

امام ابوحنیفہ کی نماز

دمیری نے حیاۃ الحیوان اور ابن خلکان نے امام الحرمین کی کتاب مغیث الخلق الی اختیار الحق سے نقل کیا ہے: سلطان محمود غزنوی ابتدا میں ابوحنیفہ کے مذہب کا پیرو تھا لیکن برعکس اس کے علم حدیث کا شائق تھا علما و محدثین سے حدیثیں پڑھواتا اور سنتا تھا اور کبھی کبھی استفسار بھی کرتا تھا چونکہ اس نے اکثر احادیث کو شافعی مذہب کے موافق پایا اس کے دل میں اس مذہب کی طرف میلان پیدا ہوگیا۔(۱)

ایک مرتبہ اس نے مقام مرو میں فقہاء کو جمع کیا اور ان سے سوال کیا کہ شافعی وحنفی مذہب میں کس کو ترجیح حاصل ہے چنانچہ یہ طے پایا کہ دو دو رکعت نماز دونوں مذہب کے موافق پڑھی جائے اور سطان ان دونوں میں فیصلہ کرے کہ کس مذہب کی نماز بہتر ہے اسی مذہب کو اختیار کرے۔

پس قفال مردزی نے پہلے شافعی مذہب کی نماز پڑھ کر دکھائی بشرائط وضو کرنے کے بعد پاکیزہ لباس پہن کر روبقبلہ دو رکعت نماز پورے ارکان اور فرائض وسنن کے ساتھ پڑھی جس سے کمتر نماز شافعی کے نزدیک صحیح نہیں ہے اس کے بعد دو رکعت نماز ابوحنیفہ کے مذہب کے مطابق اس طرح پڑھی کہ پہلے کتے کی کھال دباغت کی ہوئی پہنی اور اسکے چوتھائی حصہ کو نجاست سے آلودہ کیا اور کھجور کی نبیذ (شراب) سے بغیر نیت کے وضو کیا گرمیوں کا زمانہ تھا مکھیاں جمع ہوگئیں وضو بھی الٹا کیا یعنی پہلے منھ دھویا پھر داہنا ہاتھ دھویا پھر بایاں ہاتھ دھویا پھر چوتھائی سر کا مسح کیا اس کے بعد الٹا منھ دھویا کہ پانی نیچے سے اوپر کی طرف گیا پھر ناک میں پانی ڈالا پھر کلی کی اور اس کے بعد بغیر نیت کے فارسی میں تکبیر کہی، اللہ بزرگ است ،اور بجائے سورہ کے فارسی میں، دو برگ سبز، یعنی مدھامتان کا ترجمہ کہہ کر بجائے، دو سجدوں کے کوّے کی طرح دو ٹھونگ ماری اور بغیر رکوع وتشہد کے اور بغیر سلام کے گوز مارا اور نماز ختم کردی۔

اور کہا کہ یہ ابوحنیفہ کی نماز ہے جس سے کم ان کے یہاں جائز نہیں ہے یہ نماز دیکھ کر محمود غزنوی کو غصہ آ گیا اس نے قفال سے کہا اگر اس قسم کی نماز ابوحنیفہ کے یہاں جائز نہ ہوئی۔

---

۱. حیاۃ الحیوان، دمیری، مطبوعہ مصر ج ۲ ص ۲۱۴

تو تیرا سر کاٹ لوں گا ایسی نماز تو کوئی دیندار جائز نہیں سمجھ سکتا اور حنفیوں نے ابوحنیفہ کے نزدیک اس نماز کے جائز ہونے سے انکار کیا قفال نے ابوحنیفہ کے مذہب کی کتابیں طلب کیں اور حوالے نکال کر سلطان کی خدمت میں پیش کیے۔

سلطان نے ایک عیسائی سے پڑھوا کر سنا تو ابوحنیفہ کی نماز ویسی ہی پائی جیسی قفال نے پڑھی تھی چنانچہ سلطان نے ابوحنیفہ کا مذہب چھوڑ کر شافعی مذہب اختیار کر لیا۔

یہ ہے امام ابوحنیفہ کی نماز ممکن ہے کہ کوئی کہے کہ یہ واقعہ کسی دشمن نے اپنے دل سے جوڑ کر امام ابوحنیفہ کو بدنام کرنے کے لئے ان کی طرف منسوب کر دیا ہو لہٰذا بہتر ہے کہ حنفی مذہب کی موجودہ کتابوں سے اس کا ثبوت بھی دے دیا جائے تاکہ پڑھنے والوں کو اطمینان ہو جائے۔(۱)

مسائل حنیفہ

کتے اور ہاتھی کی کھال دباغت کے بعد پاک ہو جاتی ہے۔(۲)

کتے کی کھال سے ڈول اور جائے نماز بنانا جائز ہے۔(۳)

جب کتے کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے اور اس کی جائے نماز بنانا جائز ہے تو اس کو پہن کر نماز پڑھنے میں کوئی اشکال نہیں ہے۔

بلانیت کے وضو سے نماز ہو سکتی ہے۔(۴)

اگر بے ترتیب وضو کرے یعنی پہلے پاؤں دھوئے داہنا ہاتھ پھر بایاں ہاتھ پھر سر کا مسح کرے پھر منہ دھوئے پھر کلی کرے، تو جائز ہے۔(۵)

نبیذ یعنی کھجور کی شراب جو تھوڑا پکی ہو، اگر نشہ آور بھی ہو جب بھی اس سے وضو جائز ہے۔(۶)

---

۱. حیاۃ الحیوان مطبوعہ مصر ج ۲، ص ۲۱۴؛ مغیث الخلق الی اختیار الحق، امام الحرمین
۲. ترجمہ درمختار ج ۱ ص ۱۰۴
۳. ترجمہ درمختار، ص ۱۰۵
۴. ترجمہ درمختار ج ۱ ص ۴۰۹
۵. ترجمہ ہدایہ ج ۱ ص ۲۸؛ وبہشتی زیور حصہ ۱، ص ۵۷
۶. ترجمہ عالمگیری ج ۱ ص ۲۸

پتلی نجاست (آدمی کا پیشاب وغیرہ) ہتھیلی کی گہرائی کے برابر معاف ہے۔(۱)

غلیظ نجاست (پاخانہ وغیرہ) ساڑھے تین ماشہ کپڑے میں لگ جائے تو پاک ہے۔(۲)

پیشاب کی سیکڑوں چھینٹیں سوئی کی نوک کے برابر پڑیں تو کپڑا پاک ہے۔(۳)

اگر پیشاب یا پاخانہ کے مقام پر نجاست لگی ہو اگرچہ زیادہ ہو جب بھی نماز جائز ہے۔(۴)

نماز میں روزے کی نیت کرے جب بھی جائز ہے۔(۵)

نماز کا شروع کرنا عربی کے سوا دوسری زبانوں میں جائز ہے اگرچہ عربی جانتا ہوا۔(۶)

نماز کے سب اذکار اور خطبہ وثنا وغیرہ ہر زبان میں درست ہیں۔(۷)

فاتحہ کے بجائے قرآن سے کوئی حصہ پڑھ لے تو فرض ادا ہو جائے گا۔(۸)

پچھلی دونوں رکعتوں میں اگر کچھ بھی نہ پڑھے تب بھی نماز درست ہے۔(۹)

سلام پڑھنے کے وقت اگر قصداً حدث یعنی ریاح صادر کرے تو نماز فاسد نہیں ہوتی سلام پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔(۱۰)

ابوحنیفہ کے متعلق علمائے اہلسنت کی رائے

امام ابوحنیفہ کے متعلق بڑے پیر صاحب اور امام بخاری وغیرہ کے اقوال گذر چکے نیز امام بخاری نے لکھا ہے کہ سفیان ثوری کو جب ابوحنیفہ کی وفات کی خبر ملی تو انھوں نے شکر خدا ادا کیا اور کہا:

كان ينقص الاسلام عروة عروة ماولد فی الاسلام مولودا شام منه .

وہ اسلام کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے توڑتے تھے اسلام میں ان سے زیادہ منحوس کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا۔

تاریخ صغیر اسی طرح ابن جوزی خطیب بغدادی، ابونعیم، امام مالک، ابن ابی ذئب، احمد بن صالح، امام نسائی دار قطنی، ابن القطان امام غزالی، حارث محاسبی وغیرہ بہت سے علماء ومحدثین نے جن کی تعداد قریب سو کے ہے امام ابوحنیفہ پر طعن کیا ہے۔

---

۱. ترجمہ درمختار، ج ۱، ص ۱۵۲
۲. ترجمہ عالمگیری، ج ۱، ص ۶۱
۳. ترجمہ درمختار، ج ۱، ص ۱۵۴
۴. ترجمہ درمختار، ج ۱، ص ۱۵۹
۵. ترجمہ درمختار، ج ۱، ص ۲۰۵
۶. ترجمہ درمختار، ج ۱، ص ۲۱۰
۷. ترجمہ درمختار، ج ۱، ص ۲۲۴، ص ۲۲۵
۸. ترجمہ ہدایہ، ج ۱، ص ۲۲۵
۹. ترجمہ بہشتی زیور، ج ۲، ص ۳۹
۱۰. ترجمہ درمختار، ج ۱، ص ۲۴۵؛ ہدایہ، ج ۱، ص ۴۰۵؛ وشرح وقایہ، ص ۱۱۵

ساتواں فرقہ: وعیدیہ

ان کے عقائد عام اشاعرہ اور کرامیہ جیسے ہیں اور بعض علماء نے اس فرقہ کو خواج میں داخل کیا ہے۔

آٹھواں فرقہ: عبیدیہ

اس کے عقائد تھوڑے اختلاف کے ساتھ عام مرجیہ کے عقائد جیسے ہیں.

نواں فرقہ: غسانیہ

پیروان غسان بن کوفی ان کا عقیدہ ہے کہ ایمان معرفت خدا اور رسول کا نام ہے۔ ایمان میں زیادتی ہوتی ہے لیکن کمی نہیں ہوتی خدا نے مجمل چیزیں حرام کی ہیں ہم لوگ نہیں سمجھ سکتے کہ بکری حرام ہے یا سور اسی طرح خدا نے کعبہ کا حج واجب کیا ہے لیکن ہم نہیں جانتے کہ کعبہ عرب میں ہے یا ہند میں۔

دسواں فرقہ: ثوبانیہ

پیروان ثوبان مرجی

گیارھواں فرقہ: تومیہ

پیروان معاذ تومی

بارھواں فرقہ: صالحیہ

پیروان صالح ابن عمر

تیرھواں فرقہ: خوارج

خارجی کی تعریف میں علامہ شہرستانی لکھتے ہیں:

کل من خرج علی الامام الحق الذی اتفقت الجماعة علیه یسمی خارجیا

جو شخص ایسے امام پر خروج کرے جس کی امامت پر جماعت نے اجماع و اتفاق کیا ہو وہ خارجی ہے۔

پھر لکھتے ہیں:

اعلم ان اول من خرج علی امیر المومنین علی بن ابی طالب جماعة ممن کان فی صحبه فی حرب صفین واشد خروجا علیه و مرقا من الدین الاشعث بن قیس و مسعود التیمی وزید بن حصین الطائی. (۱)

سب سے پہلے جس نے حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب پر خروج کیا یہ وہ گروہ تھا جو جنگ صفین میں آپ کے ساتھ تھا اور دین سے نکلنے میں سب سے تیز اور سخت تھا جس میں اشعث بن قیس، مسعود تیمی اور زید بن حصین طائی تھے۔

علامہ محمد بن ابراہیم بن ساعد انصاری لکھتے ہیں:

الخارجی کل من خرج علی امام عدل صحابیا کان اوغیره و هم طوائف و یجتمعون علی التبری من علی بن ابی طالب و عثمان و یکفرون اصحاب الکبائر. (۲)

خارجی وہ ہے جو امام عادل پر خروج کرے صحابی ہو یا غیر صحابی اور وہ کئی گروہ ہیں سب کے سب حضرت علی علیہ السلام اور عثمان سے برائت ظاہر کرتے ہیں گناہ کبیرہ کرنے والوں کو کافر کہتے ہیں۔

ابن قتیبہ نے لکھا ہے: جب حضرت علی علیہ السلام خوارج سے لڑنے کے لئے فوج جمع کرنے لگے تو ایک خثعمی سے آپ نے فرمایا کہ کتاب خدا اور سنت رسول پر بیعت کر۔

اس نے کہا کہ نہیں ہم تو کتاب خدا اور سنت رسول اور سیرت شیخین پر بیعت کریں گے، آپ نے فرمایا کہ کتاب خدا اور سنت رسول کے بعد سیرت شیخین کیا چیز ہے؟ اس نے کہا ہرگز نہیں ہم تو کتاب خدا، سنت رسول اور سیرت شیخین پر بیعت کریں گے آپ نے فرمایا: خدا کی قسم میں دیکھ رہا ہوں کہ تو بھی اس فتنہ خوارج میں جاملا ہے اور میرے گھوڑوں کی ٹاپوں نے تیرے چہرے کو چور کر دیا ہے پس وہ جا کر خوارج سے مل گیا اور نہروان کی جنگ میں مارا گیا ہے قبیصہ نے کہا کہ میں نے اس کو نہروان کے روز مقتول پایا اور گھوڑوں نے اپنی ٹاپوں سے اس کو کچل دیا تھا اور اس کے چہرے کو چور کر دیا تھا تو مجھ کو حضرت علی علیہ السلام کا

---

۱. ملل ونحل ص ۸۵

۲. ارشاد القاصد ص ۵۹ مطبوعہ بیروت

قول یاد آیا میں نے کہا: کہ کیا کہنا حضرت علی علیہ السلام کا انھوں نے اپنے لبوں کو حرکت نہ دی لیکن یہ کہ ویسا ہی ہوگیا۔(۱)

ان تحریروں سے معلوم ہوا کہ خوارج نہروان اور بصرہ وہی لوگ تھے جو اجماعی خلافت کے معتقد تھے اور جناب ابوبکر وعمر کی خلافت کے قائل اور سیرت شیخین پر عامل تھے اور حضرت علی علیہ السلام سے ان لوگوں نے چوتھا خلیفہ ہونے کی حیثیت سے بیعت کی تھی پھر بیعت توڑ کر حضرت کے مخالف ہوگئے۔

خوارج کے عقائد

اصول دین تین ہیں توحید، نبوت، قیامت، خارجیوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کسی خلافت پر نص نہیں فرمائی امام کا نصب کرنا بندوں پر واجب ہے، امام کا معصوم ہونا ضروری نہیں اور جناب ابوبکر وعمر جائز خلیفہ رسول تھے، یہی عقائد اہلسنت کے ہیں۔(۲)

جناب عثمان، جناب عائشہ، طلحہ وزبیر، معاویہ اور عمرو بن عاص سب کافر تھے اور (نعوذ باللہ) حضرت علی علیہ السلام اور جناب مالک اشتر کافر تھے ان لوگوں سے برائت کرنا واجب ہے نکاح کے وقت جب تک حضرت علی علیہ السلام پر تبرا نہیں کریں، ان کے نزدیک کہ نکاح صحیح نہیں ہوتا یہ لوگ روز قیامت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا کی بارگاہ میں شفاعت کرنے کا کسی کو حق نہیں ہے، تقیہ جائز نہیں ہے اور مرتکب کبیرہ، کافر ہے۔(۳)

موزے پر مسح کرنا درست ہے موزہ پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے۔

خوارج کے سترہ فرقے

۱. خوارج میں سب سے پہلا فرقہ جو روز تحکیم پیدا ہوا اس کو محکمہ کہتے ہیں۔

۲. ازارقہ: پیروان ابوراشد نافع بن ازرق۔

۳. نجدات: پیروان نجد بن عامر حنفی۔

۴. بھیصیہ: پیروان بھیص بن جابر۔

---

۱. الامامۃ السیاسۃ لابن قتیبہ، ج۱ ص۱۲۳، مطبوعہ مصر

۲. مذہب الاسلام، ص۳۷۱

۳. غنیۃ الطالبین، امام غزالی

۵. عجادرہ: پیروان عبدالکریم بن عجرد۔

۶. خلیفہ: پیروان خلف الخارجی۔

۷. ثعالبہ: پیروان ثعلبہ بن عامر۔

۸. اخنسیہ: پیروان اخنس بن قیس۔

۹. معبدیہ: پیروان معبد بن عبدالرحمٰن۔

۱۰. رشیدیہ: پیروان رشید طوسی۔

۱۱. مکرمیہ: پیروان مکرم بن عبداللہ عجلی۔

۱۲. معلومیہ ومجہولیہ: لامعلوم

۱۳. اباضہ: پیروان عبداللہ اباضی۔

۱۴. حفص ابن ابوالمقدام۔

۱۵. حارثیہ: پیروان حارث اباضی۔

۱۶. یزیدیہ: پیروان یزید ابن امیہ ۔

۱۷. صفرالزیادیہ: پیروان زیاد ابن اصفر۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد مطابق خوارج اور مارقین اور جہنمی ہیں اور شیعوں کے نزدیک کافر ہیں۔بحرین وعمان اور حضرت موت ویمن میں خوارج پائے جاتے ہیں۔

چودھواں فرقہ: صوفیہ

صوفیوں کا دعویٰ ہے چونکہ وہ لوگ معرفت پروردگار کو غور وفکر ودلیل سے نہیں بلکہ ریاضت وترک دنیا وصفائی قلب سے حاصل کرتے ہیں اس لئے انھوں نے اپنا نام صوفی رکھا ہے،لیکن شیخ ورام بن ابی فراس نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا:

یا ابا ذر یکون فی آخر الزمان قوم یلبسون الصوف فی صیفهم وشتائهم یرون الفضل لهم بذالک علی غیر هم اولئک یلعنهم ملائکة السماء والارض .

اے ابوذر! آخر زمانے میں ایک قوم ہوگی جو گرمی اور جاڑے میں اون اور بال کے

کپڑے پہنے گی اور اپنے لئے اس کو دوسروں پر فضیلت کا سبب سمجھے گی، ان لوگوں پر خدا اور آسمان وزمین کے فرشتوں نے لعنت کی ہے۔

علماء نے کہا ہے کہ اسی صوف پہننے کے سبب سے ان کا نام صوفی پڑ گیا۔

فخر الاسلام بزودی نے کلام میں نقل کیا ہے:

الصوفية اكثرهم اهل السنة والجماعة ومنهم من يكون صاحب الكرامة ومنهم الجيبه يقولون ان اللّٰه اذااحب عبدايرفع عنه الخطاب فيحل له كل النعم ويسقط عند كل العبادات ولايبقى فى حقه خطر ولايصلون ولايصومون ولايسترون العورات ولايشبعون من الزنا ولا عن اللواط ولا عن شرب الخمرولاعن مخطور. ومنهم الاباحية يقولون الاموال كلها على الاباحة وكذاالفرو ج وليس الحلال الامجردالاضافة ومجردالاكتساب ويستحلون اموال الناس وفروج نسائهم ومنهم الحوارية يقولون باستباحة الرقص والغناوالمبالغةفى الرقص حتى يسقطون على الارض من كثرة الاتعاب ثم يقومون ويغسلون ومنهم المتجاهلة وهم قوم يضربون المناميرويشربون الخمروياتون ببعض الفواحش ويلبسون لباس الفسقة.

صوفی اکثر اہل سنت والجماعت ہیں ان میں بعض صاحب کرامت ہیں ایک فرقہ ان میں حبیبیہ ہے یہ لوگ کہتے ہیں کہ خدا جب کسی بندہ کو دوست رکھتا ہے تو اس سے خطاب اٹھا لیتا ہے پس اس کے لئے تمام نعمتیں حلال ہوجاتی ہیں اور اس سے ساری عبادتیں ساقط ہوجاتی ہیں اور اس کے حق میں کوئی ممانعت اور حرمت باقی نہیں رہتی وہ نماز نہیں پڑھتے اور روزہ نہیں رکھتے اور اپنی شرمگاہوں کو چھپاتے نہیں اور زنا ولواط یعنی اغلام اور شراب خواری سے سیر نہیں ہوتے اور کسی حرام چیز سے پرہیز نہیں کرتے اور ایک فرقہ ان میں اباحیہ ہے وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہر شخص کا مال مباح ہے اور ہر عورت ان کے لئے حلال ہے اور حلال وحرام فقط اضافت واکتساب کا نام ہے اور وہ لوگ دوسروں کا مال اور ان کی عورتوں کو اپنے لئے مباح سمجھتے ہیں اور ایک فرقہ ان میں حواریہ ہے وہ کہتا ہے کہ ناچنا گانا بجانا جائز ہے: اتنا ناچتے ہیں کہ تھک کر زمین پر گر پڑتے ہیں پھر اٹھ کر غسل

پیروی کا حکم دیا گیا ہے تو یہ غلط ہے۔ کیونکہ چراغ کو چراغ کی حاجت نہیں ہوتی اور اگر غیر اصحاب کو اصحاب کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے تو یہ بھی غلط ہے۔ اس لئے کہ اس حدیث کے بیان کے وقت غیر اصحاب میں رسول کے پاس کوئی موجود نہ تھا بلکہ جتنے بھی وہاں موجود تھے سب صحابی تھے۔

اگر بالفرض اس حدیث کو صحیح مان لیا جائے تو لازم آئے گا کہ چار خلفاء کے ماننے والے بھی جنّتی اور ہدایت یافتہ ہوں۔ کیونکہ صحابی کے پیرو ہیں۔ اور خلفاء ثلثہ کو چھوڑ کر دوسرے صحابہ کی پیروی کرنے والے بھی جنتی اور برحق ہوں۔ کیونکہ صحابی کے پیرو ہیں۔

مثلاً اصحاب ردہ جنھوں نے جناب ابوبکر کو زکوۃ دینے سے انکار کیا۔ وہ بھی ہدایت یافتہ ہوں کیونکہ وہ مالک بن نویرہ صحابی رسول کے پیرو تھے۔ اور جناب عثمان کے قتل کرنے والے بھی برحق ہوں کیوں کہ وہ خود صحابی تھے۔ اسی طرح جنگ جمل میں حضرت عائشہ کے طرفدار بھی برحق ہوں۔ اور حضرت علی علیہ السلام کے طرفدار بھی برحق ہوں۔ اسی طرح جنگ صفین میں معاویہ کے ساتھی بھی برحق ہوں اور حضرت علی علیہ السلام کے ساتھی بھی برحق ہوں۔ حالانکہ کوئی صاحب عقل اس کو قبول نہیں کرسکتا۔ جس سے ثابت ہوا کہ یہ حدیث بھی جھوٹی ہے۔

تیسری حدیث: عن ابن عمر قال قال رسول اللّٰہ (ص) اتبعوا السواد الاعظم فان من شذ شذّ فی النار .رواہ ابن صاحبه عن انس . (۱)

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بڑی جماعت کی پیروی کرو بے شک جو بھی اس سے جدا ہوگا جہنم میں جائے گا۔ یہ حدیث ابن ماجہ نے انس سے روایت کی ہے جو ٹوکری میں ڈال دینے کے قابل ہے جس کی وجوہات یہ ہیں۔

۱. اس کے روای ابن عمر اور انس ہیں اور یہ دونوں اہلبیت علیہم السلام کے مخالف تھے اور باطل کی حمایت کرتے تھے جیسا کہ پہلے تحریر کیا جاچکا ہے۔

۲. اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو جس وقت سواداعظم نے حضرت علی علیہ السلام کی بیعت کی تھی اس حدیث کے راوی عبداللہ ابن عمر بھی حضرت کی بیعت کر کے جماعت میں داخل ہو جاتے اور سواداعظم کی مخالفت کر کے "شذ فی النار" کا مصداق نہ بنتے حالانکہ انھوں نے حضرت علی علیہ السلام کی بیعت نہیں کی۔

---

۱. مشکوۃ المصابیح، ص ۲۲؛ تفسیر مظہری، ج ۱، ص ۱۰۲۴

کرتے ہیں اور ایک فرقہ ان میں متجاہلہ ہے یہ لوگ باجہ بجاتے اور شراب پیتے اور فواحش وبدکاریوں کے مرتکب ہوتے ہیں اور فاسقوں اور بدکاروں کا لباس پہنتے ہیں۔

ابن جوزی نے تلبیس ابلیس میں لکھا ہے:

ولم يتجاسر الزنادقة ان يرفضوا الشريعة حتى جائب المتصوفة فوضعوا اسماء وقالوا حقيقة وشريعة الخ.

زندیقوں نے تو شریعت سے انکار کرنے کی جرات نہ کی یہاں تک کہ اہل تصوف نے آکر ۲/۶ نام گڑھے اور شریعت وحقیقت کے قائل ہوئے۔

حالانکہ یہ بات قبیح ومذموم ہے اس لئے کہ شریعت وہ ہے جس کو خداوند عالم نے اپنے بندوں کے مصالح کے مطابق وضع فرمایا ہے پس جو شخص شریعت کو چھوڑ کر دوسرے طریقہ سے حقیقت کا طالب ہو وہ شیطان کے مکروفریب اور دھوکہ میں مبتلا ہے پس یہ لوگ اگر کسی شخص کو سنتے ہیں کہ وہ کوئی حدیث روایت کرتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ فقیر ہیں ان لوگوں نے مردوں سے علم حاصل کیا ہے اور ہم نے اپنا علم اس حی القیوم سے لیا ہے جو کبھی نہ مرے گا پس جو کوئی کہے کہ میرے باپ نے میرے دادا سے یہ حدیث بیان کی تو میں کہوں گا کہ میرے دل سے میرے پروردگار نے یہ حدیث بیان کی پس یہ لوگ ان خرافات کے ذریعہ سے عوام کے قلوب کے مالک وحاکم بن گئے اور انھوں نے اپنے مالوں کو ان خرافات کی خاطر ان پر خرچ کیا، پھر لکھا ہے کہ جس طرح شراب سے عقل زائل ہوجاتی ہے اسی طرح ان لوگوں نے ازالہ عقل کے لئے ایک چیز مقرر کی ہے۔

جس کا نام سماع ہے حالانکہ ایسے وجد سے متعرض ہونا جو عقل کو زائل کردے حرام ہے، اللہ تعالےٰ شریعت غرا کو اس گروہ کے شر سے بچائے جو مالوں کو جمع کرتے ہیں اور عیش وعشرت کے مزے اڑاتے ہیں اور حسین وخوبصورت الفاظ سے عوام کو دام فریب میں پھنساتے ہیں جس میں شریعت وآزادی گناہ کے سوا کچھ بھی نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ عوام کے قلوب ان کو پسند کرتے ہیں اور ان کی طرف برضاء ورغبت مائل ہوتے ہیں۔

مرزا محمد کاظم برلاس مرادآبادی اپنی کتاب الہنود میں لکھتے ہیں: مولف ہفت تماشہ بعد تحقیق کامل رقم طراز ہے کہ بیدانت کے اصطلاحی معنی تصوف کے ہیں اور بیدانتی صوفی کو کہتے ہیں۔

اس گروہ کے خیالات بالکل ویسے ہی ہیں جیسے صوفیہ اسلام کے اقوال وافعال اور قریب قریب دونوں

فرقوں کے اعمال ایک ہی ہیں بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرات صوفیہ نے اصول وقوانین کتب بیدانتیاں سے اختراع کئے ہیں کیونکہ بہت سی روایتیں، حکایتیں اور واقعات جو دیکھے جاتے ہیں وہ اسلامی زمانے کے قبل کسی نہ کسی ہندو سادھو وغیرہ کے نام سے کتب ہنود میں موجود ہیں۔ (۱)

کتاب نورالعین فی تفصیل الشیخین مصنفہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی پدر مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب مصنف تحفہ اثناعشریہ میں لکھا ہے کہ زمانہ آغاز اسلام میں ملک عرب میں ایک گروہ صوف پوشوں کا تھا جس میں سے ہر ایک اپنے کو واصل بخدا جانتا تھا ان کی حالت یہ تھی کہ ان کے ذکر واشغال تمام وکمال ایک نئے ڈھنگ پر تھے جن کو وہ عبادت شرعیہ سے زیادہ بہتر سمجھتے تھے اور نماز وروزہ کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے حضرت امیرالمومنین ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے ان کو خلاف شرع پا کر قتل کیا ان کے عقائد وطریقے تمام وکمال زمانہ حال کے صوفیہ میں پیدا ہیں خوش آوازوں کے گانے پر ٹوپیاں اچھالنا اور بیتاب ہو جانا اور خود رقص کرنا وغیرہ وغیرہ اسی گروہ کے افعال ہیں۔ (۲)

اسی طرح بیدانتیاں بھی شریعت ہنود سے بالکل جداگانہ افعال واعمال رکھتے ہیں لیکن اقوام ہنود اس فرقہ کو ولی کامل اور اپنا رہنما سمجھتے ہیں اور بیدانتی فرقہ کا ہر فرد اپنے کو بمنزلہ خدا تصور کرتا ہے۔

مرزا قتیل تحریر کرتے ہیں کہ جو کچھ حضرت محی الدین ابن عربی کے قصص وغیرہ بیان فرمائے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا بالکل ترجمہ اقوال بیدانتیاں کا ہے، اور یہیں سے معلوم ہوتا ہے کہ رقص وسرور کہ عبادت وجد سے ہے اور فرقہ چشتیہ میں اس کو بہت رواج دیا گیا ہے بیراگیوں سے اخذ کیا گیا ہے جیسا کہ آگے آئے گا انشاء اللہ۔ بڑے لطف کی بات تو یہ ہے کہ بہت سی روایتیں اور قصص اقوام ہنود کے نام بدل کر صوفیوں نے اپنے بزرگوں کے نام سے مشہور کی ہیں۔

چنانچہ اس کی تصدیق کے واسطے ہم ایک دو حکایتیں نقل کرتے ہیں: منجملہ حکایت سکھدیو اور جنک وغیرہ اسی قسم سے ہیں زمانہ قدیم میں بیاس نامی ہندوستان میں ایک شخص گذرا ہے جو جمیع علوم ہند کا عالم تھا عبادات وریاضیات شاقہ کرنے کی بدولت مقرب بارگاہ ایزدی مانا گیا ہے اس کا ایک بیٹا نیک سیر تھا، جو مثل باپ کے یک روزگار تھا اور اعمال وافعال میں بیاس کے قدم بقدم چلتا تھا اکثر باپ سے دنیا اور اس کے خالق کے بارے میں سوال کیا کرتا تھا۔

---

۱. الہنود، مرزا محمد کاظم برلاس مراد آبادی، حصہ ۳/ص ۴۴۸

۲. نورالعین فی تفصیل الشیخین مصنفہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی ہے وہ زمانہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی موجود تھے جیسے حضرت سلمان وابوذر عمار یاسر وغیرہ اور غلاۃ وغیرہ کا وجود بہت بعد میں ہوا ہے عبداللہ ابن سبا جس نے مذہب غالی کی بنیاد رکھی ۳۳ھ یا اس کے بعد مسلمان ہوا اور اپنے خیال فاسد کی نشر واشاعت شروع کی اور فرقہ کیسانیہ کا ظہور ۶۴ھ میں ہوا اور فرقہ زیدیہ کا ظہور ۱۲۲ھ کے بعد ہوا اور فرقہ اسماعیلیہ کا ظہور ۱۵۹ھ میں ہوا۔

اسی طرح تمام شیعہ فرقے جن کو علمائے ملل نے شیعہ لکھ دیا ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بہت بعد حادث ہوئے لہٰذا معلوم ہوا کہ ان احادیث میں شیعوں سے شیعہ اثناعشریہ مقصود ہیں اسی طرح وہ نصوص جو بارہ اماموں کی امامت کے متعلق حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہیں جو آخر کتاب میں لکھے جائیں گے بتاتے ہیں کہ ان احادیث میں شیعوں سے شیعہ اثناعشریہ مقصود ہیں۔

شیعوں کے عقائد

شیعوں کے اصول دین پانچ ہیں: توحید، عدل، نبوت، امامت اور قیامت۔

اول توحید: خدا کا وحدہ لاشریک ہونا

وہ صفات جو خدا میں پائے جاتے ہیں اور اس کی ذات سے الگ نہیں ہیں ان کو صفات ثبوتیہ کہتے ہیں جو اس طرح ہیں:

خدا قادر ہے: یعنی جو چاہتا ہے اپنے ارادے اور اختیار سے کرتا ہے اور جس کام کو چاہتا ہے اپنے اختیار سے ترک کرتا ہے وہ اگر چاہے تو اس کائنات کو فنا کر کے ایسی اور اس سے بہتر کروروں دنیائیں چشم زدن میں پیدا کر دے۔

خدا عالم ہے: یعنی تمام چیزوں کو جانتا ہے کلیات ہوں یا جزئیات دنیا میں موجود ہوں یا انسان کے ذہن میں ہوں یعنی مستقل ہستی رکھتی ہوں یا عارضی، جو چیزیں پیدا ہو چکی ہیں ان کو بھی جانتا ہے اور جو چیزیں ابھی پیدا نہیں ہوئی ہیں بلکہ آئندہ پیدا ہوں گی اور جو چیزیں کبھی پیدا نہ ہوں گی اور جو باتیں انسان بلند آواز سے کہتا ہے اور جو باتیں وہ دل میں پوشیدہ رکھتا ہے ان سب کو جانتا ہے کوئی شے اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔

خدا حی ہے: یعنی ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا اس کے لئے کبھی موت نہیں ہے۔

مرزا قتیل لکھتے ہیں: یہ نقل میں نے بچشم خود ایک کتاب میں دیکھی جو کہ ابراہیم ادہم صوفی علیہ الرحمہ کی طرف منسوب کی گئی ہے اور ابراہیم ادہم پیشوائے حضرات چشتیہ شمار کے گئے ہیں۔

حکایت دیگر: مرزا قتیل لکھتے ہیں کہ ایک روز میں اور برادرم تاج الدین خاں میر غلام علی خاں کے مکان پر بیٹھے تھے اس صحبت میں سبحان علی خاں صاحب کمبوہ کہ عقل ودانائی میں یکہ روزگار وعالم اکثر علوم ومصاحب علمائے عالی مقدار تھے شریک تھے فضائل صوفیہ کے ذکر میں بیان کرنے لگے کہ فلاں بزرگ نے ایک دوسرے عارف کے واسطے جسکا مسکن دریا کے اس پار تھا طعام بھیجا لیکن وہ طعام اس قدر تھا کہ دوسو آدمیوں کے سیر ہونے کے لئے کافی تھا جب حاملان طعام نے دریا میں طغیانی دیکھی اور آ کر بزرگ فرستندہ طعام سے عرض کیا: دریا پر کشتی نہیں ہے اور پانی پایاب گذرنے کے قابل نہیں ہے بزرگ موصوف گویا ہوا، کہ دریا کے کنارے کھڑے ہوکر باآواز بلند ہمارا نام وپیغام سنایا کہ اگر فلاں بزرگ نے آج تک کسی عورت سے سروکار نہ رکھا ہو تو بپاس عفت بزرگ مذکور ہم کو راہ دے۔

حاملان طعام کو سخت تعجب ہوا کیونکہ وہ ہمیشہ اس بزرگ کو حسینہ وجمیلہ عورتوں کے ساتھ مخلوط دیکھتے تھے، الغرض دریا پر پہونچ کر پیغام دیا دریا خشک ہوگیا، اور طعام اس عارف کو پہچایا گیا۔

وہ تمام طعام عارف مذکور تنہا کھا گیا حاملان طعام کو اور تعجب ہوا، لیکن واپسی کے واسطے اس عارف سے کہا کہ آتے وقت ہم اس طرح دریا سے پار ہوکر آئے تھے اب جائیں کس طرح، عارف مذکور نے جواب دیا کہ دریا کے کنارے ہمارا نام لے کر پیغام سنانا کہ فلاں عارف نے مدت العمر طعام نہیں کھایا ہے اگر تو گواہ ہے تو ہم کو اس کی گرسنگی کی خاطر سے راہ دے کھانا پہچانے والے از حد متحیر ہوئے کہ دوسو آدمیوں کے کھانے کی غذا یہ تنہا کھا گیا اور کہتا ہے کہ مدت العمر میں نے طعام میں ہاتھ نہیں لگایا المختصر دریا پر پہنچ کر پیغام سنایا دریا خشک ہوگیا اور وہ پار اُتر گئے۔

مرزا قتیل لکھتے ہیں: یہاں تک سن کر مجھے ضبط کی تاب نہ رہی بے اختیار ہنسی آ گئی، میں نے کہا کہ حضرت معاف فرمائے یہ قصہ میں نے کنہیا جی کا دیکھا ہے اور وہ صوفیوں کی طرف منسوب فرماتے ہیں۔

اہلبیت رسول سے صوفیوں کی مخالفت

علامہ طبرسی علیہ الرحمہ نے احتجاج میں لکھا ہے: جنگ جمل کے بعد حضرت امیر المومنین علیہ السلام بصرہ میں ایک مقام سے گذرے تو دیکھا کہ حسن بصری بیٹھے ہوئے وضو کر رہے ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اے حسن! صحیح وضو کرو۔ حسن بصری نے کہا: یا امیر المومنین! کل تو آپ نے ایسے لوگوں کو قتل کیا جو کلمہ پڑھتے تھے اور صحیح وضو کرتے تھے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: تم ان کی مدد کو کیوں نہ گئے؟ حسن بصری نے کہا: خدا کی قسم میں نے غسل کیا اور اپنے اوپر حنوط ملا اور اس امر میں کوئی شک نہیں رکھتا تھا کہ عائشہ کی مخالفت کرنا کفر ہے جب میں چلا تو کسی نے راہ میں مجھکو آواز دی کہ کہاں جارہا ہے وہاں جو قتل کرتا ہے وہ بھی جہنمی ہے اور جو مارا جاتا ہے وہ بھی جہنمی ہے پس میں ڈر کر واپس چلا آیا دوسرے روز پھر میں اسی سامان سے چلا راہ میں کسی نے پھر وہی صدا دی میں پھر پلٹ آیا۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: وہ تمہارا بھائی شیطان تھا اور اس نے تم سے سچ کہا کہ لشکر عائشہ کے قاتل ومقتول دونوں جہنمی ہیں۔

ایک دوسری روایت میں ہے: حضرت علی علیہ السلام نے حسن بصری سے فرمایا: ہر امت میں ایک سامری ہوتا ہے اور اس امت کے سامری تم ہو۔

علامہ طبرسی نے احتجاج میں ثابت بنانی سے روایت کی ہے اس نے کہا: میں ایک جماعت کے ساتھ جس میں، عباد بصری، ایوب سجستانی، صالح مری وعتبہ وحبیب فارسی ومالک ابن دینار وابو صالح عمی وجعفر بن سلمان ورابعہ وسعدانہ وغیرہ تھے حج کو گیا جب مکہ پہنچا تو وہاں سخت قحط آب پایا۔

اہل مکہ تشنگی سے جاں بلب ہورہے تھے اہل مکہ نے ہم لوگوں سے کہا کہ پانی کے لئے دعا کریں، ہم لوگوں نے جس قدر دعا کی کچھ فائدہ نہ ہوا ناگہاں دیکھا کہ ایک جوان محزون وگریاں ظاہر ہوا اور چند شوط طواف کیا اس کے بعد ہم لوگوں کی طرف مخاطب ہوا اور ایک ایک کا نام لے کر پکارا ہم لوگوں نے لبیک کہا اس نے کہا کہ اگر تم لوگوں میں کوئی شخص ایسا ہوتا جس کو خدا دوست رکھتا تو بے شک اس کی دعا مستجاب ہوتی دور ہو جاؤ تم لوگ کعبہ کے نزدیک سے ہم لوگ وہاں سے دُور ہٹ گئے پھر وہ کعبہ کے نزدیک آیا اور سجدہ میں اپنا سر جھکا دیا اور عرض کیا:

اے سید و آقا میرے تجھے واسطہ ہے اس محبت کا جو تو مجھ سے رکھتا ہے اہل مکہ کو سیراب فرما ابھی اس کی دعا تمام نہیں ہوئی تھی کہ ابر اٹھا اور جل تھل بھر دیا ہم لوگوں نے اہل مکہ سے پوچھا کہ یہ جوان عرش مقدار کون تھا ان لوگوں نے کہا: یہ علی ابن الحسین امام زین العابدین علیہ السلام تھے۔

واضح ہو کہ یہ عباد بصری اور ایوب سجستانی وغیرہ وہ لوگ ہیں جن کو اہل سنت، اکابر اولیاء اللہ اور

صاحب کرامات شمار کرتے ہیں، پیراں نمی پرند مریداں می پرانند۔

کلینی علیہ الرحمہ نے بسند معتبر سدیر صیرفی سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ میں ایک روز مسجد سے نکل رہا تھا کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام تشریف لائے اور میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ خداوند عالم نے حکم دیا ہے کہ لوگوں آئیں اور خانہ کعبہ کا طواف کریں، اس کے بعد میرے پاس آئے اور اپنی ولایت کو میرے سامنے پیش کیا جیسا کہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے کہ ''انی لغفار لمن تاب''، یعنی میں نے اس شخص کو بخشا ہے جس نے توبہ کی اور عمل نیک کیا پھر ہدایت یافتہ ہوا۔

اس کے بعد آپ نے اپنے سینہ مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اس آیت میں '' ثم اھتدی'' سے میری ولایت و امامت کی طرف ہدایت پانا مقصود ہے۔

اس کے بعد فرمایا: اے سدیر کیا چاہتے ہو کہ دین خدا سے روکنے والے اور لوگوں کا ایمان لوٹنے والے ڈاکوؤں سے تم کو آگاہ کروں؟ پھر آپ نے ابوحنیفہ اور سفیان ثوری کی طرف اشارہ فرمایا: یہ لوگ مسجد میں حلقہ باندھے بیٹھے تھے اور فرمایا دیکھو یہ لوگ ہیں دین خدا سے روکنے والے اور لوگوں کا ایمان لوٹنے والے ڈاکو نہ انھوں نے خود ہدایت پائی نہ علم رکھتے ہیں نہ کتاب خدا پر عمل کرتے ہیں۔

اگر یہ بدترین خلق اللہ اپنے گھروں میں بیٹھے رہیں اور لوگوں کو گمراہ نہ کریں تو لوگ میرے پاس آئیں اور ہم ان کو خدا اور اس کے رسول کا راستہ بتائیں۔

ایک روز حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام مسجد الحرام میں تشریف فرما تھے اور ایک سفید عمدہ کپڑا زیب تن فرمایا تھا سفیان ثوری نے جو سر آمد علمائے اہل سنت اور ان کے ائمہ مجتہدین میں اور بڑے ولی اللہ تھے آپ کو دیکھ کر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ دیکھو ابھی جاتا ہوں، اور اس روافض کے امام کو کیسا لاجواب کرتا ہوں، یہ کہہ کر آپ کے پاس پہنچا اور کہا کہ یا ابن رسول اللہ! ایسا عمدہ کپڑا کبھی آپ کے دادا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی پہنا تھا یا حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام نے بھی پہنا تھا آپ نے فرمایا کہ ابتدائے اسلام میں مسلمان تنگی میں تھے لہٰذا وہ حضرات اپنی ذات پر تنگی کرتے تھے اور مسلمانوں کو آرام پہنچاتے تھے اور اب مسلمان خوش حال ہیں اور خدا کی نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کے زیادہ حق دار اُس کے فرمانبردار بندے ہیں۔

نیز یہ کہ یہ لباس میں نے دوسروں کے لئے پہنا ہے اپنی لذت نفس کے لئے نہیں پہنا ہے اس کے بعد حضرت نے سفیان ثوری کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا اور اس کپڑے کے نیچے جو کپڑا آپ پہنے ہوئے تھے اس کو کھینچ

کرد کھایا اور فرمایا کہ اپنے نفس کے لئے یہ موٹا لباس (بالوں کا بنا ہوا) میں نے پہنا ہے پھر حضرت نے سفیان ثوری کا موٹا لباس جو وہ اوپر پہنے تھے ہٹایا اور اس کے نیچے اپنی لذت نفس اور آرام کے لئے باریک کپڑا پہن رکھا ہے سفیان ثوری یہ سن کر شرمندہ ہو کر واپس چلے آئے۔(۱)

طبری نے احتجاج میں ابان بن تغلب سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ ایک روز طاؤس یمانی اپنے مریدوں کے ساتھ طواف کر رہے تھے۔ ناگہاں ان کی نگاہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام پر پڑی جو طاؤس کے آگے طواف میں مشغول تھے اور بھی جوان تھے طاؤس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ یہ جوان عالم ہے، جب آپ طواف سے فارغ ہوئے اور بیٹھے اور کچھ لوگ حضرت کے پاس جمع ہو گئے تو طاؤس نے اپنے ساتھیوں سے کہا چلو اس سے ایک سوال کریں۔ جس کا جواب نہ دے سکے گا اس کے بعد اس نے آ کر آپ کو سلام کیا امام نے جواب سلام دیا طاؤس نے پوچھا کہ اے ابو جعفر! بتاؤ کہ ایک تہائی انسان کب مرے؟ امام نے فرمایا: ایک تہائی انسان تو کبھی نہیں مرے اپنا سوال درست کر دیوں پوچھو کے ایک چوتھائی انسان کب میرے یہ اس وقت ہوا جب قابیل نے ہابیل کو قتل کیا تھا کیونکہ اس وقت دنیا میں صرف چار آدمی تھے حضرت آدم اور حوا اور قابیل اور ہابیل پس ہابیل چوتھائی ہوئے طاؤس نے کہا کہ آپ نے سچ فرمایا امام نے فرمایا: کیا یہ بھی جانتے ہو کہ خدا نے ہابیل کے ساتھ کیا کیا، طاؤس نے کہا کہ نہیں امام نے فرمایا وہ آفتاب میں لٹکا دیا گیا ہے اور اس پر گرم پانی گر رہا ہے یہاں تک کہ قیامت قائم ہو۔

بااختصار ان بیانات سے صوفیوں کے ملحدانہ عقائد اور ان کا مکروفریب اور ان کے بدترین عادات وخصائل وآل رسول سے ان کی دشمنی ومخالفت واضح ہوگئی۔ یہ حرص وہوس کے بندے کچھ شعبدہ اور سحر ونظر بندی کی مشق کرنے کے بعد خلق اللہ کو خدا اور اس کے رسول اور ائمہ اہل بیت علیہم السلام سے منحرف کر کے اپنی پرستش کراتے رہے۔

نیز ہر بدترین گناہ کو خوب صورت توجیہات کا جامہ پہنا کر عبادت اور عبادتوں کی غلط تاویل کر کے معصیت بتاتے رہے اور نماز وروزہ خیر وخیرات وتقویٰ وپرہیزگاری سے آزاد ہو کر شراب وکباب گانا بجانا ناچنا تھرکنا زنا واغلام میں آلودہ رہے اور اس کا نام طریقت رکھا ایران سے واپسی میں میں چند روز کے لئے خیرپور سندھ مغربی پاکستان میں قیام پذیر ہوا تو معلوم ہوا کہ یہاں پر ایک ولی اللہ ہیں

---

۱. عین الحیات مجلسی، ص ۱۲۶

جو واصل بحق ہو چکے ہیں ہر وقت فاحشہ عورتوں اور شہر کے اوباشوں کے درمیان بیٹھے گناہوں میں مشغول رہتے ہیں بہت سے لڑنے والے سوار اور کتے پال رکھے ہیں۔

جوان کے پہلو میں اُن کے فرش پر بیٹھے رہتے ہیں ان کے کھانے پینے کے برتنوں میں کھاتے اور پانی پیتے ہیں شاہ صاحب ان کو پیار کرتے چومتے گلے لگاتے ہیں اور شاہ صاحب کی کرامتوں میں سے ایک کرامت یہ ہے کہ ان کے کتے اور سور لڑائی میں کبھی ہارتے نہیں ہیں بڑے بڑے طاقتور اور خونخوار کتے اور سور لائے گئے اور چار پانچ سو کی بازیاں لگیں۔

لیکن فتح ہمیشہ شاہ صاحب کی ہوئی اور جب ان سے کوئی کہتا ہے کہ اسلام میں کتے اور سور نجس قرار دے گئے ہیں آپ ان کو جدا کیوں نہیں رکھتے تو فرماتے ہیں کہ اصحاب کہف کے ساتھ رہ کر جس طرح ان کا کتا پاک اور جنتی ہو گیا تھا، اسی طرح میرے کتے اور سور بھی پاک ہو چکے ہیں۔

صوفیوں نے جب دیکھا کہ اسلام کے اکثر فرقے اہلبیت رسول کی تعظیم کرتے ہیں اور ان سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں لہٰذا اہلبیت علیہم السلام کی مخالفت کے ساتھ کبھی مسلمانوں میں عزت حاصل نہیں ہوسکتی تو ان لوگوں نے محبت اہلبیت کا چولا بدلا اور حضرت علی علیہ السلام سے اپنی بیعت کا سلسلہ ملایا حالانکہ حضرت پر یہ کھلا ہوا اتہام ہے، حضرت امیر المومنین نے تو شاہ ولی اللہ صاحب کی تحریر کے مطابق صوفیوں کو ملحد کا فر قرار دے کر قتل کیا جیسا کہ گذرا۔

شاہ ولی اللہ صاحب اپنی کتاب قرۃ العینین میں لکھتے ہیں:

اتصال سلاسل بحضرت مرتضیٰ امر یست مشهور بر السنۂ صوفیه ونزدیک تفتیش آن راا صلے ظاهر ی شود. (۱)

سلسلہ بیعت کا اتصال حضرت علی مرتضیٰ تک ایک ایسا امر ہے صوفیوں کی زبان پر مشہور ہے لیکن تحقیق و تفتیش کے وقت اس کی کوئی حقیقت واصلیت معلوم نہیں ہوتی۔

صوفیوں کے مزید حالات وعقائد جو لوگ معلوم کرنا چاہتے ہوں وہ کتاب تصفیۃ القلوب اور دبستان المذہب اور مونس الابرار وغیرہ ملاحظہ کریں۔

صوفیوں کی مذہب میں ائمہ اہلبیت علیہم السلام سے بہت سی حدیثیں منقول ہیں علامہ شیخ مفید نے حضرت امام

---

۱. قرۃ العینین ص ۲۹۹

علی نقی علیہ السلام سے ایک حدیث روایت کی ہے جس کے آخری جملے یہ ہیں۔

والصوفية كلهم مخالفينا وطريقتهم مغائرة لطرقنا وان هم الانصارىٰ ومجوس هذه الامة اولئک الذين يجهدون فی اطفاء نور اللّٰہ واللّٰہ متم نوره ولو كره الكافرون .

صوفی سب کے سب ہمارے مخالف ہیں ان کا طریقہ ہمارے طریقے کے خلاف ہے وہ سب نصاری اور مجوس امت ہیں وہ نور خدا کے بجھانے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ خدا اپنے نور کو تمام کر کے رہے گا اگرچہ کافر اس کو ناپسند کرتے ہوں۔

پھر علامہ مفید نے حضرت حسن عسکری علیہ السلام سے روایت کی ہے۔

آپ نے فرمایا:

الاانهم قطاع طريق المومنين والدعاة الى نحلة الملحدون فمن ادركهم فليحذرهم وليصن دينه.

آگاہ رہو کہ صوفی مومنوں کے راہ زن اور ملحدوں کے جعلی راستوں کی طرف دعوت دینے والے ہیں جو شخص ان کو پائے ان سے ڈرتا رہے اور اپنے دین کی حفاظت کرے۔(۱)

صوفیوں کے عقائد

اکثر صوفیوں کا عقیدہ ہے کہ موجودات عالم کی ہر چیز عین خدا ہے یعنی آسمان، زمین، چاند، سورج تارے، آگ، پانی، مٹی، ہوا، انسان، حیوان، کتا، سور، کافر، ہاتھی، گھوڑے، کیڑے، مکوڑے، سانپ، بچھو، سب بظاہر دیکھنے میں جدا جدا نظر آتے ہیں لیکن درحقیقت یہ خدا ہی ہے جو مختلف صورتوں میں جلوہ نما ہے اور بعض کہتے ہیں کہ خداوند عالم عارفین کے اندر گھسا ہوا ہے اور ''من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی'' پڑھتے ہیں اور تھرکتے ہیں۔ محی الدین عربی اپنی کتاب فتوحات مکیہ میں لکھتے ہیں:

سبحان من اظهر الاشياء وهو عينها.

بے نیاز ہے وہ خدا جس نے چیزوں کو پیدا کیا حالانکہ وہ خود عین اشیاء ہے۔

فصوص الحکم میں لکھتے ہیں:

''العالم صورته وهو روح العالم'' یعنی دنیا اس کی صورت ہے اور وہ خود روح ہے دنیا کی۔

---

۱. تعداد ملل ص ۴۷

حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں لکھا ہے: انھوں نے غلط تبلیغ کی ان کی قوم جو کچھ کہتی تھی ٹھیک کہتی تھی اور وہ سب غرق دریائے معرفت ہو گئے۔

فرعون کے متعلق لکھا ہے:

اس نے جو کہا: میں تم لوگوں کا خدا ہوں ٹھیک کہا تھا اس نے اپنی ذات میں خدا کو دیکھا تھا اسی طرح بایزید بسطامی اور شیخ سہروردی اور ملائے رومی وغیرہ سب اسی کفر والحاد کے راستے پر گامزن تھے اور انھیں میں سے منصور حلاج تھا جس نے انا الحق کہا۔

علامہ مجلسی نے ھبۃ اللہ بن محمد کاتب سے روایت کی ہے:

انھوں نے کہا:

ایک مرتبہ منصور حلاج نے ابو سہل بن اسماعیل نوبختی کو جو معتبرین شیعہ سے تھے اپنے دام فریب میں پھنسانا چاہا انھوں نے کہا کہ میں کنیزوں کا شائق ہوں جس کی وجہ سے مجھے ہر ہفتہ میں خضاب لگانا پڑتا ہے تاکہ بالوں کی سفیدی کو چھپاؤں اگر تم اپنی کرامت سے ایسا کر دو کہ میرے بال سیاہ ہو جائیں اور خضاب کی احتیاج نہ رہے تو میں تم پر ایمان لاؤں گا اور تمہارے دین کی تبلیغ کروں گا۔ یہ سن کر حلاج بہت گھبرایا اور شرمندہ ہوا یہ بات اتنی مشہور ہوئی کہ لوگ بازاروں میں اس کا ذکر کرتے اور ہنستے تھے۔

انھیں صوفیوں میں سے بلکہ سب سے بدتر شیخ عبدالقادر جیلانی تھے جو "بڑے پیر" کے نام سے مشہور ہیں آپ فاسد العقیدہ ہونے کے ساتھ سخت ناصبی اور دشمن اہلبیت علیہم السلام بھی تھے اسی سبب سے تمام پیروں میں آپ سب سے بڑے مانے گئے ہیں۔ صوفیوں کے گیارہ فرقے ہیں:

۱. حلولیہ ۲. واصلیہ ۳. عشاقیہ ۴. نوریہ ۵. نظریہ
۶. شمراخیہ ۷. سماعیہ ۸. باطنیہ ۹. مشارکیہ ۱۰. وحدتیہ
۱۱. اتحادیہ، یہ کل فرقے فروع میں حنفی و مالکی و شافعی و حنبلی چار فرقوں میں منقسم ہیں۔

پندرھواں فرقہ: زیدیہ

یہ لوگ اصول دین میں معتزلی اور فروع میں حنفی ہیں۔ (۱)

---

۱. مذاہب الاسلام، ص ۳۶۵، بحوالہ شرح مواقف وغنیۃ الطالبین

۳. اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو حضرت عائشہ، حضرت علی علیہ السلام کی بیعت کرتی اور ان سے جنگ نہ کرتیں جبکہ سواد اعظم نے ان کو اپنا خلیفہ منتخب کر لیا تھا۔

۴. اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو حضرت امام حسین علیہ السلام یزید کی بیعت کر لیتے جبکہ سواد اعظم نے یزید کی بیعت کر لی تھی۔

۵. یہ حدیث مخالف قرآن ہے کیونکہ خداوند عالم نے قرآن مجید میں بہت سی جگہوں پر اکثریت کی مذمت فرمائی ہے اور اس کو گمراہ، فاسق اور فاجر بتایا ہے۔

چنانچہ ارشاد فرماتا ہے:

وَإِنْ تُطِعْ أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللهِ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ. (۱)

اور اگر آپ روئے زمین کی اکثریت کا اتباع کریں گے تو یہ راہ خدا سے بہکا دیں گے. یہ صرف گمان کا اتباع کرتے ہیں اور صرف اندازوں سے کام لیتے ہیں۔

اس آیت میں (اکثر من فی الارض) سے زمین کے عام بسنے والے مقصود ہیں خواہ وہ کافر ہوں یا مسلمانوں کے گمراہ فرقے۔ جس سے معلوم ہوا کہ دنیا کے زیادہ تر لوگ گمراہ اور گمراہ کنندہ ہیں اس سلسلے میں حضرت موسیٰ کی قوم کو دیکھ لیجئے۔ ملاحظہ فرمائیں:

قوم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سواد اعظم

بڑے پیر صاحب نے کثیر بن عبداللہ سے ایک حدیث افتراق امت کی نقل کی ہے کہ حضرت رسول اللہ نے فرمایا ہے:

ان بنی اسرائیل افترقت علی موسیٰ با حدیٰ وسبعین . فرقہ کلھا ضالۃ الافرقۃ واحدۃ الاسلام وجماعتھم. (۲)

بنی اسرائیل حضرت موسیٰ کے دین میں اکہتر فرقوں پر متفرق ہو گئے۔ ان میں سے سب گمراہ ہوئے۔ بجز ایک فرقہ کے جو اسلام اور جماعت پر قائم رہا۔

---

۱. سورہ انعام آیت ۱۱۶

۲. کتاب غنیۃ الطالبین۔ مطبوعہ لاہور، ص ۱۸۹، بڑے پیر صاحب

زیدیوں کا عقیدہ ہے کہ امام کا مقرر کرنا دلیل سمعی سے امت پر واجب ہے۔(۱)
امام کا معصوم ہونا ضروری نہیں ہے۔(۲)
ابوبکر وعمر وعثمان کی خلافت جائز تھی اس لئے کہ حضرت علی علیہ السلام ان کی خلافت پر راضی تھے۔(۳)
یہ لوگ خلفائے ثلاثہ کے بعد حضرت علی علیہ السلام کو ان کے بعد حضرت امام حسن علیہ السلام پھر حضرت امام حسین علیہ السلام پھر حضرت امام زین العابدین علیہ السلام پھر جناب زید شہید کو امام مانتے ہیں۔

جبکہ جناب زید شہید نے کبھی دعوائے امامت نہیں کیا انھوں نے بنی امیہ کے مظالم سے تنگ آ کر خروج کیا ان کے ماننے والوں نے جو عموماً سنی المذہب تھے، زیدی مذہب ایجاد کیا چنانچہ علمائے اہلسنت لکھتے ہیں کہ جناب زید شہید نے جب ہشام پر خروج کیا تو کوفہ میں بہت سے لوگوں نے آپ سے بیعت کی جن کی تعداد بروایتے تیس ہزار تھی امام ابوحنیفہ نے بھی اپنے مقلدین کو جناب زید کی مدد کرنے کا فتویٰ دیا لیکن حضرت علی علیہ السلام کے شیعوں نے جناب زید سے دریافت کیا کہ آپ ابوبکر وعمر کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ جناب زید نے (مصلحتا) فرمایا: میں ان کو برا نہیں کہتا یہ سن کر شیعوں نے کہا کہ ہمارے امام حضرت محمد باقر علیہ السلام ہیں اور سب اپنے اپنے گھر چلے گئے پس چونکہ ان لوگوں نے جناب زید کی مدد ترک کر دی اس لئے رافضی کہے گئے لیکن جب لشکر شام سے مقابلہ ہوا تو سب چھوڑ کر بھاگ گئے اور جناب زید کو تنہا چھوڑ دیا جناب زید بڑی بہادری کے ساتھ لڑ کر شہید ہوئے۔(۴)

غرض یہی گروہ تھا جس نے جناب زید کی شہادت کے بعد زیدی مذہب ایجاد کیا شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ اثنا عشریہ ہیں لکھتے ہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہ بھی جناب زید کی امامت کو صحیح جانتے تھے اور ان کا خروج برسر صواب سمجھتے تھے (تحفہ حالات جناب زید) اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ امام ابوحنیفہ بھی زیدی فرقہ سے تعلق رکھتے تھے اور انھیں کے فتوؤں نے اس مذہب میں روح پھونکی ہے۔

امام یافعی نے لکھا ہے کہ۔

لما خرج زیدیة ،طائفة کثیرة وقالوا له تبرا من ابی بکر وعمر حتی

---

۱. مذاہب الاسلام، ص ۳۷۹، بحوالہ شرح تجرید قوشجی واربعین امام رازی وشرح مواقف
۲. مذاہب الاسلام، ص ۳۸۱، بحوالہ معارف شرح صحائف
۳. مذاہب الاسلام، ص ۳۶۴، وغنیۃ ص ۲۰۲
۴. مذاہب الاسلام، از ص ۳۵۸ تا ص ۳۶۴

نباعک فقال بل اتبرأ ممن تبرامنهما فقالو اذن نرفضک فمن ذالک الوقت سمو الرافضه وسمیت شیعة زیدیة. (۱)

جب جناب زید نے خروج کیا تو بہت سے گروہ آئے اور ان سے کہا کہ ابوبکر وعمر سے برائت کیجئے تو ہم لوگ آپ کی بیعت کریں انھوں نے کہا کہ جو لوگ ان دونوں سے برائت کریں گے میں ان سے برائت کروں گا تو ان لوگوں نے کہا کہ ہم لوگ آپ کو چھوڑ دیں گے، پس اسی سبب سے وہ رافضی کہے گئے اور جناب زید کا گروہ زیدیہ کہا گیا۔

اس عبارت سے بھی ظاہر ہے کہ زیدی فرقہ جناب ابوبکر وعمر کی خلافت کا معتقد اور سنی تھا۔

واضح ہو کہ زیدیوں کو علمائے ملل نے شیعوں میں شمار کیا ہے لیکن یہ غلط ہے زیدیہ درحقیقت اہلسنت ہیں جس کے بعض ثبوت ابھی گذرے ان کا عقیدہ ہے کہ فاضل کی موجودگی میں مفضول کی امامت جائز ہے اور ابوبکر وعمر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جائز خلیفہ تھے اگرچہ حضرت علی علیہ السلام ان سے افضل تھے یہ عقیدہ تفضیلیہ اہل سنت کا ہے جیسا کہ فی زماننا بعض علمائے فرنگی محل لکھنو کا یہی عقیدہ ہے نیز اینکہ زیدیہ عقیدہ میں معتزلی اور فروع میں حنفی مسلک ہیں۔ (۲)

مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محل اپنے رسالہ الرفع وتکمیل میں لکھتے ہیں:

ان الحنفية عبارة عن فرقة تقليد الامام باحنيفة فى المسائل الفرعية وتسلک مسلکه فى الاعمال الشرعية سواء وافقته فى اصول العقائدامر خالفته فان وافقته يقال له الحنيفة الكاملة وان لم توافقه يقال لها الحنفية مع قيد يوضح مسلكه فى العقائد الكلامية فكم من حنفى حنفى فى الفروع ومعتزلى عقيدة كالزمخشرى جار الله صاحب الكشاف وغيره وكمولف القنية والحاوى والمجتبىٰ وشرح مختصر القدورى نجم الدين زاهدى قدبسطنا ترجمتها فى الفو ائدالبهيةفى تراجم الحنفية وكعبه الجبار وابى هاشم والجبائى وغيرهم وكم من حنفى حنفى فرعامرجى اوزيدى اصلاوبالجملة فالحنفية لها فروع باعتبار اختلاف العقيدة فمنهم الشيعة ومنهم المعتزلة ومنهم المرجية

---

۱. مراۃ الجنان، ج۱، ص ۲۵۷

۲. ملل ونحل شہرستانی وغنیۃ الطالبین وتعداد ملل وغیرہ

فالمراد با لحنفية ههناهم الحنفية المرجية الذين يتبعون اباحنيفة فی الفروع ويخالفونه فی العقيدة بل يوافقون فيها المرجية الخالصة. (۱)

حنفی سے وہ فرقہ مقصود ہے جوفروع میں ابوحنیفہ کی تقلید کرتا ہے اوران کے طریقہ پر چلتا ہے خواہ اصول دین میں ان کے موافق ہو یا مخالف، اگر موافق ہے تواس کوحنفیہ کامل کہا جاتا ہے اوراگر موافق نہیں ہے تواس کوایسی قید کے ساتھ حنفی کہا جاتا ہے جوعقائد کلامیہ میں اس کا مسلک ظاہر کردے اس لئے کہ بہت سے حنفی فروع میں تو حنفی ہیں لیکن عقیدہ میں معتزلی ہیں۔ جیسے جاراللہ زمخشری مؤلف کشاف وغیرہ اور جیسے قنیہ اور حاوی اور مجتبیٰ شرح مختصر قدوری کومؤلف نجم الدین زاہدی اور ہم نے کتاب فوائدالھیہ فی تراجم الحنفیہ میں ان دونوں کا حال بہت تفصیل سے لکھا ہے اور جیسے عبدالجبار اور ابوہاشم اور جبائی وغیرہ ہیں اور بہت سے ایسے ہیں جوفروع میں تو حنفی ہیں لیکن عقیدہ میں مرجی یا زیدی ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ اختلاف عقائد کے لحاظ سے حنفی کی کئی شاخیں ہیں ان میں شیعہ بھی ہیں ''یہاں شیعہ سے زیدی فرقہ مقصود ہے'' جیسا کہ میں پہلے لکھ چکاہوں اور معتزلی اور مرجی بھی ہیں پس یہاں حنفی سے وہ حنفی مرجی مقصود ہیں جوفروع میں تو ابوحنیفہ کے تابع ہیں لیکن عقیدہ میں ان کے مخالف اور مرجی خالص کے موافق ہیں۔اس کا ثبوت گذر چکا کہ جناب ابوحنیفہ خود بھی مرجی تھے۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ زمخشری صاحب الکشاف اور نجم الدین زاہدی اور عبدالجبار اور ابوہاشم اور جبائی وغیرہ بڑے بڑے علمائے اہل سنت معتزلی حنفی تھے اور بہت سے مرجی اور زیدی بھی حنفی تھے۔

بڑے پیر صاحب اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں لکھتے ہیں کہ زیدی فرقہ خلافت شیخین کو جائز سمجھتا ہے اور صاحب تعداد ملل نے لکھا ہے کہ زیدی عقیدہ میں معتزلی ہیں۔ (۲)

جس سے ثابت ہوا کہ معتزلی ومرجی وزیدی سب اہل سنت کے فرقے ہیں جن کو علمائے اہلسنت نے بہ مصلحت اہلسنت کے فرقوں سے نکال کر دوسرے فرقوں میں داخل کیا ہے تاکہ عوام پر ظاہر کریں کہ اہل سنت صرف ایک ہی فرقہ ہے یہ اہل سنت کے ساٹھ فرقوں کا مختصر بیان ہے۔

واضح ہو کہ اہلسنت کے یہ کل فرقے جن کا ذکر کیا گیا فروع میں بھی بہت سے فرقوں پر ختم ہو گئے ہیں جن میں چار فرقے زیادہ مشہور ہوئے اور ان میں سے ہر ایک دوسرے کو گمراہ وکافر کہتا ہے۔

---

۱. الرسالہ الرفع وتکمیل، مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محل، مطبوعہ انوار محمدی لکھنو ص ۲۷

۲. غنیۃ الطالبین، بڑے پیر، ص ۲۰۲

۱. حنفی پیروان ابوحنیفہ نعمان بن ثابت زوطی آپ ۸۰ ھ میں پیدا ہوئے اس فرقہ کے حالات گذر چکے آپ کے فرقہ والے کل مخالفین امام ابوحنیفہ پر لعنت کرتے ہیں چنانچہ ابن المبارک نے کہا ہے:

فلعنة ربنا اعداد رمل علی من رد قول ابی حنیفة.

یعنی ریت کے ذرات کے شمار کے برابر ہمارے خدا کی لعنت ہو اس شخص پر جو ابوحنیفہ کے قول کو قبول نہ کرے۔(۱)

۲. مالکی پیروان امام مالک ابوعبداللہ بن انس ابن مالک آپ ۹۳ ھ میں مدینہ میں پیدا ہوئے آپ ابتدا میں بہت فقیر و تنگ دست تھے لیکن مجتہد ہونے کے بعد بڑے دولت مند ہو گئے اور شاہانہ حشم و خدم کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگے آپ صحابہ کے مخالفوں کو کافر سمجھتے تھے، آپ سے کسی نے پوچھا کہ قرآن مخلوق ہے یا غیر مخلوق؟

تو آپ نے فرمایا: اس زندیق کو قتل کردو اس کی باتوں سے فتنے قائم ہوں گے آپ کے مذہب میں ایمان میں کمی و زیادتی ہوسکتی ہے اور عمل جزو ایمان ہے۔ بخلاف امام ابوحنیفہ کے کیونکہ ان کے یہاں عمل کو ایمان میں کوئی دخل نہیں ہے اور ایمان میں کمی زیادتی نہیں ہوسکتی آپ نے حدیث کی ایک کتاب تالیف کی ہے جس کا نام ہے موطا اس میں پہلے دس ہزار حدیثیں نقل کیں اس کے بعد اس میں سے جھوٹی حدیثیں نکالنے لگے یہاں تک کہ صرف چھ سات سو حدیثیں رہ گئیں۔

ابن حزم نے لکھا ہے کہ دو مذہبوں نے سلطنت کی طاقت سے رواج پایا ایک حنفی اور دوسرے مالکی امام مالک کے شاگرد یحیٰ صمودی خلیفہ اندلس کے بہت مقرب تھے کوئی شخص بغیر ان کے مشورہ کے عہدہ قضا پر مقرر نہیں ہوسکتا تھا اور آپ صرف اپنے مذہب والوں کو قاضی مقرر کرتے تھے۔(۲)

اسی طرح والی افریقہ شرف الدین معز بن بادیس نے مالکی مذہب کو افریقہ میں رواج دیا۔

۳. شافعی یعنی اتباع امام شافعی ابوعبداللہ محمد بن ادریس آپ ۱۵۰ ھ میں مکہ میں پیدا ہوئے۔ مالکی کہتے ہیں کہ آپ ابولہب کے غلام کی اولاد سے ہیں جیسا کہ جرجانی نے لکھا ہے آپ نے امام مالک سے علم حاصل کیا آپ کو علمائے اہلسنت ابلیس سے زیادہ مضر کہتے تھے اور آپ کے مرنے کی

---

۱. درمختار، ج۱، ص ۲۶

۲. تیسیر الوصول و سیرۃ النعمان شبلی ص ۱۱۱

دعائیں کرتے تھے، آپ کو یمن سے بغداد تک پابزنجیر قید کر کے لایا گیا۔

بیہقی نے لکھا ہے: جب شافعی گرفتار ہو کر ہارون کے پاس پہنچے تو قاضی ابو یوسف اور امام محمد نے ہارون کو امام شافعی کے قتل کی رائے دی اور کہا کہ اگر جلد تدارک نہیں کیا تو یہ شخص سلطنت کو الٹ دے گا۔(۱)

شافعیوں نے نیشاپور میں ۵۵۴ھ میں بہت سے حنفیوں کو قتل کیا اور ان کے مکان و بازار جلائے۔(۲)

شیخ علی بن حسن سیف الدین نے جو پہلے حنبلی تھے جب شافعی مذہب اختیار کیا تو فقہائے شہر نے ان کے کافر و زندیق ہونے کا فتویٰ دے دیا۔(۳)

۴. حنبلی: پیروان احمد بن حنبل آپ بغداد میں ۱۶۴ھ میں پیدا ہوئے اور امام شافعی سے علم فقہ حاصل کیا آپ قرآن کے غیر مخلوق ہونے کے قائل تھے اسی بناء پر معتصم نے آپ کو قید کر کے بلوایا اور کوڑے لگوائے آپ نے ۱۳۵ ر مسئلوں میں امام شافعی کی مخالفت کی ہے، آپ کا مذہب شام و عراق و نجد میں پھیلا آپ لوگوں کو تقلید سے روکتے تھے، آپ کے مذہب کو ابن قیم اور ابن تیمیہ نے بہت رواج دیا اور آخر میں عبدالوہاب نجدی نے اس کو فروغ دیا۔ وہابی مذہب در حقیقت حنبلی مذہب سے نکلا ہے عبدالوہاب نجدی پہلے حنبلی تھا پھر اس نے اس میں کمی و زیادتی کر کے مذہب وہابی کی بنیاد ڈالی حنبلی مذہب والے حنفی و مالکی و شافعی سب کو کافر و ملحد سمجھتے ہیں۔ شہر بغداد میں ۳۷۴ھ میں حنبلیوں اور شافعیوں میں بڑے فتنے قائم ہوئے بہت سے شافعی قتل کیے گئے۔

علامہ شامی نے درالمختار، باب البغاۃ میں لکھا ہے کہ ہمارے زمانے میں پیروان عبدالوہاب نے نجد سے نکل کر مکہ اور مدینہ پر حملہ کیا اور بہت سے اہل سنت کو قتل کیا جس کی تفصیل وہابیوں کے حالات میں گذر چکی۔

۵. داؤدی: پیروان داؤد ظاہری۔ ۶. کلابیہ: اتباع ابو محمد بن کلاب۔

۷. مذہب ابن تیمیہ: اس مذہب کے لوگ دمشق اور مصر میں اب تک موجود ہیں اسی طرح اور بھی بہت سے مذہب ہیں اور ان سب کی نجات کی دلیلیں وہی ہیں جو ابتدائے کتاب میں نقل کی گئیں اور ان کی حقیقت واضح کی گئی۔

---

۱. مذہب الاسلام، ص ۴۸ ۲. مراۃ الجنان، یافعی ج ۴، ص ۲۴۲
۳. مراۃ الجنان، یافعی ج ۴، ص ۲۴

وہ فرقہ جو اصول وعقائد میں مسلمانوں کے مخالف اور با اجماع مسلمین، اسلام سے خارج ہیں:

پہلا فرقہ: غلاۃ

ان لوگوں نے حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کو مرتبہ خلافت و امامت سے بلند کر کے ان کی نبوت یا الوہیت کے عقیدت مند ہیں اور بعض تفویض کے قائل ہیں یعنی خداوند عالم نے تدبیر کائنات آپ کے حوالہ فرمائی ہے آپ بادلوں میں رہتے ہیں آخر زمانے میں تشریف لائیں گے اور دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔

ائمہ علیہم السلام کے لئے موت نہیں ہے، قیامت وحشر ونشر نہیں ہے، تناسخ حق ہے۔

مولانا حکیم عبدالغنی صاحب لکھتے ہیں:

ہم یہاں غلاۃ سے وہ فرقے مراد لیتے ہیں: جن میں یہ اعتقاد مشترک ہے کہ انبیاء وائمہ خدا ہیں یا خدا نے انبیا وائمہ میں حلول کیا ہے۔

پھر لکھتے ہیں: ابوبکر باقلانی شاگرد ابوالحسن اشعری نے کہا:

لا خلاف بين الائمة فی تكفير غلاة الروافض وهم الذين زعموا ان الله قد حل فی الانبياء ثم فی الائمة .

ائمہ میں اتفاق ہے اس بات پر کہ غلات روافض کافر ہیں اور یہ وہ ہیں جنھوں نے یہ گمان کیا ہے کہ اللہ نے انبیاء میں حلول کیا ہے پھر ائمہ میں حلول کیا۔

بحارالانوار کی دسویں جلد میں علل الشرائع سے نقل کیا گیا ہے:

امام جعفر صادق علیہ السلام نے غلاۃ ومفوضہ پر لعنت کی ہے اور شیخ ابو جعفر محمد بن علی بابویہ قمی اثنا عشری کہتے ہیں: غلاۃ ومفوضہ کافر ہیں۔(۱)

ان تحریروں سے معلوم ہوا کہ غالیوں کے اصول دین شیعوں کے اصول سے بالکل جدا ہیں پس جن

---

۱. مذاہب الاسلام، ص ۱۴۵ تا ص ۱۴۶

لوگوں نے غالیوں کوشیعوں کے فرقوں میں شمار کیا ہے غلطی کی ہے۔

اس فرقہ کا وجود اس طرح ہوا کہ عراق کے شہر مدائن میں حضرت امیر المومنین کی خلافت ظاہری کے زمانے میں عبداللہ بن سبا نے ایک بوسیدہ کاسہ سر انسان کو دیکھا کہ حضرت علی علیہ السلام سے کلام کر رہا ہے اور اپنی زندگی کے حالات بیان کر رہا ہے، پھر اس نے کہا: یا امیر المومنین ! اس امت بہائم سیرت نے آپ کی قدر و منزلت نہ پہچانی۔ یہ سن کر عبداللہ بن سبا نے اپنے ساتھیوں میں آپ کی الوہیت کا اعلان شروع کیا۔ چنانچہ ایک گروہ آپ کی الوہیت کا معتقد ہو گیا جب آپ کو خبر ہوئی تو آپ نے ان لوگوں کو گرفتار کیا اور بہت سمجھایا لیکن وہ اپنے عقیدہ پر قائم رہے آخر کار آپ نے ان کو آگ میں جلوا دیا ابن سبا ساباط مدائن کی طرف بھاگ گیا اور لوگوں سے کہتا پھرتا تھا کہ حضرت علی علیہ السلام نے لوگوں کو آگ سے سزا دی ہے اور آگ سے سزا دینے کا حق خدا کے علاوہ کسی کو نہیں ہے لہٰذا وہ یقیناً خدا ہیں نیز کہا ہے کہ جیسے معجزات، عجائب وغرائب حضرت علی علیہ السلام سے ظاہر ہوئے کسی پیغمبر سے ظاہر نہیں ہوئے لہٰذا آپ خدا ہیں نصیریوں کا یہ ایک ایسا شبہہ تھا جس میں بڑے بڑے ائمہ دین ومحدثین اہلسنت بھی مبتلا ہو گئے چنانچہ کہ امام شافعی جو اہلسنت کے ائمہ اربعہ میں سے ہیں۔ کہتے ہیں:

لوان المرتضیٰ ابدامجله لاضحے الناس طرا سجدًاله.

کفیٰ فی فضل مولانا علی وقوع الشک فیه انه الله.

ومات الشافعی ولیس یدری علی ربه امر ربه الله.

اگر حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام اپنا مرتبہ ظاہر کر دیتے تو سارے انسان ان کو سجدہ کرتے ہم لوگوں کے مولا علی بن ابی طالب کی فضیلت کے لئے یہی کافی ہے کہ ان کے بارے میں لوگوں کو الوہیت کا شبہہ ہو گیا، شافعی مر گیا لیکن یہ نہ جان سکا کہ اس کا پروردگار علی ہے یا خدا۔

اسی طرح ابوسعید محمد بن سائب کلبی جن کی تفسیر مشہور ومعروف ہے اور جن سے ابوسفیان ثوری اور محمد بن اسحاق نے روایت کی ہے اور جن کی روایتیں صحیح ترمذی میں موجود ہیں اہلسنت کہتے ہیں کہ وہ سبائی مذہب رکھتے تھے۔(۱)

کان الکلبی سبائیامن اولئک الذین یقولون ان علیا لم یمت وانه راجع الی الدنیاویملاها عدلا کما ملئت جورا.

---

۱. علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال، ص ۳۸۳

یعنی محمد بن سائب کلبی سبائی تھے ان لوگوں میں سے جو کہتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے وفات نہیں پائی بلکہ زندہ ہیں اور دنیا میں پھر آئیں گے اور اس دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دیں کے جیسا کہ وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی۔

کشف الاستار زودی میں ہے:

الکلبی ھو ابو سعید محمدبن السائب الکلبی.

صاحب التفسیر پھر آگے لکھتے ہیں:

ان الثوری ومحمد بن اسحاق یرویان عنه.

پھر لکھتے ہیں:

کان الکلبی سبائیامن اصحاب عبداللّٰہ بن سبامن اولئک الذین یقولون ان علیا لم یمت.

کلبی ابوسعید محمد بن سائب صاحب تفسیر ہیں سفیان ثوری اور محمد بن اسحاق ان سے روایت کرتے ہیں یہ کلبی عبداللہ بن سبا کے ساتھیوں میں سے اور سبائی تھے جو کہتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے وفات نہیں پائی۔ پھر لکھتے ہیں کہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ جب یہ سبائی تھے تو ان سے حدیثیں کیوں لی گئیں تو میں جواب دوں گا:

لیس کل من اتھم لوجه ساقط لحدیث مثل الکلبی وعبداللّٰہ بن لھعة والحسن بن عمارة وسفیا ن الثوری وغیرھم فانه قد طعن فی کل واحد منھم بوجه لکن علودرجتھم فی الدین وتقدم رتبتھم فی العلم والورع منع من قبول ذلک الطعن فی حقھم ومن ردحد یثھم اذلورد حدیث امثال ھولاء بطعن کل واحد انقطع الروایة واندرس الاخبار.

ایسانہیں ہے کہ جس پر کوئی اتہام لگادیا جائے اس کی روایت ساقط ہوجائے مثل کلبی اور عبداللہ بن لہعہ اور حسن بن عمار اور سفیان ثوری کے کیونکہ ان پر تہمت لگائی گئی ہے۔ لیکن دین میں ان کا درجہ بلند اور علم وورع میں ان کا تقدم اس سے روکتا ہے کہ ان کے حق میں وہ طعن قبول کیا جائے اور ان کی حدیثیں رد کردی جائیں کیونکہ ہر شخص کے طعن سے اگر ایسے لوگوں کی حدیثیں روکردی جائیں تو سلسلہ روایت منقطع ہوجائے اور حدثیوں کا وجود ہی نہ رہے۔

غالیوں کے چھ فرقے ہیں:

۱. سبائیہ گروہ عبداللہ بن سبا جس کے حالات ابھی لکھے گئے اور اسی سبائیہ کی شاخ نصیریہ ہیں۔

۲. مفوضہ کہتے ہیں: خداوند عالم نے دنیا کا پیدا کرنا اور اس کی تدبیر وانتظام وتقسیم رزق، مارنا جلانا وغیرہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ علیہم السلام کے حوالہ کردیا ہے اور یہ لوگ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ کو قابل عبادت و پرستش سمجھتے ہیں اور قدیم وازلی وابدلی وغیرہ خدا کے ناموں سے ان کو پکارتے ہیں حالانکہ یہ کھلا ہوا شرک ہے۔ واضح ہو کہ بعض علمائے اہلسنت تعصب سے صرف شیعوں کو عوام اہل سنت میں مطعون کرنے کے لئے مفوضہ کے عقائد کو شیعوں کی طرف منسوب کرتے ہیں اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ شیعوں کا یہ عقیدہ شیعوں کی کتاب سے ثابت کرو تو کہتے ہیں کہ شیعوں نے مطعون ہونے کے ڈر سے اپنا یہ عقیدہ اپنی کتابوں میں نہیں لکھا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اہل سنت درحقیقت دہریے ہیں ان کا عقیدہ ہے کہ خدا، جنت، جہنم، حشر ونشر کچھ بھی نہیں ہے اور انبیاء نے جو دعوے کے ہیں غلط ہیں، جناب ابوبکر، عمر وعثمان درحقیقت بادشاہ تھے جنھوں نے غصبی طور پر حکومت حضرت علی علیہ السلام سے لی تھی لیکن مطعون ہونے کے ڈر سے وہ لوگ اپنے یہ عقائد اپنی کتابوں میں نہیں لکھتے۔

۳. مغیرہ ہیں پیروان مغیرہ ابن سعید عجلی اس نے پہلے محمد بن عبداللہ ابن حسن کی خلافت کا دعویٰ کیا اس کے بعد اپنی خلافت کا اور پھر اس کے بعد خدائی کا دعوی کیا۔

۴. غلبائیہ پیروان غلبا بن ذراع دوسی یہ لوگ حضرت علی علیہ السلام کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افضل کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت جبرئیل نے رسالت اور وحی الہی کے پہنچانے میں غلطی کی کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہونچا دیا حالانکہ وہ حضرت علی علیہ السلام کے پاس بھیجے گئے تھے لیکن علمائے اہلسنت جاہلوں کو دھوکہ دینے کے لئے اس عقیدے کو شیعوں کی طرف منسوب کردیتے ہیں۔

۵. خطابیہ پیروان ابوالخطاب محمد بن ابی زبیب اسدی یہ کہتے ہیں کہ ابوالخطاب نبی تھا اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام خدا تھے اور یہ لوگ تناسخ کے قائل ہیں۔

۶. بزعیہ پیروان بزیع ان کا عقیدہ ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام خدا ہیں ہر مومن پر وحی نازل ہوتی ہے، مومن کو موت نہیں آتی بلکہ وہ عالم ملکوت میں بلایا جاتا ہے، ان کے علاوہ غالیوں کے اور بھی چند فرقے ہیں جو انھیں کی شاخیں ہیں۔

ابن سبا کی فرضی داستان

علمائے اہلسنت نے لکھا ہے کہ عبداللہ بن سبا ایک یہودی یمن کا رہنے والا جو انجیل و توریت اور بہت سے علوم کا عالم تھا مسلمان ہو گیا اور مسلمان بن کر اس نے دین اسلام کو تباہ و برباد کرنے کا منصوبہ بنایا چنانچہ وہ یمن سے مدینہ گیا اور مدینہ سے بصرہ، بصرہ سے کوفہ، کوفہ سے شام پہنچا اور ہر جگہ یہ کہتا پھرا کہ ہر نبی کا ایک وصی ہوتا ہے۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی حضرت علی علیہ السلام ہیں اور صحابہ نے ان سے غاصبانہ طریقے پر خلافت حاصل کی ہے اس لئے عثمان ظالم ہے اس کو ہٹا کر حضرت علی علیہ السلام کو خلیفہ بناؤ۔

صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں:

اہل شام و معاویہ نے پرتوئے نور ہدایت سے اس کے باطل اور گمراہ کن عقائد کو سمجھ لیا اور اس کو شام سے نکال دیا وہ شام سے مصر چلا گیا اور وہاں کے مسلمانوں کو گمراہ کرنے میں کامیاب ہو گیا اور ان کے عقائد خراب کر دئے اسی طرح بظاہر مصلح اور خیر خواہ اسلام بن کر اس نے مصر و عراق و بصرہ و حجاز یعنی مکہ و مدینہ کے سارے مسلمانوں کے عقائد خراب کر دئے، اور ان کو جناب عثمان کے خلاف بہکایا یہاں تک کہ سب نے مل کر جناب عثمان کو قتل کر دیا۔ (۱)

اس کے بعد سب نے حضرت علی علیہ السلام کی بیعت کر لی۔ (۲)

علمائے اہلسنت لکھتے ہیں:

یہیں سے علی علیہ السلام کے خلیفہ بلافصل رسول ہونے کا عقیدہ ظاہر ہوا اور شیعہ مذہب کی بنیاد پڑی۔

تاریخیں شاہد ہیں اور ہر مسلمان جانتا ہے کہ بہت سے اصحاب رسول تلوار کے خوف سے یا کاہنوں سے اسلام کی ترقی و دولت و حکومت کی پیش گوئیاں سن کر حب ریاست و دولت میں اسلام لائے تھے جس پر سورہ منافقون اور بہت سی آیتیں قرآن مجید کی شاہد ہیں، جب تک حضرت سرور کائنات زندہ رہے یہ لوگ طوعاً و کرہاً ظاہری طور پر احکام دین کے پابند رہے ادھر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا چھوڑی اُدھر اطاعت خدا اور رسول کا قلاوہ گردن سے اتار کر وہ لوگ دنیا میں گھس گئے جو ان کا اصل مقصد و مراد تھی اور دین پروردگار کو بدل دیا اور امت مسلمہ کو بہت سے فرقوں پر تقسیم کر دیا ادھر وہ لوگ اپنے کاموں میں

---

۱. کتاب مذاہب الاسلام، عبدالغنی رامپوری، ص ۱۵۹

۲. ۱. روضۃ الاحباب، ج ۲، ص ۱۹۵۰

خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ. (۱)

تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کے لئے منظر عام پر لایا گیا ہے تم لوگوں کو نیکیوں کا حکم دیتے ہو اور برائیوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر اہل کتاب بھی ایمان لے آتے تو ان کے حق میں بہتر ہوتا لیکن ان میں صرف چند مومنین ہیں اور اکثریت فاسق ہے۔

اور خدا ارشاد فرماتا ہے:

وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا التَّوْرَاةَ وَالْإِنجِيلَ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْهِمْ مِنْ رَبِّهِمْ لَأَكَلُوا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ مِنْهُمْ أُمَّةٌ مُقْتَصِدَةٌ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ سَاءَ مَا يَعْمَلُونَ. (۲)

اور اگر یہ لوگ توریت وانجیل اور جو کچھ ان کی طرف پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا ہے سب کو قائم کرتے تو اپنے اوپر اور قدموں کے نیچے سے رزق خدا حاصل کرتے، ان میں سے ایک قوم میانہ رو ہے اور زیادہ حصہ لوگ بدترین اعمال انجام دے رہے ہیں۔

خدا ارشاد فرماتا ہے:

وَمِنْ قَوْمِ مُوسَى أُمَّةٌ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ. (۳)

اور موسیٰ کی قوم میں سے ایک ایسی جماعت بھی ہے جو حق کے ساتھ ہدایت کرتی ہے اور معاملات میں حق وانصاف کے ساتھ کام کرتی ہے۔

ان تحریروں کا خلاصہ یہ ہوا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم اکہتر فرقوں پر تقسیم ہوگئی جن میں سب جہنمی ہو گئے بجز ایک فرقہ کے جو اسلام اور جماعت پر باقی رہا اور خداوند عالم فرماتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں زیادہ تر فاسق وگمراہ تھے، مومن بہت کم تھے۔

---

۱. سورہ آل عمران آیت ۱۱۰ ۲. سورہ مائدہ آیت ٦٦

۳. سورہ اعراف آیت ۱۵۹

مشغول رہے اور ادھر ان کے ماننے والے واہ واسبحان اللہ کے نعرے لگا کر ان کے گناہوں کی پردہ پوشی کرتے رہے

لیکن اہل بیت رسول کے دامن سے تمسک رکھنے والی جماعت ان کے دام فریب میں نہ آئی اور ہمیشہ باطل کے چہرے سے نقاب اٹھا کر دنیا کو پہچنواتی رہی، اگر چہ اس جماعت کی زبان وقلم پر پابندیاں عائد کرنے اور اس کو دنیا سے مٹانے کی ہر امکانی کوششیں کی گئیں۔

لیکن جب دیکھ لیا کہ خدا کے گروہ کا دُنیا سے مٹانا آسان نہیں ہے تو ان کے جواب کے لئے قلم اٹھایا لیکن یہ منزل اس سے بھی زیادہ دشوار ثابت ہوئی۔

آخر کار یہ تدبیر سمجھ میں آئی کہ جس قدر جھوٹی اور غلط باتیں دماغ ایجاد کرسکے بنا کر شیعوں کی طرف منسوب کی جائیں اور انھیں مطعون وبدنام کیا جائے تا کہ عام مسلمان ان سے متنفر ہو جائیں اور ان کی باتیں نہ سُنیں اس طرح نہ مسلمان ان کی باتیں سنیں گے اور نہ حق سے آشنا ہوں گے۔

نووی نے ریاض الصالحین میں لکھا ہے:

اعلم ان الکذب وان کان اصله محرما فجوز فی بعض الاحوال بشرط واضحتها فی کتاب الاذکار ومختصر ذلک ان الکلام وسیلة الی المقاصد وکل مقصود محمود یمکن تحصیله بغیر الکذب یحرم الکذب فیه وان لم یمکن تحصیله الا بالکذب جاز الکذب ثم ان کان تحصیل ذلک المقصود مباحا کان الکذب مباحا وان کان مندوبا کان الکذب مندوبا ان کان واجبا کان الکذب واجبا. (۱)

جھوٹ اگر چہ اصل میں حرام ہے لیکن بعض حالات میں چند شرائط کے ساتھ جائز بھی ہو جاتا ہے جس کو میں نے اپنی کتاب الاذکار میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے مختصر یہ ہے کہ کلام مقاصد کے حاصل کرنے کا ذکر ہے پس ہر جائز مقصد جو بغیر جھوٹ کے حاصل ہو جائے اس میں جھوٹ بولنا مباح ہو جاتا ہے پھر یہ کہ اگر وہ مقصد مباح ہے تو اس کے لئے جھوٹ بولنا واجب ہوگا۔

اس عبارت کا ماحصل یہ ہوا کہ مقصد مباح ہو یا مستحب یا واجب ہو سب کے لئے جھوٹ بولنا اہلسنت

---

۱. ریاض الصالحین باب مایجوز من الکذب، نووی

کے مذہب میں جائز ہے یعنی ایک تاجر زیادہ منفعت حاصل کرنے کے لئے
اور ایک خریدار سستا مال خریدنے کے لئے،
ایک فقیر بھیک مانگنے کے لئے،
نوکر چھٹی لینے کے لئے،
طالب علم غیر حاضری سے بچنے کے لئے،
ایک مولوی اپنی تنخواہ بڑھوانے کے لئے جھوٹ بول سکتا ہے،
اس لئے کہ یہ سب کام مباح ہیں۔

پس ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں کے لئے جھوٹ بولنا جائز ہوا تو صحابہ کرام کا مرتبہ بڑھانے کے لئے ان کے دامن سے خطاؤں کے دھبے دھونے کے لئے، مذہب اہلسنت والجماعت کی حمایت کے لئے، اہلسنت کو شیعہ ہونے سے روکنے کے لئے، جھوٹ بولنا بدرجۂ اولیٰ جائز بلکہ واجب ہوگا، اسی بنا پر اہل بیت رسول کے مراتب کے کم کرنے اور صحابہ کے مراتب کو بلند کرنے کے لئے اور شیعوں پر بے سرو پا اتہامات لگانے میں محدثین وعلمائے سواد اعظم نے جھوٹ کے دریا بہادئے ہیں۔

لاکھوں جھوٹی حدیثیں بنالیں، ہزاروں جھوٹی تاریخیں وضع کرلیں یہاں تک کہ ان کی کتابوں میں جھوٹ اور سچ میں امتیاز کرنا محال ہوگیا جس کی تفصیل ابتدائے کتاب میں گذر چکی انھیں میں سے ایک یہ داستان ابن سبا بھی ہے۔

اس داستان کے جھوٹ ہونے کا پہلا ثبوت یہ ہے کہ قاتلان جناب عثمان نے جو الزامات ان پر عائد کئے تھے وہ یہ ہیں:

۱. آپ نے اپنے خاندان والوں پر بے جا داد و دہش کی اور مال خدا کو ناجائز صرف کیا۔
۲. فساق وفجار بنی امیہ کو مسلمانوں کی گردن پر سوار کیا۔
۳. جلیل القدر اصحاب رسول کو ایذائیں پہنچائیں اور ان کی توہین کی لہٰذا اپنے گناہوں سے توبہ کیجئے اور مروان کو ہم لوگوں کے حوالہ کیجئے یا خلافت سے دستبردار ہو جایئے اور مہینوں انھیں باتوں پر سوال وجواب اور بحث ہوتی رہی لیکن کسی نے بھی ان سے یہ نہیں کہا کہ آپ ناجائز طور پر خلیفہ بن بیٹھے ہیں۔

کیونکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد یہ خلافت حضرت علی علیہ السلام کا حق ہے اور وہ خلیفہ بلافصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں لہٰذا یا تو آپ خلافت سے دست بردار ہو جائیں یا موت کے لئے تیار ہو جائے حالانکہ

ابن سباوالی داستان سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب عثمان صرف ابن سبا کے بہکانے سے قتل کئے گئے۔

جس نے مصروحجاز وبصرہ وعراق کے لوگوں کو یہ سمجھا دیا تھا کہ جناب عثمان ظالم ہیں انھوں نے خلافت پر غاصبانہ قبضہ کرلیا ہے کیونکہ حضرت علی علیہ السلام حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ بلا فصل ہیں۔

پس ان کو کیا بات مانع ہوئی کہ انھوں نے جناب عثمان پر دوسرے الزامات عائد کئے لیکن ان کے قتل کے اصل سبب کو ظاہر نہیں کیا حالانکہ وہ لوگ غالب تھے اوران کے مخالف مغلوب تھے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ داستان فرضی ہے جوواقعہ قتل عثمان کے بعد وضع کی گئی ہے۔

دوسرا ثبوت اس کا یہ ہے:

محاصرہ جناب عثمان کے زمانہ میں جوسوال وجواب وپیغام، بحث ومباحثہ جناب عثمان اوران کے مخالفین کے درمیان ہوتا رہا اس سلسلہ میں بہت سے لوگوں کے نام تاریخوں میں مذکور ہیں۔

مثلا: یہ کہ جناب عثمان نے یہ تقریر کی تو عمرو بن عاص نے یہ کہا:

طلحہ اور زبیر نے یہ کہا: تو جناب عثمان نے یہ جواب دیا۔

اسی طرح مروان بن حکم ومحمد بن ابوبکر وعائشہ وحضرت عمار یاسر ومالک اشتر وحضرت علی علیہ السلام وغیرہ بہت سے لوگوں کے نام مذکو ہیں۔

لیکن عبداللہ بن سبا اوراس کے گروہ کا کوئی سوال وجواب ونامہ وپیغام کتابوں میں مذکور نہیں ہے حالانکہ بقول اہل سنت اس فتنہ کا بانی مبانی یہی ابن سبا تھا۔

پس کیا سبب ہوا کہ جناب عثمان کے محاصرہ سے لے کران کے قتل تک کی طویل مدّت میں کہیں اورکسی موقع پر بھی اس کا ذکر نہ آیا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ دنیا ساز صحابہ کرام پر مسلمان بن کر اسلام کو مٹانے اور دین خدا میں بدعتیں ایجاد کرنے کے الزامات جو تاریخ اسلام نے قائم کئے ہیں اور شیعہ اہل سنت کی معتبر وصحیح کتابوں کے حوالوں کے ساتھ ان کا اعلان کرتے رہتے ہیں۔

یہ واقعہ اس کے جواب میں شیعوں سے انتقام لینے کی غرض سے وضع کیا گیا ہے لیکن اس داستان کے نتیجہ پر نہ اس کے بنانے والوں نے غور کیا نہ اس کے نقل کرنے والوں نے توجہ کی ورنہ یہ افسانہ کتابوں میں درج نہ کیا جاتا۔

شیعہ کہتے ہیں:

بعد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بجز ان صحابہ کرام کے جوحق پر ثابت قدم رہے باقی اکثر صحابہ حق سے

منحرف ہوکر دنیا پرستی میں مشغول ہو گئے اور ظلم وستم کے ذریعہ حضرت علی علیہ السلام سے ان کا حق چھین لیا اس کے جواب میں علمائے اہل سنت اپنے حسن ظن کے مطابق کہتے ہیں یہ کیونکر تسلیم کرلیا جائے کہ وہ صحابہ کرام جنھوں نے اسلام کے لئے تن من دھن قربان کردیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دنیا سے اٹھتے ہی خدا اور رسول کی ساری تعلیمات کو پس پشت ڈال کر بے چین ہو گئے۔

شیعہ اپنے دعوے کے ثبوت میں مستند تاریخیں اور صحیح السند حدیثیں خود اہل سنت کی معتبر کتابوں سے پیش کرتے ہیں جس کی تائید بخاری کی ان حدیثوں سے بھی ہوتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ہمارے کچھ اصحاب جہنم کی طرف لے جائے جائیں گے۔

تو میں کہوں گا:

اے میرے پروردگار!

یہ تو میرے اصحاب ہیں۔

تو مجھ کو جواب دیا جائے گا۔

تم نہیں جانتے ان لوگوں نے تمہارے بعد کیا کیا حوادث رونما کئے ہیں۔

لیکن اہل سنت ان روایات واحادیث کو شیعوں کی زبانی قبول نہیں کرتے اگرچہ اپنی جگہ پر وہ لوگ ان کے صحیح ہونے کا یقین رکھتے ہیں۔

شیعہ کہتے ہیں:

جمل اور صفین کی لڑائیوں میں یقیناً ایک گروہ حق پر اور دوسرا باطل پر تھا ورنہ جنگ کیوں ہوتی اور ایک دوسرے کو قتل کیوں کرتا اور باتفاق فریقین اور بدلیل قرآن اور احادیث متواترہ حضرت علی علیہ السلام حق پر تھے۔

لہٰذا یقیناً حضرت عائشہ اور امیر معاویہ اور ان کے ساتھی باطل پر تھے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ بعد رسول صحابہ گمراہ ہوئے تو علمائے اہل سنت اس کے جواب میں کبھی تو یہ کہتے ہیں کہ یہ خطائیں اجتہادی تھیں۔

اہل سنت کے یہاں اجتہاد کی مثال پہلوانوں کے دنگل کی ہے جیتنے والا پورا انعام پاتا ہے اور ہارنے والا آدھا لہٰذا حضرت علی علیہ السلام کو ان دونوں لڑائیوں میں پورا ثواب ملا کیونکہ فتح ان کی ہوئی اور حضرت عائشہ اور امیر معاویہ کو آدھا آدھا ثواب ملا۔

ملا علی قاری صاحب ثواب اجتہاد کے متعلق لکھتے ہیں:

فلمن اصاب اجران ولمن اخطااجرواحد. (۱)

جس مجتہد کافتویٰ صحیح ہواس کودواجراور جس نے خطا کی اس کوایک اجرملتاہے۔

اور کبھی کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ نے توبہ کرلی تھی اوراپنی خطاؤں کو یاد کرکے اتنا روتی تھیں کہ دامن آنسوؤں سے تر ہوجاتا تھا۔(۲)

لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ کارثواب پر رونا کیسااور توبہ واستغفار کے کیا معنی جس سے معلوم ہوتاہے کہ حضرت عائشہ کواپنے گناہوں کا اقرار تھااور وہ سمجھتی تھیں کہ علی علیہ السلام سے جنگ کرنے کاانجام بُراہےاور خطائے اجتہادی کی قائل نہ تھیں، بہرحال اہل سنت کاعقیدہ یہ ہے کہ صحابہ سب عادل تھے۔

ان کاگمراہ ہونااوراحکام خدااور رسول کاپس پشت ڈال دینا ممکن نہ تھالیکن شیعوں کی مخالفت اور جناب عثمان کی محبت نے سواداعظم کواس طرح ہوش وحواس سے بیگانہ کردیا کہ ان کو یہ بھی یاد نہ رہا کہ صحابہ کے متعلق ان کے عقائد کیا ہیں اور سارے مہاجرین وانصاراور کل مسلمانوں یہاں تک کہ حضرت عائشہ پر ایسی تہمتیں لگادیں کہ شیعہ بھی انگشت بدنداں رہ گئے، کہ یمن کے ایک یہودی نے جس کا نام عبداللہ بن سبا تھااس نے اسلام کوتباہ وبرباد کرنے کے ارادے سے ظاہری اسلام قبول کرکے مدینہ پہنچ کر پہلے مہاجرین وانصاراور عائشہ کوگمراہ کیاان کو یہ سمجھایا کہ ہر نبی کاایک وصی ہوتاہے۔

چنانچہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی اور خلیفہ بلافصل حضرت علی علیہ السلام ہیں اور صحابہ نے خلافت پرغاصبانہ قبضہ کیاہے لہٰذا عثمان کوخلافت سے ہٹادواوراگر کنارہ کش نہ ہوں توان کوقتل کرکے حضرت علی علیہ السلام کوخلیفہ بناؤ۔

چنانچہ حضرت عائشہ نے بھی اس کے فریب میں آکر جناب عثمان کے قتل کافتویٰ دے دیا کہ اس نعثل کوقتل کردو یہ کافر ہوگیاہے۔(۳)

پھراس نے مکہ جاکروہاں کے لوگوں کو بہکایااس کے بعد مصروعراق وبصرہ کے مسلمانوں کوگمراہ کیا یہاں تک کہ سب نے اجماع کرکے جناب عثمان کوقتل کردیا۔

جس کی تفصیل جناب عثمان کے حالات میں گذرچکی ،صرف شام والے اس کے فریب میں نہ آئے

---

۱. شرح فقہ اکبر،ص ۱۲۲

۲. روضۃ الاحباب، ج ۳،ص ۵۳

۳. روضۃ الاحباب، ج ۳،ص ۵۴

غالباً اسی لئے ان لوگوں نے حضرت علی علیہ السلام کی بیعت نہ کی بلکہ انتقام خون عثمان کے نام سے حضرت علی علیہ السلام سے لڑائیاں لڑے۔

پس جبکہ ایک عبداللہ ابن سبا یہودی کے دھوکہ میں آ کر کل اصحاب رسول بلکہ عرب کے سارے مسلمان گمراہ ہو گئے اور جناب عثمان کو غاصب خلافت قرار دے کر قتل کر دیا تو اگر ان اصحاب رسول نے حب ریاست میں خلافت پر غاصبانہ قبضہ کر لیا ہو جو حضرت علی علیہ السلام کا حق تھا تو ان سے کیا بعید ہے اور اہل سنت کو اس کے قبول کرنے سے کیوں انکار ہے۔

نیز ان صحابہ اور تابعین کی روایت کردہ حدیثوں اور تفسیروں کا کیا اعتبار رہا کیونکہ جس ابن سبا نے اسلام کی دشمنی میں صحابہ کرام اور عرب کے سارے مسلمانوں کو گمراہ کر کے جناب عثمان کو قتل کرا دیا اس نے اسلام میں اور کوئی احداث نہیں کیا بدعتیں قائم نہیں کیں جھوٹی حدیثیں نہیں بنوائیں نماز و روزہ کی صورت نہیں بدلی اس کا کیا ثبوت ہے اور کیونکر اطمینان کیا جائے۔

لہٰذا لازم آتا ہے کہ جس قدر حدیثیں اور تاریخیں اور تفسیریں آج اہل سنت کے ہاتھوں میں موجود ہیں سب جھوٹی ہوں کیونکہ یہ سب چیزیں قاتلان عثمان سے تابعین کو اور تابعین سے تبع تابعین اور ائمہ اربعہ کو ملیں، غالبا اسی امر کو پیش نظر رکھتے ہوئے علامہ اشرف بن طیب بن تقی الدین حیدر حنفی نے اپنی تنبیہ الوسنان میں تحریر فرمایا ہے:

فان موضوعات الزنادقة واهل البدع قدجاوزت ماة الف من الاحادیث کما صرح به النقادولو وجده واجدفی بعض کتب الخنفية فليس به اعتداد. (۱)

زندیقوں اور اہل بدعت کی گڑھی ہوئی حدیثیں، اہل سنت کی کتابوں میں، ایک لاکھ سے زیادہ ہیں جیسا کہ نقادوں نے تصریح کی ہے پس اگر کوئی شخص حنفیوں کی کتابوں میں کوئی حدیث پائے تو چاہئے کہ اس پر بھروسہ نہ کرے۔

اور مولانا عبدالحی صاحب اپنی کتاب عمدۃ الرعایۃ میں لکھتے ہیں:

لایعتمدعلی الاحادیث المنقولة فيهااعتمادا کلیاو لایجزم بورودها وثبوتها قطعابمجردو قوعها فيها فكم من احاديث ذكرت فی الكتب

---

۱. تنبیہ الوسنان، علامہ اشرف بن طیب بن تقی الدین حیدر حنفی، (قول رائب فی رد شہاب ثاقب) ص ۴

المعتبرة وهی موضوعة . (۱)

فقہ کی کتابوں میں جو حدیثیں منقول ہیں ان پر پورا اعتماد نہیں کیا جاسکتا ہے اور نہ ان میں وارد ہونے سے ان کے ثابت ہونے کا یقین کیا جاسکتا ہے کیونکہ کتنی ہی حدیثیں معتبر کتابوں میں نقل کی گئی ہیں حالانکہ وہ گڑھی ہوئی اور جھوٹی ہیں۔

جیسا کہ صاحب کشف الاستار کی تحریر گذر چکی کہ اگر سبائی ہونے کی بنا پر ابن سائب کلبی وغیرہ کی روایتیں رد کر دی جائیں تو احادیث کا سلسلہ ہی قطع ہو جائے گا اور حدیثوں کا وجود ہی نہ رہے گا۔

ان تحریروں سے نتیجہ یہ نکلا کہ سبائیوں نے اتنے ہی پر اکتفا نہیں کی کہ صحابہ کرام اور مسلمانوں کو بہکا کر جناب عثمان کو قتل کرا دیا بلکہ انھوں نے شریعت کو بھی الٹ پلٹ کیا اور ابواب فقہ میں بھی لاکھوں جھوٹی حدیثیں صحابہ سے بنوا دیں یہاں تک کہ اہل سنت کی کوئی کتاب قابل اعتماد و اعتبار باقی نہ رہی اس لئے کہ سب سے بڑا ذخیرہ احادیث اہل سنت کا مہاجرین و انصار ہی سے ملا ہے اور بقول اہل سنت وہ سب ابن سبا کے فتنہ کا شکار بن گئے تھے۔

دوسر فرقہ :اسماعیلیہ

دوسرا فرقہ جو اصول و عقائد میں مسلمانوں کے مخالف اور خارج از اسلام ہے۔ان کا عقیدہ ہے کہ خدا نہ موجود ہے نہ معدوم نہ زندہ ہے نہ مردہ نہ قادر ہے نہ عاجز نہ جاہل ہے نہ عالم، نماز و روزہ وغیرہ واجب نہیں ہیں نماز کے معنی یہ ہیں کہ لوگوں کو اپنے پیشوا کی اطاعت کی طرف دعوت دی جائے۔

اور روزہ کے معنی یہ ہیں کہ اپنے پیشوا کے کسی فعل پر اعتراض نہ کیا جائے بلکہ جو کچھ وہ کہے اس کو حق اور صحیح سمجھا جائے اور اس طرح ان کا مطیع و فرمانبردار رہے اگر وہ خودکشی کرنے کو کہے تو اپنے کو ہلاک کر دے اگر کسی دوسرے کا سر کاٹنے کو کہے تو اس کا سر کاٹ لے۔

نیز کہتے ہیں کہ خدا نے اسلام سے پہلے ایک شخص کو پیغمبر بنا کر بھیجا تھا اس کا نام بشیر ابن داؤد تھا وہ تمام انبیاء و مرسلین سے افضل تھا۔امامت، قیامت تک اسماعیل بن جعفر صادق کی نسل میں رہے گی۔

خدا سے افعال کا صدور اسی طرح ہوتا ہے جیسے آگ سے حرارت اور آفتاب سے نور ظاہر ہوتا ہے۔

امام کا مقرر کرنا خدا پر واجب ہے، امام کا معصوم ہونا ضروری ہے، حضرت عیسی علیہ السلام یوسف نجار کے بیٹے تھے

---

۱. عمدۃ الرعایۃ، مولانا عبدالحی، ص ۱۳

قرآن میں جو ہے کہ وہ بے باپ کے تھے اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ کوئی پدر تعلیمی نہیں رکھتے تھے یعنی کسی سے علم حاصل نہیں کیا تھا۔(۱)

یہ لوگ معراج کے منکر ہیں اور فلاسفہ کی طرح اس کی تاویل کرتے ہیں، یہ لوگ اپنے معتقدات کو بہت پوشیدہ رکھتے ہیں اور ان کی تبلیغ سرسری کرتے ہیں، عموماً معتقدات ان کے تصوف سے ماخوذ ہیں ان کے کچھ فرقے حشر ونشر وجنت وجہنم کے منکر اور تناسخ کے قائل ہیں۔

یہ لوگ کہتے ہیں: حضرت علی علیہ السلام کے بعد حضرت امام حسن علیہ السلام

ان کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام

ان کے بعد حضرت امام زین العابدین علیہ السلام

ان کے بعد حضرت امام محمد باقر علیہ السلام

ان کے بعد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

اور ان کے بعد ان کے صاحبزادے جناب اسماعیل امام ہیں اور زندہ ہیں آخر زمانہ میں ظاہر ہوں گے اور بعض کہتے کہ ہیں کہ ان کا انتقال ہو چکا ہے۔

اس فرقہ کا بانی ایک شخص عبداللہ میمون قداح تھا یہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں رہتا تھا جس طرح آپ کی نشستوں میں جناب ابوحنیفہ اور امام مالک وغیرہ بھی بیٹھے تھے یہ عبداللہ میمون حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے صاحبزادے جناب اسماعیل کی خدمت میں رہتا تھا جب ان کا انتقال ہو گیا تو جناب اسماعیل کے صاحبزادے محمد بن اسماعیل کی خدمت میں رہا اور جب منصور دوانقی نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو زہر دے کر شہید کیا تو عبداللہ جناب محمد بن اسماعیل کے ساتھ مصر چلا گیا اور وہاں ان کی خدمت میں رہا جب ان کا بھی انتقال ہو گیا تو عبداللہ نے ان کی کنیز کو جو حاملہ تھی قتل کر دیا اور اپنی کنیز کو ان کی جگہ پر بٹھا دیا کچھ دنوں کے بعد اس سے ایک بچہ پیدا ہوا تو عبداللہ نے مشہور کیا کہ یہ محمد بن اسماعیل بن حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا لڑکا ہے اور ان کے بعد امام ہے۔

اس فرقہ کے ایک داعی نے جن کا نام غیاث تھا اس مذہب کے اصول میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ''بیان'' رکھا ہے۔

---

۱. مذاہب الاسلام وتبصرۃ العوام

اسماعیلیوں کے پانچ فرقے ہیں

۱. قرامط: پیروان احمد بن قرامط یہ لوگ آیات قرآنی کی تاویل کرتے ہیں حلال خدا کو حرام اور حرام خدا کو حلال کرتے ہیں ان میں ایک شخص علی بن فضل گذرا ہے وہ رسالت کا مدعی تھا۔

فرقہ میمونہ اور خلیفہ، شمطیہ، برقعیہ اور جنابیہ یہ سب اسی فرقہ قرامطہ کی شاخیں ہیں۔

۲. مبارکیہ: پیروان مبارک غلام محمد بن اسماعیل۔

۳. مقنعیہ: پیروان ابن مقنع یہ شخص ابو مسلم کے اتباع میں سے تھا اس نے پہلے نبوت کا دعویٰ کیا پھر الوہیت کا دعویٰ کیا۔

۴. بابکیہ: پیروان بابک اس نے آذربائیجان میں بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا آخر معتصم نے اس کو قتل کیا۔

۵. مہدویہ: یہ گروہ ابو محمد عبید اللہ مہدی بانی سلطنت فاطمیین اور ان کے پہلے بادشاہ کے امام اور مہدی موعود ہونے کے قائل ہیں مہدی کے بعد ان کے آٹھویں جانشین ابو تمیم معد مستنصر باللہ نے پہلے اپنے بڑے بیٹے المصطفےٰ لدین اللہ نزار کو اپنا جانشین کیا۔

اور اس کی امامت پر نص کی اس کے بعد اس سے ناراض ہو کر اپنے چھوٹے بیٹے ابو القاسم احمد الملقب مستعلی باللہ کی امامت پر نص کی اسی بنا پر فرقہ مہدویہ میں اختلاف پیدا ہو گیا۔

ایک گروہ نے نص اول کو قبول کیا اور نزار کی امامت کا قائل ہو گیا، یہ لوگ نزاریہ کہے گئے حسن بن صباح اسی فرقہ کا داعی تھا جس نے قلعہ الموت فتح کیا تھا ہندوستان کے اسماعیلیہ خوجے اسی نزاریہ فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں اور سر آغا خان کو امام مانتے ہیں کیونکہ وہ نزار کے خاندان سے ہیں سر آغا خاں کے ماننے والے ہندوستان و ایران و افغانستان و چین ترکستان و شام و مصر اور شمالی افریقہ میں پائے جاتے ہیں یہ لوگ اپنی آمدنی کا دسواں حصہ آغا خان کو دیتے ہیں۔

خوجوں کے عقائد

ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ سر آغا خاں امام اور خدا کے قائم مقام ہیں اور ان میں حضرت علی علیہ السلام کا نور ہے حضرت علی علیہ السلام خدا کے دسویں اوتار ہیں اور نو اوتار ان سے پہلے گذر چکے ہیں اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پیغمبر ہیں۔

خدا کی مخلوقات میں سب پہلی مخلوق عقل الٰہی ہے یہ لوگ اپنی دعاؤں میں سترہ مرتبہ امام حاضر کا نام لیتے ہیں اور ہر دفعہ جب امام کا نام آتا ہے سجدہ کرتے ہیں ان کے جماعت خانہ میں ایک چھپے ہوئے کارڈ پر پنجتن پاک یعنی محمد وعلی وفاطمہ وحسن وحسین علیہم السلام کا نام ہوتا ہے اس کو اپنے سر پر رکھتے ہیں۔

سوال قبر وقیامت وحشر ونشر کے منکر ہیں تناسخ کے قائل ہیں اور زمانہ کو غیر متناہی کہتے ہیں۔(۱)

دوسرے گروہ نے دوسری نص کو پہلی نص کا ناسخ قرار دیا اور مستعلی کی امامت کا قائل ہوا ہے، یہ لوگ مستعلیہ کہے جاتے ہیں ہندوستان کے بوہرے اسی فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں ان کا عقیدہ ہے کہ مہدی کے دسویں جانشین آمر باحکام اللہ کے صاحبزادے ابوالقاسم طیب سات ماہ کی عمر میں غائب ہوگئے آمر نے انھیں کی امامت کے لئے نص کی تھی۔

لیکن چونکہ وہ خود غائب ہوگئے اوان کی کوئی اولاد نہ رہی لہذا امامت کا سلسلہ قطع ہوگیا ان کے بعد دعاۃ رہ گئے ہیں جو امام کے وارث اور قرآن کی تفسیر وتاویل کے عالم ہیں فی الحال ملا طاہر سیف الدین اسی فرقہ مستعلیہ کے داعی ہیں بوہرے پیادہ پا اپنے داعی کی اردلی میں دوڑتے ہیں اور ان کے سامنے دست بستہ کھڑے ہوتے ہیں، ملا صاحب وضو کرتے ہیں، تو ان کی کلی کا پانی لے کر پی جاتے ہیں۔

کتاب مجالس سیلفیہ مؤلفہ سیف الدین میں ہے کہ علم دعوت کے اصول کی کتابیں چار ہیں:

۱. رسائل اخوان الصفا
۲. کتاب راحۃ العقل
۳. تاویل الدعائم
۴. المجالس المویدہ

ان کے علماء علم عربی کے ماہر ہوتے ہیں لیکن ان کی مادری زبان گجراتی ہے یہ لوگ کسی سے مناظرہ نہیں کرتے نہ اپنے مذہب کے اصول وفروع سے غیروں کو مطلع کرتے ہیں ان کے یہاں کچھ ہندوانہ رسم ورواج اب تک جاری ہیں۔

بوہروں کے عقائد

ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ ان کے دعاۃ براہ راست خدا سے تعلق ہوتا ہے اور خداوند عالم نے جو اختیار

---

۱. مذاہب الاسلام، ص ۲۵۶، تا ص ۳۴۷

نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں جو لوگ صراط مستقیم پر باقی رہے وہ ایک چھوٹی سی جماعت تھی جو اسلام و جماعتہم کا مصداق تھی اور سواد اعظم یعنی بڑی جماعتیں گمراہ تھیں۔

تاریخیں بتاتی ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم موسیٰ کے بعد بہت سے فرقوں پر تقسیم ہوگئی جن میں تین فرقے بہت بڑے تھے:

۱. فروسی: یہ لوگ توریت کے ظاہری اور باطنی دو معنی لیا کرتے تھے اور توریت کے علاوہ کچھ روایتیں بطور حدیث کے بیان کرتے تھے یہ لوگ تڑی بجا کر عبادت گاہوں میں خیرات تقسیم کرتے تھے تا کہ عام لوگ ان کی تعریف کریں اور سخی کہیں اسی طرح راہوں میں اور عبادت گاہوں میں اپنی نمود کے لئے عبادت کرتے، اپنی پوشاک بزرگانہ رکھتے، اپنی تعریف اپنے گلوبندوں پر لکھا کرتے۔

مجلسوں کے صدر میں بیٹھتے، راہ میں لوگوں سے سلام کے منتظر رہتے اور چاہتے کہ لوگ ان کو ربی ربی کہہ کر پکاریں، ان لوگوں کا عقیدہ تھا کہ مرنے کے بعد عذاب وثواب روح پر ہوتا ہے یعنی معاد جسمانی کے قائل نہیں تھے۔

۲. صدوقی: یہ لوگ توریت کے ظاہری الفاظ کو مانتے تھے۔ اور کسی روایت وحدیث کو تسلیم نہیں کرتے تھے، معاد کے بعد قائل نہ تھے، فرشتوں کے وجود اور روح کی بقا کے منکر تھے۔

۳. سینی: یہ توریت کے ظاہری الفاظ کو ماننے تھے اور حدیث کو قبول نہیں کرتے تھے، قیامت وعذاب وثواب کو صرف روح سے متعلق سمجھتے تھے یعنی معاد جسمانی کے منکر تھے۔

فراطیم انسان کی شکل کا ایک دیوتا تھا جس کی عبادت عام یہود کرتے تھے اور اس کو اپنا محافظ سمجھتے تھے اور اس سے ضرورت کے وقت فال کھلواتے تھے، فسق وفجور، زنا کاری وبدکاری، رشوت وسود خواری ان لوگوں کا عام شیوہ تھا۔ (۱)

یہود کے تین بڑے بڑے فرقوں کے عقائد وحالات آپ کو معلوم ہوئے کہ سب فاسق وفاجر وخارج از اسلام تھے یہی حال ان کے دوسرے فرقوں کا بھی تھا لیکن انہیں میں ایک چھوٹا سا فرقہ وہ بھی تھا جس نے اسلام قبول کیا اور صراط مستقیم پر قائم رہا جس کی خداوند عالم نے قرآن مجید میں مدح فرمائی ہے۔

---

۱. اخیر الکلام فی احوال العرب والاسلام ص ۸۴ بحوالہ تفسیر ڈایلی، ج ۳ مطبوعہ ۱۸۵۶ء وکتب خمسہ موسیٰ علیہ السلام وانا جیل اربعہ

ات حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمائے تھے وہی ان کو بھی حاصل ہیں وہ لوگ بوہروں کی جان ومال وملکیت کے مالک ہیں، خدا نے سب سے پہلے عقل اول کو پیدا کیا اسی کو عقل کامل اور رسول کہتے ہیں اوراس کی نیابت میں ایک عقل ناقص، نجات کے ذریعے بیان کرنے کے لئے ہوتی ہے، اس کو امام ووصی کہتے ہیں اور جس طرح عقل کامل مدبر الوجود کی اطاعت کر کے اس کے مرتبہ کو پہنچ جاتی ہے اسی طرح عقل ناقص، اطاعت رسول کر کے رسول کے مرتبہ کو پہنچ جاتی ہے، زمانہ اور کوکب کے دورے لامتناہی ہیں ان کے لئے کون وفساد نہیں لہٰذا وہ فنا نہ ہوں گے پس قیامت کے یہ معنی نہیں ہیں کہ جرام فلکیہ فنا ہو جائیں گے وحی صرف نفس کی صفائی کا نام ہے رسول اور امام کے دل میں جو بات آتی ہے اوراس کو بہتر معلوم ہوتی ہے وہ وحی والہام کہی جاتی ہے پس عارف کے لئے رسول کی اطاعت واجب نہیں ہے اس کے لئے صرف معرفت کافی ہے، غرض یہ لوگ رسالت وحی، معاد، جنت وجہنم سب کے منکر ہیں اور سب کی تاویل کرتے ہیں۔

بوہروں کے فروع

یہ لوگ نماز وروزہ کے پابند ہوتے ہیں، ڈاڑھی نہیں منڈاتے تمباکو نہیں پیتے، سر پر بال نہیں رکھتے مسکرات سے پرہیز کرتے ہیں، غیر خاندان میں شادی بیاہ نہیں کرتے ءناچ گانوں سے پرہیز کرتے ہیں البتہ آتش بازی چھوڑتے ہیں، سود علانیہ لیتے ہیں ان کی عورتیں پردہ نہیں کرتیں اٹھارہ ذی الحجہ کو عید غدیر مناتے ہیں۔(۱)

تیسرا فرقہ: یزیدیہ، شیطان پرست

اس فرقہ کا بانی ایک شخص عدی ابن مسافر اموی ہے جو یزید کے زمانے میں تھا تیمور پاشا نے اپنی کتاب یزیدیہ میں لکھا ہے کہ ان کے کتب خانہ میں ایک پرانی کتاب کے کچھ اوراق ایسے موجود ہیں جن میں اس فرقہ کے عقائد مذہبی کا ذکر ہے اس میں لکھا ہے کہ یزید بن معاویہ امام ابن امام اور خلیفہ ابن خلیفہ ہیں وہ جائز طور پر خلیفہ تھے اورانھوں نے جہاد فی سبیل اللہ کیا نیز اس کتاب میں یزید کے نام سے کچھ حدیثیں بھی مروی ہیں۔

---

۱. مذہب الاسلام ”حالات فرق اسماعیلیہ“

شیخ عدی نے ابتدا میں اپنے مریدوں میں انھیں خیالات کی ترویج کی پھر بعد میں اس نے دعویٰ کیا کہ یزید نبی تھا اس کے بعد اس نے دعویٰ کیا کہ یزید اس کے سات معبودوں میں سے ایک معبود تھا...

ابن تیمیہ نے اپنے رسالہ عدویہ میں شیخ عدی کے عقائد پر بحث کی ہے اس نے لکھا ہے: بعض لوگ یزید کو نبی مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو اس کی نبوت میں شک کرے وہ کافر ہے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

ابن تیمیہ نے لکھا ہے: نہ اس قسم کے کفریہ عقائد رکھنا باعث نجات ہے نہ یزید کو بُرا بھلا کہنا اور نہ اس پر لعنت کرنا اچھا ہے، ابن تیمیہ بھی یزید کے دوستوں میں تھے۔

یہ فرقہ آج کل شمالی عراق کے ضلع موصل کے ایک گاؤں شیخان اور اس کے علاوہ چند دوسرے گاؤں میں بھی آباد ہے یہ لوگ یزید کی پرستش کرتے ہیں اور وہ ان کے سات خداؤں میں سے ایک خدا ہے اور شیطان بھی ان کے خداؤں میں سے ایک خدا ہے جس کو یہ لوگ بہت طاقتور سمجھتے ہیں اور اس کا نام ہر وقت ورد زبان رکھتے ہیں۔

اسی کے نام سے اپنے کاموں کا آغاز کرتے ہیں ان کے مذہبی عقائد رسومات دنیا میں سب سے انوکھے ہیں عدی بن مسافر جو ایک صوفی اور پراسرار شخص تھا اس کی قبر اسی گاؤں میں ہے، یہ قبر اس فرقہ کے نزدیک اتنی مقدس اور متبرک ہے کہ ہر سال یہ لوگ اس کا حج اور طواف کرتے ہیں اور ہزاروں کی تعداد میں اکٹھا ہوتے ہیں۔

یہ لوگ نماز نہیں پڑھتے لیکن حج کرتے ہیں، روزہ صرف تین روز رکھتے ہیں یہ لوگ شیطان کی پرستش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر اس کی عبادت نہ کی گئی تو انسان گمراہ ہو جائے گا اور اس پر شیطان کا غضب نازل ہوگا اس مذہب کی دو مذہبی کتابیں ہیں جس کو عدی بن مسافر اور اس کے جانشینوں نے تیار کیا ہے ایک نام ''الجلوہ'' اور دوسری کا ''مصحف رش'' ہے یہ کتابیں صحف آسمانی کی طرح مقدس سمجھی جاتی ہیں اور ان کی تلاوت کی جاتی ہے ان کے یہاں بچوں کو تعلیم دلانا حرام ہے۔

جو ترکاریاں شہر کی کھاد سے تیار کی جاتی ہیں ان کا کھانا حرام ہے یہ لوگ باقاعدہ بنے ہوئے حماموں میں غسل نہیں کرتے کیونکہ ان کے عقیدے کے بموجب وہ شیطان کی جگہ ہے یہ لوگ گھوڑوں پر سواری نہیں کرتے نہ اس پر بوجھ لادتے ہیں کیونکہ وہ شیطان کا مرکب ہے ان لوگوں میں سے کوئی شخص حرف ''ش'' نہیں بول سکتا کیونکہ اس سے شیطان کی توہین ہوتی ہے واضح رہے کہ جس گاؤں میں یہ لوگ آباد ہیں اس کا اصل نام ''باعذائی'' ہے اس کی مسافت موصل سے ۴۱ رکلومیٹر ہے ان لوگوں کی اصل زبان

کردی ہے، لیکن عربی اور ترکی زبانیں بھی جانتے ہیں عدی بن مسافر کا جانشین شیخ فخر الدین تھا اسی نے شیطان کی پرستش ان لوگوں میں رائج کی۔(۱)

چوتھا فرقہ: بابیہ

یہ فرقہ بھی اسلام سے خارج ہے یہ فرقہ علی محمد باب کی طرف منسوب ہے یہ شخص ایران کے شہر شیراز کا رہے والا تھا اس کے باپ کا نام محمد رضا تھا باب نے تھوڑی سی عربی و فارسی پڑھ کر کچھ ریاضتیں کیں اس کے بعد مہدی موعود ہونے کا دعوی کیا اور معجزہ کا مدعی ہوا کہتا تھا کہ میں ایک ہی دن میں ایک ہزار شعر کہتا ہوں اور خود ہی لکھتا ہوں یہی میرا معجزہ ہے اس نے اپنے مریدوں کے لئے کل حرام خدا کو حلال کر دیا تھا اس کا قول تھا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی علیہ السلام نے مجھ سے بیعت کی ہے اور میری ذات میں دونوں ہستیاں جمع ہوگئی ہیں اسی لے میرا نام علی محمد ہے اس نے کچھ کتابیں بنائی تھیں کسی کا نام قرآن اور کسی کا نام مناجات رکھا تھا ملا حسین شیرویہ اس کا خلیفہ تھا اور ایک خوب صورت عورت قرۃ العین جو علوم عربیہ میں مہارت رکھتی تھی اس کی نائب تھی اس کے علمائے ایران سے بہت مناظرے ہوئے جس سے اس کی جہالت لوگوں پر واضح ہوگئی اس کی صرف ونحو بھی درست نہ تھی کئی مرتبہ پٹوایا گیا اور قید کیا گیا لیکن جاہلوں میں اس کا اثر بڑھتا رہا آخر محمد علی شاہ والی ایران کے حکم سے شہر تبریز میں ۲۷ رشعبان ۱۲۶۵ھ کو قتل کر دیا تھا اور اس کے اکثر ساتھی یہاں تک قرۃ العین بھی قتل کر دی گئی عالم جلیل ملا محمد تقی صاحب مجالس المتقین اسی قرۃ العین کے اشارے سے قتل کئے گئے۔

باب کے دیگر ساتھی ایران سے جلاوطن کر دے گئے مرزا حسن، علی محمد باب کا خلیفہ جس کو باب نے صبح ازل کا خطاب دیا تھا اور مرزا حسین جس کا خطاب بہاء اللہ تھا دونوں بھاگ کر بغداد چلے گئے اور وہاں فتنہ پھیلانے لگے تو ترکی حکومت نے ان دونوں کو بغداد سے قسطنطنیہ بھیج دیا پھر وہاں سے یہ دونوں ایڈریانوپل بھیج دئے گئے۔

وہاں صبح ازل اور بہاء اللہ دونوں نے جدا جدا اعلان کیا کہ جس باب کے آنے کی مرزا علی محمد نے خبر دی ہے وہ میں ہوں چنانچہ بابیوں میں سے کچھ لوگوں نے صبح ازل کی پیروی کی اور کچھ لوگوں نے بہاء

۱۔ ترجمہ کتاب یزید بن معاویہ از سید احمد علوی عراقی ص ۹

اللہ کی اس طرح اس مذہب میں دو فرقے پیدا ہو گئے صبح ازل کے ماننے والے ازلی اور بہاء اللہ کے ماننے والے بہائی مشہور ہوئے لیکن ازلی فرقہ رفتہ رفتہ فنا ہو گیا اور بہائی فرقہ ترقی کر گیا۔

بابیوں کے عقائد

باب تو صرف مہدی موعود ہونے کے مدعی تھے لیکن ان کے چیلے بہاء اللہ نے پہلے باب کا خلیفہ ہونے کا دعویٰ کیا اس کے بعد ابن اللہ اور پھر اس کے بعد خدا ہونے کا دعویٰ کیا، قیامت وحشر ونشر کے معنی یہ ہیں انسان گناہوں کی زندگی ترک کر کے خدا کے برگزیدہ انسانوں سے تعلق حاصل کرے پھر جب وہ نیکیوں کی لذت محسوس کرنے لگا تو گویا بہشت میں داخل ہو گیا اس کے علاوہ بہشت کچھ نہیں ہے، ہر انسان کے اعمال ہی اس کے فرقے ہیں جو اس کی نیکی یا بدی کی طرف لے جاتے ہیں، خدا کہیں غائب نہیں ہے بلکہ جب بھی ہم اپنے اندر خدا کو دیکھتے ہیں وہی خدا کے ملاقات کا دن ہے مرنے کے بعد روح زندہ رہتی ہے، لیکن اس جسم کے ساتھ کبھی متعلق نہ ہوگی، یہ لوگ وحدت الوجود کے قائل ہیں۔(۱)

بہاء اللہ کے کچھ لوح ہیں جن کو یہ لوگ بمنزلہ قرآن کے سمجھتے ہیں۔

اخی محترم مولانا سید نذر حسن صاحب قبلہ صدر الافاضل نے بابیت ومرزائیت پر متعدد اور بہت مفید تحقیقی رسالے لکھے ہیں جو رسالہ ''الجواد'' بنارس میں شائع ہوتے رہے ہیں اگر مومنین ملاحظہ فرمانا چاہتے ہوں وہاں سے حاصل کر لیں۔

پانچواں فرقہ: اہل قرآن

اہل قرآن ایک نیا مذہب نکلا ہے جس کا بانی عبد اللہ چکڑ الوالی ایک سنی المذہب شخص تھا یہ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن مجید کی سند متواتر ہے اس لئے ہم کو اس پر یقین ہے اور حدیثوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے کیونکہ حدیثیں جھوٹی بنائی جا سکتی ہیں اور اس کے راوی سچے اور جھوٹے ہر طرح کے ہیں۔

اسی وجہ سے یہ لوگ حدیثوں کو بالکل نہیں مانتے صرف ظاہر قرآن پر عمل کرتے ہیں حالانکہ جن لوگوں کے ذریعہ سے ہم تک قرآن پہنچا ہے انھیں کے ذریعہ سے حدیثیں بھی پہنچی ہیں اور جس طرح قرآن متواتر ہے اسی طرح کچھ حدیثیں بھی متواتر ہیں لہٰذا قرآن کو قابل عمل سمجھنا اور حدیثوں کو بالکل چھوڑ دینا

---

۱. مذاہب الاسلام ص ۶۲۵، تا ص ۶۴۰؛ بحوالا ناسخ التواریخ، سپہر وکشکول محمد علی شیرازی وغیرہ

صرف جہالت ہے۔

نیز روایات کو چھوڑ دینے کے نتیجہ میں ان لوگوں کو حضرت رسول اللہ ﷺ اور ائمہ اہلبیت اور خلفائے ثلاثہ سب سے ہاتھ دھونا پڑے گا کیونکہ قرآن میں نہ تو حضرت رسول اللہ ﷺ کے حالات ہیں نہ ائمہ اور خلفاء کے یہ سب باتیں تواریخ وروایات ہی سے معلوم ہوتی ہیں۔(۱)

اہل قرآن نے عام اسلامی نماز سے جُدا ایک نماز اپنے لئے بنائی ہے یہ کہتے ہیں کہ قرآن میں جس رسول کی فرماں برداری کا ہم کو حکم دیا گیا ہے اس سے قرآن مقصود ہے کیونکہ کتاب اللہ میں قرآن کو بھی رسول کہا گیا ہے محمد رسول اللہ ﷺ کی فرماں برداری کا حکم قرآن میں کہیں نہیں ہے لہٰذا ان کی فرمانبرداری ہم پر واجب نہیں ہے۔

حالت جنابت میں قرآن پڑھنا جائز ہے اسی طرح مسجدوں میں گذرنا بھی جائز ہے مجبوری کے وقت میں غسل جنابت، وضو، تیمم، قیام، رکوع وسجود سب معاف ہوجاتے ہیں جیسے چاہے نماز پڑھ لے وہ مسجدیں جن میں احادیث وفقہ کی تعلیم ہوتی ہے مسجد ضرار ہیں۔

قیامت کے روز خدا کی بارگاہ میں کسی کی شفاعت کا حق کسی کو حاصل نہیں، مردہ کو کسی قسم کی خیر وخیرات ونماز وروزہ کا ثواب نہیں پہنچ سکتا۔

علم وقدرت وغیرہ کی طرح عرش بھی اللہ کی ایک صفت ہے اور قدیم ہے۔(۲)

چھٹا فرقہ: قادیانی

یہ فرقہ مرزا غلام احمد ابن غلام مرتضی ابن عطا محمد ابن گل محمد کی طرف منسوب ہے ان کی قوم مغل برلاس تھی یہ ملک پنجاب کے قصبہ قادیان کے رئیس تھے ان کے بزرگ سمرقند سے ہندوستان آئے اور بادشاہ وقت کی طرف سے بہت سے دیہات جاگیر میں پائے غلام احمد صاحب ۱۸۳۹ء میں پیدا ہوئے مولوی گل علی شاہ سے صرف ونحو فلسفہ وغیرہ کا علم حاصل کیا۔

اس کے بعد اپنے والد کے ساتھ زمینداری کے کاموں میں مشغول رہے کچھ دنوں انگریزوں کی

---

۱. منقول از مقدمہ انوار القرآن، ص ۲۶۳

۲. مذاہب الاسلام، ص ۶۷۹ تا ص ۶۹۰

ملازمت بھی کی اپنے والد کے مرنے کے بعد چودھویں صدی کی ابتداء میں مجدد ہونے کا دعویٰ کیا پھر مسیحیت کا دعویٰ کیا کہ مجھ پر یہ الہام ہوا ہے۔

جعلناک المسیح ابن مریم

ہم نے تجھ کو مسیح ابن مریم بنایا

یعنی اللہ نے ان کو مسیح تو بنایا ہی اس کے ساتھ ابن مریم بھی بنا دیا، اس کے بعد مہدی آخر الزماں ہونے کا دعوی کیا اور فاطمی بن گئے۔

پھر مسیح سے بھی افضل ہو گئے اس کے بعد ان پر الہام ہوا ''انت منی بمنزلة اولادی ''یعنی تو بمنزلہ میری اولاد کے ہے اس کے بعد پھر خدا سے ایسی دوستی ہوئی کہ ٹھٹھابازی ہونے لگی۔

چنانچہ اپنے رسالہ ضرورۃ الامامۃ میں لکھتے ہیں:

خدا اس عاجز سے بہت قریب ہو جاتا ہے اور کسی قدر پردہ اپنے سے اتار دیتا ہے اور میں اپنے تئیں ایسا پاتا ہوں کہ گویا کوئی مجھ سے ٹھٹھا کر رہا ہے اس کے بعد خدا ہو جاتے ہیں۔(۱)

ان پر الہام ہوا:

انما امرک اذاارد ت شیئاان تقول لہ کن فیکون.

تیرا امر یہ ہے کہ جب تو کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو کن کہتا ہے پس وہ بات ہو جاتی ہے۔

پھر نبی بن گئے۔

اس کے بعد لکھتے ہیں:

سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا۔(۲)

پھر نبوت سے انکار کرنے لگے۔

وہ لکھتے ہیں:

حضرت محمد مصطفےٰ ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت ورسالت کو کافر جانتا ہوں مجھے کب جائز ہے کہ میں نبوت کا دعویٰ کر کے اسلام سے خارج ہو جاؤں اور کافروں کی جماعت سے

---

۱. رسالہ ضرورۃ الامامۃ، مرزا غلام احمد ابن غلام مرتضی ابن عطا محمد ابن گل محمد، ص ۲۴

۲. مرزا غلام احمد ابن غلام مرتضی ابن عطا محمد ابن گل محمد صاحب کا خط بنام اخبار عام لاہور مورخہ ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء منقول از قادیانی مذہب ص ۸۷

جاملوں۔(۱)

قارئین محترم: نتیجہ یہ نکلا کہ مرزا صاحب نے دعوائے نبوت کیا لہٰذا مرزا صاحب کافر تھے۔

یہ اسلام کے بہتر گمراہ و بدعتی فرقوں کے مختصر حالات و عقائد ہیں جو حضرت رسول اللہ ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق گمراہ و ناری ہیں۔

واضح رہے کہ غالیوں اور اسماعیلیوں نے اگرچہ صرف خلافت شیخین سے انکار کیا بنا پر اپنا نام شیعہ رکھا ہے اور اسی بنا پر علمائے ملل نے بھی ان کو شیعوں کے فرقوں میں شمار کیا ہے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ صرف خلافت شیخین سے انکار کی بنا پر کوئی فرقہ شیعہ نہیں کہا جاسکتا ہے جب تک کہ وہ اصول عقائد میں شیعوں کے موافق نہ ہو کیونکہ مذہب کی بنیاد اصول دین پر قائم ہے

پس چونکہ غالیوں اور اسماعیلیوں کے اصول دین اہلسنت اور شیعہ دونوں کے اصول سے جدا ہیں اور وہ بغیر اشکال کافر اور خارج از اسلام ہیں اس لئے میں نے ان دونوں فرقوں کو سنی اور شیعہ دونوں سے جدا ذکر کیا ہے۔ جس کو ہر انصاف پسند قبول کرے گا، غالیوں اور اسماعیلیوں کے علاوہ بھی کچھ فرقوں کو علمائے ملل نے شیعہ فرقوں میں شمار کیا ہے۔

۱۔ قادیانی مذہب ص ۵۹، بحوالہ حمامۃ البشریٰ مصنفہ مرزا غلام احمد ابن غلام مرتضیٰ ابن عطا محمد ابن گل محمد صاحب ص ۹۶

شیعوں میں شامل ہونے والے دیگر فرقے

غالی، اسماعیلی اور بعض وہ فرقے جنھیں علماء نے شیعوں میں شامل کرلیا ہے اگرچہ عقائد کے اعتبار سے ان کا شیعہ فرقہ سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی شیعہ ان کے انحرافی عقائد کی وثاقت کرتے ہیں۔

۱. کیسانیہ

جو حضرت علی علیہ السلام کے بعد ان کے فرزند حضرت محمد حنفیہ کو امام مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ زندہ ہیں اور یمن کے کوہ رضواں میں پوشیدہ ہیں آخر زمانے میں ظاہر ہوں گے اور دجال کو قتل کریں گے یہ لوگ احکام شرعیہ میں تاویلیں کرتے ہیں اور کچھ حلول واتحاد اور تناسخ کے قائل ہیں۔

۲. ھشامیہ

یہ لوگ خدا کے مجسم ہونے کے قائل ہیں علمائے اہلسنت نے لکھا ہے کہ اس فرقہ کے بانی ہشام بن حکم تھے جو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کے جلیل القدر اصحاب میں تھے لیکن یہ لکھا ہوا اتہام ہے اس لئے کہ ہشام کی کتابوں میں کہیں اس عقیدہ کا وجود نہیں ملتا۔

نیز ائمہ نے ان کی مدح فرمائی ہے۔

اور ان پر اعتماد کیا ہے۔

یہی وہ ہشام ہیں!!

جنھوں نے مناظروں میں عمر بن عبید معتزلی بصری اور ابو الھذیل علاف اور ابراہیم بن یسار نظام اور یحی ابن خالہ برمکی اور عبداللہ بن زید اباضی وغیرہ بڑے بڑے علماء و متکلمین اہل سنت کو شکست دی ہے۔

جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔

ایسے عالم جلیل متبحر کی طرف ایسے مہمل اور فاسد عقائد کی نسبت عقل ودرایت کے خلاف ہے۔

یہ صرف جذبہ انتقام کے تحت میں ان عقائد کی نسبت ان کی طرف دی گئی ہے۔

اور اگر فرض بھی کرلیا جائے کہ یہ عقائد ان سے ظاہر ہوئے تو شیعوں پر کوئی الزام عائد نہیں ہوتا۔

کیونکہ ہشام بن حکم، جہم بن صفوان کے مذہب پر سنی جہمی تھے اور بہت خبیث تھے۔

ایک دن جب ہشام بن حکم حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مناظرہ کرنے گئے اور اس میں شکست کھائی تو دولت ایمان سے مالا مال ہو گئے۔(۱)

۳. فرقہ زراریہ

یہ فرقہ زرارہ ابن اعین کوفی کی طرف منسوب ہے یہ بھی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے جلیل القدر اصحاب میں سے تھے اور علم و فضل و کمال و اخلاق میں افضل اور ائمہ کے معتمد راویوں میں سے تھے علمائے اہل سنت نے ان کی طرف جن باتوں کی نسبت دی ہے بالکل غلط اور تعصب پر مبنی ہیں چونکہ اس زمانے میں شیعہ قتل کئے جاتے تھے اور دیواروں میں چنے جاتے تھے۔

لہذا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے کبھی کبھی زرارہ کی جان بچانے کے لئے ان کی مذمت فرمائی بس اس کا سہارا لے کر علمائے اہل سنت نے بہت سی باتیں بنا ڈالیں جیسا کہ ہمیشہ سے ان کا یہی طریقہ رہا ہے۔

۴. حسنیہ

یہ کہتے ہیں کہ حضرت امام حسن علیہ السلام کے بعد جناب حسن مثنیٰ امام ہیں۔

۵. باقریہ

یہ لوگ امام محمد باقر علیہ السلام کے بعد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی امامت سے اختلاف کرتے ہیں۔

۶. جعفریہ

یہ لوگ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی امامت سے اختلاف کرتے ہیں۔

اسی طرح اور بھی کچھ فرقے لوگوں نے لکھے ہیں جن میں کسی ایک کا بھی دنیا میں وجود نہیں ہے۔

اصل واقعہ یہ ہے کہ ائمہ ہلبیت علیہم السلام کے خلاف جب بھی دو چار آدمیوں نے کوئی آواز بلند کی جس سے کوئی دور کوئی زمانہ مستثنیٰ نہیں آج بھی روزانہ ہی دنیا میں نبی اور امام پیدا ہوتے رہتے ہیں۔

---

۱. مجالس المومنین بحوالہ کشی

علمائے اہل سنت نے حق کو مشتبہ اور شیعوں کو مطعون کرنے کے لئے ان لوگوں کو ایک فرقہ قرار دے دیا بہت سے فرقے فرضی بھی قائم کر لئے اور ان کے علمائے متاخرین و متقدمین کتابوں سے نقل کرتے چلے آئے ہیں۔

جناب مرتضیٰ رازی جو ۴۷۰ھ یعنی امام غزالی کے عہد میں تھے اپنی کتاب تبصرۃ العوام میں لکھتے ہیں:

بدانکه جمله فرق که دعوائے تشیع کنند در زمان ماچهارفرقه بیش نیستند چنانکه گذشت اول نصیریه وبیان کفر ایشان کردیم دوم اسماعیلیه سوم زیدیه چهارم ابانیه وجزاین ها یکے نه یابی . (۱)

تمام وہ فرقے جو شیعہ ہونے کے مدعی ہیں:

ہمارے زمانے میں وہ چار فرقوں سے زیادہ نہیں ہیں جیسا کہ گذرا۔

۱. نصیری جن کا کفر میں نے بیان کیا۔

۲. اسماعیلیہ

۳. زیدیہ

۴. ابانیہ

ان کے علاوہ ایک بھی فرقہ نہ پاؤ گے۔

حسن ابن موسیٰ نوبختی کی کتاب فرق الشیعہ کے آخر صفحات میں جناب علامہ محمد صادق آل بحر العلوم نجفی تحریر کرتے ہیں:

شیعوں کے فرقوں میں جو فرقہ موجود ہیں وہ یہ ہیں:

امامیہ اثنا عشریہ جو ہر جگہ موجود ہیں۔

زیدیہ یمن میں اور اسماعیلیہ ہندوستان وغیرہ میں ہیں۔

غلات ہمارے نزدیک کافر ہیں۔

یہ کتاب ۱۳۵۵ھ میں چھپی ہے ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ ۴۷۰ھ کے قبل یہ فرقے دنیا سے مفقود ہو چکے تھے حالانکہ علمائے اہل سنت کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ غیبت کبریٰ کے زمانے تک یعنی ۳۲۸ھ تک ان فرقوں کا وجود تھا۔

---

۱. تبصرۃ العوام، جناب مرتضیٰ رازی م: ۴۷۰ھ

قوم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سواد اعظم

اسی طرح جناب عیسیٰ علیہ السلام کے دین میں فرقہ بندی ہوئی اور لوگ مختلف ادیان میں تقسیم ہو گئے۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ثم انها افترقت علی عیسیٰ بن مریم باثنی وسبعین فرقه کلها ضالة الا فرقه واحدة الاسلام وجماعتهم . (۱)

یعنی پھر بنی اسرائیل حضرت عیسیٰ کے دین میں بہتر فرقوں پر متفرق ہو گئے۔ جن میں سے سب گمراہ ہو گئے بجز ایک فرقہ کے جو اسلام اور جماعت پر باقی رہا۔

خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ يَاأَهْلَ الْكِتَابِ لَسْتُمْ عَلَى شَيْءٍ حَتَّى تُقِيمُوا التَّوْرَاةَ وَالْإِنجِيلَ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِّنْهُم مَّا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا فَلَاتَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ . (۲)

کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب تمہارا کوئی مذہب نہیں ہے جب تک توریت وانجیل اور جو کچھ پروردگار کی طرف سے نازل ہوا ہے اسے قائم نہ کرو اور جو کچھ آپ کے پاس پروردگار کی طرف سے نازل ہوا ہے وہ ان کی کثیر تعداد کی سرکشی اور کفر میں اضافہ کر دے گا تو آپ کافروں کے حال پر رنجیدہ نہ ہوں۔

قوم حضرت عیسیٰ کے دیندار فرقے کے متعلق ارشاد ہوتا ہے کہ:

وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَمَن يُؤْمِنُ بِاللهِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْكُمْ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْهِمْ خَاشِعِينَ لِلَّهِ لَايَشْتَرُونَ بِآيَاتِ اللهِ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَئِكَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ إِنَّ اللهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ . (۳)

اہلِ کتاب میں وہ لوگ بھی ہیں جو اللہ پر اور جو کچھ تمہاری طرف نازل ہوا ہے اور جو ان کی طرف نازل ہوا ہے سب پر ایمان رکھتے ہیں۔ اللہ کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہیں وہ خدا کی آیات کو حقیر سی قیمت پر فروخت نہیں کرتے، ان کے لئے پروردگار کے

---

۱. کتاب غنیۃ الطالبین۔ مطبوعہ لاہور، ص ۱۸۹، بڑے پیر صاحب

۲. سورہ مائدہ آیت ۶۸

۳. سورہ آل عمران آیت ۱۹۹

پس یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ ڈیڑھ سو برس کے اندر یہ فرقے دنیا سے کیونکہ معدوم ہو گئے جبکہ شیعوں کے پاس کوئی حکومت وطاقت بھی نہ تھی تا کہ کہا جائے کہ حکومت کی قوت سے فنا کر دے گئے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر کبھی ان فرقوں کا وجود تھا تو دو دو چار چار نفوس پر مشتمل تھے جن کا کوئی شمار نہ تھا وہ مرتے گئے اور ان کے خیالات ختم ہوتے گئے لیکن علمائے اہل سنت نے شیعوں کو مطعون کرنے کے لئے ان کو اپنی کتابوں میں ہمیشہ زندہ رکھا اور آج بھی زندہ کئے ہوئے ہیں۔

وہ فرقہ جس کے اصول دین پانچ ہیں:

۱. توحید

۲. عدل

۳. نبوت

۴. امامت

۵. قیامت

شیعہ اثنا عشری

اسلام کے فرقوں میں نجات پانے والا صرف یہی ایک فرقہ ہے جس کو خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شیعہ کا خطاب عطا فرمایا ہے اور امامیہ اور اثنا عشریہ کے نام سے بھی مشہور ہے۔

خداوند عالم سورۂ صافات میں ارشاد فرماتا ہے:

وَإِنَّ مِنْ شِيعَتِهِ لَإِبْرَاهِيمَ ☆ إِذْ جَاءَ رَبَّهُ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ .(۱)

انھیں کے شیعوں میں سے یقیناً ابراہیم بھی تھے جبکہ وہ اپنے پروردگار کی طرف پاک وپاکیزہ دل سے بڑھے۔

بعض مفسرین نے لکھا ہے:

شیعتہ میں "ہ" کی ضمیر حضرت نوح علیہ السلام کی طرف پلٹ رہی ہے اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کے شیعہ ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ "ہ" کی ضمیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف پھر رہی ہے اور مطلب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شیعوں میں سے تھے۔

نیز خدا سورہ قصص میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذکر میں فرماتا ہے:

وَدَخَلَ الْمَدِينَةَ عَلَى حِينِ غَفْلَةٍ مِنْ أَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلَانِ هَذَا مِنْ شِيعَتِهِ وَهَذَا مِنْ عَدُوِّهِ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِي مِنْ شِيعَتِهِ عَلَى الَّذِي مِنْ عَدُوِّهِ فَوَكَزَهُ مُوسَى فَقَضَى عَلَيْهِ قَالَ هَذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ عَدُوٌّ مُضِلٌّ

---

۱. سورہ صافات آیت ۸۳، ۸۴

مُبِینٌ .(۱)

اور موسی شہر میں اس وقت داخل ہوئے جب لوگ غفلت کی نیند میں تھے تو انہوں نے دو آدمیوں کو لڑتے ہوئے دیکھا ایک ان کے شیعوں میں سے تھا اور ایک دشمنوں میں سے تو جوان کے شیعوں میں سے تھا اس نے دشمن کے ظلم کی فریاد کی تو موسی علیہ السلام نے اسے ایک گھونسہ مار کر اس کی زندگی کا فیصلہ کر دیا اور کہا کہ یہ یقیناً شیطان کے عمل سے تھا اور یقیناً شیطان کھلا ہوا دشمن اور گمراہ کرنے والا ہے۔

اس آیت میں حضرت موسی علیہ السلام کے دوست اور ان کے پیرو کو خداوند عالم نے ان کا شیعہ اور جو شیعہ نہ تھا اس کو عدو یعنی دشمن کی لفظ سے ذکر فرمایا ہے۔

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ ہر نبی کے گروہ کو جو اس کی پیروی کرنے والا اور اس کا دوست تھا پروردگار عالم نے شیعہ کہا ہے اور اس کے مخالف اور غیر شیعہ کو عدو کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے عدو کا لفظ بتا رہا ہے کہ ان آیتوں میں شیعہ کا اطلاق دوستوں اور اپنی پیروی کرنے والوں پر ہوا ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اپنے دوستوں اور اپنی پیروی کرنے والوں کو شیعہ کا خطاب عطا فرمایا۔

حاکم نے مستدرک میں عبد الرحمن ابن عوف کے غلام مینا ابن ابی مینا سے روایت کی انھوں نے کہا:

خذوا عنی قبل ان تشاب الاحادیث بالاباطیل سمعت رسول اللہ یقول انا الشجر وفاطمة فرعها وعلی لقاها والحسن والحسین ثمرتها وشیعتنا اوراقها واصل الشجرة فی جنة عدن.(۲)

مینا ابن ابی مینا نے کہا کہ مجھ سے تم لوگ حدیثیں لے لو قبل اس کے کہ احادیث میں باطل باتیں ملا دی جائیں میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں درخت ہوں اور فاطمہ علیہا السلام اس کی شاخ ہیں اور علی علیہ السلام اس کا پھول ہے اور امام حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام ان کے پھل ہیں اور ہم لوگوں کے شیعہ اس کی پتیاں ہیں اور جڑ اس درخت کی جنت عدن میں ہے۔

حسکانی نے اپنی تفسیر شواہد التنزیل میں ابوامامہ سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

---

۱. سورہ قصص، آیت ۱۵
۲. مستدرک، ج ۳، باب مناقب اہلبیت ص ۱۶۰

خلق الانبیاء من اشجار شتی وخلقت اناوعلی من شجرة واحدة انااصل تلک الشجرة وعلی فرعهاوالحسن والحسین ثمرتهاو شیعتنا اوراقهامن تعلق بغصن منها یجوزومن مثل عنها سقط فی النار ولو عبداللّٰه بین الصفاولمروة الف سنة فالف سنة حتی یصیر کا الشن البارلی لم یدرک حبنا اهل البیت لاکبه اللّٰه فی النار.(۱)

انبیا مختلف درختوں سے، ہم اور علی علیہ السلام ایک درخت سے ہیں ہم اس کی جڑ ہیں اور علی علیہ السلام اس کی شاخ ہیں اور حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام اس کے پھل ہیں اور ہم لوگوں شیعہ اس کی پتیاں ہیں پس جو شخص اس کی کسی شاخ کو پکڑے، یعنی علی علیہ السلام کی پیروی کرے، پل صراط سے عبور کر جائیگا اور جو اس سے منہ موڑے گا اگر چہ اس نے صفااور مروہ، مکہ کے دو پہاڑوں کے درمیان ہزار سال پھر ہزار سال خدا کی عبادت کی ہو یہاں تک کہ سوکھی مشک کی طرح ہوگیا ہولیکن اگر ہم اہلبیت کی محبت نہ رکھتا ہوگا تو خدااس کو منھ کے بل جہنم میں ڈال دیگا۔

سید علی ہمدانی شافعی نے اپنی کتاب مودۃ القربی میں حضرت علی علیہ السلام سے ایک حدیث نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا:

قال رسول اللّٰه تو ضع یوم القیامة منابر نور حول العرش لشیعتی وشیعة اهل بیتی المخلصین فی ولایتناویقول اللّٰه هلموایاعبادی انشرعلیکم کرامتی فقداوذیتم فی الدنیا.(۲)

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن میرے شیعوں اور میرے اہلبیت کے شیعوں کے لئے جو ہماری ولایت میں مخلص ہوں گے عرش کے گرد نور کے منبر رکھے جائیں گے اور خداوند عالم فرمائے گا اے میرے بندوں آؤ میں اپنی کرامت سے تم کو سرفراز کروں کیونکہ تم دنیا میں ستائے گئے ہو۔

ان حدیثوں میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مخلص دوستوں اور پیروی کرنے والوں کو اپنا اور اپنے اہل بیت کا شیعہ فرمایا ہے اوراس دوسری حدیث میں ان کی صفت یہ بیان کی ہے کہ وہ دنیا میں

---

۱. شواہد التنزیل، حسکانی، تفسیر آیت مودۃ

۲. کتاب مودۃ القربی، سید علی ہمدانی شافعی، مودہ۲

ستائے گئے اور ظاہر ہے کہ دنیا میں جس طرح شیعہ ستائے گئے اسلام میں کوئی فرقہ ستایا نہیں گیا۔

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے روایت ہے:

قالت ان ابی نظر الی علی قال ھذاو شیعته فی الجنة . (۱)

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے کہا: میرے پدر بزرگوار حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ یہ علی علیہ السلام اور ان کے شیعہ جنت میں جائیں گے۔

اس حدیث کو صدیق حسن خاں صاحب اہل حدیث نے اپنی کتاب حجج الکرامہ فی آثار القیامہ میں متعدد سندوں سے نقل کیا ہے اور اس کے صحیح ہونے کا اقرار کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس حدیث میں شیعہ سے اہل سنت مقصود ہیں نیز اس روایت کو شاہ عبد العزیز صاحب نے بھی تحفہ اثنا عشریہ میں نقل کیا ہے اور جب اس کی صحت سے انکار نہ کر سکے تو لکھ دیا کہ اس سے اہلسنت مقصود ہیں۔ (۲)

ملا مبین صاحب نے اپنی کتاب وسیلۃ النجاہ میں فصل الخطاب کے حوالہ سے ایک حدیث نقل کی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان لوگوں کی شکایت کی جو مجھ سے حسد رکھتے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی علیہ السلام کیا تم راضی نہیں ہو کہ تم ان چار شخصوں میں سے ہو جو پہلے داخل جنت ہوں گے ان میں سے پہلا میں ہوں دوسرے تم ہو اور حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام ہیں اور ہماری بیویاں یعنی جو خوش اعمال ہوں گی ہمارے داہنے اور بائیں ہوں گی اور ہماری ذریت ہم لوگوں کے پیچھے ہوگی "وشیعتنا من ورائنا" یعنی ہم لوگوں کے شیعہ ہمارے بعد داخل جنت ہوں گے۔ (۳)

اس حدیث کو ثعلبی نے اخراج کیا ہے اس کے بعد ملا مبین صاحب لکھتے ہیں:

الٰہی من ہم از دوستان علی علیہ السلام مرتضیٰ ومحبان آل عبا ام این روے سیاہ مرا کہ از کثرت عصیاں سیاہ شدہ است ببرکت ایں شفیعان محشر سفید گرداں ودر زمرہ پیروان ایشاں کہ واصلان وکاملان اند محشور شوم۔

اے میرے پروردگار میں علی مرتضےٰ علیہ السلام کے دوستوں اور آل عبا سے محبت کرنے والوں میں ہوں میرے اس سیاہ چہرے کو جو گناہوں کی کثرت سے سیاہ ہو گیا ہے ان شیعیان محشر کی برکت سے سفید کر اور میں ان لوگوں کی پیروی کرنے والوں کے زمرہ میں محشور ہوں جو واصل بحق اور کامل ہیں۔

---

۱. مودۃ القربیٰ مودۃ ۹

۲. حج الکرامہ فی آثار القیامہ، صدیق حسن خاں، ص ۲۲۶، وص ۲۲۷

۳. وسیلۃ النجاہ، ملا مبین، ص ۵۲

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حدیث میں جن شیعوں کے داخل جنت ہونے کی بشارت دی ہے ملا مبین صاحب نے انھیں شیعوں کے ساتھ محشور ہونے کی دعا کی ہے۔

امام نواصب ابن حجر جنھوں نے اپنی کتاب صواعق محرقہ میں شیعوں کو ہزار گالیاں دی ہیں اور اس میں بحوالہ احمد بن حنبل وطبرانی و دیلمی وغیرہ اسی مضمون کی کئی حدیثیں نقل کی ہیں اس کے بعد لکھا ہے کہ ان احادیث میں لفظ شیعہ سے فرقہ شیعہ مقصود نہیں ہے اس لئے کہ وہ لوگ تو نعوذ باللہ ابلیس کے شیعہ ہیں بلکہ شیعہ سے ہم اہلسنت مقصود ہیں۔(۱)

غور کرنے کی بات ہے کہ جب اہل سنت کے خیال میں ان احادیث میں لفظ شیعہ سے اہل سنت والجماعت مقصود ہیں تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آخر کیا مجبوری تھی اور کس کا خوف تھا کہ تقریباً بیس حدیثوں میں سنیوں کو شیعہ کی لفظ سے تعبیر فرمایا ہے اور کسی ایک حدیث میں بھی سنی کی لفظ استعمال نہیں کی کیا رسول تقیہ کرتے تھے یا حضرت کو اہل سنت والجماعت کے نام سے نفرت تھی۔

اگر کوئی کہے کہ ان احادیث میں لفظ شیعہ سے فرقہ شیعہ مقصود نہیں ہے بلکہ شیعہ کے لغوی معنی حزب وگروہ مقصود ہیں تو سوال یہ ہے کہ شیعوں کے نجات کے متعلق جتنی حدیثیں وارد ہوئی ہیں کیا سبب ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان میں صرف حضرت علی علیہ السلام سے خطاب فرمایا ہے کہ اے علی! تم اور تمہارے شیعہ جنت میں جائیں گے۔

کسی ایک حدیث میں بھی نہیں فرمایا کہ اے ابوبکر وعمر تم اور تمہارے شیعہ یعنی تمہارا گروہ جنت میں جائے گا جس سے ثابت ہوا کہ ان احادیث میں شیعہ سے وہی گروہ مقصود ہے جس کو خلفائے اربعہ میں صرف حضرت علی علیہ السلام سے تعلق ہے یعنی ان کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلیفہ بلافصل مانتا ہے وہ فرقہ شیعہ امامیہ ہے۔

فرقہ شیعہ کے ناجی اور برحق ہونے کی ایک واضح دلیل یہ بھی ہے کہ اسلام کے اکثر فرقے شیعہ ہونے کے مدعی ہیں، غلاۃ کہتے ہیں ہم شیعہ ہیں کیسانیہ کہتے ہیں، اسماعیلی کہتے ہیں ہم شیعہ ہیں، حنفی شافعی و مالکی و حنبلی، وہابی و نواصب کہتے ہیں ہم شیعہ ہیں۔

خوارزمی نے مناقب میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: اے علی علیہ السلام

۱۔ صواعق محرقہ، ص ۹۶، بحوالہ احمد بن حنبل وطبرانی و دیلمی

زمانے کے مجتہد ومحدث تھے۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے زمانے میں متوکل جس نے نشان قبر امام حسین علیہ السلام مٹانے کی کوشش کی اس کے بعد منتصر اس کے بعد معتز باللہ خلیفہ ہوا اور مسلمان ائمہ اربعہ کی تقلید کرتے تھے اور بخاری ومسلم وغیرہ محدث ہوئے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے زمانے میں واثق باللہ خلیفہ تھا اس کے بعد متوکل ہوا جس نے آپ کو قید کیا پھر منتصر پھر مستعین پھر معتز پھر مہدی پھر معتمد خلیفہ ہوا اسی نے آپ کو زہر دیا۔

یہی وہ آل رسول وسلالہ نبوت تھے جو باب مدینہ علم وسفینہ نجات وشریک ومثیل قرآن تھے جن پر نمازوں میں درود پڑھنا فرض قرار دیا گیا ہے اور جن کی محبت واطاعت سبب نجات وکلید دروازہ جنت ہے جن کی مودت اجرت رسالت ہے لیکن رسول کا کلمہ پڑھنے والوں نے دیکھئے کس طرح ان کو معطل وبیکار تصور کیا ان کو قرآن اور علوم قرآن سے جدا سمجھا ایک دو منزلیں نہیں بلکہ حضرت علی علیہ السلام سے لے کر حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام تک ہر امام سے روگردانی کی گئی حضرت علی علیہ السلام کے متعلق کہا گیا کہ ابھی کمسن ہیں خلافت کے لائق نہیں اور جناب ابوبکر افضل امت ہیں۔

سابق الاسلام ہیں بوڑھے ہیں اور ان کے لئے بہزار حیلہ وتدبیر خلافت حاصل کی گئی خیر ایک دور ایسا ہی سہی لیکن ان کے بعد جناب عمر افضل امت بن بیٹھے ان کے بعد جناب عثمان افضل ہو گئے ان کے بعد معاویہ حضرت امام حسن علیہ السلام سے خلافت کے لئے افضل ہو گیا۔

اس کے بعد یزید حضرت امام حسین علیہ السلام سے افضل ہو گیا اس کے بعد خلفائے بنی امیہ اور بنی عباس جو شراب پیتے، زنا کرتے، اغلام کرتے، خلافت کے لئے اہل بیت علیہم السلام سے افضل ہو گئے اور وہ فقہاء ومحدثین جو علم سے لگاؤ بھی نہیں رکھتے تھے رشوتیں لیتے، سود کھاتے، دوسروں کا مال غصب کرتے، بادشاہوں کی خوشامد میں نیک نیتی سے حدیثیں گڑھتے، جس کی تفصیل گذر چکی اجتہاد کے لئے آل رسول سے افضل ہو گئے اور جھوٹے اور کذاب راوی جنھوں نے لاکھوں جھوٹی حدیثیں بنادیں روایت احادیث میں آل رسول سے افضل ہو گئے۔

چنانچہ وہ آل رسول جن سے علوم کے سمندر جاری ہوئے جن کے علوم سے یہود ونصاریٰ نے بھی فائدہ حاصل کیا اور ان کے فضائل کا اعتراف کیا اہل سنت والجماعت نے ان سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا اور بجز ایذاء وقتل کے ان کو کسی امر کا مستحق نہ سمجھا یہاں تک کہ خلافتوں کے دور میں ان کو کوئی معمولی عہدہ نہیں دیا گیا مسلمانوں کا اجر رسالت یوں ادا کیا۔

وسط دنیا میں اور اس پر تین سطریں لکھی ہوں گی:

۱. بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۲. الحمد للہ رب العالمین

۳. لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ

ہر سطر کا طول ہزار برس کی راہ کے برابر ہوگا میں نے عرض کیا: اس علم کو کون اٹھائے گا۔
فرمایا: وہ اٹھائے گا جو دنیا میں میرا علم اٹھاتا ہے اور وہ علی بن ابی طالب علیہم السلام ہیں۔
جن کا نام خدا نے زمین اور آسمان کے وجود سے پہلے لکھا ہے میں نے عرض کیا: آپ نے سچ فرمایا:
اب یہ بیان فرمایئے کہ اس علم کے سائے میں کون لوگ ہوں گے: فرمایا:

المومنون اولیاء اللّٰہ وشیعته الحق وشیعتی ومحبی وشیعة علی ومحبوه و انصاره فطوبی وحسن مآب والویل من کذبنی او کذب علیا فی اونازعه فی مقامه الذی اقامه اللّٰہ فیه. (۱)

مومنین دوستان خدا اور خدا کے شیعہ اور میرے شیعہ اور مجھ سے محبت کرنے والے اور علی علیہ السلام کے شیعہ اور ان سے محبت کرنے والے او ان کے انصار اس کے سایہ میں ہوں گے۔
پس کتنا اچھا حال ہے ان کا اور کتنی اچھی بازگشت ہے ان کی اور دلیل ہے اس شخص کے لئے جو علی علیہ السلام کو میرے بعد جھٹلائے یا ان کی اس جگہ کو جہاں اللہ نے ان کو بٹھلایا ہے چھیننا چاہے۔

عن جابر ابن عبداللّٰہ انصاری قال قال رسول اللّٰہ والذی بعثنی بالحق نبیاان الملائکةتستغفرلعلی وشفیق علیه وعلیٰ شیعته اشفق من الوالدلولده. (۲)

جابر ابن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سنا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
قسم ہے اس پروردگار کی جس نے مجھ کو پیغمبر برحق بنا کر بھیجا ہے کہ فرشتے علی ابن ابی طالب کے لئے طلب مغفرت کرتے ہیں اور ان کے شیعوں پر باپ سے زیادہ مہربان ہیں۔

---

۱. مودۃ القربیٰ، مودت ۸
۲. مودۃ القربیٰ مودت ۸

عن علی (ع) قال قال رسول اللّٰہ لاتستخفوابشیعة علی فان الرجل منھم یشفع فی مثل ربیعة ومضر. (۱)

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی علیہ السلام کے شیعوں کوحقیر نہ سمجھوان میں کا ہرایک شخص ربیعہ اور مضر کے قبیلوں کے آدمیوں کی تعداد کے برابر گناہ گاروں کی قیامت کے روز شفاعت کرے گا۔

عن ابن عباس قال قال رسول اللّٰہ علی و شیعته هم الفائزون. (۲)

ابن عباس سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی علیہ السلام اوران کے شیعہ ہی قیامت کے روزنجات پائیں گے۔

عن علی المرتضیٰ قال قال رسول اللّٰہ یاعلی بشر شیعتک انا اشفع لھم یوم القیامة وقتالا ینفع مال ولا بنون.

حضرت علی علیہ السلام مرتضیٰ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے علی اپنے شیعوں کو بشارت دے دو کہ قیامت کے دن جبکہ بجز میری شفاعت کے نہ مال کام آئے گا نہ اولاد میں ان کی شفاعت کروں گا۔

ابوالقاسم حسکانی امام المفسرین نے اپنی تفسیر شوہد التنزیل میں سورہ بینہ کی آیت میں آیت ”اولئک ھم خیر البریہ“ کی تفسیر میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے:

قال رسول اللّٰہ وھویتکی علی صدرعلی انا الذین آمنواو عملوا الصالحات اولئک ھم خیر البریة ھم شیعتک ومیعادی معکم علی الحوض اذااجتمعت الامم للحساب تدعون بوجوہ وایدوارجل مبیضة منورة.

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبکہ آپ حضرت علی علیہ السلام کے سینہ پر تکیہ کئے ہوئے تھے آیت خیر البریۃ پڑھی اور فرمایا وہ تمہارے شیعہ ہیں اور میری اور تم لوگوں کی وعدہ گاہ حوض کوثر ہے جس وقت ساری مخلوق حساب کے لئے جمع ہوگی۔تو تم لوگ اس حالت میں پکارے جاؤ گے کہ تمہارے منہ اور ہاتھ اور پاؤں روشن ہوں گے۔

---

۱. مودة القربیٰ، مودت ۹ ۲. مودة القربیٰ، مودت ۹

محمد بن یوسف گنجی نے کفایۃ الطالب میں اور ابن حجر نے صواعق محرقہ اور خوارزمی نے مناقب میں جناب جابر ابن عبد اللہ انصاری سے۔ تذکرہ خواص الامہ میں ابوسعید خدری سے۔ اور ابن اثیر نے نہایۃ میں اور حافظ ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں اسی طرح بہت سے جلیل القدر علمائے اہل سنت نے اس آیت کی تفسیر میں اس حدیث کو متعدد طریق سے نقل کیا ہے۔(۱)

جابر ابن عبد اللہ انصاری سے روایت ہے: حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جبریل امین اور میکائیل روز قیامت بہشت کی کنجی لا کر مجھ کو دیں گے۔

علی مفاتیح الجنة اسماء المومنین من شیعة محمد و علی و علیٰ مفاتیح النار اسماء المبغضین من اعدائه فیقولان یا احمد! هذا مبغضک وهذا محبک فادفعهما الی علی ابن ابی طالب فیحکم فیهم ما یرید فوالذی قسم الارزاق لایدخل مبغضه الجنة ولایدخل محبه النار. (۲)

جنت کی کنجیوں پر مومنین اور شیعہ محمد اور شیعہ علی علیہ السلام کے نام ہوں گے اور جہنم کی کنجیوں پر مومنین اور شیعہ سے بغض رکھنے والے دشمنوں کے نام ہوں گے اور وہ دونوں فرشتے مجھ سے کہیں گے کہ اے محمد یہ آپ کا دشمن ہے اور یہ آپ کا دوست ہے پس ان دونوں کو امام علی علیہ السلام کے حوالہ کیجئے کہ وہ جو چاہیں فیصلہ کریں پس قسم ہے اس خدا کی جو روزی کا تقسیم کرنے والا ہے۔ علی علیہ السلام! اپنے دشمنوں کو جنت میں اور اپنے دوستوں کو جہنم میں داخل نہیں کریں گے!

قارئین محترم! چہاردہ معصومین کی مبارک تعداد کے مطابق یہ چودہ حدیثیں اہل سنت کی معتبر کتابوں سے اس امر کا ثبوت ہیں کہ پروردگار عالم اور اس کے رسول ﷺ نے اپنے دوستوں اور اپنی پیروی کرنے والوں کا نام شیعہ رکھا ہے اور حضرت رسول اللہ ﷺ جس دین کی تبلیغ کے لئے مبعوث ہوئے تھے وہ وہی دین ہے جس پر آج شیعہ چل رہے ہیں اور اسلام کے تہتر فرقوں میں یہی فرقہ جنتی ہے۔ میں نے ان حدیثوں کو پیش کر دیا ہے جو طالبان حق کے لئے کافی ہیں۔

---

۱. کفایۃ الطالب، محمد بن یوسف گنجی، ص۱۱۹؛ صواعق محرقہ، ابن حجر، باب ۱۱، ص۹۶؛ مناقب، خوارزمی، فصل ۱۷؛ تذکرہ خواص الامہ؛ نہایۃ، ابن اثیر، ج۳؛ حلیۃ الاولیاء، حافظ ابونعیم

۲. مودۃ القربی مودت ۹

یہاں ان کا اجر ہے اور خدا بہت جلد حساب کرنے والا ہے۔

نتیجہ ان تحریروں کا یہ نکلا کہ حضرت عیسیٰ کی قوم میں بھی بڑی جماعتیں گمراہ اور بے دین تھیں صرف ایک چھوٹا سا فرقہ تھا جس نے اسلام قبول کیا اور صراط مستقیم پر قائم رہا اور وہی الاسلام وجماعتہم کا مصداق تھا۔

تاریخیں یہ بتاتی ہیں کہ عیسائیوں کے بھی مختلف فرقے ہیں جن میں سب سے بڑے فرقے یہ ہیں:

۱. کیتھولک: اس فرقے کے پیرو تثلیث کے قائل ہیں۔

۲. نسطوریں: اس فرقہ کا بانی قسطنطنیہ کا ایک سریانی پادری تھا۔

۳. سبیلین فرقہ: یہ قائل ہیں کہ خدا کا ایک حصہ الوہیت کا الوہیت نکل کر خدا کے بیٹے حضرت عیسیٰ میں مل گیا اور روح القدس الوہیت کا ایک ویسا ہی جز ہے۔

دین عیسوی میں اسی طرح کے بہت سے فرقہ ہیں جن کے عقائد وحالات اجمالا سب کو معلوم ہیں یہی لوگ قوم حضرت عیسیٰ کے سواد اعظم ہیں۔ان تفصیلوں سے معلوم ہوا کہ سواد اعظم یعنی بڑی جماعت ہر دور میں گمراہ وبے دین رہی ہیں اور قرآن واحادیث میں کثرت سے ان کی مذمت وارد ہوئی ہے نیز تاریخیں بھی ان کی تائید کرتی ہیں اور خداوند عالم نے کسی بھی موقع پر کسی بھی شریعت میں اپنے بندوں کو اکثریت کی پیروی کا حکم نہیں دیا۔

پھر یہ کیونکر ممکن ہے اور کیسے تسلیم کرلیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو سواد اعظم یعنی اکثریت والے فرقے کی پیروی کا حکم دیا ہو، بڑی جماعت کا کسی امر پر متفق ہوجانا اگر اس کے حق ہونے کی دلیل ہوتی تو دنیا کی ہر بڑی جماعت حق پر ہوتی اور ارسال رسل وآسمانی کتابوں کی ضرورت ہی باقی نہ رہتی بلکہ بہت سے لوگ یکجا بیٹھ کر جو راستہ اپنے لئے پسند کرلیتے خدا اسی کو قبول کرلیتا لہذا معلوم ہوا کہ حدیث ''اتبعوا السواد الاعظم '' سواد اعظم کی اتباع کرو اور حدیث ''لاتجتمع امتی علی الضلالۃ'' یعنی میری امت کبھی گمراہی پر اتفاق نہ کرے گی۔(۱)

اس طرح کی جو بھی احادیث ،قرآن اور اہلبیت علیہم السلام کے مقابلہ میں بنائی گئی ہیں وہ بالکل بے بنیاد ہیں اور کسی طرح ان پر عمل نہیں کیا جاسکتا۔شاہ عبدالعزیز صاحب اہل سنت کے ناجی ہونے کی دلیلوں میں تحریر فرماتے ہیں کہ نہج البلاغہ میں حضرت امیر سے روایت ہے:

---

۱. مقدمہ عالمگیری، ج۱ص ۲۵ تفسیر المنار، ج۵ص ۱۷۰ تفسیر کبیر، ج۱۴ص ۱۷ تفسیر مظہری، ج۱ص ۲۳۰۱

علمائے اہل سنت کا اقرار کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرنے والے زمانہ رسول میں بھی شیعہ کہے جاتے تھے۔

ابو حاتم رازی کتاب الزینۃ میں لکھتے ہیں:

اول اسم ظهر على عهد رسول الله هو الشيعة و كان هذالقب اربعة من الصحابة وهم ابوذروسلمان الفارسی والمقدادابن الاسودو عمار بن ياسر الیٰ ان آن آوان صفين فاشتهر بين موالی علی واشتهر من كان من اتباع معاوية بالسنتى.

پہلا نام جو اسلام میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں ظاہر ہوا وہ شیعہ ہے اور صحابہ میں چار آدمیوں کا یہ لقب تھا ابوذر غفاری اور سلمان فارسی اور مقداد ابن اسود اور عمار یاسر۔

یہاں تک کہ صفین کا زمانہ آیا تو یہ نام دوستداران علی کے لئے مشہور ہوگیا اور جو لوگ معاویہ کے طرف دار تھے سنی مشہور ہوئے۔

شیعہ کی تعریف

فیروز آبادی صاحب قاموس اللغۃ لفظ شیعہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

وقدغلب هذاالا سم على من يتولى عليا حتى سار اسمالهم خاصا.

شیعہ کا نام علی کے دوستوں پر بولا جاتا رہا یہاں تک کہ ان کا مخصوص نام ہوگیا۔

علامہ شہاب الدین احمد بن عبدالقادر حفظی شارح دلائل الخیرات کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

هو صلى الله عليه وسلم راس اهل البيت واصحابه رؤس الشيعة. (۱)

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راس اہلبیت علیہم السلام اور ان کے اصحاب رؤس شیعہ تھے۔

شیخ شمس الدین محمد بن ابراہیم بن ساعد انصاری اپنی کتاب ارشاد القاصد میں لکھتے ہیں:

الشيعة هم الذين شايعوا عليا وقالوا اباما مته نصاوو صية ويرون ان الامامة ليست قضية مصلحية تناط با ختيار العامة ويقولون بعصمة

---

۱. ذخیرۃ المآل فی شرح عقد جواہر الآل

الائمة والتولی والتبری الافی حال التقیة. (۱)
شیعہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے حضرت علی علیہ السلام کی پیروی کی اور بنص وصیت ان کی امامت کے قائل ہوئے اور ان کا عقیدہ یہ ہے کہ امامت کوئی سیاسی مسئلہ نہیں ہے جو عام لوگوں کے اختیار پر موقوف ہو یہ لوگ ائمہ کی عصمت کے قائل ہیں اور سوائے تقیہ کے تولا اور تبرا کے قائل ہیں۔

ان بیانات سے یہ مسئلہ واضح ہوگیا کہ شیعہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور ان کے اہلبیت کے دوستوں اور ان کی پیروی کرنے والوں کا لقب ہے یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں بھی اسی نام سے مشہور تھے اور اجلہ اصحاب رسول شیعہ تھے اور شیعوں کا عقیدہ یہ ہے کہ امامت بنص ووصیت رسول ہے نہ کہ اجماع پر تولا وتبرا ان کے مذہب کا جزو ہے۔

اب ذرا نواب صدیق حسن خاں اور شاہ عبدالعزیز صاحب وغیرہ کے دعویٰ پر شاباش کہئے جنھوں نے لکھ دیا کہ احادیث رسول میں لفظ شیعہ سے اہل سنت مقصود ہیں ابو حاتم رازی کے علاوہ بہت سے علمائے اہل سنت نے بہت سے اصحاب رسول وتابعین کے متعلق لکھا ہے کہ وہ شیعہ تھے۔

ابن قتیبہ نے ابوالطفیل عامر بن واثلہ، حجر بن عدی اور ان کے دونوں بیٹوں عبداللہ اور عبدالرحمٰن اور عمر بن حمق خزاعی اور سہل بن حنیف وغیرہ کے لئے لکھا ہے کہ شیعہ تھے، معارف ابن قتیبہ، جابر بن عبداللہ انصاری شیعہ تھے، ابن عقدہ، خزیمہ بن ثابت ذوالشہادتین، سعد بن عبادہ اور ان کے بیٹے شیعہ تھے۔(۲)

صاحب روضۃ الصفا اور استیعاب وغیرہ نے لکھا ہے کہ خالد بن سعید وبریدہ اسلمی وابی بن کعب اور ابوالہیثم اور عثمان بن حنیف اور ابوایوب انصاری وحذیفہ یمانی وعبداللہ بن عباس وزید ابن ارقم رضی اللہ عنہم سب شیعہ تھے، اسی طرح قریب ۱۰۰ ارصحابہ اور بہت سے تابعین کے متعلق علما نے لکھا ہے کہ وہ شیعہ تھے۔

ان بیانات سے ایک بات یہ بھی واضح ہوگئی کہ غلاۃ واسماعیلیوں کے فرقے جن کو علمائے ملل نے شیعہ لکھ دیا ہے وہ شیعہ نہیں ہیں اس لئے کہ احادیث مذکورہ میں جن شیعوں کے نجات کی خبر حضرت رسول

---

۱. ارشاد القاصد فی اسنی المقاصد ص ۵۶، مطبوعہ بیروت
۲. ذخیرۃ المآل فی شرح عقد جواہر الآل

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی ہے وہ زمانہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی موجود تھے جیسے حضرت سلمان وابوذر عمار یاسر وغیرہ اور غلاۃ وغیرہ کا وجود بہت بعد میں ہوا ہے عبداللہ ابن سبا جس نے مذہب غالی کی بنیاد رکھی ۳۳ھ یا اس کے بعد مسلمان ہوا اور اپنے خیال فاسد کی نشر واشاعت شروع کی اور فرقہ کیسانیہ کا ظہور ۶۴ھ میں ہوا اور فرقہ زیدیہ کا ظہور ۱۲۲ھ کے بعد ہوا اور فرقہ اسماعیلیہ کا ظہور ۱۵۹ھ میں ہوا۔

اسی طرح تمام شیعہ فرقے جن کو علمائے ملل نے شیعہ لکھ دیا ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بہت بعد حادث ہوئے لہٰذا معلوم ہوا کہ ان احادیث میں شیعوں سے شیعہ اثنا عشریہ مقصود ہیں اسی طرح وہ نصوص جو بارہ اماموں کی امامت کے متعلق حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہیں جو آخر کتاب میں لکھے جائیں گے بتاتے ہیں کہ ان احادیث میں شیعوں سے شیعہ اثنا عشریہ مقصود ہیں۔

شیعوں کے عقائد

شیعوں کے اصول دین پانچ ہیں: توحید، عدل، نبوت، امامت اور قیامت۔

اول توحید: خدا کا وحدہ لاشریک ہونا

وہ صفات جو خدا میں پائے جاتے ہیں اور اس کی ذات سے الگ نہیں ہیں ان کو صفات ثبوتیہ کہتے ہیں جو اس طرح ہیں:

خدا قادر ہے: یعنی جو چاہتا ہے اپنے ارادے اور اختیار سے کرتا ہے اور جس کام کو چاہتا ہے اپنے اختیار سے ترک کرتا ہے وہ اگر چاہے تو اس کائنات کو فنا کر کے ایسی اور اس سے بہتر کروروں دنیائیں چشم زدن میں پیدا کر دے۔

خدا عالم ہے: یعنی تمام چیزوں کو جانتا ہے کلیات ہوں یا جزئیات دنیا میں موجود ہوں یا انسان کے ذہن میں ہوں یعنی مستقل ہستی رکھتی ہوں یا عارضی، جو چیزیں پیدا ہو چکی ہیں ان کو بھی جانتا ہے اور جو چیزیں ابھی پیدا نہیں ہوئی ہیں بلکہ آئندہ پیدا ہوں گی اور جو چیزیں کبھی پیدا نہ ہوں گی اور جو باتیں انسان بلند آواز سے کہتا ہے اور جو باتیں وہ دل میں پوشیدہ رکھتا ہے ان سب کو جانتا ہے کوئی شے اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔

خدا حی ہے: یعنی ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا اس کے لئے کبھی موت نہیں ہے۔

یہ تینوں صفتیں یعنی قدرت، علم اور حیات خداوند عالم کے صفات ذات سے ہیں یعنی عین ذات پرورکار ہیں۔

خدا مرید ہے: یعنی ہر کام اپنے ارادے سے کرتا ہے اور جس کام کو چاہتا ہے اپنے ارادے سے ترک کرتا ہے۔

خدا سمیع و بصیر ہے: یعنی ہر وہ چیز جس کا علم سننے سے حاصل ہوتا ہے اس کو جانتا ہے اور وہ چیز جس کا علم دیکھنے سے حاصل ہوتا ہے اس کو بھی جانتا ہے۔

خدا متکلم ہے: یعنی جس چیز میں چاہے کلام پیدا کردے جیسا کہ اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے درخت کے ذریعہ سے کلام کیا۔

خدا صادق ہے: یعنی وہ اپنے وعدہ وعید اور تمام اقوال میں سچا ہے اور اس کی ذات کذب سے پاک ہے۔

خدا مدرک ہے: یعنی بغیر ہاتھ، پاؤں، ناک وغیرہ کے ٹھنڈا، گرم، سخت و نرم خوشبو اور بدبو ہر چیز کو جانتا ہے۔

خدا قدیم ہے: یعنی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

وہ صفات جن سے خدا منزہ ہے ان کو صفات سلبیہ کہتے ہیں جو اس طرح ہیں:

خدا مکان کا محتاج نہیں: یعنی جس طرح ہم لوگ اپنے رہنے کے لئے کسی نہ کسی مکان کے محتاج ہیں اس طرح خدا کسی کا محتاج نہیں ہے۔

خدا جسم ہاتھ، پاؤں، آنکھ، ناک، کان، صورت وغیرہ نہیں رکھتا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

ان اللّٰہ لایشبہ شیئا ای فحش او خبا اعظم من قول من لھف خالق الاشیاء بحبم وصورۃ او بخلقہ او بتحد یداعضاء تعالی اللّٰہ عن ذالک علوا کبیرا. (۱)

خداوند عالم اپنی مخلوق میں سے کسی چیز سے مشابہ نہیں ہے اور اس شخص کے قول سے زیادہ

---

۱. اصول کافی کتاب التوحید

لغو اور بیہودہ قول کس کا ہوگا جو خالق عالم کو جسم اور صورت اور صفات مخلوق اور اعضاء سے موصوف کرے۔

خدا ان عیوب سے پاک ومنزہ ہے اور قرآن میں جو ید، وجہ اور نفس وغیرہ کی نسبت خدا نے اپنی طرف دی ہے ان سے واقعی اعضاء مقصود نہیں ہیں بلکہ ید سے اس کی قدرت اور وجہ اور نفس سے اس کی ذات مقصود ہے۔

لیکن امام ابو حنیفہ اور ابوالحسن اشعری وغیرہ ائمہ اہل سنت کہتے ہیں کہ خدا آنکھ کان، ہاتھ، پاؤں، پنڈلی، انگلیاں، چہرہ سب کچھ رکھتا ہے۔

امام ابو حنیفہ کہتے ہیں: ان اعضاء کی کیفیت معلوم نہیں اور انس بن مالک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ قیامت کے روز جب جہنم کا پیٹ نہیں بھرے گا تو وہ کہے گی کہ میرے لئے کچھ اور ہو تو لاؤ تو اس وقت خدا اس میں اپنی ٹانگ ڈال دے گا تو وہ کہے گا کہ بس کافی ہے۔(۱)

خدا کسی چیز میں حلول نہیں کرتا: یعنی جس طرح بدن میں روح یا کپڑے میں رنگ سماتا ہے خدا کسی چیز میں نہیں سماتا۔

خدا متغیر نہیں ہے: یعنی اس کی ذات میں کسی قسم کا تغیر وتبدل نہیں ہوتا۔

خدا مرئی نہیں ہے: یعنی زمین ہو یا آسمان دنیا ہو یا آخرت وہ کبھی کسی کو دکھائی دیا ہے نہ دے گا جیسا کہ قرآن واحادیث سے ثابت ہے لیکن اہل سنت خدا کے دیدار کے قائل ہیں جس کی تفصیل گذر چکی۔

خدا مرکب نہیں ہے: یعنی وہ کسی چیز سے مل کر نہیں بنا۔

دوسرے عدل: خدا کا عادل وانصاف ور ہونا

خدا انصاف ور ہے ظالم نہیں ہے کیونکہ ظلم بری چیزی ہے اور خدا ہر برائی سے پاک ہے خداوند عالم نہ تو خود برے کام کرتا ہے نہ بندوں کو برے کام کرنے پر مجبور کرتا ہے۔

لیکن اہل سنت کہتے ہیں:

خدا برے کام بھی کرسکتا ہے وہ اگر چاہے تو جھوٹے پیغامبروں کے ہاتھ پر معجزہ ظاہر کردے اور اگر

---

۱. صحیح بخاری، ج ۳، ص ۱۳۵

چاہے تو فرماں بردار مومن کو جہنم میں ڈال دے اور نافرمان، شیطان و کفار کو جنت میں بھیج دے۔(۱)

خدا کے افعال بے غرض نہیں ہوتے: یعنی خدا کا کوئی کام غرض و مصلحت سے خالی نہیں ہوتا کیونکہ جو کام بھی بغیر غرض کیا جائے گا وہ بیکار و لغو ہوگا اور خدا لغو کام نہیں کرتا لیکن اس کے افعال اس کی ذاتی غرض سے نہیں ہوتے کیونکہ وہ غنی ہے بلکہ بندوں کے فائدے کی غرض سے ہوتے ہیں البتہ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ خدا کے کاموں کی کوئی غرض نہیں ہوتی بلکہ اس کے افعال بے غرض و بے مصلحت ہوتے ہیں۔

شرح مواقف بحث افعال برین عقل و دانش بباید گریست

خدا اپنے بندوں سے اچھے کام چاہتا ہے بُرے کام نہیں چاہتا: یعنی خداوند عالم اپنے بندوں سے مومن ہوں یا کافر اچھے کام چاہتا ہے اور ان کے بجالانے کو پسند کرتا ہے اور برے کام سے غضب ناک ہوتا ہے اور ان کے بجالانے کو نہیں چاہتا کیونکہ وہ حکیم ہے۔

لیکن اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ خدا کافر سے کفر کرنے کو چاہتا ہے حالانکہ اس نے خود اس کو کفر کرنے سے منع کیا ہے اور کفر کرنا اس کے لئے برا ہے اور خدا مومن سے ایمان کا ارادہ کرتا ہے جس کا حاصل کرنا مومن کے لئے بہتر ہے۔(۲)

بندے اپنے افعال میں مختار ہیں: یعنی بندے اپنے تمام افعال اپنی قدرت و اختیار سے کرتے ہیں یعنی نہ تو خداوند عالم نے ان کو مجبور کیا ہے کہ وہ خود جو چاہے ان سے کرائے اور پھر اس کام کے کرنے پر ان پر عذاب بھی کرے کیونکہ یہ ظلم ہے اور خدا ظالم نہیں ہے۔

اور نہ یہ کہ اس نے تمام امور بندوں کی قدرت، و اختیار میں دے دئے ہوں کہ وہ چاہیں کریں اور خود مجبور و مقہور ہو گیا ہو بلکہ بندے، جب اچھا کام کرتے ہیں تو خدا اپنی دی ہوئی طاقت کو ان کے لئے معین قرار دیتا ہے اور جب برا کام کرتے ہیں تو خدا ان کو زبردستی روکتا نہیں ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ خداوند عالم نے اپنے بندوں پر رحم کیا ہے اس امر سے کہ خود ان کو گناہ ہوں پر مجبور کرے پھر اس کام کے کر لینے کے بعد ان پر عذاب کرے اور وہ منزہ ہے اس عیب سے کہ کسی کام کا وہ ارادہ کرے اور وہ امر واقع نہ ہو پھر ان دونوں حضرات

---

۱. شرح مواقف، بحث تکفیر اہل قبلہ و بحث احباط ص ۵۸۷ ۲. شرح فقہ اکبر ص ۱۹

سے سوال کیا گیا کہ جبر وقدر کے درمیان میں بھی کوئی منزل ہے جو بندوں کو عطا کی گئی ہے۔ فرمایا: ہاں! زمین وآسمان کی وسعت سے زیادہ وسیع منزل ہے۔(۱)

اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ بندے اپنے افعال میں مجبور ہیں۔(۲)

ملاعلی قاری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں: گناہوں کی نسبت خدا کی طرف ادب کے خیال سے نہیں دیتے حالانکہ نیکی وبدی سب کا پیدا کرنے والا وہی ہے۔ اطاعت کا پیدا کرنا اس کا فضل ہے اور گناہ کا پیدا کرنا عدل ہے۔ گناہ کا پیدا کرنا جب عدل ہے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ پھر ظلم کس چیز کا نام ہے۔(۳)

لطف: کل وہ چیزیں جو بندوں کے اچھے کاموں کے کرنے اور برے کاموں کے چھوڑنے میں آسانی پیدا کریں لطف کہلاتی ہیں اور ان کا مہیا کرنا خدا پر عقلا واجب ہے کیونکہ اس نے بندوں کو احکام شریعت کی تکلیف اس لئے دی ہے کہ وہ اس پر عمل کریں ورنہ تکلیف دینا بیکار ہوگا پس جبکہ وہ جانتا ہے کہ اگر احکام کے بجالانے میں آسانی پیدا نہ کرے گا تو ان کی دشواریوں کی وجہ سے بندے ان کے بجالانے سے معذور ہونگے تو اس پر ان چیزوں کا مہیا کرنا عقلا واجب ہوا کیونکہ اپنی غرض کو خود باطل کردینا حکیم کے لئے جائز نہیں ہے۔

اہل سنت کہتے ہیں: بندوں کے لئے ایسے امور کا مہیا کرنا جو ان کے لیے اچھے کاموں کے کرنے اور برے کاموں سے بچنے میں آسانیاں پیدا کردیں خدا پر واجب نہیں ہے یعنی اس کے لئے جائز ہے کہ بندوں کو کسی کام کا حکم دے لیکن یہ نہ بتائے کہ اس کام کو کب اور کیوں کر بجالائے۔(۴)

قضاوقدر: اگر چہ یہ بات حق ہے کہ کوئی حرکت یا سکون موجودات عالم کا قضاوقدر کے خلاف نہیں ہوتا لیکن قضاوقدر الٰہی سے بندے کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے پر مجبور نہیں ہوتے کیونکہ بندوں کے افعال اختیاریہ میں قضا سے احکام الٰہیہ مقصود ہیں یعنی بندے جو کام کرتے ہیں اس کے کرنے یا نہ کرنے کے متعلق خدا کا کوئی نہ کوئی حکم موجود ہے اگر وہ اچھا کام ہے تو اس کے کرنے کا حکم ہے اور اگر برا ہے تو اس کے چھوڑنے کا حکم ہے۔

---

۱. اصول کافی، باب الجبر والقدر
۲. شرح مواقف بحث جبر
۳. شرح فقہ اکبر، ملاعلی قاری، ص۴۳
۴. شرح مواقف، بحث لطف

قدر: یعنی اس نے بندوں کے تمام حالات وافعال کو جس طرح وہ واقع ہونے والے ہیں لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے جیسا کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے ارشاد سے معلوم ہوتا ہے۔(۱)

لیکن اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ کافر اپنے کفر پر اور مومن ایمان پر مجبور ہے کیونکہ خدا نے جس کو کافر لکھ دیا ہے وہ مومن نہیں ہوسکتا اور جس کو مومن لکھ دیا ہے وہ کافر نہیں ہوسکتا اور خدا اپنے لکھے ہوئے کو بدل بھی نہیں سکتا اور اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ خدا جس کام کو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور جس کو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا۔(۲)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ خدا اپنے بندوں سے خود ہی کفر وگناہ کراتا ہے اور پھر اس پر عذاب بھی کرتا ہے اور یہ ظلم ہے۔

کلام عرب میں اضلال تین معنوں میں بولا گیا ہے۔

۱. کسی کو غلط راستہ بتانا

۲. کسی کے دل میں غلط خیال پیدا کر دینا۔

۳. برے کام کرنے والے پر عذاب کرنا اور اس کو گمراہی میں چھوڑنا اور گنہگاروں پر عذاب کرنا مقصود ہے اور کہیں گمراہ کو اتمام حجت کے بعد گمراہی میں چھوڑ دینا مقصود ہے لیکن پہلے دونوں معنی کہیں بھی مقصود نہیں ہیں کیونکہ کسی کو گمراہ کر دینا بہت بڑا عیب ہے اور خدا کی ذات عیوب سے پاک ہے۔

لیکن اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ خداوند عالم انسان کے دل میں گمراہی کا خیال پیدا کر کے اس کو گمراہ کر دیتا ہے کیونکہ خدا ہی درحقیقت ہدایت وگمراہی کا پیدا کرنے والا ہے اور یہی معنی اضلال کے ہیں۔ (۳)

ملا علی قاری لکھتے ہیں: کبھی ہدایت کی نسبت مجازاً نبی کی طرف دی جاتی ہے۔

اور کبھی گمراہ کرنے کی نسبت مجازاً شیطان کی طرف دی جاتی ہے لیکن درحقیقت ہدایت کرنا اور گمراہ کرنا دونوں خدا کے کام ہیں۔(۴)

جب خدا ہی گمراہ کرے تو بندوں کا ٹھکانہ کہاں ہوگا۔

---

۱. احتجاج طبری، ص۱۰۳
۲. شرح مواقف، بحث افعال عباد
۳. شرح مواقف وشرح فقہ اکبر، ص۱۱۶
۴. شرح فقہ اکبر، ص۱۱۶

اصلح: واضح ہو کر یہ عقل کا ایک فیصلہ ہے کہ اگر کسی مختصر نفع کے چھوڑ دینے پر آئندہ کسی بڑے نفع کا ملنا یقینی ہو تو بندوں کے حق میں اس مختصر نفع کا چھوڑ دینا ہی بہتر ہے اور خدا اپنے بندوں کو جس حال میں بھی رکھتا ہے، جیسے کسی کو فقیر، کسی کو غنی، کسی کو مریض، کسی کو تندرست، کسی کو بچپن میں موت دیتا ہے، کسی کو عمر طبعی تک باقی رکھتا ہے، یہ کل حالتیں بندوں کے لئے اصلح ہیں کیونکہ یہ ایک بڑے مرتبہ اور فائدہ تک پہنچنے کا ذریعہ ہیں جو فائدے کبھی دنیوی ہوتے ہیں کبھی اخروی کبھی شخصی ہوتے ہیں کبھی نوعی اور بندوں کے ساتھ بھلائی کرنا اچھا کام ہے اور خدا اس پر قادر بھی ہے اور عقل اچھے کام کرنے کا حکم بھی دیتی ہے لہٰذا از باب لطف خدا پر اصلح واجب ہے۔

لیکن اہل سنت کہتے ہیں: خدا پر بندوں کی بھلائی و نیکی کے کام کرنا واجب نہیں ہیں۔(۱)

تیسرے نبوت: خدا نے انبیاء کو ہدایت بنا کر بھیجا

نبی کے معنی لغت میں خبر دینے والے کے ہیں اور اصطلاح شرعی میں نبی اس شخص کو کہتے ہیں جس کو خدا نے بندوں کی ہدایت اور ان تک اپنے اوامر و نواہی کے پہنچانے کے لئے معین فرمایا ہو۔

بندوں کی ہدایت کے لئے انبیاء کا مقرر کرنا خدا پر از باب لطف واجب ہے لیکن اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ بندوں کی ہدایت کے لئے انبیاء کا مقرر کرنا نہ تو خدا پر واجب ہے نہ محال ہے بلکہ جائز ہے۔(۲)

عصمت: انبیاء کا ابتدائے عمر سے آخر زندگی تک عمدی و سہوی چھوٹے اور بڑے ہر گناہ سے معصوم ہونا ضروری ہے۔

اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ کفر کے علاوہ دوسرے گناہان کبائر میں انبیاء کا بھولے سے مبتلا ہونا جائز ہے اور گناہان صغیرہ میں ان کا سہواً مبتلا ہونا باجماع اہل سنت زمانہ نبوت میں بھی جائز ہے۔(۳)

واضح ہو کہ ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں اس عبادت کے بعد لکھا ہے یہ سب کچھ جو لکھا گیا بعد نبوت کے حالات ہیں لیکن قبل نبوت گناہان کبیرہ سے انبیاء کا معصوم ہونا ثابت نہیں ہے۔(۴)

---

۱. شرح فقہ اکبر، ص ۱۱۶

۲. حاشیہ المسائرہ محی الدین حنفی، ص ۱۱۸

۳. المسائرہ حاشیہ محی الدین، ص ۱۲۸؛ شرح فقہ اکبر، ص ۵۷

۴. شرح فقہ اکبر، ملا علی قاری، ص ۵۷

بخاری نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابراہیم تین مرتبہ (نعوذ باللہ) جھوٹ بولے۔(۱)

معجزہ: معجزہ کے معنی لغت میں عاجز کرنے والے کے ہیں اور شرع میں معجزہ اس غیر معمولی کام کو کہتے ہیں جس کو خداوند عالم کسی نبی یا وصی نبی کی نبوت و امامت کو ثابت کرنے کے لئے ان کے ہاتھوں پر ظاہر فرمایا ہے اور عام لوگ اس کے کرنے سے عاجز ہوتے ہیں۔

نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والوں کے ہاتھ پر معجزہ ظاہر کرنا خدا کے لئے جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے سچے انبیا کی تکذیب لازم آتی ہے جو خدا کے لیے عیب ہے لیکن اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والوں کے ہاتھ پر معجزہ کا ظاہر کرنا خدا کے لئے جائز ہے۔(۲)

نبوت کے باقی شرائط

علاوہ عصمت و معجزہ کے انبیاء میں چند دوسری شرطوں کا موجود ہونا بھی ضروری ہے: کامل العقل ہونا، ذہین و سمجھ دار اور رائے کا درست ہونا، بھول چوک سے محفوظ ہونا، ماں باپ دونوں طرف سے عالی خاندان ہونا، سخت دل اور بدمزاج نہ ہونا، ہر طرح کے نفرت دلانے والے امراض مثل جذام و برص و جنون وغیرہ سے محفوظ ہونا ہر ذلیل اور نفرت دلانے والے صفات و عادات سے محفوظ ہونا، مرد ہونا وغیرہ۔

خدا کا آخری پیغمبر

پروردگار عالم نے بنا بر اختلاف اقوال ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بھیجے سب سے پہلے ابوالبشر حضرت آدم اور سب سے آخری سید المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے آپ کے بعد کوئی پیغمبر نہ ہوا ہے نہ ہوگا آپ کفر و گناہان کبیرہ و صغیرہ سے قبل بعثت معصوم تھے آپ کبھی ترک اولیٰ اور نسیان میں بھی مبتلا نہ ہوئے آپ کا علم تمام ملائکہ اور انبیا و مرسلین کے علم سے زیادہ اور افضل تھا یہاں تک کہ جب آپ چاہتے تھے تو خدا آپ کو علم غیب بھی عطا فرماتا تھا۔(۳)

آپ اخلاقی و پیدائشی عیب سے پاک تھے اور تمام انبیاء و ملائکہ سے افضل تھے آپ کی شریعت پہلے تمام انبیا کی شریعتوں کی ناسخ ہے آپ کا دین کسی خاص ملک یا قبیلہ کے لئے مخصوص نہیں ہے بلکہ آپ

---

۱. بخاری، ج ۲، ص ۱۵۳ مطبوعہ مصر
۲. شرح مواقف، بحث تکثیر اہل قبلہ، ص ۲۰۲
۳. اصول کافی، باب نوادر، ذکر غیب، تفسیر الالمن الرتضی، ص ۱۵۷

انه قال الزموا السواد الاعظم فان يدالله على الجماعة وايا كم الفرقة فان الشاذ من الناس للشيطان. (۱)

لازم ہے کہ پکڑو بڑی جماعت کو کیونکہ جماعت پر خدا کا ہاتھ ہے اور بچو افتراق سے کیونکہ لوگوں سے کنارا کرنا شیطان کا حصہ ہے اور سواد اعظم اگلی صدیوں اور کل صدیوں میں آج کے دن تک فقط اہل سنت ہیں۔

حضرت کا یہ جملہ نہج البلاغہ میں ہے: جو آپ نے خارجیوں سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا تھا۔ جب ان لوگوں نے بوجہ تحکیم حکمین کے آپ سے جدائی اختیار کی۔ (۲)

شاہ عبدالعزیز صاحب کو دھوکا یہ ہوا ہے کہ سواد اعظم کا لفظ اس خطبہ میں اور جہاں جہاں بھی استعمال ہوا ہے اس سے سنت مقصودہ ہیں۔ اس لئے کہ ہر زمانے میں اہل سنت ہی کو سواد اعظم کہا گیا۔ اب سنئے کہ جس وقت اسی صفین میں معاویہ کے لشکر سے جنگ ہو رہی تھی ایک رات جس کو لیلۃ الہریر کہتے ہیں آپ نے اپنی فوج سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے معاشر المسلمین یعنی اے مسلمانوں خوف خدا اپنا شعار بناؤ۔ پھر فرمایا: سمجھ لو کہ تم لوگ خدا کے سامنے ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابن عم کے ساتھ ہو۔ پس بار بار حملہ کرو بھاگنے سے شرم کرو۔ کیونکہ بھاگنا آنے والی نسلوں میں عیب کا سبب ہے اور قیامت کے روز جہنم کی آگ ہے (میدان جنگ سے بھاگنے والوں کو اس جملہ پر غور کرنا چاہئے) اور خوش ہو جاؤ۔ راہ خدا میں جان دینے پر۔

وَامْشُوا اِلَى الْمَوْتِ مَشْيًا سُجُحًا، وَعَلَيْكُم بِهٰذَا السَّوَادِ الْأَعْظَمِ، وَالرِّوَاقِ الْمُطَنَّبِ فَاضْرِبُوا ثَبَجَهُ، فَاِنَّ الشَّيْطَانَ كَامِنٌ فِي كِسْرِهِ وَقَدْ قَدَّمَ لِلْوَثْبَةِ يَدًا، وَأَخَّرَ لِلنُّكُوصِ رِجْلاً فَصَمْدًا صَمْدًا! حَتّٰى يَنْجَلِيَ لَكُمْ عَمُودُ الْحَقِّ (وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ. (۳)

اپنے نفس کو ہنسی خوشی خدا کے حوالے کر دو اور موت کی طرف نہایت درجہ سکون واطمینان سے قدم آگے بڑھاؤ۔ تمہارا نشانہ ایک دشمن کا عظیم لشکر اور طناب دار خیمہ ہونا چاہئے کہ اسی کے وسط پر حملہ کرو کہ شیطان اسی کے ایک گوشہ میں بیٹھا ہوا ہے۔ اس کا حال یہ ہے کہ اس نے ایک قدم حملہ کے لئے آگے بڑھا رکھا ہے۔ اور ایک بھاگنے کے لئے پیچھے کر

---

۱. تحفہ اثناعشریہ باب ۱۱/ خاتمہ کتاب آیت ۱۲۔ ۲. نہج البلاغہ، ج ۱، خطبہ ۱۲۷ ۳. نہج البلاغہ خطبہ ۶۵

ساری دنیا اور تمام جن وانس کے نبی تھے آپ نے کسی سے علم واخلاق حاصل نہیں کیا۔(۱)

قرآن مجید آپ کا معجزہ اور خدا کا کلام ہے اس وقت جو قرآن ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے وہ سب کا سب یعنی اس کا ہر سورہ ہر آیت اور ہر لفظ خدا کا کلام ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ جداد سب کے سب مسلمان اور خدا پرست اور نگاہ خداو خلق میں معزز ومحترم تھے۔

اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی ترک اولیٰ صادر ہوتا تھا چنانچہ قرآن مجید میں جو بعض مقام پر خداوند عالم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خطاؤں کے بخشنے کا دعویٰ کیا ہے وہاں خطاؤں سے ترک اولیٰ مقصود ہے۔

بخاری باب توجہ نحو القبلہ میں ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں کچھ بھول گئے جب لوگوں نے یاد دلایا تو سجدہ سہو کیا اور فرمایا میں بھی تمہارے جیسا انسان ہوں جب بھول جایا کروں تو یاد دلا دیا کرو۔(۲)

المسائرہ اصل تاسع میں ہے کہ حنفی مسلمانوں نے لکھا ہے کہ جو شخص کہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب ہوتا تھا وہ کافر ہے۔(۳)

عروہ نے عائشہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ میرے پاس حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے وقت میں تشریف لائے کہ میرے پاس دو گانے والیاں بغاث کا گیت گا رہی تھیں۔

آپ آکر بستر پر لیٹ گئے اور اپنا منھ چھپا لیا تھوڑی دیر میں جناب ابوبکر بھی آگئے اور انھوں نے مجھ کو ڈانٹا کہ رسول اللہ کے پاس شیطان کی بانسری بج رہی ہے تو آپ نے ابوبکر سے فرمایا کہ ان دنوں کو چھوڑ دو پھر حضرت لیٹے لیٹے سو گئے، تو میں نے ان دونوں گانے والیوں کو اشارہ کیا کہ اب چلی جاؤ۔

بخاری کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ عید کے دن حبشیوں کا ایک گروہ کھیل تماشہ کر رہا تھا عائشہ کہتی ہیں کہ پس میں نے دیکھنے کی خواہش کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ کو لے گئے۔

اور اپنے پیچھے اس طرح کھڑا کر لیا کہ میرا رخسار حضرت کے رخسار پر تھا حضرت ان حبشیوں کو کھیلتے رہنے کی تاکید کرتے رہے تھے یہاں تک کہ میں دیکھتے دیکھتے تھک گئی تو آپ نے مجھ سے پوچھا کہ تھک گئی میں نے کہا: ہاں! تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ گھر چلی جاؤ۔(۴)

---

۱. شرح تجرید، علامہ حلی، مبحث نبوت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
۲. بخاری، باب توجہ نحو القبلہ، ج۱، ص ۲۴۷
۳. المسائرہ، اصل تاسع ص ۱۲۹
۴. بخاری شریف، ج۲، ص ۱۰۲ مطبوعہ باب الدرق

حذیفہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہیں تشریف لے جارہے تھے اور میں بھی ساتھ تھا کہ ایک مقام پر گھوڑے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دیوار کے پیچھے کھڑے ہوکر پیشاب کرنے لگے میں آپ کے پاس سے ہٹ گیا تو آپ نے مجھ کو اشارے سے بلالیا میں جاکر آپ کے پیچھے کھڑا ہوگیا یہاں تک کہ حضرت فارغ ہوئے۔(۱)

یہ حدیثیں امام بخاری نے کئی لاکھ حدیثوں میں سے چن کر دو دو رکعت نمازیں پڑھ پڑھ کر نقل کی ہیں مسلمانو! پڑھو اور سوچو!۔

چوتھے امامت: انبیا کے بعد ائمہ علیہم السلام کا سلسلہ

شرعی اصطلاح میں امام اس شخص کو کہتے ہیں جس کو خداوند عالم کسی نبی کی غیبت کے زمانے میں اس کی شریعت کی حفاظت اور اس کی امت کی اصلاح کے لئے اس کا قائم مقام معین فرمائے۔

امام مقرر کرنا خداوند عالم پر از باب لطف واجب ہے کیونکہ انسان کی طبیعت کا میلان زیادہ تر گناہوں کی طرف ہوتا ہے جس کی وجہ سے بڑے بڑے مظالم اور فسادی پیدا ہوتے ہیں اور انتظام عالم میں خرابی پیدا ہوتی ہے لہذا خدا کے دین کی حفاظت اور اس کے بندوں کی اصلاح کے لئے ایک رئیس کی ضرورت ہے۔

جس کا مقرر کرنا خود ہمارے لئے دو وجہوں سے ناممکن ہے ایک اس سبب سے کہ ہمارے جذبات اور شخصی مصلحتوں کا اختلاف ہمارے نظریوں کو مفاد عامہ کے کسی ایک نقطہ نظر پر مجتمع ہونے سے روکتا ہے، دوسرے اس وجہ سے کہ شرائط امامت میں سے ایک عصمت بھی ہے جس کا پتہ لگانا ہمارے لئے ناممکن ہے اور بجز خدا کے اس صفت کو کوئی سمجھ نہیں سکتا پس امام کا مقرر کرنا خدا ہی کا وظیفہ ہے۔

اہل سنت کہتے ہیں: خلیفہ کا مقرر کرنا امت کا کام ہے جس کے چار طریقہ ہیں:

۱. **اجماع:** جیسا کہ جناب ابو بکر اسی اجماع سے خلیفہ بنائے گئے، میں کہتا ہوں کہ جناب ابو بکر کی خلافت پر اجماع نہیں ہوا جس کا ثبوت گذر چکا لہذا اجماع کے رو سے بھی یہ خلافت باطل تھی۔

۲. **استخلاف:** جیسا کہ جناب ابو بکر نے جناب عمر کو اپنے اختیار سے خلیفہ نامزد کیا۔ میں کہتا ہوں چونکہ جناب ابو بکر کی خلافت باطل تھی لہٰذا یہ استخلاف بھی باطل قرار پایا۔

---

۱. بخاری، ج۱ص۳۶، باب البول عند صاحبہ

۳. **شوریٰ:** جیسا کہ جناب عمر نے اپنے بعد کے لئے خلافت شوریٰ میں قرار دیا۔
میں کہتا ہوں چونکہ جناب عمر کی خلافت باطل تھی لہٰذا خلافت کے لئے کسی دستور کے مقرر کرنے اور اہل الرائے کے انتخاب کا حق ان کو نہ تھا نیز یہ کہ شوریٰ کے لئے جو لوگ مقرر کے گئے تھے وہ عثمان کے طرف دار اور حضرت علی علیہ السلام کے مخالف تھے اس لئے ان کا انتخاب باطل تھا۔

۴. **غلبہ:** یعنی جو غالب آجائے وہی خلیفہ ہے جیسے یزید ظاہری طور پر حضرت امام حسین علیہ السلام پر غالب آگیا لہٰذا یزید کو مسلمانوں کا جائز خلیفہ ہونا چاہئے لیکن مسلمانوں نے خلافت راشدہ کو چار پر ختم کر کے خود اصول کو توڑ ڈالا۔

قارئین محترم! اس سے واضح ہو کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کو بحکم پروردگار خود اپنا خلیفہ مقرر فرمایا تھا جس کے بعد مسلمانوں کو کسی کو خلیفہ منتخب کرنے کا اختیار حاصل نہ تھا لہٰذا یہ چاروں طریقے باطل قرار پائے۔

شرائط امامت

۱. امام کو معصوم ہونا چاہئے کیونکہ اگر گنہگار امام ہوگا تو ہم پر اس کی اطاعت حرام اور مخالفت واجب ہوگی کیونکہ جو خود گمراہ ہوگا وہ دوسروں کی ہدایت نہیں کر سکتا چنانچہ انھیں گمراہ راہبروں ہی نے انبیائے ماسلف کی شریعتوں کو تباہ و برباد کیا اور آسمانی کتابوں میں تحریف کی اور امت کو کفر کی راہ پر لگا دیا۔
علمائے اہل سنت کہتے ہیں: امام کا معصوم ہونا ضروری نہیں ہے کیونکہ معصوم کا وجود عادتاً ناممکن ہے
میں کہتا ہوں کہ یہی دلیل مخالفین اسلام، عصمت انبیاء کے خلاف بھی پیش کر سکتے ہیں جو جواب آپ ان کو دیں گے وہی میرا بھی جواب ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام معصوم کا وجود بنص قرآن واحادیث ورسول ثابت ہے لہٰذا آپ کا دعویٰ باطل ہو گیا۔

۲. امام علیہ السلام کو صاحب اعجاز ہونا چاہئے تاکہ وہ امت پر اپنی امامت کو ثابت کر سکے۔

۳. امام کو بنی ہاشم سے ہونا چاہئے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خداوند عالم نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں کنانہ کو اور کنانہ میں قریش کو، قریش میں بنی ہاشم کو، بنی ہاشم میں مجھ کو منتخب کیا۔(۱)

۴. امام کا م امت سے افضل ہونا ضروری ہے کیونکہ تفضیل مفضول قبیح ہے۔

---

۱. مودة القربیٰ، مودت ۸

خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ مَنْ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ قُلْ اللهُ يَهْدِي لِلْحَقِّ أَفَمَنْ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ أَحَقُّ أَنْ يُتَّبَعَ أَمَّنْ لَايَهِدِّي إِلَّا أَنْ يُهْدَى فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ . (۱)

کہئے کہ کیا تمہارے شرکاء میں کوئی ایسا ہے جو حق کی ہدایت کر سکے اور پھر بتائے کہ اللہ ہی حق کی ہدایت کرتا ہے اور جو حق کی ہدایت کرتا ہے وہ واقعا قابلِ اتباع ہے یا جو ہدایت کرنے کے قابل بھی نہیں ہے مگر یہ کہ خود اس کی ہدایت کی جائے تو آخر تمہیں کیا ہوگیا ہے اور تم کیسے فیصلے کر رہے ہو۔

۵. زندگی میں چشم زدن کے لئے بھی کافر و ظالم نہ رہا ہو کیونکہ خداوند عالم فرماتا ہے:

وَإِذْ ابْتَلَى إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي قَالَ لَايَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ . (۲)

اور اس وقت کو یاد کرو جب خدا نے چند کلمات کے ذریعے ابراہیم علیہ السلام کا امتحان لیا اور انھوں نے پورا کر دیا تو اس نے کہا کہ ہم تم کو لوگوں کا امام اور قائد بنا رہے ہیں انھوں نے عرض کی کہ میری ذریت؟ ارشاد ہوا کہ یہ عہدۂ امامت ظالمین تک نہیں جائے گا۔

پس جو شخص چشم زدن کے لئے بھی اپنی زندگی میں کافر رہا ہو وہ امامت و خلافت نہیں پا سکتا کیونکہ وہ ظالم ہے علمائے اہل سنت کہتے ہیں کافر نے جب کفر سے توبہ کر لی تو وہ ظالم نہیں رہا لہٰذا وہ خلیفہ ہو سکتا ہے لیکن یہ دعویٰ ان لوگوں کا غلط ہے کیونکہ مشتق کے استعمال میں بقائے مبداء شرط نہیں ہے۔

چنانچہ امام شوکانی اپنی کتاب ارشاد الفحول میں لکھتے ہیں: حق یہ ہے کہ مشتق کا استعمال اس فعل کے فاعل پر جو گذر چکا حقیقت ہے کیونکہ وہ فاعل اس فعل کے ساتھ گذشتہ ہی زمان میں سہی لیکن متصف ہو چکا ہے۔(۳)

خداوند عالم میں فرماتا ہے:

---

۱. سورہ یونس، آیت ۳۵

۲. سورہ بقرہ، آیت ۱۲۴

۳. ارشاد الفحول، امام شوکانی، فصل ۴ر مسئلہ اول ص ۱۶ر مطبوعہ مصر

وَلاَ تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لاَتُنصَرُونَ. (۱)

اور خبر دار تم لوگ ظالموں کی طرف جھکاؤ اختیار نہ کرنا کہ جہنم کی آگ تمہیں چھو لے گی اور خدا کے علاوہ تمہارا کوئی سرپرست نہیں ہوگا اور تمہاری مدد بھی نہیں کی جائے گی۔

یعنی جو لوگ گذشتہ زندگی میں ظلم کر چکے ہیں ان کی طرف دینی امور میں کبھی توجہ نہ کرو پس ثابت ہوا کہ جو شخص کبھی کافر رہ چکا ہو وہ اسلام لانے کے بعد بھی خلافت کا استحقاق نہیں رکھتا اور یہ ایک ایسا عقلی قانون ہے کہ دنیاوی حکومتیں بھی اس پر عامل ہیں چنانچہ جو شخص ایک مرتبہ بھی کوئی جرم کر لیتا ہے اس کو حکومت میں کبھی کوئی عہدہ نہیں دیا جاتا کیونکہ وہ قابل وثوق واطمینان باقی نہیں رہتا۔

۶. اعلم امت ہو کیونکہ تفضیل مفضول جائز نہیں ہے۔

۷. ایک وقت میں ایک ہی امام ہو سکتا ہے کیونکہ امام کا تعدد، اختلاف کا سبب ہوگا۔

۸. منصوص من اللہ ہو اس لئے کہ غیر منصوص کی اطاعت واجب نہیں ہے۔

اہل سنت کہتے ہیں: امام کا معصوم بلکہ عادل ہونا بھی ضروری نہیں ہے نیز ہاشمی اور صاحب اعجاز ہونا اور کفر و معصیت سے تمام عمر محفوظ ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ فاسق و فاجر کی خلافت و امامت بھی جائز ہے۔ (۲)

واضح رہے کہ شیعوں نے جو شرائط امامت لکھے ہیں اگر خلفائے ثلاثہ میں پائے جاتے تو اہل سنت کبھی ان پاکیزہ شرائط سے انکار نہ کرتے بلکہ دنیا کے سامنے فخر کے ساتھ پیش کرتے اور اگر ائمہ اہل بیت علیہم السلام میں یہ شرائط موجود نہ ہوتے تو شیعہ کبھی ان کا نام نہ لیتے اب مسلمان فیصلہ کریں کہ ان دونوں میں کون خلافت رسول کا حقدار تھا اور کون نہ تھا۔

شیعوں کے امام

شیعوں کے اماموں کی تعداد بارہ ہے جن کی ترتیب یہ ہے:

پہلے امام حضرت علی بن ابیطالب علیہ السلام

دوسرے امام حضرت امام حسن بن علی المجتبیٰ علیہما السلام

---

۱. سورہ ہود، آیت ۱۱۳ ۲. المسائرہ، ص ۱۷۰

تیسرے امام حضرت امام حسین بن علی ابا عبداللہ، سید الشہداؑ

چوتھے امام حضرت علی بن حسین زین العابدینؑ

پانچویں امام حضرت محمد بن علی الباقرؑ

چھٹے امام حضرت امام جعفر بن محمد الصادقؑ

ساتویں امام حضرت موسیٰ بن جعفر الکاظمؑ

آٹھویں امام حضرت علی بن موسیٰ الرضاؑ

نویں امام حضرت محمد بن علی، تقی الجوادؑ

دسویں امام حضرت علی بن محمد النقیؑ

گیارہویں امام حسن بن علی العسکریؑ

بارہویں امام حضرت محمد بن حسن المہدی آخر الزماںؑ

بارہویں امام زندہ ہیں اور خدا کے حکم سے ہماری نظروں سے پوشیدہ ہیں جب حکم خدا ہوگا ظاہر ہوں گے اور دنیا کو عدل وانصاف سے پر کردیں گے۔

یہ ہستیاں ہیں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برحق خلیفہ اور جانشین جو حضرات ان ذوات مقدسہ کے فضائل وحالات اہل سنت کی کتابوں میں دیکھنا چاہیں وہ علامہ ابن حجر مکی کی کتاب صواعق محرقہ اور خواجہ محمد پارسا بخاری کی فصل الخطاب اور محمد یوسف گنجی کی ینابیع المودۃ اور ملا مبین فرنگی محل کی وسیلۃ النجاۃ وغیرہ ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت علی علیہ السلام کی خلافت قرآن کی نظر میں

۱. خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ .(۱)

بے شک تم لوگوں کا سرپرست خدا اور اس کا رسول ہے اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور نماز قائم کرتے ہیں اور رکوع کی حالت میں زکوۃ دیتے ہیں۔

---

۱. سورہ مائدہ، آیت ۵۵

یہ آیت باتفاق واجماع مسلمین حضرت علی علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے۔(۱)

غرض بہت سے علمائے مفسرین نے لکھا ہے کہ جب حضرت علی علیہ السلام نے حالت رکوع میں سائل کو انگوٹھی عطا کی تو یہ آیت ان کی شان میں نازل ہوئی۔

علامہ قوشجی نے اس پر علمائے اہل سنت کے اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔(۲)

اس آیت میں انما حرف حصر ہے لہٰذا آیت کے معنی یہ ہوئے کہ اے مسلمانو! خدااور رسول اور اس شخص کے سوا جس نے حالت رکوع میں زکوۃ دی تمہارا کوئی حاکم وسرپرست نہیں۔

نیز اس کے علاوہ ولی کے معنی مقصود نہیں ہو سکتے کیونکہ خداوند عالم نے ولایت کو مخصوص کیا ہے ان مومنین کے ساتھ جن کی صفت یہ ہے کہ انھوں نے حالت رکوع میں زکوۃ دی ہے پس اگر ولی کے معنی دوست اور مددگار کے لئے لے جائیں تو آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ اے ایمان والوسوائے خدااور اس کے رسول کے اور سوا ان مومنوں کے جو رکوع کی حالت میں زکوۃ دیتے ہیں تمہارا کوئی دوست اور مددگار نہیں ہے یعنی وہ مومنین جنھوں نے حالت رکوع میں زکوۃ دی تمہارے دوست ومددگار نہیں ہیں ان سے ہوشیار رہنا کہیں تمہارا دین وایمان نہ لوٹ لیں اور اس کو کوئی مسلمان قبول نہ کرے گا کہ حالت رکوع میں زکات دینے والے کے علاوہ سارے صحابہ (مہاجرین وانصار) مسلمانوں کے دشمن تھے۔

پس ثابت ہوا کہ اس آیت میں ولی سے حاکم اولی بالتصرف مقصود ہے اور اس کی دوسری دلیل یہ ہے کہ خداوند عالم نے اس آیت میں فرمایا ہے انما ولیکم اللہ یعنی اے ایمان والو تمہارا حاکم خدا ہے۔

اس جملہ میں خطاب تمام مومنین سے ہے جس نے حالت رکوع میں زکوۃ دی ہے اور جس نے نہیں دی ہے یہاں تک کہ خود حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس خطاب میں داخل ہیں اس لئے کہ خدا ان کا بھی

---

۱. تفسیر بیضاوی، مطبوعہ بمبئی ص ۲۵۹؛ تفسیر نیشاپوری، ص ۲۸ر مطبوعہ بمبئی؛ تفسیر طبری، ج ۶، ص ۱۸۶؛ غرائب القرآن ج ۱ص ۴۶۱؛ تفسیر کشاف، ج ۱ص ۴۲۲؛ اسباب النزول ص ۱۴۸؛ تفسیر امام رازی، ج ۶۱۳؛ تفسیر فتح القدیر، ص ۳ ۱۷؛ تفسیر طبری، ج ۲، ص ۲۹۳؛ احکام القرآن، ص ۵۴۲؛ تفسیر ابیالبرکات، ج ۱ص ۴۹۶؛ انوار التنزیل ج ۱، ص ۳۴۵؛ تفسیر خازن ج ۱، ص ۴۹۶؛ ارجح المطالب ص ۷۷، بحوالہ تفسیر ثعلبی؛ تذکرۃ الخواص الامتہ ص ۹؛ مطالب السؤل ص ۲۳؛ مناقب مغازلی؛ ابن عساکر؛ سمعانی؛ نور الابصار؛ ابن ابی الحدید؛ ابن مردویہ خوارزمی؛ جامع الاصول؛ کفایۃ الطالب؛ اوسط طبریانی؛ ینابیع المودۃ ص ۲۱۲ اور فصول المہمہ وغیرہ۔

۲. شرح تجرید بحث امامت آ

حاکم ہے، اس کے بعد اس نے فرمایا ورسولہ یعنی اور خدا کا رسول تمہارا حاکم ہے۔
اس جملہ نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان مومنین سے جدا کر دیا جن کے حاکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنائے گئے اس لئے حاکم ومحکوم میں مغایرت ضروری ہے اب صرف مومنین اس خطاب میں داخل رہے اس کے بعد ارشاد فرماتا ہے:

وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلاَةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ .

اے ایمان والو اور وہ اہل ایمان تمہارے حاکم ہیں، جو نمازیں پڑھتے ہیں اور رکوع کی حالت میں زکوۃ دیتے ہیں اس جملہ نے ان مومنوں کو دو گروہ پر تقسیم کر دیا ایک وہ لوگ جن سے خطاب ہے اور جو محکوم بنائے گئے ہیں اور دوسرے وہ جو رکوع کی حالت میں زکوۃ دیتے ہیں اور حاکم بنائے گئے۔

اور باجماع مسلمین واحادیث متواترہ ثابت ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے حالت رکوع میں زکوۃ دی تو آپ کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی لہذا ثابت ہوا کہ اس آیت میں ''والذین امنوا'' سے حضرت علی علیہ السلام مقصود ہیں، اگر کوئی کہے کہ ''ویوتون الزکوۃ وھم راکعون'' وغیرہ جمع کے صیغے ہیں لہذا اس سے صرف حضرت علی علیہ السلام کی ذات کیونکر مقصود ہو سکتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جمع کا صیغہ تعظیما واحد پر بھی بولا جاتا ہے جس کی مثال قرآن مجید میں بھی موجود ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالۃ الخفاء میں ''وھم راکعون'' کو ''یقیمون الصلوۃ ویوتون الزکوۃ'' دونوں کی ضمیر کا حال قرار دیا ہے اور راکعون کو خاشعون کے معنی میں لیا ہے اور آیت کا معنی یہ لکھے ہیں کہ وہ مومنین جو خشوع وخضوع کے ساتھ نمازیں پڑھتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اس صورت میں یہ آیت عام ہو جاتی ہے اور حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ مخصوص نہیں رہتی۔

میں کہتا ہوں کہ رکوع بمعنی خشوع مجاز ہے اور جب آیت کے حقیقی معنی ہیں یعنی حضرت علی علیہ السلام کا حالت رکوع میں زکوۃ دینا اور ان کی شان میں آیت کا نازل ہونا باجماع مسلمین ثابت ہے تو زبردستی تاویل کر کے دلیل سے بھاگنا عقلاء کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: من کان اللہ ورسولہ ولیہ فان علیا ولیہ.
جس کا خدا اور میں سرپرست ہوں اس کا یہ علی سرپرست ہے۔(۱)

نیز حضرت نے فرمایا :علی ولی کل مومن بعدی .(۲)

---

۱. مستدرک حاکم، ج ۲، ص ۱۳۰، وفرائد السمطین، حموینی ۲. کنزل العمال، ج ۶، کتاب فضائل، ص ۱۵۴

علی علیہ السلام میرے بعد ہر مومن کے آقا و سردار ہیں اس حدیث میں من بعدی کی لفظ بتا رہی ہے کہ ولی کے معنی دوست کے نہیں ہیں اس لئے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں بھی مومنوں کے دوست تھے تو بعدی کی قید کا فائدہ کیا رہا۔

یہ حدیثیں، آیت ولایت کے ہم معنی ہیں جو آیت مذکورہ کے حضرت علی کی شان میں نازل ہونے کی تائید کر رہی ہیں۔

۲. خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے۔

یَا أَیُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَیْکَ مِنْ رَبِّکَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللهُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللهَ لَایَهْدِی الْقَوْمَ الْکَافِرِینَ. (۱)

اے پیغمبر! آپ اس حکم کو پہنچا دیں جو آپ کے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اور اگر آپ نے یہ نہ کیا تو گویا اس کے پیغام کو نہیں پہنچایا اور خدا آپ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا کہ اللہ کافروں کی ہدایت نہیں کرتا ہے۔

ابن صباغ مالکی نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے۔

انھوں نے کہا: یہ آیت غدیر خم میں حضرت علی علیہ السلام کے حق میں نازل ہوئی۔ (۲)

براء بن عازب صحابی رسول بیان کرتے ہیں یہ آیت غدیر خم میں نازل ہوئی اور بلغ ما انزل سے علی بن ابی طالب کی بعض فضیلتوں کو مسلمانوں تک پہنچانا مقصود ہے جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ نے خطبہ دیا اور فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں علی بھی اس کے آقا اور مولا ہیں پس خلیفہ دوم نے کہا کہ اے علی آپ کو مبارک ہو کہ آج آپ میرے اور کل مومنین اور مومنات کے آقا اور سردار ہو گئے۔ (۳)

ابو سعید خدری صحابی رسول اور ابو ہریرہ نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو غدیر خم میں جمع کیا اور ببول کے کانٹے صاف کرائے، یہ واقعہ پنجشنبہ (جمعرات) کے روز کا ہے پھر حضرت علی علیہ السلام کو بلایا اوران کا بازو پکڑ کر اس قدر بلند کیا کہ حضرت کے بغل کی سفیدی ظاہر ہو گئی اور فرمایا: "**من کنت مولاہ فعلی مولاہ**" اور ابھی لوگ متفرق نہیں ہونے پائے تھے آیت "**الْیَوْمَ أَکْمَلْتُ لَکُمْ دِینَکُمْ**

---

۱. سورہ مائدہ، آیت ۶۷

۲. ینابیع المودۃ، باب ۳۹، ص ۹۸، مطبوعہ بمبئی و ارجح المطالب، باب ۲، ص ۶۶، وغیرہ

۳. ارجح المطالب، باب ص ۶۷؛ بحوالہ حافظ ابو نعیم و امام ثعلبی و ینابیع المودت باب ۳۹، ص ۹۸؛ بحوالہ ثعلبی و فرائد و فصول المہمہ

وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا" نازل ہوئی یعنی آج ہم نے تم لوگوں پر تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تم لوگوں کے لئے دین اسلام کو پسند کیا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں خدا کی تجلیل کرتا ہوں کہ اس نے دین کامل اور نعمت تمام کر دی اور میری رسالت اور علی علیہ السلام کی ولایت کو پسند کیا۔(۱)

مجاہد نے بیان کیا ہے کہ "الیوم اکملت لکم دینکم" غدیر خم میں نازل ہوئی۔(۲)

ابو ہریرہ سے منقول ہے انھوں نے کہا کہ جو شخص اٹھارہ ذی الحجہ کو روزہ رکھے جس روز واقعہ غدیر ہوا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو ہاتھ پکڑ کر بلند کیا اور فرمایا کہ کیا میں تم لوگوں کی جانوں پر تم لوگوں سے زیادہ اختیار نہیں رکھتا سب نے کہا کہ بے شک رکھتے ہیں پس آپ نے فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اس کے علی بھی مولا ہیں پس عمر بن خطاب نے کہا: اے فرزند ابو طالب مبارک ہو مبارک ہو مبارک ہو آپ کو کہ آج سے آپ ہمارے اور کل مومنوں کے آقا اور سردار ہو گئے۔

اس وقت خدا نے یہ آیت نازل فرمائی "اکملت لکم دینکم" تو اس کے لئے ساٹھ مہینوں کے روزوں کا ثواب لکھا جاتا ہے۔(۳)

واقعہ غدیر

ملا مبین فرنگی محل نے حدیث غدیر کو اولاً: حسب ذیل اصحاب رسول کتابوں کے حوالوں کے ساتھ نقل کیا ہے، بحوالہ حاکم، زید بن ارقم سے اور مسند احمد بن حنبل و مستدرک حاکم، ابن عباس سے اور بحوالہ طبرانی بسند صحیح حذیفہ ابن اسید سے اور بحوالہ مسند احمد بن حنبل براء بن عازب سے اور بحوالہ مسند احمد، بریدہ سے اور بحوالہ حاکم و احمد بن حنبل و ابن حبان، بریدہ سے اور بحوالہ احمد بن حنبل و طبرانی، ابو ایوب انصاری اور حضرت علی علیہ السلام اور زید ابن ارقم سے اور اسی طرح ۳۰/ اصحاب رسول سے اور بحوالہ طبرانی طفیل سے انھوں نے زید بن ارقم سے اور بحوالہ مشکوۃ، براء ابن عازب سے۔

اسی طرح بہت سے طرق سے نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

---

۱. ارجح المطالب، باب ۶۷، ص ۶۷؛ بحوالہ حافظ ابو نعیم و حافظ ابو بکر بن مردویہ و سیوطی و دیلمی و مناقب خوارزمی، فصل ۱۴، ص ۸۰ از ابو سعید خدری

۲. ارجح المطالب، باب ۲، ص ۶۷

۳. ارجح المطالب، باب ص ۶۷؛ بحوالہ علامہ بن مغازلی و ابو الفتح نطنزی

رکھا ہے لہٰذا تم مضبوطی سے اپنے ارادہ پر جمے رہو یہاں تک کہ حق صبح کے اجالے کی طرح واضح ہو جائے اور مطمئن رہو کہ بلندی تمہارا حصہ ہے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور وہ تمہارے اعمال کو ضائع نہیں کر سکتا۔

پس اگر شاہ عبدالعزیز صاحب کے دعویٰ کے مطابق سواد اعظم سے سنی ہی مراد لئے جائیں تو ماننا پڑے گا کہ معاویہ اور اس کی فوج والے سب سنی تھے۔ جن پر حملہ کرنے کا آپ نے اپنی فوج کو حکم دیا اور ان کے سردار یعنی معاویہ کو شیطان کی لفظ سے تعبیر فرمایا جن لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باغی اور جہنمی فرمایا ہے جیسا کہ حدیث متواتر میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمار یاسر علیہ السلام سے فرمایا: افسوس عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا یہ ان کو جنت کی طرف بلا رہے ہوں گے اور وہ ان کو جہنم کی طرف بلا رہا ہوگا۔(۱)

ہر مسلمان جانتا ہے کہ عمار یاسر کو جنگ صفین میں معاویہ کی فوج نے قتل کیا پھر جب معاملہ تحکیم کی بناء پر خوارج آپ کے مخالف ہوئے تو آپ نے ان کو اہل سنت کا مذہب اختیار کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اہلسنت کے سر پر خدا کا ہاتھ ہے یہ تو کھلا ہوا تضاد ہے۔

اس سے ثابت ہے کہ ان خطبوں میں سواد اعظم سے مراد اہلسنت نہیں ہیں بلکہ اس کے لغوی معنی (بڑا گروہ) مقصود ہے چونکہ جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کی فوج سے معاویہ کی فوج زیادہ تھی اس لئے حضرت علی علیہ السلام نے ان کو سواد اعظم کہا ہے اور خوارج کے مقابلہ میں چونکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فوج زیادہ تھی اس لئے آپ نے اس محل پر اپنی فوج کو سواد اعظم کہا ہے کہ اس جماعت کے سر پر جو میری طرفدار ہے، خدا کا ہاتھ ہے۔

پس تم ان سے خلاف ہو کر میری دشمنی مول نہ لو تا کہ شیطان کا حصہ بن جاؤ۔

لیکن شاہ صاحب نے اہلسنت کو ناجی ثابت کرنے کے لئے زبردستی سواد اعظم سے اہل سنت کو سمجھ لیا جیسا کہ انھوں نے اپنی پوری کتاب میں سوائے غلطیوں کے کوئی صحیح بات پیش نہیں کی ہے جس کو علمائے اہلسنت اپنے ناجی ہونے کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔

---

۱. بخاری، ج ۲، ص ۹۲ مصر، سنن بیہقی، ج ۲، ص ۱۹۳، سنن ترمذی، ج ۱۲، ص ۲۷۷، ج ۱۳، ص ۴۲۵ صحیح مسلم، ج ۸، ص ۱۸۶

ان تمام احادیث کا خلاصہ جو متعدد طریقوں سے وارد ہوئی ہیں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخری حج کے بعد مکہ سے مراجعت فرماتے ہوئے منزل غدیر خم میں پہونچ کر جو مکہ اور مدینہ کے درمیان میں جحفہ کے نواحی میں ہے اصحاب سے فرمایا کہ کیا تم نہیں جانتے ہو کہ میں مومنین کے درمیان ان کے نفوس سے زیادہ محبوب ہوں۔

جیسا کہ خداوند عالم فرماتا ہے: **النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم۔**

اور ایک روایت میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین مرتبہ اس کی تکرار فرمائی اور اس کے معنی یہ ہیں کہ میں مومنوں کو صرف ایسی باتوں کا حکم دیتا ہوں جس میں ان کے لئے بھلائی اور دنیا اور آخرت کی نجات ہے بخلاف ان لوگوں کے جو شر وفساد کی طرف مائل ہوتے ہیں۔

سب نے کہا: ہاں!

آپ مومنوں کے نزدیک ان کے نفوس سے زیادہ محبوب ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا: مجھ کو آخرت کی دعوت آچکی ہے اور میں نے قبول کرلی ہے جان لو کہ میں تمہارے درمیان میں دو عظیم چیزیں چھوڑے جارہا ہوں کہ ان میں ہر ایک دوسرے سے زیادہ عظیم تر ہے کتاب خدا اور میرے اہل بیت، میرے بعد ان کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو اور کہاں تک ان کا حق ادا کرتے ہو اور یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گی یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچیں گی اس کے بعد فرمایا: خدا میرا مولا ہے اور میں کل مومنین کا مولا ہوں اس کے بعد علی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: اے میرے اللہ جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ علی مولا ہے اے اللہ جو اس کو دوست رکھے اس کو تو دوست رکھ اور جو اس کو دشمن رکھے اس کو تو دشمن رکھ اور ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ جو اس کی مدد کرے اس کی تو مدد کرنا اور جو اس کو چھوڑ دے اس کو تو چھوڑ دینا اور اے میرے اللہ حق کو ادھر پھیر دے جدھر علی پھریں۔

روایت میں ہے کہ عمر بن خطاب نے اس واقعہ کے بعد علی علیہ السلام سے ملاقات کی اور کہا کہ مبارک ہو تمہیں اے ابن ابیطالب کہ تم ہر مومن اور مومنہ کے مولا ہوگئے۔ (۱)

یہ حدیث غدیر ۱۲۹ صحابہ اور ۲۳۳ تابعین سے مروی ہے۔

ارجح المطالب میں مولوی عبید اللہ امرت سری نے اور ینابیع المودۃ میں ملا سلیمان حنفی نے بہت سی

---

۱. وسیلۃ النجات ص ۱۰۴؛ روضۃ الاحباب ج ۱، ص ۳۷۵

کتابوں سے نقل کیا ہے۔(۱)

ملا علی قاری نے شرح مرقاۃ میں اور جمال الدین نیشاپوری نے اربعین میں اور ضیاء الدین نے ابحاث مسدّدہ میں اور محمد بن اسماعیل نے روضۃ ندیہ میں اور عبدالرؤف مناوی نے تیسیر میں اور سیوطی نے فوائد متکاثرہ میں اور صدر عالم نے معارج العلیٰ میں لکھا ہے کہ حدیث غدیر متواتر ہے۔(۲)

فخر الدین رازی اور فخر الاسلام بزودی اور ملا علی قاری لکھتے ہیں: حدیث متواتر کا منکر کافر ہے۔(۳)

حدیث غدیر کے بیان کے بعد اب مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ ذرا علمائے اہل سنت کا انصاف ملاحظہ ہو کہ ایک جعلی حدیث ''اقتدو بالذین بعدی ابی بکر و عمر'' کو تو جناب ابوبکر و عمر کی خلافت کی دلیل قرار دیتے ہیں اور اللہ اکبر کے نعرے لگاتے ہیں حالانکہ اس کی کوئی اصل و حقیقت نہیں ہے اور خود انھیں کے علماء نے اس کے جعلی ہونے کا اقرار کیا ہے۔

لیکن حدیث غدیر کو جو متواتر ہے جس کا منکر بقول فخر الاسلام بزودی وغیرہ کافر ہے قبول نہیں کرتے اور جو قبول بھی کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اس حدیث میں مولا کے معنی دوست کے ہیں۔

حالانکہ اس کو موٹی عقل رکھنے والا انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ مسلمانوں کو صرف اتنی سی بات سنانے کے لئے کہ جس کا میں دوست ہوں۔

اس کے یہ علی بھی دوست ہیں شدید گرمی کے زمانے میں ٹھیک دوپہر کے وقت اس کانٹوں بھرے جنگل میں جس کا نام غدیر خم تھا خدا کا یہ تاکیدی حکم نہ آتا کہ اے رسول! پہنچا دو جو تم پر تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اور اگر تم نے یہ کام نہ کیا تو گویا رسالت کا کوئی کام انجام نہ دیا یہ جملہ خود بتا رہا ہے کہ وہ کام جزو متمم رسالت تھا جس کے بغیر رسالت ناتمام تھی۔

پھر ارشاد ہے

''واللہ یعصمک من النّاس''

یعنی اللہ تم کو لوگوں کے شر سے بچائے گا۔

---

۱. ارجح المطالب، مولوی عبید اللہ امرت سری، ص ۵۵۳، مطبوعہ دوم ۱۳۴۰ھ؛ ینابیع المودۃ، ملا سلیمان حنفی، ص ۲۴، تا ص ۳۴

۲. ارجح المطالب، مولوی عبید اللہ امرت سری، ص ۵۵۱

۳. تفسیر کبیر، ج ۱، مسئلہ اول ص ۱۷۱، مطبوعہ مصر؛ اصول بزدوی ج ۲، برحاشیہ کشف الاستار؛ شرح فقہ اکبر ص ۱۵۱

اس جملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس پیغام کے پہنچانے میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسلمانوں سے شر کا خوف تھا ورنہ یہ جملہ بیکار ولغو ہو جائے گا اور یہ امر ظاہر ہے کہ مسلمان جو خود خدا اور رسول اور روز آخرت پر ایمان رکھتے تھے اور نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ سب پر عامل تھے ان تک انھیں احکام کے پہنچانے میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوف کا محل نہ تھا لہذا یقیناً وہ نماز و روزہ وغیرہ کے علاوہ کوئی دوسرا پیغام تھا۔

رہا یہ امر کہ وہ دوستی امیر المومنین کا پیغام تھا جیسا کہ اہل سنت کہتے ہیں تو یہ ایک ایسی مہمل اور غلط بات ہے جس کی تکذیب خود عقل کر رہی ہے اور اس سے ایسے اشکالات پیدا ہوتے ہیں جن سے اہل سنت تا قیامت چھٹکارہ حاصل نہیں کر سکتے۔

۱. یہ کہ اس تاکید محبت و دوستی میں حضرت علی علیہ السلام کی کیا خصوصیت تھی کیا ہر مسلمان پر دوسرے مسلمانوں سے محبت کرنا واجب نہیں ہے پھر حضرت نے صرف حضرت علی علیہ السلام کی محبت کا کیوں پیغام دیا۔

۲. کیا صحابہ کرام حضرت علی علیہ السلام کے دشمن تھے کہ اخوت اسلامی کے بعد پھر پروردگار عالم کو حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی دوستی کا تاکیدی حکم نازل فرمانے کی ضرورت ہوئی۔

۳. اگر بالفرض صحابہ حضرت علی علیہ السلام کے دشمن تھے تو ان کو کسی دوسرے موقع پر طلب فرما کر سمجھا سکتے تھے ایسے معمولی کام کے لئے اس عظیم اہتمام اور اعلان عام کی کیا ضرورت تھی۔

۴. آیت مودت نازل ہو چکی تھی اور عظمت و وجوب محبت اہل بیت مسلمانوں پر روشن و واضح ہو چکی تھی پھر اس جدید تاکید کی کیا ضرورت تھی کیا صحابہ کرام آیت مودت پر عامل نہ تھے؟

۵. بالفرض اس کے کہ صحابہ آیت مودت پر عامل نہ تھے اور ان کو جدید تاکید کی ضرورت تھی پیغام محبت امیر المومنین ایسا اہم فریضہ نہ تھا جس کے بغیر کار رسالت ناتمام رہا جارہا تھا کہ پروردگار عالم کو فرمانے کی ضرورت ہوئی کہ ”ان لم تفعل فما بلغت رسالته“ یعنی اے رسول اگر تم نے یہ کام نہ کیا تو رسالت کا کوئی کام انجام نہ دیا۔

۶. بالفرض اس کے کہ پیغام محبت امیر المومنین علیہ السلام ایسا ہی اہم تھا کہ بغیر اس کے کار رسالت ناتمام تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے فرمانبردار اصحاب سے شر کا کیا خوف تھا کہ: خداوند عالم نے فرمایا:

”واللہ یعصمک من الناس“

یعنی اے رسول تم پیغام پہنچانے میں مسلمانوں سے نہ ڈرو کیونکہ خدا تم کو لوگوں کے شر سے بچائے گا۔

۷. مورخین نے لکھا ہے: جناب عمر نے غدیر خم میں حضرت علی علیہ السلام کو ان الفاظ میں تہنیت دی:

هنيالك يابن ابی طالب اصحبت و امسيت مولى كل مومن و مومنة . (۱)

ملا مبین صاحب نے اس جملہ کا ترجمہ یہ کیا ہے:

گوارا باد ترا و شاد باش اے پسر ابی طالب که صبح کردی و گشتی مولائے هر مومن و مومنه از مردو زن

صاحب روضہ لکھتے ہیں: جناب عمر نے کہا: بامداد کردی و گشتی مولائے ہر مومن و مومنہ را۔

ارجح المطالب میں بحوالہ ابونعیم وثعلبی وغیرہ منقول ہے کہ جناب عمر نے کہا:

بخ بخ لك يابن ابی طالب اصحبت مولای و مولى كل مومن و مومنة. (۲)

مبارک ہو آپ کو اے فرزند ابوطالب کہ آپ نے صبح کی اس عالم میں کہ آپ میرے اور کل مومن و مومنہ کے مولا ہو گئے۔

تو کیا جناب عمر واقعہ غدیر کے قبل حضرت علی کے دشمن تھے روز غدیر خدا اور رسول کا تاکیدی حکم سننے کے بعد دوست ہوئے غالبا کوئی مسلمان اس کو تسلیم نہ کرے گا پس معلوم ہوا کہ مولا کے معنی دوست کے نہیں بلکہ سرپرست و حاکم و سردار کے ہیں اور اہل سنت حضرات نے اس کا معنی صرف اس غرض سے بدلا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کا اقرار نہ کرنا پڑے ورنہ سقیفہ کی کارروائیاں خاک میں مل جائیں گی۔

علامہ ابن حجر صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں: ایک مرتبہ دو اعرابی جناب عمر کے یہاں مقدمہ لے کر آئے جناب عمر نے حضرت امیر المومنین سے کہا کہ آپ ان کے مقدمہ میں فیصلہ فرمایئے اس پر دونوں اعرابیوں میں سے ایک نے کہا کیا یہ فیصلہ کریں گے یہ سن کر جناب عمر کود کر اس کے پاس پہنچے اور اس کی گردن دبا کر کہا کہ تجھ پر وائے ہو جانتا ہے یہ کون ہیں یہ تیرے اور ہر مومن کے مولا ہیں اور جس کے یہ مولا نہیں ہیں وہ مومن نہیں ہے اس حدیث کو دار قطنی نے اخراج کیا ہے۔ (۳)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ جناب عمر بھی مولا کے معنی حاکم ہی سمجھتے تھے اس لئے کہ اعرابی نے حضرت کے فیصلہ سے انکار کیا تھا دوستی سے نہیں کیا تھا۔

---

۱. مشکوۃ، بروایت زید ابن ارقم؛ وسیلۃ النجات ص ۱۰۴

۲. ارجح المطالب، ص ۵۶۷ میں بحوالہ ابونعیم وثعلبی

۳. صواعق محرقہ، علامہ ابن حجر، ص ۱۰۷

شاہ ولی اللہ صاحب ازالۃ الخفا فصل ۷ رمقدمہ دوم میں واقعہ غدیر خم کے متعلق لکھتے ہیں: اصل قصہ یہ ہے کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو یمن کی طرف روانہ کیا تھا اتفاقاً حضرت علی علیہ السلام اور لشکر کے درمیان کچھ ترش روئی پیدا ہوگئی پھر جمعۃ الوداع کے موقع پر جب اہل لشکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت علی علیہ السلام کی شکایت کی تو چند روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لشکریوں کی یہ حرکت معلوم ہوئی تو آپ نے حجۃ الوداع سے واپس ہوتے ہوئے خطبہ فرمایا اور صلہ اہل بیت علیہم السلام کی تعلیم فرمائی لہذا مولا کے معنی حاکم نہیں بلکہ دوست کے ہیں۔

اس کے بعد شاہ صاحب نے بریدہ اسلمی اور عمران بن حصین وغیرہ کے اسی قسم کے چند واقعات لکھے ہیں اور یہی توجیہیں ابن حجر نے بھی صواعق محرقہ میں کی ہیں

نیز مناظرہ مامون الرشید میں گذرا کہ جب چالیس بڑے بڑے علمائے اہل سنت کے سامنے مامون نے افضلیت امیر المومنین پر حدیث غدیر سے استدلال کیا اور وہ لوگ جواب سے عاجز ہوئے تو اسحاق نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ اس حدیث کا سبب زید بن حارثہ تھے کیونکہ ان کے اور علی علیہ السلام کے درمیان کچھ اختلاف ہوگیا تھا مامون نے کہا کہ اگر زید ابن حارثہ واقعہ غدیر سے پہلے شہید ہو چکے ہوں تو تم کیونکر اس امر کو غدیر خم کا سبب قرار دو گے یہ سن کر کل علماء خاموش ہو گئے۔(۱)

واضح رہے کہ زید بن حارثہ ۶ ھ میں جنگ موتہ میں شہید ہوئے ہیں اور غدیر خم کا واقعہ ۱۰ ھ میں ہوا۔ لیکن اسحاق کو جب مامون کی گرفت سے گریز کی کوئی راہ نظر نہ آئی تو انھوں نے زید بن حارثہ کو حدیث غدیر کا سبب بتا دیا۔

اسی طرح یہ کل اسباب جو ازالۃ الخفا اور صواعق محرقہ میں تحریر کئے گئے ہیں واقعہ غدیر سے پہلے کے ہیں جن کا حدیث غدیر سے کوئی تعلق نہیں ہے واقعہ غدیر کا سبب حکم پروردگار ''یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک'' ہے جس کی تفصیل گذر چکی لیکن ان مولویوں کو جب کوئی راہ فرار نہ ملی تو جس واقعہ کو چاہا حدیث غدیر کا سبب لکھ دیا۔

رہ گیا پہلا سبب جو شاہ صاحب نے لکھا ہے تو اس کے متعلق طبری جو اہلسنت کا سب سے معتبر مورخ ہے انھوں نے لکھا کہ حضرت علی علیہ السلام جب یمن سے واپس ہوئے تو آپ کو جلدی تھی کہ مکہ پہنچ کر حضرت

---

۱. شاہ ولی اللہ، ازالۃ الخفا فصل ۷ رمقدمہ دوم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کریں پس آپ نے ایک شخص کو لشکر میں اپنا قائم مقام بنایا اور مکہ چلے گئے اس نے کچھ لوگوں کو کتان کے حلے جو حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ تھے نکال کر پہنا دئے جب لشکر مکہ کے قریب پہنچا تو آپ لشکر کو دیکھنے کے لئے مکہ سے باہر تشریف لائے تو دیکھا کہ لوگ بغیر اجازت حلے نکال کر پہنے ہوئے ہیں آپ نے سردار لشکر سے پوچھا کہ یہ کیا کیا تو اس نے کہا کہ میں نے لوگوں کو زینت کے لئے پہنا دئے ہیں آپ نے فرمایا سب لوگ حلے اتار دیں قبل اس کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچیں چنانچہ سب نے اتار دئے، لیکن جب لوگ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچے تو حضرت علی علیہ السلام کی شکایت کی۔ (۱)

اب ذرا مسلمان اس واقعہ کو دیکھیں اور غدیر خم کے اہم ترین واقعات اور اہتمامات پر غور کریں اور فیصلہ کریں کہ کیا یہ واقعہ غدیر خم کا سبب ہوسکتا ہے۔

اب سنئے علامہ طبری لکھتے ہیں کہ جب لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت علی علیہ السلام کی شکایت کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے اور فرمایا:

ایھا الناس لاتشکو اعلیافو اللہ انہ لاخشی فی ذات اللہ اوفی سبیل اللہ. (۲)

لوگوں علی علیہ السلام کی شکایت نہ کرو وہ خدا کے معاملہ میں یا خدا کی راہ میں سخت ہیں۔

لیجئے شکایت کرنے والوں کی تنبیہ بھی ہوگئی اب اس واقعہ کو غدیر خم سے کیا تعلق رہ گیا؟

آیت کے نازل ہونے کے بعد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقام غدیر خم میں ایک خطبہ پڑھا اور فرمایا: "**لست اولیٰ بالمومنین من انفسھم**"

جیسا کہ خداوند عالم نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

النَّبِیُّ أَوْلَی بِالْمُؤْمِنِینَ مِنْ أَنْفُسِھِمْ. (۳)

نبی کو مومنین کی جان و مال پر خود ان سے زیادہ حق تصرف وحکومت حاصل ہے۔

اسی کا نام حکومت الٰہیہ ہے جو خدا کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا ہوئی تھی جناب ابن عباس اور عطا اور ابن زید سے منقول ہے کہ روز غدیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں سے پہلے اپنی حکومت

---

۱. طبری، ج ۲، ص ۱۲۰، مطبوعہ مصر
۲. طبری، ج ۲، ص ۱۲۰، مطبوعہ مصر
۳. سورہ حزاب، آیت ۶

واختیارات کا اقرار لیا جب سب نے اقرار کیا کہ بے شک آپ ہی ہمارے آقا اور مولا یعنی حاکم دین ودنیا ہیں تو حضرت نے فرمایا:

من کنت مولاہ فعلی مولاہ

جس کی جان ومال پر مجھ کو اختیار وحکومت حاصل ہے اس کی جان ومال پر علی علیہ السلام کو بھی میری ہی جیسی حکومت اور اختیار حاصل ہے۔

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا دی اور فرمایا: پروردگارا! دوست رکھ اس کو جو علی علیہ السلام کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو علی علیہ السلام کو دشمن رکھے اور مدد کر تو اس کی جو علی علیہ السلام کی مدد کرے اور چھوڑ دے اس کو جو علی علیہ السلام کو چھوڑ دے اس فریضہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابھی ادا ہی کیا تھا۔

کہ "آیت الیوم اکملت لم دینکم" نازل ہوئی یعنی آج کے روز ہم نے تم لوگوں کے لئے دین کو کامل کر دیا اور تم لوگوں پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تم لوگوں کے لئے دین اسلام کو پسند کیا۔

قارئین محترم: اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ روز غدیر خم حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لاکھ بیس ہزار مسلمانوں کے مجمع میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو اپنا خلیفہ اور جانشین بنایا اور یہی وہ پیغام تھا جس کے بغیر کار رسالت ناتمام تھا اور جس کو امت تک پہنچانے میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسلمانوں سے شر کا اندیشہ تھا اور اس کے انجام پا جانے کے بعد دین کامل اور رسالت تمام ہوگئی۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ خدا کے نزدیک پسندیدہ دین وہی ہے جس پر حضرت علی علیہ السلام کی خلافت بلا فصل کا اعتقاد رکھنے والے گامزن ہیں، اس آیت "اکملت لکم دینکم" کے نازل ہونے کے بعد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ اکبر میں اس امر پر خدا کی تجلیل کرتا ہوں کہ اس نے میری رسالت اور علی علیہ السلام کی ولایت کو پسند فرمایا۔(۱)

اس روایت نے سارے شبہات دور کر دئے اور واضح کر دیا کہ لفظ مولا سے نیز اکمال دین اور اتمام نعمت سے ولایت وخلافت امیر المومنین علیہ السلام مقصود ہے۔

جب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو غدیر خم میں اپنا خلیفہ بنا دیا تو ایک شخص حارث بن نعمان فہری نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ نے حضرت علی علیہ السلام کو بحکم پروردگار ہم

---

۱. ارجح المطالب باب ۲، ص ۶۷، بحوالہ ابونعیم وابن مردویہ وعلامہ سیوطی ودیلمی وخوارزمی، ابوسعید خدری اور بغوی سے منقول

لوگوں کا مولا نا بنایا ہے یا اپنی خواہش سے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خدا کے حکم سے۔ اس نے کہا: اے خدا واقعاً اگر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیرے حکم سے علی علیہ السلام کو خلیفہ بنایا ہے تو آسمان سے مجھ پر پتھر برسادے چنانچہ اسی وقت اس کے سر پر آسمان سے ایک پتھر گرا اور اس کے اسفل سے نکل گیا اور وہ ہلاک ہو گیا اس پر آیت نازل ہوئی "سال سائل بعذاب واقع۔(۱)

اس واقعہ سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ غدیر خم میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو اپنا خلیفہ بنایا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت علی علیہ السلام نے اپنی خلافت ظاہری کے زمانے میں کوفہ کے میدان رحبہ میں مسلمانوں کو جمع کیا اور فرمایا کہ میں تم لوگوں کو قسم دیتا ہوں کہ ہر وہ مسلمان جس نے غدیر خم کے میدان میں حضرت رسول اللہ کا فرمان سنا ہو وہ کھڑا ہو جائے اور جو کچھ اس نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے اس کی گواہی دے لیکن وہی کھڑا ہو جس نے غدیر خم میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور ان کا فرمان اپنے کانوں سے سنا ہو چنانچہ تیس ۳۰ صحابہ کھڑے ہو گئے جن میں سے بارہ وہ صحابہ تھے جو جنگ بدر میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے اور ان سب نے حدیث غدیر بیان کی۔(۲)

ان تیس اصحاب رسول سے ہزاروں نے سن لیا اور ان لوگوں نے جا کر اپنے اپنے مقام پر لوگوں میں اس کی اشاعت کی اس طرح اس کا تواتر زندہ رہا۔

رحبہ کے میدان میں انس بن مالک صحابی رسول اکرم بھی موجود تھے لیکن وہ خاموش بیٹھے رہے تو حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اے انس! تم کیوں کھڑے ہو کر گواہی نہیں دیتے؟! انھوں نے جواب دیا: "کبرت و نسیت"، یعنی میں بڈھا ہو گیا اور بھول گیا اس پر آپ نے فرمایا: اے میرے پروردگار اگر انس جان بوجھ کر چھپاتے ہیں تو ان کے چہرے پر ایسا نشان پیدا کر دے جس کو یہ چھپا نہ سکیں۔

چنانچہ ابھی وہ اٹھنے بھی نہ پائے تھے کہ ان کا چہرہ مبروص ہو گیا اور وہ لوگوں سے کہا کرتے تھے کہ یہ عبد صالح علی بن ابی طالب علیہما السلام کی بددعا ہے۔(۳)

۳. خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

---

۱. سیرۃ حلبیہ، ج۳، ص۳۷۴ ۲. تاریخ الخلفاء، ص۱۱۵

۳. استقصاء الافہام، ج۲، ص۱۸۷، بحوالہ حلیۃ الاولیاء؛ ومعارف ابن قتیبہ، ص۱۹۴

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ .(۱)

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور صادقین (سچوں) کی پیروی کرو۔

صواعق محرقہ بحوالہ ابونعیم وموفق ابن احمد اس آیت کی تفسیر میں ابن عباس سے منقول ہے انھوں نے کہا: ''کو نوامع علی لانہ سید الصادقین ''علی علیہ السلام کے ساتھ ہو جاؤ کیونکہ وہ صادقین کے سردار ہیں، یہ حدیث ثعلبی اور سبط ابن جوزی اور سیوطی نے بھی روایت کی ہے۔(۲)

ابن عساکر اور ابن مردویہ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: ''کونوامع الصادقین'' کا مطلب یہ ہے کہ علی علیہ السلام کے ساتھ ہو جاؤ۔

نسائی نے خصائص میں اور حاکم نے مستدرک میں عباد بن عبداللہ سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت علی علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا آپ فرمارہے تھے کہ میں صدیق اکبر ہوں میرے علاوہ کوئی صدیق اکبر ہونے کا دعویٰ نہ کرے گا لیکن یہ کہ وہ جھوٹا ہوگا۔(۳)

اس مضمون کی حدیثیں فضائل امیر المومنین علیہ السلام میں گذر چکیں وہاں دیکھئے۔

اس آیت میں خداوند عالم نے مومنوں کو صادقین کی اطاعت کا حکم دیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ پر ایمان لانے والے عام مسلمانوں کے درمیان میں خداوند عالم نے ایک صادقین کا گروہ بھی قرار دیا ہے جن کی اطاعت کا مومنوں کو حکم دیا ہے اور چونکہ جھوٹا اور سچا ہونے کا احتمال ہر مسلمان میں موجود ہے یعنی کسی مومن کے لئے نہیں کہا جاسکتا کہ وہ زندگی میں کبھی جھوٹ نہ بولے گا لہٰذا ہم یقین کے ساتھ کسی ایک شخص یا کسی ایک گروہ کو صادق نہیں کہہ سکتے نہ اس کی فرمان برداری پر نجات آخرت کا یقین کر سکتے لہٰذا یقیناً اس آیت میں صادقین سے ایک ایسا گروہ مقصود ہے جو جھوٹ اور ہر طرح کی غلطی وخطا اور گناہوں سے پاک اور معصوم ہو اور وہ ہستیاں بجز ائمہ اہل بیت علیہم السلام کے دوسری نہیں ہیں جن کی شان میں آیت تطہیر نازل فرما کر خود پروردگار عالم نے ان کی عصمت کی تصدیق فرمائی ہے لہٰذا یہ آیت ائمہ کی امامت اور ان کی اطاعت وفرمان برداری کے وجوب پر نص صریح ہے۔

۴۔ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

۱۔ سورہ توبہ، آیت ۱۱۹

۲۔ صواعق محرقہ، باب ۱۱، ص ۹۰، بحوالہ ابونعیم وموفق ابن احمد

۳۔ میزان الاعتدال، ج ۲، ص ۱۱

إِنَّمَا أَنْتَ مُنذِرٌ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ . (۱)

اے رسول تم ڈرانے والے ہو اور ہر ایک قوم کے لئے ایک ہادی ہے۔

یہ آیت بتا رہی ہے کہ تا قیامت ہر زمانے میں مسلمانوں کے درمیان میں ایک ہادی کا ہونا ضروری ہے لہٰذا یہ آیت ائمہ اثنا عشر کی امامت پر دلیل ہے۔

ملا مبین فرنگی محل اپنی کتاب وسیلة النجات میں تحریر کرتے ہیں:

آیت لکل قوم ہاد، درشان اوست زیرا کہ فرمود رسول خدا کہ من منذرم وعلی ہادی ست۔ (۲)

یعنی آیت لکل قوم ہاد حضرت علی علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے کیونکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں منذر یعنی ڈرانے والا ہوں اور علی علیہ السلام ہدایت کرنے والے ہیں۔

عباد بن عبد اللہ اسدی نے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی آپ نے فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منذر ہیں اور میں ہادی ہوں۔ (۳)

سعد بن معاذ نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا:

انا نذیر هذه الامة وعلی هادیها. (۴)

میں اس امت کا ڈرانے والا ہوں اور علی علیہ السلام اس امت کے ہادی یعنی راہ دکھانے والے ہیں۔

اور ثعلبی نے اس آیت کی تفسیر میں جناب ابن عباس سے روایت کی ہے۔

انھوں نے کہا:

جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست مبارک اپنے سینہ پر رکھا اور فرمایا: میں ڈرانے والا ہوں اور علی علیہ السلام ہدایت کرنے والے ہیں اور اے علی علیہ السلام ہدایت پانے والے تمہارے ہی ذریعہ سے ہدایت پائیں گے۔

اسی طرح باختلاف الفاظ ۳۳ر حدیثیں متعدد طرق سے اس آیت کی تفسیر میں وارد ہوئی ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

---

۱. سورہ رعد، آیت ۷
۲. وسیلة النجات، ملا مبین فرنگی محل، ص ۶۷
۳. مستدرک، ج ۳، ص ۱۳۰؛ ازالة الخفا مقصد ۲، فضائل علی
۴. مودة القربیٰ، مودت ۸

چوتھی حدیث: قال رسول اللّٰہ علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین. (۱)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم لوگوں پر ہمارے طریقہ کی پیروی لازم ہے اور ہمارے خلفائے راشدین کی جو سب ہدایت یافتہ ہوں گے۔

اہلسنت کہتے ہیں: اس حدیث میں خلفائے راشدین سے خلفائے اربعہ مقصود ہیں حالانکہ یہ حدیث اہلسنت کے نجات کی دلیل نہیں بلکہ شیعوں کے نجات کی دلیل ہے کیونکہ اس حدیث میں خلفائے راشدین سے ائمہ اثنا عشر مقصود ہیں۔

جیسا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مرے بعد بارہ خلیفہ ہوں گے۔

کلهم من قریش کلهم من بنی هاشم. (۲)

سب کے سب قریش سے، سب کے سب بنی ہاشم سے ہوں گے۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

کلهم یعمل بالهدیٰ ودین الحق. (۳)

وہ سب ہدایت اور دین حق کے مطابق عمل کریں گے۔

ظاہر ہے، ان صفات کا بجز ائمہ اہلبیت علیہم السلام کے خلفائے بنی امیہ وبنی عباس میں ایک بھی نہ تھا۔لہذا اثنا عشر خلیفہ سے یہی حضرات مقصود ہیں اور ان ہی کو اس حدیث میں خلفائے راشدین سے تعبیر کیا گیا ہے۔

علمائے اہل سنت نے اپنے ناجی ہونے پر جو دلیلیں قائم کی ہیں ان میں سے جو ان کی نگاہ میں قوی اور عمدہ دلیلیں تھیں میں نے پیش کردیں اور روایت ودرایت کی حیثیت سے ان کا حال بھی واضح کردیا اور ثابت کردیا کہ ان میں سے کوئی ایک دلیل بھی ان کے لئے قابل تمسک نہیں ہے اور نہ ان کے دعوے کو ثابت کرتی ہیں لیکن برادان اہلسنت ان چیزوں میں غور وفکر نہیں کرتے ان کو جو سمجھا دیا گیا ہے اس کے خلاف سوچنا گناہ سمجھتے ہیں اسی سلسلے کا ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں!!!

ایک رئیس کے یہاں ایک حافظ جی نوکری کی تلاش میں پہونچے دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ

---

۱. کنز العمال باب اعتصام بکتاب وسنت، ج۱،ص ۴۴ ومشکواۃ ومسند احمد بن حنبل
۲. مودۃ القربیٰ، مودت ۱۰ ازمصنف سید علی ہمدانی، ان کو شاہ ولی اللہ صاحب نے رسالہ انتباہ میں سلطان الاولیاء لکھا ہے۔
۳. صواعق محرقہ باب ۱، فصل ۳، ص ۱۲

ہادی سے ائمہ اثنا عشر مقصود ہیں۔(۱)

خداوند عالم فرماتا ہے کہ اے رسول! تم ڈراتے ہو یعنی قیامت تک ہونے والی امت کے لئے خدا کے بھیجے ہوئے رسول ہو اور ہر قوم کے لئے ایک ہدایت کرنے والا ہے۔

تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد والی امت کے ہادی حضرت علی علیہ السلام ہوئے اور حضرت علی علیہ السلام کے بعد والی قوم کے لئے حضرت امام حسن علیہ السلام ہوئے ان کے بعد والی قوم کے لئے حضرت امام حسین علیہ السلام ہوئے۔

اسی طرح خدا کے مقرر کے ہوئے گیارہ امام اپنے اپنے زمانے والی امت کے ہادی ہوئے اس کے بعد قیامت تک آنے والی امت کے لئے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارہویں جانشین حضرت آخر الزماں امام محمد مہدی (عج) ہیں۔

کیونکہ خداوند عالم نے فرمایا ہے: ہر قوم کے لئے ایک ہادی ہے جس کا صریح مطلب یہ ہے کہ قیامت تک خلافت کا سلسلہ باقی رہنا ضروری ہے جو سب خدا کے مقرر کردہ ہوں گے جس طرح حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے مقرر کردہ رسول تھے۔

۵. خداوند عالم میں ارشاد فرماتا ہے:

وَمِمَّنْ خَلَقْنَا أُمَّةٌ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ .(۲)

ہمارے پیدا کئے ہوئے لوگوں میں کچھ وہ بھی ہیں جو لوگوں کو دین حق کی طرف ہدایت کرتے ہیں اور حق کے ساتھ انصاف کرتے ہیں۔

جناب ابن عباس نے اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد دین حق کی طرف ہدایت کرنے والے اور حق کے ساتھ انصاف کرنے والے علی علیہ السلام ہیں۔(۳)

ابن مردویہ نے زاذان سے روایت کی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: عنقریب یہ امت ۷۳ رفرقوں پر تقسیم ہوجائے گی ان میں سے بہتر جہنمی اور صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا اور وہ میں اور میرے شیعہ ہیں جن کی شان میں مذکورہ ذیل آیت نازل ہوئی۔

---

۱. غایۃ المرام، ص ۲۳۵؛ ینابیع المودۃ ص ۸۱؛ ارجح المطالب باب ۲، ص ۶۳

۲. سورہ اعراف، آیت ۱۸۱

۳. ینابیع المودۃ، باب ۳۵، ص ۸۹؛ ارجح المطلب باب ۲، ص ۹۴

۶. خداوند عالم میں ارشاد فرماتا ہے:

فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ. (۱)

اگر نہیں جانتے تو صاحبان ذکر سے پوچھو۔

امام ثعلبی نے اپنی تفسیر میں جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت کی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: ہم وہ اہل ذکر ہیں جن سے پوچھنے کا اس آیت میں حکم دیا گیا ہے۔ (۲)

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "انا مدینة العلم وعلی بابها" یعنی میں علم کا شہر ہوں اور علی علیہ السلام اس کا دروازہ ہے پس جس کو علم لینا ہو وہ دروازے سے آئے۔ (۳)

اس حدیث کے بارے میں تفصیل گذر چکی ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے بارہا فرمایا:

سلونی قبل ان تفقدونی

جو کچھ پوچھنا ہو مجھ سے پوچھ لو قبل اس کے کہ مجھ کو نہ پاؤ۔ (۴)

آپ کے علاوہ کسی نے بھی دعوئے سلونی نہ کیا بلکہ صحابہ ہمیشہ اپنی جہالت و لاعلمی کا اقرار کرتے رہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس آیت میں اہل ذکر سے حضرت علی علیہ السلام مقصود ہیں جن سے پوچھنے کا اس آیت میں خدا نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے۔

وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ إِنَّ اللَّهَ بِعِبَادِهِ لَخَبِيرٌ بَصِيرٌ. (۵)

اے رسول جو کتاب ہم نے تم پر نازل کی ہے وہ حق ہے اور ان کتابوں کی تصدیق کرتی ہے جو پہلے نازل کی گئی ہیں بے شک اللہ بندوں کے حال سے خوب خبردار اور دیکھنے والا ہے۔

پھر تمہارے بعد ہم نے اس کتاب کا وارث ان لوگوں کو بنایا جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے اس کتاب کا وارث ہونے کے لائق سمجھ کر منتخب کر لیا ہے۔

---

۱. سورہ نحل آیت ۴۳
۲. ینابیع المودة باب ۳۹، ص ۱۱۹
۳. مستدرک حاکم ج ۳، ص ۲۶
۴. وسیلة النجات ص ۱۳۰
۵. سورہ فاطر آیت ۳۱

واضح ہو کہ اس آیت میں حرف من تبعیض کے معنی میں ہے اور معنی آیت کے یہ ہیں ہم نے احکام وعلوم قرآن کا وارث یعنی محافظ و مفسر بنانے کے لئے اپنے بندوں میں سے کچھ لوگوں کو منتخب کرلیا ہے۔

اس کے بعد فرماتا ہے:

ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ بِإِذْنِ اللهِ ذَلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ. (۱)

پھر ہم نے اس کتاب کا وارث ان افراد کو قرار دیا جنھیں اپنے بندوں میں سے چن لیا کہ ان میں سے بعض اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض اعتدال پسند ہیں اور بعض خدا کی اجازت سے نیکیوں کی طرف سبقت کرنے والے ہیں اور درحقیقت یہی بہت بڑا فضل وشرف ہے۔

اس آیت میں "ھم" کی ضمیر عباد کی طرف پلٹ رہی ہے اور معنی آیت کے یہ ہیں کہ جن بندوں میں سے ہم نے کچھ لوگوں کو قرآن کا وارث بنانے کے لئے منتخب کیا ہے ان میں تین گروہ ہیں: ایک ظالم یعنی گنہ گار اور دوسرا مقتصد یعنی میانہ رو اور تیسرا نیکیوں کی طرف سبقت کرنے والا اور یہی تیسرا گروہ ہے جو وارث قرآن بنانے کے لئے منتخب کیا گیا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس طرح خداوند عالم نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسول بنا کر بھیجا اسی طرح بعد رسول کچھ ہستیوں کو خود اس نے اپنے بندوں میں سے منتخب فرما کر قرآن کا وارث بنایا کہ وہ لوگ بعد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن کی حفاظت وتبلیغ کریں کہ وہ ہستیاں کون کون ہیں جن کو خدا نے وارث قرآن بنانے کے لئے منتخب فرمایا ہے تو حضرت رسول اللہ کی متواتر ومشہور حدیث ہے جس میں آپ نے فرمایا:

انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی ماان تمسکتم بھمالن تضلوا بعدی.

میں تم لوگوں میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں کتاب خدا اور اپنی عترت جب تک تم لوگ دونوں کو پکڑے رہو گے میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ (۲)

---

۱. سورہ فاطر، آیت ۳۲

۲. صحیح مسلم، ج ۲، ص ۲۷۵ مطبوعہ دہلی

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اہل بیت رسول ہی وارث قرآن ہیں جن کو خداوند عالم نے بعد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وارث قرآن وامام وپیشوائے خلق بنایا ہے۔

۸. ارشاد ہوتا ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُم. (۱)

اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول اور اولی الامر کی۔

اس آیت میں خداوند عالم نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اولی الامر کی اطاعت کو ایک لفظ اطیعوا کے ساتھ میں بیان کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اطاعت اولی الامر بھی مثل اطاعت رسول کے واجب ہے اور اس امر میں کوئی اشکال نہیں ہے کہ اطاعت رسول اطاعت مطلقہ ہے جو کسی وقت وزمانہ اور حالات کے ساتھ مقید نہیں ہے بلکہ ہر وقت اور ہر زمانے میں واجب ہے اسی طرح ہر وقت اور ہر حال اور ہر زمانے میں اطاعت اولی الامر بھی واجب ہوئی اب یہ دیکھنا ہے کہ وہ اولی الامر کون ہیں جن کی اطاعت کا مثل اطاعت رسول ہم کو حکم دیا گیا ہے تو خداوند عالم نے اشاد فرمایا:

وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُم مِّن دُونِ اللّٰهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ. (۲)

اور خبردار تم لوگ ظالموں کی طرف جھکاؤ اختیار نہ کرنا کہ جہنم کی آگ تمہیں چھولے گی اور خدا کے علاوہ تمہارا کوئی سرپرست نہیں ہوگا اور تمہاری مدد بھی نہیں کی جائے گی۔

قَالَتْ إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا وَجَعَلُوا أَعِزَّةَ أَهْلِهَا أَذِلَّةً وَكَذَٰلِكَ يَفْعَلُونَ. (۳)

اس نے کہا کہ بادشاہ جب کسی علاقہ میں داخل ہوتے ہیں تو بستی کو ویران کر دیتے ہیں اور صاحبانِ عزت کو ذلیل کر دیتے ہیں اور ان کا یہی طریقہ کار رہتا ہے۔

وَلَا تُطِيعُوا أَمْرَ الْمُسْرِفِينَ ☆ الَّذِينَ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ. (۴)

اور زیادتی کرنے والوں کی بات نہ مانو۔ جو زمین میں فساد برپا کرتے ہیں اور اصلاح

---

۱. سورہ نساء آیت ۵۹
۲. سورہ ہود آیت ۱۱۳
۳. سورہ نمل آیت ۳۴
۴. سورہ شعراء آیت ۱۵۱، ۱۵۲

نہیں کرتے ہیں۔

ان آیتوں میں خداوند عالم نے ظالموں اور فساد کرنے والوں اور گنہگاروں کی اطاعت سے بندوں کو منع فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ بادشاہوں کا انجام جہنم ہے اس لئے کہ وہ بندوں کو گناہوں کا حکم دیتے ہیں اور فرمایا ہے بادشاہوں کا طریقہ یہ ہے کہ وہ ظلم کرتے ہیں اور صرف اپنی حکومت و دولت کے لالچ میں دنیا کو تباہ و برباد کرتے ہیں اور عزت داروں کو ذلیل کرتے ہیں لہٰذا ہرگز اس آیت میں اولی الامر سے امراء و سلاطین اسلام اور عام خاطی انسان مقصود نہیں ہیں کیونکہ وہ ظلم و گناہ کر سکتے اور گناہ کا حکم دے سکتے ہیں لہٰذا ان کی اطاعت میں نجات آخرت کا یقین نہیں پیدا ہو سکتا بلکہ کچھ ہستیاں مقصود ہیں جو ہر قسم کے گناہ سے پاک اور معصوم ہوں اور جن کی اطاعت میں گمراہی و ہلاکت اخروی کا شبہہ نہ ہو اور بعد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشہادت آیت تطہیر و احادیث رسول سوائے حضرت علی علیہ السلام اور ان کی اولاد طاہرین کے کوئی معصوم نہ تھا لہٰذا ثابت ہوا کہ اس آیت میں اولی الامر سے ائمہ معصومین مقصود ہیں۔

حاکم نے مستدرک میں حضرت ابوذر سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من اطاعنی فقداطاع اللہ ومن عصانی فقدعصی اللہ ومن اطاع علیا فقد اطاعنی ومن عصی علیا فقد عصانی.(۱)

جس نے میری اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے خدا کی نافرمانی کی اور جس نے علی علیہ السلام کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے علی علیہ السلام کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔

حاکم نے لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور سید علی ہمدانی نے مودہ القربی میں حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

الائمة من ولدی فمن اطاعهم فقداطاع اللہ ومن عصاهم فقد عصی اللہ وهم عروة الوثقی وهم الو سیلة الی اللہ .(۲)

ائمہ طاہرین میری اولاد سے ہوں گے پس جس نے ان کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی اور جس نے ان کی نافرمانی کی اس نے خدا کی نافرمانی کی اور وہی لوگ مضبوط دستہ اور اللہ کی طرف جانے کا وسیلہ ہیں۔

---

۱. مستدرک، حاکم، ج۳، ص۱۲۱

۲. مودة القربی، سید علی ہمدانی، مودت ۱۰

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ حضرت علی علیہ السلام اوران کی اولاد طاہرین ہی اولی الامر ہیں جن کی اطاعت کا اس آیت میں حکم دیا گیا ہے۔

خداوند عالم نے ارشاد فرمایا:

وَلَوْرَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَه' مِنْهُمْ. وَلَوْلَا فَضْلا اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُه' لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا. (۱)

حالانکہ اگر رسول اور صاحبانِ امر کی طرف پلٹا دیتے تو ان سے استفادہ کرنے والے حقیقت حال کا علم پیدا کر لیتے اور اگر تم لوگوں پر خدا کا فضل اور اسکی رحمت نہ ہوتی تو چند افراد کے علاوہ سب شیطان کا اتباع کر لیتے۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسلام اور مسلمانوں کی بہبودی کا جب کوئی پوشیدہ مشورہ کرتے تھے تو کچھ مسلمان اس کی خبر مشرکین تک پہنچا دیتے تھے چنانچہ صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ جانے کا ارادہ کیا اس اثناء میں عمر بن وجیفی کی لونڈی مکہ جا رہی تھی۔

حاطب بن بلقعہ صحابی نے ایک خط لکھ کر اس لونڈی کے ہاتھ اہل مکہ کے پاس بھیج دیا اور ان کو خبر دے دی کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی اہم کام سے مکہ جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

اس کی خبر حضرت جبرئیل امین نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دے دی تو آپ نے اسی وقت حضرت علی علیہ السلام اور حضرت مقداد اور زبیر کو اس کے تعاقب میں روانہ فرمایا چنانچہ ان لوگوں نے جا کر اس لونڈی کو راہ میں پکڑ لیا اور اس سے پوچھا کہ حاطب کا خط کہاں ہے اس نے کہا میرے پاس کوئی خط نہیں ہے حضرت مقداد اور زبیر نے کہا کہ اس کے پاس کچھ نہیں ہے اس کو چھوڑ دیجئے۔

لیکن حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: میرے حبیب کا فرمان غلط نہیں ہوسکتا ضرور اس کے پاس خط ہے چنانچہ حضرت نے تلوار کھینچ لی تو اس نے ڈر کر حاطب کا خط نکال کر دے دیا۔ (۲)

ایسے ہی لوگوں کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی کہ اگر مسلمان اپنے امن وخوف کے معاملات کو رسول اور اولی الامر کی طرف پلٹا دیں تو وہ لوگ اس کو تحقیق کر کے سمجھ لیں، اس شان نزول سے معلوم ہوا کہ اس

---

۱. سورہ نساء، آیت ۸۳

۲. روضۃ الاحباب، ج ۱، ص ۲۸۷؛ ازالۃ الخفاء مقصد ۲، فضائل امیر المومنین

آیت میں اولی الامر سے حضرت علی علیہ السلام مقصود ہیں۔

نیز اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ رسول میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بھی کوئی اولی الامر موجود تھا جس کا اس آیت میں ذکر ہے اور جس کی طرف معاملہ امن وخوف کو پھیرنے کا مسلمانوں کو حکم دیا گیا تھا اور اس کی اطاعت بھی اسی طرح واجب تھی جس طرح اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واجب تھی حالانکہ اس وقت نہ تو کوئی اجماعی خلیفہ تھا نہ کوئی مسلمانوں کا بادشاہ تھا لہٰذا یقیناً حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں بھی کوئی آپ کا خلیفہ اور وزیر ضرور موجود تھا جو مصداق اولی الامر تھا اور وہ حضرت علی علیہ السلام کی ذات تھی جس پر واقعہ ذوالعشیرہ شاہد ہے۔

ارشاد ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِی السِّلْمِ كَافَّةً وَلَاتَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ. (۱)

ایمان والو! تم سب مکمل طریقہ سے اسلام میں داخل ہو جاؤ اور شیطانی اقدامات کا اتباع نہ کرو کہ وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: سلم سے مراد حضرت علی علیہ السلام اور ان کے اوصیاء کی ولایت ہے جو ان کے بعد ہوں گے۔ (۲)

غایۃ المرام میں اس مضمون کی متعدد حدیثیں موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں سلم سے ائمہ اہل بیت کی امامت مقصود ہے۔ (۳)

علمائے اہل سنت لکھتے ہیں کہ اس آیت میں سلم سے اسلام مقصود ہے لیکن یہ غلط ہے اس لئے کہ مسلمانوں کو اسلام میں داخل ہونے کا حکم دینا تحصیل حاصل ہے جو کہ محال ہے۔

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيعًا وَلَاتَفَرَّقُوا. (۴)

اللہ کی رسی مضبوطی سے پکڑ لو اور پراگندہ نہ ہو۔

ملامبین نے وسیلۃ النجات میں لکھا ہے کہ امام ثعلبی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: ہم لوگ خدا کی وہ رسی ہیں جس کے پکڑنے کا اس آیت میں اس نے حکم دیا ہے۔ (۵)

---

1. سورہ بقرہ، آیت ۲۰۸
2. مودۃ القربیٰ، مودت ۵
3. مودہ غایۃ المرام، باب ۲۲۴
4. سورہ آل عمران، آیت ۱۰۳
5. وسیلۃ النجات، ملامبین، ص ۴۵

اور یہی روایت ابن حجر صواعق محرقہ باب ۱۱ اور محمد معین لاہور نے دراسات اللبیب میں لکھی ہے۔

خدا فرماتا ہے:

أَفَمَنْ كَانَ عَلَى بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّهِ وَيَتْلُوهُ شَاهِدٌ مِنْهُ .... (۱)

کیا جو شخص اپنے رب کی طرف سے کھلی دلیل رکھتا ہے اور اس کے پیچھے اس کا گواہ بھی ہے۔

اس آیت میں صاحب بینہ سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقصود ہیں اور شاہد سے حضرت علی علیہ السلام مقصود ہیں اور شاید کسی مسلمان کو اس امر میں اختلاف نہ ہوگا کہ حضرت علی علیہ السلام سب سے پہلے شاہد رسالت ہیں۔

حضرت محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا: اس آیت میں تقدیم و تاخیر ہوگئی ہے اصل آیت یوں تھی۔

أَفَمَنْ كَانَ عَلَى بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّهِ وَيَتْلُوهُ شَاهِدٌ مِنْهُ إِمَامًا وَرَحْمَةً وَمِنْ قَبْلِهِ كِتَابُ مُوسَى

کیا وہ شخص جو اپنے پروردگار کی طرف سے دلیل پر قائم ہو، یعنی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس کے بعد ایک گواہ خدا کی طرف سے امام اور رحمت بن کر آئے اور اس کے قبل موسیٰ کی کتاب ہو۔

اس قرائت کی بنا پر یہ آیت اس امر پر نص صریح ہے کہ حضرت علی علیہ السلام حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خدا کے بنائے ہوئے شاہد رسالت اور امام خلق اور رحمت ہیں۔

حضرت ابوذر غفاری سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ان اللہ ایدھذاالدین و انہ منی وفیہ نزل افمن کان علی بینة من ربہ.

خداوند عالم نے علی علیہ السلام سے اس دین کی امداد و تائید کی اور وہ مجھ سے ہے اور اسی کی شان میں آیت "افمن کان علی بینة" نازل ہوئی۔

صاحب مودۃ القربیٰ اور ثعلبی نے اپنی تفسیر میں ایک طویل حدیث ابو ہریرہ سے روایت کی ہے اس میں ہے کہ شاہد سے مراد حضرت علی علیہ السلام ہیں۔ (۲)

اسی طرح حافظ ابو نعیم حلیۃ الاولیاء میں اور ابو حاتم اور مغازلی اور ابن مردویہ اور طبرانی اور ابن عساکر

۱۔ سورہ ہود آیت ۱۷

۲۔ مودۃ القربیٰ مودت ۸ حدیث ۱۰

نے بھی لکھا ہے۔

سورہ حمد میں ارشاد ہے:

اهدناالصراط المستقيم صراط الذين انعمت عليهم .

اے میرے پروردگار ہم کو سیدھی راہ کی ہدایت کر ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے اپنی نعمتیں نازل فرمائی۔

اس آیت میں صراط مستقیم سے اہل بیت رسول کا راستہ مقصود ہے ثعلبی نے اپنی تفسیر میں ابو ہریرہ سے اور وکیع بن جراح نے اپنے سلسلہ سے ابن عباس سے اور عروہ نے ابو ہریرہ اسلمی سے اور ابن حبان نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ اس آیت صراط مستقیم سے محمد و آل محمد کا راستہ مقصود ہے۔(۱)

ابن عباس سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ياعلى انت الطريق الو اضح و الصراط مستقيم .(۲)

اس مضمون کی حدیثیں بطریق شیعہ بھی بکثرت وارد ہوئی ہیں۔

نیز بعد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی علیہ السلام کی پیروی واطاعت کے متعلق بہت سی حدیثیں جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہیں جیسا کہ آپ نے فرمایا: اے عمار بہت جلد میرے بعد میری امت میں اختلاف واقع ہوگا پس اگر لوگ ایک راہ پر جائیں اور علی علیہ السلام دوسری راہ پر جائیں تو تم علی علیہ السلام کی راہ اختیار کرنا کیونکہ وہ تم کو ہلاکت میں نہ ڈالیں گے اے عمار! علی علیہ السلام کی اطاعت میری اطاعت اور میری اطاعت خدا کی اطاعت ہے۔(۳)

ان احادیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ صراط مستقیم سے مراد حضرت علی کا راستہ ہے۔

خدا فرماتا ہے:

النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللهِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ .(۴)

بیشک نبی تمام مومنین سے ان کے نفس کی بہ نسبت زیادہ اولی ہیں اور ان کی بیویاں ان

---

۱. تفسیر معالم التنزیل وتفسیر ثعلبی ۲. ینابیع المودۃ، باب ۴۴، ص ۱۰۹

۳. کنز العمال، ج ۶، ص ۱۵۶؛ ینابیع المودۃ، باب ۴۳

۴. سورہ احزاب، آیت ۶

سب کی مائیں ہیں اور مومنین و مہاجرین میں سے قرابتدار ایک دوسرے سے زیادہ اولویت اور قرابت رکھتے ہیں۔

واضح ہو کہ یہ آیت اپنے عموم سے خلافت کو بھی شامل ہے لہٰذا حضرت علی علیہ السلام کل مہاجرین و انصار اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت داروں میں خلافت کے لئے اولیٰ تھے۔

ہر مسلمان جانتا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مہاجرین حضرت علی علیہ السلام سے خلافت ہی کے لئے جھگڑ رہے تھے اور انھوں نے اپنی اولویت کا دعویٰ کیا تھا جو اس امر کی دلیل ہے کہ یہ آیت اسی مسئلہ خلافت سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کا دوسرا ثبوت یہ ہے کہ جناب ابوبکر نے جب مانعین زکوۃ سے جنگ کرنے کے لئے زیاد بن لبید کو بھیجا تو بنوز ہد نے جن میں بہت سے صحابی رسول تھے کہا کہ ابوقحافہ کے بیٹے کی حکومت کیسی؟ ایسے شخص کی اطاعت کیوں چاہتے ہو جس کی اطاعت کا نہ خدا نے حکم دیا نہ رسول نے۔

کہا کہ یہ ٹھیک ہے۔ لیکن مسلمانوں نے ان کو خلیفہ بنالیا۔

بنوز ہد نے کہا: اہلبیت علیہم السلام کو کیوں چھوڑ دیا جن کے متعلق خداوند عالم نے فرمایا ہے:

"وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللهِ...". (۱)

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اصحاب رسول بھی اس آیت کو خلافت امیر المومنین کی دلیل سمجھتے تھے۔

ارشاد فرماتا ہے:

وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِمَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدَى. (۲)

اور میں بہت زیادہ بخشنے والا ہوں اس شخص کے لئے جو توبہ کرلے اور ایمان لے آئے اور نیک عمل کرے اور پھر راہِ ہدایت پر ثابت قدم رہے۔

ملا مبین صاحب وسیلۃ النجات میں اس آیت کو لکھنے کے بعد لکھتے ہیں:

قال ثابت البنانی اهتدی الی ولایة اهل بیته وجاء ذالک من ابی جعفر الباقر. (۳)

ثابت بنانی نے کہا کہ اس آیت میں ہدایت یافتہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ ایمان و عمل

---

۱. سورہ انفال، آیت ۷۵، تفسیر اعثم کوفی ۲. سورہ طٰہ، آیت ۸۲

۳. وسیلۃ النجات، ملا مبین، ص ۴۵

ابھی حافظ جی کی شادی نہیں ہوئی ہے، رئیس صاحب نے ان کے قیام وطعام کا انتظام کردیا اور دو چار روپئے ماہانہ ان کے دیگر اخراجات کے لئے مقرر کردئے، حافظ جی بچوں کو پڑھانے لگے چند ماہ کے بعد ان کے گاؤں سے مبارک باد کا ایک خط آیا ان کے کسی دوست نے لکھا کہ آپ کے یہاں لڑکا پیدا ہوا ہے حافظ جی بہت خوش ہوئے اور خط لئے ہوئے رئیس کے پاس پہونچے اور کہا کہ میری تنخواہ دید یجئے اور چند روز کی فرصت تاکہ میں اپنے بچے کو دیکھ آؤں، رئیس نے کہا کہ آپ نے تو کہا تھا کہ ابھی میری شادی نہیں ہوئی یہ بچہ کہاں سے آیا حافظ جی بولے کہ بات تو ایسی ہی ہے کہ ابھی میری شادی نہیں ہوئی ہے۔

رئیس نے پوچھا کوئی عورت رکھ لی ہے؟ کہا: نہیں!

کہا: پھر یہ بچہ کہاں سے آ گیا؟ حافظ جی نے کہا: میں بھی یہی سوچ رہا ہوں لیکن بات یہ ہے کہ گاؤں کے سب لوگ مجھے بناتے ہیں لیکن میرے اس دوست نے کبھی مجھ سے مزاق نہیں کیا تو کیسے سمجھ لوں کہ اس نے جھوٹ لکھا ہوگا رئیس ہنسا اور حافظ جی کی عقل کی تعریف کی۔

اندھی تقلید

برادران اہلسنت کے دل ودماغ پر تقلید اس طرح سوار کردی گئی ہے کہ یہ لوگ کسی امر میں سوچنے اور سمجھنے کی زحمت گوارہ نہیں کرتے بلکہ اس کو گناہ سمجھتے ہیں ان کو سمجھا دیا گیا ہے کہ صحابہ کرام اور مذہب کے بارے میں کچھ نہ سوچو، دلیل نہ طلب کرو عقل سے کام نہ لو، عقلائے زمانہ کے پاس نہ بیٹھو، شیعوں کی مجلسوں میں شرکت نہ کرو۔ ان کی کتابیں نہ پڑھو بس انس اور ابو ہرہ نے جو کچھ کہہ دیا ہے آنکھوں کو بند کر کے قبول کرلو، یہ نہ دیکھو کہ کیا کہا ہے اور کہنے والا کیسا ہے۔ جس مذہب کی تعلیم یہ ہو وہ حق کو کہاں پا سکتا ہے دو پیسہ کی ہانڈی بھی اگر انسان خریدتا ہے تو اس کو الٹ پلٹ کر ٹھوک بجا کر دیکھ لیتا ہے کہ ٹوٹی پھوٹی نہ ہو۔ چہ جائیکہ مذہب۔ جس پر نجات پانا وآخرت کا دارمدار ہے لیکن ان لوگوں کا کیا علاج ہے جنھوں نے اپنی عقل کو معطل کر رکھا ہو۔

پٹنہ میں ایک حنفی مسلک پروفیسر صاحب سے ملاقات ہوئی جو خوش قسمتی سے پی۔ ایچ۔ ڈی بھی تھے۔ فارسی بھی جانتے تھے۔ کتب بینی کا بھی شوق رکھتے تھے۔ تحفہ اثنا عشریہ وغیرہ کا مطالعہ کر چکے تھے۔ میں نے دوران گفتگو کہا: کہ کچھ شیعوں کی کتابوں کا بھی مطالعہ فرمائیے، کہنے لگے نہیں نہیں صاحب میں بہک جاؤں گا۔ میرے والد صاحب نے فرمایا ہے کہ صحابہ کرام کی طرف سے ہمیشہ حسن ظن رکھنا اور شیعوں سے

صالح کے بعد ولایت اہل بیت علیہم السلام کی طرف ہدایت پائے۔

یہی مضمون ابن حجر نے صواعق محرقہ میں لکھا ہے اور امام محمد باقر علیہ السلام سے بھی یہی مروی ہے اور اسی مضمون کی ۸ر حدیثیں ملا سلیمان حنفی نے بھی اپنی کتاب ینابیع المودۃ باب ۳۶، ص ۹۰ میں بحوالہ ابونعیم وحاکم ومناقب نقل کی ہیں، جن میں سے ایک کا مضمون یہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اس آیت میں ثم اہتدی سے ہم اہل بیت علیہم السلام کی امامت کی طرف ہدایت پانا مقصود ہے اور دوسری حدیث کا مضمون یہ ہے کہ انس ابن مالک نے کہا کہ اہل بیت نبی کی امامت کی طرف ہدایت پانا مقصود ہے اور تیسری حدیث کا مضمون یہ ہے کہ ائمہ اہل بیت علیہم السلام میں سے یکے بعد دیگرے ہر امام کی امامت کا اقرار واعتقاد کرنا اور ان کی معرفت حاصل کرنا مقصود ہے اور چوتھی حدیث کا مضمون یہ ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا: جو شخص تمہاری امامت کی طرف ہدایت نہ پائے وہ گمراہ ہے۔(۱)

اس آیت سے واضح ہوگیا کہ ہدایت یافتہ صرف وہی فرقہ ہے جو ایمان اور عمل صالح کے ساتھ امامت ائمہ اثنا عشر کا اعتقاد بھی رکھتا ہو اور ان کی پیروی کرتا ہو لیکن جو لوگ توبہ کر کے ایمان لائے اور انھوں نے عمل صالح بھی کیا لیکن اہل بیت علیہم السلام کی امامت کا دل سے اقرار نہ کیا وہ گمراہ ہیں خدا ان کو کبھی نہ بخشے گا۔

حضرت علی علیہ السلام اور ائمہ اہلبیت علیہم السلام کی امامت، احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں

۱. **حدیث ثقلین:** اس میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

انی تارک فیکم الثقلین ان تمسکتم بهما لن تضلوا بعدی ابدا کتاب الله وعترتی وانهما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض.

میں تم لوگوں کے درمیان میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں اگر تم لوگوں نے ان کو پکڑے رکھا تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہونگے، کتاب خدا اور اپنی عترت یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے یہاں تک میرے پاس حوض کوثر پر پہنچیں۔(۲)

---

۱. صواعق محرقہ، ابن حجر، باب ۱۱؛ ینابیع المودۃ، ملا سلیمان حنفی، باب ۳۶، ص ۹۰

۲. مستدرک حاکم، ج ۳، ص ۱۰۹؛ ومودۃ القربیٰ مودہ ۲، وارجح المطالب، ص ۳۳۵؛ مسلم، ج ۲، ص ۲۷۵، مطبوعہ دہلی؛ سنن ابوداؤد، ج ۲، ص ۳۰۷؛ سنن نسائی ص ۳۰؛ مسند احمد بن حنبل، ج ۳، ص ۱۴، ص ۱۷؛ حلیۃ الاولیا، ج ۱، ص ۳۵۵؛ واسد الغابہ، ج ۲، ص ۱۲؛ وسیلۃ النجات، ص ۷۵؛ فصول المہمہ، ص ۲۵؛ صواعق محرقہ، فصل ۱، باب ۱۱، ص ۸۹

ابن حجر نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا: یہ حدیث ثقلین بہت سے طرق سے مروی ہے۔(۱)

حدیث ثقلین کے راوی

یہ حدیث باختلاف الفاظ زید بن ثابت، زید بن اسلم، جابر بن عبداللہ انصاری، زید بن ارقم، حضرت علی علیہ السلام، ابورافع، ابوطفیل، ام سلمہ، ام ہانی، ابوہریرہ دوسی، خذیمہ بن ثابت، سہل بن سعد، عدی بن حاتم طائی، عقبہ بن عامر، ایوب انصاری، ابوالہثیم، ابوسعید خدری، حذیفہ بن اسید، عبدالرحمٰن بن عوف اسی طرح بہت سے اصحاب پیغمبر سے ۳۹ رسندوں سے منقول ہے۔(۲)

یہ حدیث متواتر ہے جس کا منکر کافر ہے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے اپنی کتاب تحفہ اثناعشریہ میں لکھا ہے کہ باید دانست کہ باتفاق شیعہ وسنی ایں حدیث ثابت است کہ پیغمبر فرمود۔

انی تارک فیکم الثقلین ما ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی کتاب اللّٰہ وعترتی اھل بیتی.

پس معلوم شد کہ درمقامات دینی واحکام شرعی مارا پیغمبر حوالہ ایں دو چیز عظیم القدر فرمودہ است پس مذہبے کہ مخالف ایں دو باشد درامور شرعیہ عقیدۃ وعملا باطل ونامعتبر است وہر کہ انکار ایں دو بزرگ نماید گمراہ وخارج از دین است۔(تتمۃ الباب از باب چہارم فائدہ آخر)۔

یعنی جاننا چاہئے کہ باتفاق شیعہ وسنی یہ حدیث ثابت ہے کہ پیغمبر نے فرمایا: میں تم لوگوں کے درمیان میں دوگراں قدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں جب تک تم ان دونوں کو پکڑے رہو گے، یعنی ان کی پیروی کرتے رہو گے ہرگز میرے بعد گمراہ نہ ہو گے کتاب ہدایت اور اپنی عترت۔

پس معلوم ہوا کہ مقدمات دینی اور احکام شریعت میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم لوگوں کو ان دونوں عظیم القدر چیزوں کے حوالہ کیا ہے پس جو مذہب کہ امور شرعیہ میں ان دونوں کا مخالف ہو عقیدہ اور عمل میں باطل اور نامعتبر ہے اور جو شخص ان دونوں چیزوں سے انکار کرے وہ دین سے خارج ہے۔

---

۱. تذکرہ، ابن جوزی، ص ۱۸۲؛ وطبقات، ابن سعد، ج ۴، ص ۸؛ سنن ترمذی، باب فضائل اہلبیت علیہم السلام ص ۵۴۱؛ ومطالب السئول وعقد الفرید، خوارزمی ومغازلی وحموینی ومشکوۃ وازالۃ الخفا وغیرہ۔

۲. غایۃ المرام ص ۲۱۰

حدیث ثقلین سے حسب ذیل نتائج

۱. یہ کہ مسلمان اگر اس حدیث پر عمل کرتے تو ۷۳ رفرقوں پر تقسیم نہ ہوتے اسی حدیث پر عمل نہ کرنے سے مسلمان گمراہ ہوگئے۔

۲. امت کی ہدایت صرف قرآن اور عترت کی پیروی میں منحصر ہے ان کا دامن چھوڑ کر دوسروں کی پیروی کرنے والا ہر گز نجات نہ پائے گا۔

۳. یہ حدیث، حدیث ''اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم ''یعنی میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں ان میں سے جس کی پیروی کروگے نجات پاؤ گے اور حدیث ''اقتدوا بالذین بعدی ابی بکر و عمر'' وغیرہ کو باطل قرار دیتی ہے اور تکذیب کر رہی ہے اس لئے کہ ہدایت جب قرآن واہل بیت میں منحصر ہوگئی تو دوسروں کی اطاعت حرام ہوگئی۔

۴. قرآن کا علم اہل بیت علیہم السلام کے علاوہ غیروں سے حاصل نہیں ہوسکتا۔

۵. جس معنی کے ذریعہ قرآن سے تمسک کا مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے اسی معنی کے ذریعہ اہلبیت علیہم السلام سے تمسک بھی مسلمانوں پر واجب ہے پس اگر قرآن کی صرف تعظیم کر لینا مسلمانوں کی نجات کے لئے کافی ہے تو اہل بیت علیہم السلام کو بھی صرف رضی اللہ عنہم کہہ لینا اور ان کی محبت کا زبانی دعویٰ کافی ہے لیکن اگر قرآن سے تمسک کے معنی یہ ہیں کہ اس کے احکام پر عمل کیا جائے تو اہل بیت علیہم السلام سے تمسک کے معنی بھی یہی ہیں کہ ان کی اطاعت وفرمانبرداری کی جائے اور ان کی بتائی ہوئی راہ پر چلا جائے۔

۶. اہل بیت رسول ہر گناہ وغلط وخطا سے معصوم اور پاک ہیں اور ان کی اطاعت میں گمراہی کا کوئی خطرہ نہیں ہے ورنہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ نہ فرماتے کہ جو اہل بیت علیہم السلام کی پیروی کرے گا وہ کبھی گمراہ نہ ہوگا اور اسی کا نام عصمت ہے لہٰذا یہ حدیث ائمہ اہل بیت علیہم السلام کی عصمت کی دلیل ہے۔

۷. اہل بیت علیہم السلام سے تمسک رکھنے والا فرقہ ہی صحیح معنوں میں قرآن پر عامل ہے اس لئے کہ قرآن کو اہل بیت علیہم السلام ہی سمجھتے ہیں۔

۸. جب تک قرآن ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے اہل بیت علیہم السلام کی کوئی فرد بھی ضرور ہمارے درمیان میں موجود ہے ظاہر ہو یا پوشیدہ اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قرآن واہل بیت علیہم السلام ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچیں گے۔

۹. یہ حدیث اجماع مسلمین کو باطل قرار دیتی ہے اس لئے کہ جب ہدایت قرآن واہل بیت علیہم السلام میں

منحصر ہوگئی تواس کے سواسب راستے گمراہی وضلالت کے قرار پائے جس میں اجماع امت بھی داخل ہے سوائے اس اجماع کے جس میں اہل بیت علیہم السلام بھی داخل ہوں لہذا سقیفہ وغیرہ کی کارروائیاں باطل اور ضلالت قرار پائیں۔

۱۰. اس حدیث سے ثابت ہے کہ امت کی ہدایت کے لئے امام اور خلیفہ کا مقرر کرنا خدااور اس کے رسول کا وظیفہ ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انجام بھی دیا قبول کرنا یانہ کرنا امت کا کام ہے۔

اس موقع کے لئے کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

ان شئت ان ترضی لنفسک مذھبا.
وتعلم ان الناس فی نقل اخبار.
فدع عنک قول الشافعی واحمد.
ومالک والمروی عن کعب بن احبار.
ووال اناسا قولھم وحدیثھم.
روی جدنا عن جبرئیل عن الباری.

یعنی اگر تو چاہتا ہے کہ اپنے لئے کوئی مذہب اختیار کرے اور جانے کے لوگ رسول کی حدیثوں کی روایت کرنے میں کیسے کیسے ہیں تو شافعی اور احمد بن حنبل اور امام مالک اور کعب احبار وغیرہ کی روایتوں کو چھوڑ دے (کیونکہ یہ لوگ بیگانہ ہیں) اوران لوگوں کی پیروی کر جن کا قول اور حدیث یوں ہے کہ اس حدیث میں نے اپنے دادا (رسول اللہ) سے اورانھوں نے جبریل سے اورانھوں نے باری سے سنا۔

۱۱. یہ حدیث شیعوں کی نجات اور مذہب امامیہ کے برحق ہونے کی دلیل ہے کیونکہ اسلام کا یہی ایک فرقہ قرآن واہل بیت علیہم السلام سے متمسک ہے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے تحفہ میں اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد ایک عجیب منطق نکالی ہے موصوف لکھتے ہیں:

شیعہ حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم دختران پیغمبر کو اہل بیت میں شمار نہیں کرتے تو وہ اہل بیت کی پیروی کیا کریں گے۔

دروغ گو را حافظ نباشد۔ شاہ صاحب کو اعتراض کرنے کے وقت یہ بھی نہ یادرہا کہ جناب رقیہ اور جناب ام کلثوم کا انتقال حیات حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہو چکا تھا۔

جیسا کہ شاہ صاحب کے والد نے بھی ازالۃ الخفا میں تحریر کیا ہے۔(۱)

اور حدیث ثقلین میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں یعنی میری وفات کے بعد وہ دونوں چیزیں تمہارے درمیان موجود رہیں گی لہٰذا اگر فرض بھی کرلیا جائے کہ جناب رقیہ و جناب ام کلثوم دختران حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تھیں جب بھی اس حدیث میں داخل نہیں ہوسکتیں پھر ان کی اطاعت کیا کیا سوال ہے۔

۲. یہ کہ جناب رقیہ اور ام کلثوم سے کون سی حدیثیں احکام شرعیہ میں مروی ہیں جن پر امت عمل کرے اور کس کتاب میں ہیں اہل سنت بتائیں۔

نیز یہ بھی بتائیں کہ اہل سنت نے حضرت علی علیہ السلام اور حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اور حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام کا دامن چھوڑ کر اپنا ٹھکانہ کہاں درست کیا ہے علمائے اہل سنت نے جب دیکھا کہ اہل بیت کا دامن چھوڑ کر وہ لوگ دین سے خارج اور گمراہ ہو رہے ہیں اور دل کسی طرح خلفائے ثلاثہ کی پیروی ترک کر کے اطاعت اہل بیت پر آمادہ نہیں ہوتا۔

جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے قرۃ العینین میں تحریر کیا ہے کہ حنفی و مالکی و شافعی تینوں مذہب کی بنیاد عمر فاروق کے اجماعی مسائل پر ہے اور علی مرتضیٰ علیہ السلام کی حدیثیں ان کی کتابوں میں نہیں ہیں۔

لیکن بہت کم تو کہنے کو ہو جائے کہ ہم بھی اہل بیت کے پیرو ہیں لہٰذا ان لوگوں نے آیت تطہیر میں لفظ اہل بیت کے معنی کو وسعت دے کر ازواج رسول کو بھی اہل بیت میں داخل کرلیا، اور دلیل یہ کہ اہل کے معنی گھر کے رہنے والوں کے ہیں، اور بیت کے معنی گھر کے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بیویاں رسول کے گھر کی رہنے والی تھیں، لہٰذا وہ اہل بیت میں داخل تھیں لیکن یہ دعویٰ ان لوگوں کا کئی وجہوں سے باطل ہے۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بیویاں اگر اہل بیت علیہم السلام میں داخل ہوتیں تو آیت میں ضمیریں مونث کی آتیں کیونکہ حضرت کی بیویاں تعداد میں ۹ تھیں لہٰذا ان کو غلبہ حاصل تھا۔

جیسا کہ اس آیت کے قبل اور بعد والی آیتوں میں ہے جن میں ازواج رسول کا تذکرہ ہے ضمیریں سب مونث آئی ہیں لیکن آیت تطہیر میں ضمیریں سب مذکر استعمال ہوئی ہیں جس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بیویاں اس میں داخل نہیں ہیں بلکہ یہ آیت صرف خمسہ نجباء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم،

---

۱. ازالۃ الخفاء، شاہ ولی اللہ مقصد دوم ص ۲۲۲

حضرت علی علیہ السلام، حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا، حضرت امام حسن علیہ السلام، حضرت امام حسین علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

دوسرے اس وجہ سے کہ، الفاظ قرآن مجید کو لغت سے حل کرنے کا اختیار ہم کو اس وقت حاصل ہے جبکہ خود حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے معنی بیان نہ فرمائے ہوں لیکن پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیان کے بعد اس معنی کے خلاف کوئی معنی لگانا کسی کے لئے جائز نہیں ہے۔

تفصیلی جواب اس کا فضائل امیر المومنین کی گیارہویں فضیلت میں آیت تطہیر کے بیان میں گذر چکا وہاں دیکھئے شاہ صاحب نے تحفہ میں اس امر کے ثبوت میں کہ شیعہ اہل بیت کے پیرو نہیں ہیں۔

علاوہ اس دلیل کے جو تحریر کی گئی اور بھی اسی قسم کی کچھ لغو اور مہمل دلیلیں لکھی ہیں جن کی حقیقت ان کی اسی ایک دلیل سے واضح ہے اسی پر ان دلیلوں کا بھی قیاس کر لیجئے یا پھر تفصیلی جواب کے لئے کتاب نزہۃ اثنا عشریہ مصنف شہید رابع، آیۃ اللہ فی العالمین مولانا مرزا محمد بن عنایت احمد دہلوی طالب ثراہ ملاحظہ فرمائیں۔

بعض علمائے اہل سنت نے اس سے بڑھ کر ثبوت ذہانت دیا ہے کہتے ہیں کہ اہل بیت علیہم السلام سے ساری امت مقصود ہے کیونکہ اسلام بمنزلہ ایک مکان کے ہے اور مسلمان اس مکان کے ساکن ہیں لہٰذا حدیث ثقلین میں اہلبیتی سے امت مقصود ہے لیکن ان بندگان خدا نے یہ نہ سوچا کر ساری امت تو متبوع اور واجب الاطاعت ہوگئی پھر وہ کون لوگ باقی رہ گئے جن کو قرآن و اہل بیت علیہم السلام کی اطاعت و پیروی کا حکم دیا گیا ہے اگر کفار سے خطاب ہے تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے وقت کون سے کفار آپ کے سامنے موجود تھے جن کی طرف حاضر کی ضمیریں پھیری گئی ہیں نیز جملہ "لن تضلوا بعدی" بتا رہا ہے کہ خطاب مسلمانوں سے ہے حالانکہ یہ بات خلاف عقل ہے کہ ایک ہی شخص خود تابع بھی ہو اور خود ہادی بھی ہو اور خود محتاج ہدایت بھی ہو لہٰذا ثابت ہوا کہ اہل بیت علیہم السلام سے امت مقصود نہیں ہے۔

اس حدیث ثقلین کے مقابل میں ایک حدیث صالح بن موسیٰ نے اپنے اسناد کے ذریعہ ابوہریرہ سے نقل کی ہے انھوں نے کہا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

انی خلفت فیکم الثقلین کتاب اللہ وسنتی...

میں نے تم لوگوں کے درمیان میں دو چیزیں چھوڑی ہیں ایک کتاب خدا اور ایک اپنی سنت اس حدیث کو علمائے اہل سنت زیادہ شہرت دیتے ہیں تا کہ یہ حدیث حدیث ثقلین

کی جگہ لے لے اور وہ مٹ جائے۔

اس حدیث کے جعلی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ یہ امر ظاہر ہے کہ جس طرح قرآن مجید صامت ہے اور مفسر کا محتاج ہے کیونکہ اس کی آیتوں کے مختلف معانی نکالے جاسکتے ہیں اسی طرح حدیثیں بھی صامت اور شارح کی محتاج ہیں کیونکہ اس کے بھی مختلف معانی نکالنا ممکن ہیں نیز حدیثیں جھوٹی بھی بنائی جاسکتی ہیں اور بنائی گئیں مثلاً: وضو اور نماز ہی کو لے لیجئے کہ اصحاب رسول نے برسوں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نمازیں پڑھیں اور وضو کرتے ہوئے دیکھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وضو کرنا سیکھا لیکن آج مسلمانوں کو یہ بھی نہیں معلوم کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدھا وضو کرتے تھے یا الٹا۔

ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے یا باندھ کر اور اس کا فیصلہ نہ قرآن مجید کر سکا نہ حدیثیں کر سکیں جو لوگ سیدھا وضو کرتے ہیں اور ہاتھ کھول کر نمازیں پڑھتے ہیں وہ بھی قرآن اور احادیث سے اپنے فعل کی صحت پر دلیل پیش کرتے ہیں اور جو الٹا وضو کرتے ہیں اور ہاتھ باندھ کر نمازیں پڑھتے ہیں وہ بھی قرآن و احادیث ہی سے ثبوت دیتے ہیں حالانکہ دونوں میں صرف ایک صحیح ہے اور دوسرا طریقہ باطل ہے۔

پس اگر قرآن وسنت میں امت کو اختلاف وگمراہی سے بچانے کی طاقت ہوتی تو یہ اختلاف کیوں پیدا ہوتا اور گمراہیاں کیوں پھیلتیں لہٰذا ثابت ہوا کہ قرآن ہو یا حدیث دونوں ہی مفسر معصوم کی محتاج ہیں جو ان کے اختلاف کو دور کر کے صحیح راستہ بتائے چنانچہ اسی سبب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن کے ساتھ اہل بیت علیہم السلام کو شریک کیا تھا۔

اور امت کو ان سے تمسک کا حکم دیا تھا کیونکہ وہ بنص آیت تطہیر معصوم ہیں پس ثابت ہوا کہ کتاب اللہ وسنتی والی حدیث کذابین کی بنائی ہوئی ہے۔

دوسری دلیل اس کے جعلی ہونے کی یہ ہے کہ اس حدیث کے راوی صالح بن موسیٰ کو امام بخاری اور امام ذہبی اور یحیٰ اور ابن عدی اور امام نسائی نے ضعیف ومردود ومتروک لکھا ہے۔

اور بالفرض اس کے کہ حدیث صحیح مان لی جائے یہ حدیث آحاد سے ہے اور حدیث اہل بیتی متواتر ہے لہٰذا اس کے مقابلہ میں اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

۲. حدیث سفینہ: اس میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مثل اهلبيتى كسفينة نوح من ركبها نجاومن تخلف عنهافغرق.

میرے اہل بیت کی مثال سفینہ نوح کی ہے جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس

نے اس سے منہ موڑا ڈوب گیا اور ہلاک ہو گیا۔(۱)

حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جس طرح طوفان نوح میں غرق ہونے سے صرف وہی لوگ بچے جو حضرت نوح کے ساتھ کشتی میں سوار ہو گئے اور جن لوگوں نے اس سے منہ موڑا وہ سب غرق ہو گئے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اسی طرح ہماری امت میں سے جو لوگ اہلبیت علیہم السلام کی پیروی کریں گے وہی نجات پائیں گے اور جو لوگ اہلبیت علیہم السلام کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا پیشوا اور امام بنائیں گے وہ دریائے ضلالت میں غرق و ہلاک ہو جائیں گے۔

اس حدیث میں علمائے اہل سنت نے ایک نکتہ پیدا کیا ہے وہ یہ کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "اصحابی کالنجوم" یعنی میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں اور اہلبیت علیہم السلام کے متعلق فرمایا ہے کہ "کسفینة نوح" یعنی میرے اہل بیت مثل سفینہ نوح کے ہیں اور ہر شخص جانتا ہے کہ کشتی ستاروں کے سہارے چلتی ہے لہٰذا وہی شخص نجات پا سکتا ہے جو صحابہ کرام اور اہلبیت علیہم السلام دونوں کا دامن پکڑے۔

پہلا جواب: یہ ہے کہ ستارے دو طرح کے ہیں کچھ سیارہ ہیں یعنی خود حرکت کیا کرتے ہیں اسی سبب سے وہ جہاز رانی میں علامت کا کام نہیں دیتے کیونکہ اگر ان کو علامت قرار دیا جائے تو بجائے راہبری کے مسافر کو گمراہ و ہلاک کر دیں گے۔

اور کچھ ستارے ثابت ہیں جو علامت کا کام دیتے ہیں اور حدیث اصحابی کالنجوم میں سیارہ اور ثوابت کی کوئی قید نہیں ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کے بنانے والے کو اس کی بھی خبر نہ تھی کہ ہر ستارہ علامت کا کام نہیں دیتا۔

دوسرا جواب: بعض ستارے سعد اور بعض نحس ہوتے ہیں نحس ستاروں کے عمل میں اگر کوئی سفر کرے تو اس کی تباہی و ہلاکت کا سبب ہوتا ہے لیکن اس حدیث میں اس کی بھی کوئی قید نہیں ہے کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

صحابہ گرچہ ایشاں کالنجوم اند — ولے بعضے کواکب نحس وشوم اند

---

۱. مستدرک، حاکم، ج ۳، ص ۱۵۱؛ مشکوۃ، باب مناقب اہل بیت؛ صواعق محرقہ، باب ۱۱، ص ۹۱؛ مودة القربی مودت ۲؛ وغایة المرام ص ۲۳۷؛ ینابیع المودة، باب ۱۴؛ کفایة الطالب، باب ۱۰ ص ۲۳۳؛ حلیة الاولیاء؛ صحیح مسلم؛ مسند احمد؛ استیعاب؛ نہایہ ابن اثیر؛ تذکرہ خواص امہ؛ فصول المہمہ یہ حدیث صحاح ستہ میں گیارہ سندوں سے منقول ہے۔

تیسرا جواب: جس کشتی کے ناخدا کے گمراہ ہو جانے کا امکان ہوتا ہے وہ ستاروں کو علامت بناتا ہے لیکن جس کشتی کا بنانے والا اور مسافروں کو سوار کرنے والا اور چلانے والا اور راہ دکھانے والا اور منزل تک پہنچانے والا خود پرودگار عالم ہو اس کے لئے علامت ونشان کی احتیاج نہیں ہے جیسا کہ کشتی نوح تھی جس کو خداوند عالم نے خود اپنی وحی کے مطابق اپنی نگہبانی میں بنوایا تھا۔

چنانچہ ارشاد فرماتا ہے:

فَأَوْحَينَا إِلَيهِ أَنْ اصْنَعْ الْفُلْکَ بِأَعْيُنِنا وَوَحْيِنَا وَاصْنَعْ الْفُلْکَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْينا.... (۱)

میرے سامنے میری وحی کے مطابق کشتی بناؤ۔

اس کے بعد سورہ میں کشتی پر سوار ہونے اور کشتی کے چلنے اور ٹھہرنے کے متعلق فرماتا ہے:

وَقَالَ ارْكَبُوا فِيهَا بِاسْمِ اللهِ مَجْرَاهَا وَمُرْسَاهَا .... (۲)

کہا کہ سوار ہو جاؤ اس میں اس کا جاری ہونا اور ٹھہرنا خدا کے نام سے ہے۔

سورہ مومنون میں ارشاد ہوتا ہے:

فَإِذَا اسْتَوَيْتَ أَنْتَ وَمَنْ مَعَکَ عَلَى الْفُلْکِ فَقُلْ الْحَمْدُ لِلّهِ الَّذِى نَجَّانَا مِنْ الْقَوْمِ الظَّالِمِين☆ وَقُلْ رَبِّ أَنزِلْنِى مُنْزَلًا مُبَارَكًا وَأَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ (۳)

جب تم اور تمہارے ساتھی کشتی میں سوار ہو جائیں تو کہنا کہ حمد ہے اس خدا کی جس نے ہم لوگوں کو ظالم قوم سے نجات دی اور کہنا کہ میرے پروردگار اس کشتی سے ہم لوگوں کو مبارک جگہ پر اتارنا اور تو بہترین اتارنے والا ہے۔

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کے بنائے جانے اور اس پر مومنوں کے سوار کرنے اور اس کے چلنے اور ٹھہرنے اور مبارک جگہ پر مومنوں کے اتارنے سب کا ذمہ دار خدا تھا پس اس کو ستاروں کی احتیاج نہ تھی لہذا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو اپنے اہلبیت علیہم السلام کی مثال کشتی نوح کی دی

---

۱. سورہ مومنون، آیت ۲۷؛ سورہ ہود آیت ۳۷

۲. سورہ ہود، آیت ۴۱

۳. سورہ مومنون، آیت ۲۸، ۲۹

ہے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ جس طرح حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی خدا کے حکم سے اس کی وحی کے مطابق بنائی گئی اسی طرح میرے اہلبیت علیہم السلام بحکم خدا اس کی وحی کے مطابق امام و رہنمائے خلق بنائے گئے جیسا کہ خداوند عالم نے غدیر کے میدان میں آیت بلغ نازل فرما کر حضرت علی علیہ السلام کو خلیفہ اور امام بنایا اور جس طرح کشتی نوح پر مومنین بحکم پروردگار سوار ہوئے اسی طرح خداوند عالم نے آیت ''اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم'' نازل فرما کر مسلمانوں کو اہلبیت علیہم السلام کی اطاعت کا حکم دیا اور جیسا کہ کشتی نوح کا چلنا اور ٹھہرنا سب خدا کے حکم سے تھا اسی طرح میرے اہلبیت علیہم السلام کے اقوال و افعال سب مطابق حکم پروردگار رہوں گے۔

جیسا کہ ارشاد ہے:

''ومایشاؤن الا ان یشاء اللہ''

جب تک خدا نہ چاہے یہ لوگ کسی امر کا ارادہ نہیں کرتے اور جس طرح کشتی نوح پر سوار ہونے والے مبارک جگہ پر اتارے گئے اسی طرح اہلبیت علیہم السلام سے تمسک کرنے والے سلامتی دین و ایمان کے ساتھ جنت خلد میں داخل ہوں گے اور جس طرح کشتی نوح سے منہ موڑنے والے غرق و ہلاک ہوئے اسی طرح اہلبیت علیہم السلام سے منہ موڑنے والے غرق و ہلاک ہوں گے۔

جس طرح حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے نے یہ کہہ کر کشتی سے منہ موڑا

''قَالَ سَآوِي إِلَى جَبَلٍ يَعْصِمُنِي مِنَ الْمَاءِ''

میں ابھی کسی پہاڑ کا سہارا لیتا ہوں جو مجھے پانی سے بچالے گا۔

اسی طرح جناب عمر نے حسبنا کتاب اللہ کہہ کر اہلبیت علیہم السلام سے منہ موڑا یعنی ہم لوگوں کے لئے کتاب خدا کافی ہے۔

۳. حدیث منزلت: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا:

اماترضی ان تکون منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لانبی بعدی. (۱)

اے علی! کیا تم اس امر پر راضی نہیں ہو کہ تمہاری مجھ سے وہی منزلت ہو جو ہارون کو موسیٰ

---

۱. صحیح بخاری، ج ۳، باب غزوہ تبوک ص ۵۷، مطبوعہ مصر اور ج ۲، باب مناقب اہل بیت ص ۹۵

مذہبی گفتگو نہ کرنا نہ ان کی کتابیں نہ پڑھنا۔

مولوی اشرف علی تھانوی نے طلاب علوم عربیہ کے پڑھنے کے لئے کچھ رسالے تالیف کئے ہیں جن کا نام عشرہ طروس ہے۔اس کے طرس عاشر یعنی دسویں کتاب میں لکھتے ہیں:

واما الافات ومنها سوال العوام عن الدلائل ودقائق المسائل التی لاتبلغها عقولها وسببه قلة الادب ولاعراض عن العمل وعلاجة الردوان لایجابوا . (۱)

آفتوں میں ایک آفت عوام الناس کا دلیل مانگنا اور ایسے دقیق مسائل کا سوال کرنا ہے جن تک ان کی عقلیں نہیں پہونچ سکتیں اور سبب اس کا ادب کی کمی اور عمل سے روگردانی ہے اور علاج اس کا جھڑکنا ہے اور یہ کہ ان کا جواب نہ دیا جائے۔

لیجئے اب کون سوال کرنے جائے کہ صفات باری تعالیٰ کے زائد بر ذات اور قدیم ہونے کی کیا دلیل ہے؟

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہذیان بول سکتے تھے اس کا کیا ثبوت ہے؟

جناب ابوبکر افضل الصحابہ تھے اس کی کیا دلیل ہے؟

قرآن مجید قدیم اور غیر مخلوق ہے اس کی کیا دلیل ہے اور تعدد قدماء کا عقیدہ رکھنے والا کافر نہیں ہے اس کی کیا دلیل ہے؟

حسن وقبح اشیاء عقلی نہیں ہیں اس کی کیا دلیل ہے؟

ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کی کیا دلیل ہے اور قرآن کی کس آیت اور کس حدیث صحیح سے ثابت ہے؟

نجات پانے والا فرقہ اہلسنت کا ہے اس کی کیا دلیل ہے؟

پوچھئے تو ڈانٹے جاؤ گے یا اگر دور خلافت ہو تو سر کاٹ لیا جائے۔

چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی کتاب ازالۃ الخفا میں لکھتے ہیں کہ جناب عمر بمقام الجابیہ خطبہ پڑھنے کھڑے ہوئے اور کہا: **من یضلل اللہ فلاھادی له. (۲)**

جس کو خدا گمراہ کرتا ہے اس کا کوئی ہادی نہیں ہے۔

---

۱. عشرہ طروس، طرس عاشر، ص ۱۹۵، مطبوعہ مجتبائی دہلی

۲. ازالۃ الخفا، مقصد ۲، ص ۱۸۲، ۱۸۳

سے تھی لیکن یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ (۱)

سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

الاترضی ان تکون منی بمنزلة هارون من موسیٰ الاانه لانبوة بعدی. (۲)

حاکم نے مستدرک اور ذہبی نے تلخیص مستدرک میں لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ (۳)

واضح ہو کہ یہ حدیث منزلت متواتر ہے اور بہت سے طریق سے بہت سی کتابوں میں وارد ہوئی ہے: مسلم نے اپنی صحیح میں اور احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں اور نسائی نے خصائص میں، ابن ماجہ نے سنن فضائل اصحاب رسول میں اور سید علی ہمدانی نے مودة القربی میں اس کو نقل کیا ہے؛ اسی طرح تاریخ الخلفاء باب فضائل امیر المومنین میں، تذکرہ خواص الامہ میں؛ وکنز العمال، وصحیح ترمذی جمع بین الصحاح میں، صواعق محرقہ اور اصابہ میں، عقد الفرید، استیعاب ومطالب السؤل، فصول المہمہ، ینابیع المودة؛ خوارزمی؛ اسد الغابہ؛ مغازلی وغیرہ نے نقل کیا ہے۔ (۴)

سعد بن ابی وقاص وعبداللہ بن عباس وعبداللہ بن مسعود وجابر بن عبداللہ وابوسعید خدری وابوہریرہ ومعاویہ بن ابوسفیان وعمر بن خطاب وزید ابن ارقم وابوایوب انصاری وانس بن مالک وام سلمہ واسماء بنت عمیس وسعید بن مسیّب وحذیفہ ابن یمان وغیرہ بہت سے اصحاب رسول نے اس کی روایت کی ہے۔

بہت سے علمائے متقدمین ومتاخرین نے اس کی صحت کا اقرار کیا ہے یہاں تک کہ مامون الرشید نے چالیس بڑے بڑے علمائے اہل سنت سے مناظرہ کیا اور اس حدیث منزلت سے خلافت امیر المومنین کو ثابت کیا لیکن کسی کو اس حدیث کے رد کرنے کی جرأت نہ ہوسکی یہ مناظرہ عقد الفرید کے حوالہ سے ابتدائے

---

۱. روضة الاحباب، ج۱، ص ۳۳۸

۲. مستدرک حاکم، ج ۳، ص ۱۰۹، وج ۲، ص ۳۳۷

۳. مستدرک حاکم، ج ۱، ص ۱۳۳

۴. صحیح مسلم ج ۲؛ باب فضائل امیر المومنین؛ مسند احمد بن حنبل ج ۱، ص ۹۸؛ خصائص، نسائی، ص ۱۹؛ سنن ابن ماجہ فضائل اصحاب رسول؛ مودة القربی، سید علی ہمدانی مودة ۷؛ تاریخ الخلفاء باب فضائل امیر المومنین؛ تذکرہ خواص الامہ ص ۱۲؛ وکنز العمال ج ۶، ص ۴۰۴؛ وصحیح ترمذی جمع بین الصحاح؛ صواعق محرقہ؛ اصابہ؛ عقد الفرید؛ استیعاب؛ مطالب السؤل؛ فصول المہمہ؛ ینابیع المودة؛ خوارزمی؛ اسد الغابہ؛ مغازلی

کتاب میں گذر چکا وہاں دیکھیے۔

ابن حجر نے صواعق محرقہ میں لکھا ہے کہ ائمہ احادیث نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور محمد بن یوسف گنجی شافعی نے کفایۃ الطالب میں لکھا ہے کہ اس حدیث کی صحت متفق علیہ ہے اور ائمہ اعلام اور حفاظ احادیث نے اس کی روایت کی ہے جیسے بخاری نے اپنی صحیح میں اور مسلم بن حجاج نے اپنی صحیح میں اور ابوداؤد نے اپنی سنن میں اور ابوموسیٰ ترمذی نے جامع میں اور ابوعبدالرحمٰن نسائی نے سنن میں اور ابن ماجہ نے سنن میں اور ان سب نے اس کی صحت پر اتفاق کیا ہے یہاں تک کہ اس پر ان لوگوں کا اجماع ہوگیا ہے۔

حاکم نیشاپوری نے لکھا ہے: یہ حدیث متواتر ہے اسی طرح شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالۃ الخفاء میں لکھا ہے کہ یہ حدیث متواتر ہے۔(۱)

لیکن ابوالحسن آمدی نے اپنے عناد کا ثبوت دیتے ہوئے اس حدیث کی سند میں اشکال کیا ہے جیسا کہ ابن حجر نے صواعق محرقہ میں لکھا ہے کہ آمدی نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

لیکن حدیث منزلت جیسی متفق علیہ اور متواتر حدیث اگر آمدی جیسے لوگوں کے رد کر دینے سے رد ہو جائے تو پھر صحاح ستہ کو موج دریا کے حوالہ کر دینا پڑے گا کیوں کہ کوئی حدیث قابل قبول نہ رہ جائے گی، آمدی نے جب دیکھا کہ اس حدیث سے خلافت امیر المومنین بلا اشکال ثابت ہے جس سے انکار ممکن نہیں تو اس نے اس کی صحت ہی سے انکار کر دیا ابن حجر عسقلانی نے لسان المیزان میں لکھا ہے کہ ابوالحسن آمدی کے عقائد کی خرابی کی بناء پر اس کو دمشق سے نکال دیا گیا تھا۔

اور یہ بھی صحیح ہے کہ وہ تارک الصلوۃ تھا یہ حدیث منزلت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف موقعوں پر صرف اعلان خلافت امیر المومنین علیہ السلام کی غرض سے بیان فرمائی۔

چنانچہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ام سلمہ سلام اللہ علیہا سے فرمایا: علی علیہ السلام مجھ سے ہیں اور میں علی علیہ السلام سے ہوں ان کا گوشت میرا گوشت ہے اور میرا گوشت ان کا گوشت ہے ان کا خون میرا خون اور میرا خون ان کا خون ہے اور ان کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی، اے ام سلمہ سلام اللہ علیہا سنو اور گواہ رہو کہ یہ علی علیہ السلام مسلمانوں کے سردار اور آقا ہیں۔(۲)

---

۱. ازالۃ الخفاء، شاہ ولی اللہ، مقصد ۲ رفضائل امیر المومنین

۲. ینابیع المودۃ، باب ۷، ص ۲۴۳

اسی طرح جب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ میں مواخات کی تو حضرت علی علیہ السلام نے عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے مجھ کو کسی کا بھائی نہیں بنایا تو آپ نے فرمایا: :تم دنیا وآخرت میں میرے بھائی ہو۔

وانت عندی بمنزلة هارون من موسی ووارثی. (۱)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث کسی مورد کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ اپنے الفاظ کے لحاظ سے بھی عام ہے اور مورد کے لحاظ سے بھی عام ہے لہٰذا یہ حدیث حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں اور بعد وفات امیر المومنین علیہ السلام کے جانشین وخلیفہ رسول ہونے کی دلیل ہے خصوصا حدیث کا آخری جملہ ''الا انه لانبی بعدی'' اس کے متعلق ہر قسم کے شک وشبہات کو دُور کررہا ہے اس استثنا سے یہ بات معلوم ہوئی بجز نبوت کے حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جو منزلتیں حاصل تھیں وہ سب حضرت علی علیہ السلام کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل تھیں جس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پروردگار عالم سے دعا کی تھی:

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِی صَدْرِی (۲۵) وَيَسِّرْ لِی أَمْرِی (۲۶) وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِی (۲۷) يَفْقَهُوا قَوْلِی (۲۸) وَاجْعَلْ لِی وَزِيرًا مِنْ أَهْلِی (۲۹) هَارُونَ أَخِی (۳۰) اشْدُدْ بِهِ أَزْرِی (۳۱) وَأَشْرِكْهُ فِی أَمْرِی (۲)

اے میرے پروردگار میرے لئے میرے سینہ کو کشادہ کردے میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ لوگ میری بات سمجھیں اور میرے اہل بیت سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنادے اور ان کے ذریعہ سے میری کمر مضبوط کردے اور ان کو میرے کار رسالت میں شریک بنادے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کے جواب میں خداوند عالم نے فرمایا:

قَالَ قَدْ أُوتِيتَ سُؤْلَكَ يَامُوسَى. (۳)

اے موسیٰ تمہارے سوالات قبول کئے گئے۔

---

۱. وسیلۃ النجات، ص۹۲

۲. سورہ طہ، آیت ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲

۳. سورہ طہ، آیت ۳۶

یعنی ہم نے ہارون کو تمہارا وزیر اور خلیفہ بنا دیا۔

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ پیغمبر کا وزیر و جانشین بنانا خدا کا کام ہے اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ جناب عمر کا یہ قول غلط ہے کہ نبوت و امامت ایک گھر میں جمع نہیں ہو سکتی اس لئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے اہلبیت علیہ السلام میں سے اپنے بھائی ہارون کو خلیفہ بنانے کی دعا کی اور خدا نے بنا بھی دیا تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ رسول کی زندگی میں بھی خلیفہ ہوتا ہے۔

جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام سے فرمایا:

اخْلُفْنِي فِي قَوْمِي وَأَصْلِحْ وَلاَتَتَّبِعْ سَبِيلَ الْمُفْسِدِينَ. (۱)

اے ہارون تم میری قوم میں میرے خلیفہ رہو اور ان کی اصلاح کرتے رہو اور فساد کرنے والی کی پیروی نہ کرنا۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "علی منی بمنزلة هارون من موسیٰ" جس طرح حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اہلبیت علیہم السلام سے ان کے بھائی اور ان کے وزیر تھے اور ان کے ذریعہ سے پروردگار عالم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کمر مضبوط کی اور ان کے کار رسالت میں ان کو شریک کیا اور حضرت ہارون علیہ السلام اپنی زندگی کی آخری گھڑی تک حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وزیر اور خلیفہ رہے۔

اسی طرح علی ابن ابیطالب علیہما السلام میرے اہلبیت علیہم السلام سے میرے بھائی اور میرے خلیفہ اور وزیر ہیں ان کے ذریعہ سے خدا نے میری کمر مضبوط کی اور میرے کار رسالت میں ان کو میرا شریک کیا اور وہ اپنی زندگی بھر میرے خلیفہ اور وزیر ہیں۔

خداوند عالم نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ ☆ وَوَضَعْنَا عَنکَ وِزْرَکَ ☆ الَّذِیْ اَنْقَضَ ظَهْرَکَ ☆ وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ ☆ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ☆ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ☆ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ☆ وَاِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ. (۲)

کیا ہم نے آپ کے سینہ کو کشادہ نہیں کیا، اور کیا آپ کے بوجھ کو اتار نہیں لیا، جس نے آپ کی کمر کو توڑ دیا تھا، اور آپ کے ذکر کو بلند کر دیا، ہاں زحمت کے ساتھ آسانی بھی

---

۱. سورہ اعراف، آیت ۱۴۲

۲. سورہ الم نشرح، آیت ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸

ہے، بے شک تکلیف کے ساتھ سہولت بھی ہے لہذا جب آپ فارغ ہوجائیں تو نصب کردیں اور اپنے رب کی طرف رخ کریں۔

اس آیت میں غور کیجئے بالکل حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کا جواب ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ پروردگار امیرا سینہ کشادہ کر یہاں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ارشاد ہے کہ کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہیں کیا۔

حضرت موسیٰ نے دعا کی تھی کہ میرے بھائی ہارون کو میرا خلیفہ بنا کر میری کمر مضبوط کردے اور یہاں ارشاد ہے کہ ہم نے تم پر سے وہ بوجھ اتار دیا جس نے تمہاری کمر توڑ رکھی تھی یعنی علی علیہ السلام کو تمہارا خلیفہ اور وزیر اور شریک کار رسالت بنا کر تمہاری کمر مضبوط کردی اے رسول! تم آخری حج سے فارغ ہونے کے بعد اپنے بعد کے لئے علی علیہ السلام کو اپنا خلیفہ مقرر کردو اور اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرو۔ یہ ہے مختصر مطلب حدیث رسول ''یاعلی انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ'' کا۔

شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ اثنا عشریہ میں لکھتے ہیں: اس حدیث سے خلافت کے لئے حضرت علی علیہ السلام کا استحقاق ثابت ہوتا ہے لیکن عموماً علمائے اہل سنت نے تاویل سے کام لیا ہے کسی نے کہا کہ اس حدیث سے خلافت عامہ ثابت نہیں ہوتی بلکہ جس طرح کوہ طور پر جانے کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وقتی طور پر حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا خلیفہ بنایا تھا اسی طرح جنگ تبوک کے موقع پر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو وقتی طور پر تبوک سے واپسی کے وقت تک کے لئے اپنا خلیفہ بنایا تھا... انتہیٰ۔(۱)

اس کا جواب گزر چکا کہ یہ حدیث الفاظ کے اعتبار سے بھی عام ہے اور موقع کے لحاظ سے بھی عام ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دس گیارہ مرتبہ مختلف مقامات اور مختلف موقعوں پر صرف حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کے اعلان کے طور پر یہ حدیث بیان فرمائی ہے۔

حدیث منزلت پر مزید بحث مناظرہ مامون الرشید میں گذر چکی وہاں دیکھئے!!!

۴. حدیث بشارت:

یہ بھی حضرت علی علیہ السلام کی امامت وخلافت پر دلالت کرتی ہے۔

عن ابن عباس قال دعانی رسول اللّٰہ فقال لی ابشرک ان اللہ ایدنی

---

۱. تحفہ اثنا عشریہ، شاہ عبدالعزیز، ص ۳۳۳

بسیدالاولین والآخرین وسیدالوصیین علی فجعله کفوی فان اردت ان تتورع فاتبعه. (۱)

ابن عباس نے بیان کیا کہ مجھ کو ایک روز حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طلب فرمایا اور مجھ سے فرمایا کہ میں تم کو بشارت دیتا ہوں کہ خداوند عالم نے تمام اولین وآخرین اور تمام اوصیاء کے سردار علی بن ابیطالب علیہ السلام کے ذریعہ سے میری مدد کی ہے اور اس کو میرا کفو بنایا ہے پس اگر تم پرہیزگار بننا اور نفع حاصل کرنا چاہتے ہو تو اس کی پیروی کرو۔

۵. مواخات: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کے درمیان بھائی چارگی قرار دی۔

عن عمربن خطاب قال ان رسول الله مما عقدالمواخات بین اصحابه قال هذاعلی اخی فی الدنیا والاخرة وخلیفتی فی اهلی ووصیتی فی امتی ووارث علمی وقاضی دینی ماله منی ومالی منه نفعه نفعی وضره ضری من احبه فقداحبنی ومن ابغضه فقدابغضنی. (۲)

جناب عمر سے روایت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کے درمیان مواخات کی تو فرمایا: یہ علی علیہ السلام دنیا اور آخرت میں میرا بھائی ہے اور میرے اہلبیت علیہم السلام میں میرا جانشین ہے اور میری امت میں میرا وصی ہے اور میرے علم کا وارث اور میرے دین کا قرض ادا کرنے والا ہے اس کا مال میرا مال ہے اور میرا مال اس کا مال ہے اس کا نفع میرا نفع اور اس کا نقصان میرا نقصان ہے جس نے اس کو دوست رکھا اس نے مجھ کو دوست رکھا اور جس نے اس سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔

۶. حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کی جانشینی کا پیغام دیا۔

عن انس بن مالک قال قال: رسول الله ان الله اصطفانی علی الانبیاء فاختارنی وصیا فاخترت ابن عمی ووصیی وشدبه عضدی کما شد عضد موسی باخیه هارون وهو خلیفتی ووزیری ولو کان بعدی نبیالکان علی نبیا. (۳)

انس بن مالک سے روایت ہے انھوں نے کہا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ

---

۱. مودۃ القربی، مودت ۱۴
۲. مودۃ القربی، مودت ۶
۳. مودۃ القربی، مودت ۶

تعالیٰ نے مجھ کو کل انبیا میں چنا اور مجھ کو ترجیح دی اور میرے واسطے ایک وصی منتخب فرمایا اور میں نے اپنے چچازاد بھائی کو اپنا وصی اختیار کیا اور خدا نے اس سے میرے بازو کو مضبوط کیا جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بازو ان کے بھائی ہارون علیہ السلام سے مضبوط کیا اور وہ میرا خلیفہ اور میرا وزیر ہے اور اگر میرے بعد کوئی پیغمبر ہوتا تو بے شک علی علیہ السلام پیغمبر ہوتے۔

۷. حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی علیہ السلام کی رضا اللہ کی رضا ہے۔

عن ابی موسیٰ الحمیدی قال کنت مع رسول اللّٰہ فی نصف عرفة ومعه ابوبکر وعمر وعثمان ونفرمن اصحابه وعلی فالتفت الیٰ ابی بکر فقال یاابابکر هذالذی تراه وزیر ی فی السماء ووزیری فی الارض یعنی علی بن ابی طالب فان احببت ان تلقی اللّٰہ وهوعنک راض فارض علیا فان رضائه رضااللّٰہ وغضبه غضب اللّٰہ . (۱)

ابوموسیٰ حمیدی نے کہا: میں نصف عرفہ میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا اور ابوبکر وعمر وعثمان اور دیگر اصحاب نیز حضرت علی علیہ السلام آپ کے ساتھ تھے پس آنحضرت نے ابوبکر سے مخاطب ہو کر فرمایا اے ابوبکر یہ شخص جس کو تم دیکھ رہے ہو (یعنی علی بن ابیطالب) آسمان پر میرا وزیر ہے اور زمین پر میرا وزیر ہے اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں ملو کہ وہ تم سے راضی ہو تو علی علیہ السلام کو راضی رکھو کیونکہ اس کی رضا خدا کی رضا اور اس کا غضب خدا کا غضب ہے۔

۸. حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کی جانشینی کا پیغام دیا کہ ہر پیغمبر کا ایک وصی اور وارث ہوتا ہے۔

عن بریدة قال: قال: رسول اللّٰہ لکل نبی وصی ووارث وان علیا وصیی ووارثی . (۲)

بریدہ سے روایت ہے انھوں نے کہا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر پیغمبر کا ایک

---

۱. مودة القربی، مودت ۶

۲. مودة القربی، مودت ۴؛ ومغازلی؛ موفق ابن احمد۔

وصی اور وارث ہوتا ہے اور علی ابن ابی طالب میرے وصی اور وارث ہیں۔

۹. حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو امت کی حجت قرار دیا۔

عن انس بن مالک قال: قال رسول اللہ انا وھذا یعنی علیا حجة علی امتی یوم القیامة. (۱)

انس بن مالک سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں اور یہ علی قیامت کے روز میری امت پر حجت ہوں گے۔

۱۰. حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو مثل انبیا اپنا وصی قرار دیا۔

عن علی ابن ابی طالب قال: قال: رسو ل اللہ ان اللہ جعل لکل نبی وصیا جعل شیث وصی آدم ویوشع وصی موسیٰ وشمعون وصی عیسیٰ وعلیا وصیی ووصیی خیر الاوصیاء فی البداء وانا الداعی وھو المضی. (۲)

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے ہر پیغمبر کے لئے ایک وصی مقرر فرمایا ہے اس نے شیث کو آدم کا وصی بنایا، یوشع کو موسیٰ کا، شمعون کو عیسیٰ کا، علی کو میرا وصی بنایا اور میرا وصی روز ازل سے تمام اوصیاء سے افضل ہے میں لوگوں کو خدا کی طرف بلانے والا ہوں علی علیہ السلام نور ہدایت پھیلانے والے ہیں۔

۱۱. حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا: تم میرے ذمہ کو پاک کرو گے۔

عن علی ابن ابی طالب قال: قال: رسول اللہ ان یا علی انت تبرء ذمتی انت خلیفتی علی امتی.

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی! تم میرا ذمہ پاک کرو گے اور میری امت پر میرے خلیفہ ہو۔ (۳)

۱۲. رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طولانی حدیث: کوئی بیعت توڑتا ہے تو وہ اپنے نفس پر وبال ڈالتا ہے۔

---

۱. کنز العمال ج ۶ ص ۱۵۷؛ مودة القربی مودہ ۴

۲. مودة القربی مودہ ۴

۳. مودة القربی مودہ ۴

ابوالحمراء خادم حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بڑھاپے میں اپنے ایک دوست سے کہا کہ میں تجھ سے وہ بات بیان کرتا ہوں جو میرے کانوں نے سنی اور آنکھوں نے دیکھی ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک روز حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روانہ ہوئے یہاں تک کہ عائشہ کے گھر تشریف لائے اور ان سے فرمایا کہ سردار عرب کو میرے پاس بلاؤ انھوں نے ابوبکر کو بلوا دیا جب وہ آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کھڑے ہوئے تو دیکھنے سے معلوم ہو کہ آپ کو کسی اور کو بلانا مقصود ہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب حفصہ کے گھر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ سردار عرب کو بلاؤ انھوں نے عمر کو بلا دیا جب وہ آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ ۱۰۰/قریش اور ۸۰/عرب اور ۶۰/غلام اور ۴۰/اہل حبش کو بلا لاؤ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو مجھ سے فرمایا کہ چمڑے والا صحیفہ لاؤ میں نے لا کر حاضر کیا اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب کو صف میں کھڑا کیا اور فرمایا کہ کیا اللہ مجھ پر مجھ سے زیادہ اختیار نہیں رکھتا اور مجھ پر امر و نہی فرماتا ہے اور مجھ کو خدا پر حکومت کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے سب سے کہا کہ بے شک یارسول اللہ پھر فرمایا:

الست اولی بکم من انفسکم امرکم وانھاکم ومالکم علی امر ولا نھی قالوا بلی یا رسول اللہ فقال: من کان اللہ مولاہ وانا مولاہ فھذا علی مولاہ یامرکم وینھاکم ولکم علیہ من امر ولا نھی

پھر فرمایا کہ کیا میں تم لوگوں پر تمہارے نفوس سے زیادہ اختیار نہیں رکھتا اور میں تم پر امر و نہی کرتا ہوں لیکن تم لوگ مجھ پر حکومت کرنے کا اختیار نہیں رکھتے، سب نے کہا بیشک یارسول اللہ! ایسا ہی ہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کا خدا حاکم ومختار ہے اور جس کا میں حاکم ومختار ہوں یہ علی علیہ السلام بھی اس کے حاکم ومختار ہیں یہ تم لوگوں پر امر و نہی کریں گے لیکن تم لوگوں کو ان پر امر و نہی کرنے کا اختیار نہیں ہوگا اے خدا جو علی علیہ السلام کو دوست رکھے تو اس کو دوست رکھ جو ان کی نصرت کرے تو اس کی نصرت کر اور جو ان کی نصرت کو ترک کرے تو بھی اس کی نصرت کو ترک کر۔

پھر فرمایا: اے میرے اللہ! تو گواہ رہنا میں نے نصیحت کر دی اور تیرا حکم پہونچا دیا پھر وہ صحیفہ تین بار پڑھوا کر ہم لوگوں کو سنایا اور فرمایا: یہ لوگوں میں کون اس عہد کو توڑنا چاہتا ہے ہم لوگوں نے کہا کہ ہم خدا اور اس کے رسول کی پناہ چاہتے ہیں اس عہد کے توڑنے میں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ صحیفہ لپیٹا اور ہم لوگوں سے مہریں لگوائیں اور حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا: اس صحیفہ کو اپنے پاس رکھو اور جو کوئی تمہارے اس

عہد کو توڑے تم اس صحیفہ کے مطابق اس سے جنگ کرنا میں اس کا دشمن ہوں گا اور اس سے جھگڑا کروں گا پھر آیت " لاتنکثوا ایما نکم الایة " تلاوت فرمائی یعنی اے لوگوں اپنی قسموں کو پختہ کرنے کے بعد نہ توڑو حالانکہ تم نے اللہ کو اپنا کفیل اور ذمہ دار ٹھہرایا ہے اگر تم ایسا کرو گے تو بنی اسرائیل کے مانند ہو جاؤ گے کہ جب انھوں نے اپنے نفوس پر سختی کی تو اللہ نے بھی ان پر سختی کی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آیت "فمن نکث" تلاوت فرمائی یعنی جو کوئی بیعت توڑتا ہے وہ اپنے نفس پر وبال ڈالتا ہے۔(۱)

۱۳۔ **تبلیغ برائت:** آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورہ برائت کا مبلغ حضرت علی علیہ السلام کو قرار دیا۔

عن عبداللّٰہ ابن عمر قال ان رسول اللّٰہ بعث ابابکر و عمر برائة الی مکة فانطلقا فاذا ھما براکب فقالا من ھذا قال انا علی قال ماعلمت الاخیرا فاخذ علی الکتاب فذھب به و رجع ابوبکر و عمر الیٰ مدینة فقالا مالنا رسول اللّٰہ فقال مالکما الاخیر الکن قیل لی لا یبلغ عنک الاانت اورجل منک . (۲)

عبداللہ بن عمر نے بیان کیا کہ حضرت رسول نے جناب ابوبکر و عمر کو سورہ برائت دے کر اہل مکہ کی طرف بھیجا وہ دونوں روانہ ہو گئے لیکن ابھی راہ میں تھے کہ ایک سوار ان سے ملا ان لوگوں نے اس سے پوچھا تم کون ہو اس نے کہا میں علی علیہ السلام ہوں جناب ابوبکر نے کہا کہ میں نے اس سوار کو دیکھ کر بھلائی کے سواء کچھ نہ جانا حضرت علی علیہ السلام نے ابوبکر سے کتاب "پیغام" لے لیا اور مکہ کی طرف روانہ ہو گئے اور ابوبکر و عمر مدینہ واپس آ گئے۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم لوگوں سے کیا بات ظاہر ہوئی ہے کہ اس خدمت سے محروم کر دیئے گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سوائے خیر کے کوئی بات نہیں ہے مجھ کو حکم ہوا ہے کہ سوا میرے اور اس شخص کے جو مجھ سے ہو کوئی یہ کار تبلیغ انجام نہیں دے سکتا۔

یہی روایت مودة القربی، میں ابوسعید خدری سے، روضۃ الاحباب، تفسیر درمنثور، تاریخ خمیس ج ۲، وغیرہ باختلاف الفاظ منقول ہے اور کنز العمال، ؛ارجح المطالب بروایت نسائی و بروایت احمد بن حنبل جناب ابوبکر سے جو روایت منقول ہے اس میں اتنا زیادہ ہے کہ جناب ابوبکر مدینہ واپس آئے

---

۱. مودة القربی مودة حدیث ۱

۲. قرة العینین ص ۲۳۴ و مستدرک حاکم ج ۳، ص ۵۱؛ بروایت عبداللہ بن عمرو ج ۳، ص ۱۳۳؛ بروایت ابن عباس

یہ سن کر ایک نصرانی نے جو جلسہ میں حاضر تھا زبان فارسی میں کچھ کہا: جناب عمر نے ترجمان سے دریافت کیا کہ نصرانی کیا کہتا ہے مترجم نے کہا: یہ شخص کہہ رہا ہے کہ خدا کسی کو گمراہ نہیں کرتا اس پر جناب عمر نے کہا: اے دشمن خدا تو جھوٹا ہے بلکہ خدا ہی نے تجھے پیدا کیا اور اسی نے تجھ کو گمراہ کیا اور وہی تجھ کو جہنم میں ڈالے گا اگر تجھ سے اور مجھ سے معاہدہ نہ ہوتا تو میں تیری گردن مار دیتا۔

میں عرض کرتا ہوں کہ ''من یضلل اللہ فلاھادی لہ'' کے معنی یہ ہیں کہ جس کو خدا گمراہیوں میں چھوڑ دیتا ہے یعنی ہدایت کی توفیق نہیں دیتا اس کا کوئی ہادی نہیں ہے اور یہ معنی اس کا خود اسی آیت کے آخری جملے سے ظاہر ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

مَنْ یُضْلِلِ اللہُ فَلاھَادِیَ لَہُ وَیَذَرُھُمْ فِی طُغْیَانِھِمْ یَعْمَھُونَ. (۱)

جسے خدا ہی گمراہی میں چھوڑ دے اس کا کوئی ہدایت کرنے والا نہیں ہے اور وہ انہیں سرکشی میں چھوڑ دیتا ہے کہ ٹھوکریں کھاتے پھریں۔

غرض یہ کہ جب عقل معطل و بیکار کر دی گئی اور سوال کرنا اور سمجھنا جرم قرار پایا تو بس جانچنے اور سمجھنے کی زحمت سے آزادی مل گئی اب اگر علامہ بخاری لکھدیں کہ کفار کے جہنم میں ڈالے جانے کے بعد جب جہنم کا پیٹ نہ بھرے گا اور وہ ہل من مزید کہے گا خدا جہنم میں اپنی بائیں ٹانگ ڈال دے گا۔(۲)

یا یہ کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب عائشہ کو حبشیوں کا ناچ دکھایا۔(۳)

تو اس میں دم زدن نہیں ہے۔

درمختار میں ہے: ایک شخص کے سامنے حدیث کا ذکر ہوا دوسرے نے کہا: کیا حدیثیں سچی ہیں۔(۴)

جن پر عمل کیا جائے تو وہ کافر ہے۔ اگر توبہ نہ کرے تو قتل کیا جائے۔

پھر کس کی مجال ہے کہ حدیثوں سے انکار کرے یا اس کی تاویل کرے۔ چاہے حدیث کیسی ہی ہو۔

چنانچہ اسی قسم کی حدیثوں سے ان لوگوں نے اپنے ناجی ہونے کا فیصلہ بھی کر لیا ہے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب نے تحفہ اثنا عشریہ، میں اہلسنت کے ناجی ہونے پر قرآن مجید سے بارہ دلیلیں پیش کی ہیں... جن میں سے کسی دلیل کو ان کے مقصد سے دور کا بھی لگاؤ نہیں ہے۔(۵)

پہلی آیت جو اپنے دعویٰ کی دلیل میں انھوں نے پیش کی ہے یہ ہے:

---

۱. سورہ اعراف آیت ۱۸٦ ۲. بخاری، ج ۴، ص ۱۹۵، مطبوعہ مصر

۳. بخاری، ج ۲، ص ۱۰۲ مصر ۴. درمختار، ج ۲، ص ۵۱۸ ۵. تحفہ اثنا عشریہ باب ۱۱

اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچ کر رونے لگے۔(۱)

غزوہ تبوک سے واپسی کے بعد ۹ ھ میں ذی قعدہ یا ذی الحجہ کے مہینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۳۰۰ مسلمانوں کا ایک قافلہ مدینہ سے حج کے لئے روانہ فرمایا اور جناب ابوبکر کو اس قافلہ کا امیر بنایا اور سورہ برائت کی ابتدائی چند آیتیں دے کر روانہ فرمایا کہ وہ آپ کی نیابت میں مکہ میں ان کی تبلیغ کریں ان کے روانہ ہونے کے بعد جبریل امین بحکم پروردگار نازل ہوئے اور کہا کہ یہ کار رسالت یا تو خود آپ انجام دیں یا وہ شخص انجام دے جو آپ سے ہو اس کے علاوہ کوئی انجام نہیں دے سکتا یہ سن کر آنحضرت نے حضرت علی علیہ السلام کو روانہ کیا اور راہ میں جناب ابوبکر کو پکڑ لیا اور ان سے سورۂ برائت لے کر ان کو مدینہ واپس کر دیا وہ آ کر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور رونے لگے اور عرض کیا یا رسول اللہ! مجھ سے کیا قصور سرزد ہوا کہ اس خدمت سے محروم کیا گیا۔

حضرت نے فرمایا کہ کوئی بات نہیں ہے سب خیر ہے حکم خدا ہوا ہے کہ یہ خدمت تبلیغ یا تو میں خود انجام دوں یا وہ شخص انجام دے جو مجھ سے ہو اکثر روایتوں سے یہی ثابت ہے، اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ جناب ابوبکر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہ تھے۔

بعض روایتوں میں ہے کہ جناب ابوبکر مدینہ واپس نہیں گئے بلکہ وہ بھی حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ مکہ گئے اور انھوں نے مسلمانوں کو فریضہ حج ادا کرایا اور حضرت علی علیہ السلام نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیابت میں سورہ برائت کی تبلیغ کی۔

اگر چہ یہ واقعہ صرف شرمندگی مٹانے کے لئے وضع کیا گیا ہے اس لئے کہ اکثر روایتیں بطریق اہل سنت اور بہت سی روایتیں بطریق شیعہ اس کی تکذیب کر رہی ہیں اور ان میں بصراحت موجود ہے کہ جناب ابوبکر مدینہ واپس گئے لیکن اگر بالفرض یہ واقعہ صحیح بھی ہو تو اس میں کوئی شرف نہیں ہے آج بھی مکہ میں بہت سے معلم ہیں جو مسلمانوں کو فریضہ حج ادا کراتے ہیں اور احکام حج بیان کرتے ہیں یہ ایسا کام تھا جس کو غیر رسول وغیر خلیفہ رسول بھی انجام دے سکتا ہے ورنہ اگر یہ بھی ویسا ہی اہم فریضہ ہوتا تو اس کے متعلق بھی حکم خدا ہوتا کہ اے رسول! اس کام کو بھی یا آپ خود انجام دیں یا وہ انجام دے جو آپ سے ہو

---

۱. مودۃ القربی، مودت ۷، حدیث ۹؛ روضۃ الاحباب ج ۱ ۳۶۱ ؛ تفسیر در منثور؛ تاریخ خمیس ج ۲؛ کنز العمال ج ۱ ص ۲۴۶؛ ارجح المطالب باب ۴، ص ۴۹۴

بخلاف تبلیغ برائت کے جو مخصوص کار رسالت تھا۔

جس کو غیر رسول یا غیر خلیفہ رسول کوئی انجام نہیں دے سکتا تھا اسی سبب سے بوڑھے ابوبکر کو معزول کر کے اس کام کے لئے جوان حضرت علی علیہ السلام مقرر کیئے گئے اور اسی کا نام خلافت و امامت ہے پس ثابت ہوا کہ حضرت علی علیہ السلام بحکم پروردگار خلیفہ و جانشین حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے اور جناب ابوبکر میں بنیابت رسول خدا سورہ برائت کی چار آیتوں کی تبلیغ کی بھی صلاحیت نہ تھی تو بعد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیابت رسول و ریاست عامہ اور پورا قرآن امت تک پہنچانے کی صلاحیت کہاں سے پیدا ہوگئی۔

علمائے اہل سنت نے اس دلیل میں بھی توڑ پھوڑ کی کوشش کی ہے چنانچہ امام زہری لکھتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس خدمت کے انجام دینے کا حکم حضرت علی علیہ السلام کو اس لئے دیا تھا کہ عربوں کا دستور تھا کہ ایسی بزرگ خدمتیں وہی انجام دیتا تھا جو سردار قوم یا اس کا عزیز یا ایسے امور جلیلہ کا ذمہ دار ہوتا تھا چنانچہ اسی رسم کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو مامور فرمایا۔

میں کہتا ہوں کہ اولاً: یہ تاویل اس لئے غلط ہے کہ رسم و رواج عرب کے ہر مسلمان جانتا تھا اور خود حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس سے بے خبر نہ تھے لہٰذا جناب ابوبکر کو اس خدمت پر مامور کرنے کے قبل ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کا خیال ہونا چاہئے تھا کہ میں رسم و رواج عرب کے خلاف ابوبکر کو ایک اہم کام کے لئے بھیج رہا ہوں کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ محنت رائیگاں ہو جائے اور اگر بالفرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو توجہ نہ ہوئی تو جناب ابوبکر خود کہتے کہ عربوں کو میرے جانے سے اعتراض ہوگا۔

لہٰذا اس کام کے لئے میرا جانا مناسب نہیں ہے لیکن انھوں نے بھی کچھ نہ کہا پھر وہ تین سو آدمی جو ساتھ تھے ان میں سے بھی کسی نے نہ ٹوکا پھر جناب ابوبکر کی محرومی کے بعد بھی کسی نے نہ کہا کہ یہ کام رسم و رواج عرب کے خلاف تھا۔

اسی لئے یہ روز بد دیکھنا پڑا بلکہ اس واقعہ کے مدت دراز کے بعد زہری نے سب سے پہلے یہ دعویٰ کیا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ تاویل امام زہری کے دماغ کی پیداوار ہے اور اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تو لازم آتا ہے کہ جناب ابوبکر ایسے خدمات جلیلہ و نیابت و خلافت رسول کے لائق و سزاوار نہ تھے۔

کیونکہ انھیں نہ تو سرداری حاصل تھی نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرابت تھی نہ ایسے کاموں کے ذمہ دار تھے تو بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ صلاحیت کیونکر پیدا ہوگئی اور اس رسم و رواج عرب کو کیوں بھلا دیا گیا۔

واضح ہو کہ تبلیغ سورہ برائت کے متعلق اہل سنت کتابوں میں متعدد روایتیں منقول ہیں جن میں سے

ترمذی کی ایک حدیث میں اور سنن نسائی اور مسند احمد بن حنبل کی چار حدیثوں میں صاف صاف مذکور ہے کہ جناب ابوبکر راہ سے مدینہ واپس گئے اور یہی مضمون مستدرک حاکم وغیرہ میں ہے۔

جن کے حوالے گذر چکے اور تین حدیثوں میں اس کی صراحت نہیں لیکن ان کے مضمون سے ظاہر ہوتا ہے کہ جناب ابوبکر واپس ہو گئے اور مستدرک حاکم اور ترمذی کی صرف دو حدیثوں میں اس کا ذکر ہے کہ جناب ابوبکر بھی حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ مکہ گئے اور خطبہ اور احکام حج کو یہ بیان کرتے تھے۔

اور حضرت امیر سورہ برائت کی تبلیغ فرماتے تھے علمائے اہل سنت ان دونوں حدیثوں کو زیادہ شہرت دیتے ہیں اور بڑے فخر کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ جناب ابوبکر امیر حج بنائے گئے اور حضرت علی علیہ السلام بھی اس امر میں ان کے ماتحت کئے گئے لیکن یہ دعویٰ ان لوگوں کی دلیل سے باطل ہے۔

۱. یہ کہ دو حدیثیں جن میں جناب ابوبکر کے مکہ جانے کا ذکر ہے ان کو خود اہل سنت کی بہت سی صحیح السند حدیثیں رد کر رہی ہیں۔

۲. یہ کہ مستدرک حاکم میں حضرت ابن عباس سے منقول کہ حضرت علی علیہ السلام نے ابوبکر سے سورہ توبہ کو لیا اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''**لایذھب بھا الارجال ھومنی وانامنه**''. (۱)

سورہ توبہ کو تبلیغ کے لئے نہیں لے جاسکتا ہے لیکن وہ شخص جو مجھ سے ہو اور میں اس سے ہوں۔

نیز مستدرک حاکم ہی میں عبداللہ بن عمر سے منقول ہے کہ جب جناب ابوبکر نے واپس آ کر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ مجھ کو اس خدمت سے کیوں محروم کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ''**قیل لی انه لایبلغ عنک الاانت اورجل منک**''. (۲)

مجھ کو حکم دیا گیا ہے کہ سورہ برأت کی تبلیغ نہیں کرسکتا ہے لیکن تم یا دہ شخص جو تم سے ہو۔

اور یہی مضمون بہت سی حدیثوں میں ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور اس شخص کے جو آپ سے ہو دوسروں کو خداوند عالم کی طرف سے تبلیغ برائت کی ممانعت کی تھی چنانچہ اسی بنا پر جناب ابوبکر اس عہدہ سے معزول کے گئے۔

لیکن مستدرک حاکم ہی میں ابن عباس سے منقول ہے کہ آپ نے جا کر ابوبکر سے سورہ برأت کو لے

---

۱. مستدرک حاکم ج۳، ص۱۳۳

۲. مستدرک حاکم ج۳، ص۵۱

لیا اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوبکر کو حج پر مامور کیا اور حضرت علی علیہ السلام کو تبلیغ برائت پر۔(۱)

فکان علی ینادی بھافاذالج قام ابوھریرہ فنادی.

یعنی (مکہ پہونچ کر) حضرت علی علیہ السلام بلند آواز سے لوگوں کو سورہ برائت سنا رہے تھے اور جب وہ سنا چکے تو ابوہریرہ نے کھڑے ہوکر لوگوں کو پڑھ کر سنایا۔

پس سوال یہ ہے کہ اگر ابوہریرہ تبلیغ برائت کر سکتے تھے تو جناب ابوبکر نے کیا قصور کیا تھا کہ وہ معزول کردئے گئے جس کا ان کو اتنا غم ہوا کہ خدمت رسول میں پہونچ رونے لگے کیا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ نہیں کر سکتے تھے کہ بجائے ابوہریرہ کے جناب ابوبکر کو حضرت علی علیہ السلام کا شریک بنادیتے جب کہ وہ خود مکہ میں حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ موجود تھے اور حکم دیتے کہ دونوں مل کر تبلیغ کریں جب علی علیہ السلام خاموش ہوں تو ابوبکر پکاریں اور جب وہ خاموش ہوں تو علی علیہ السلام پکاریں اس صورت میں ایک عہدہ دے کر معزول کرنے کی ذلت تو نہ ہوتی۔

لیکن جب کہ جناب ابوبکر یہ کہہ کر معزول کردے گئے کہ حکم ہوا ہے کہ یہ خدمت یا خود میں انجام دوں یا وہ شخص جو مجھ سے ہو تو ابوہریرہ کو کہاں سے یہ حق حاصل ہوگیا کہ تبلیغ برائت میں حضرت علی علیہ السلام کے شریک بن گئے ان کو تو اتنی بھی قرابت حاصل نہ تھی جتنی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جناب ابوبکر کو حاصل تھی۔

پھر حضرت علی علیہ السلام نے ابوہریرہ کو ان کی اس نافرمانی خدا اور رسول پر کیوں نہیں ٹوکا جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ حدیث گڑھی ہوئی ہے نہ جناب ابوبکر امیر حج بنائے گئے نہ ابوہریرہ شریک تبلیغ بنائے گئے۔ ابوہریرہ کا نام اس لئے بڑھایا گیا تاکہ پڑھنے والے سمجھیں کہ اس عہدہ جلیلہ کو کوئی اہمیت حاصل نہ تھی اس تبلیغ میں ابوہریرہ بھی حضرت علی علیہ السلام کے برابر کے حصہ دار رہے کہ شیعہ اس واقعہ کو دلیل خلافت امیر المومنین نہ بنا سکیں۔

۳۔ یہ کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب ابوبکر کی ماتحتی میں حج کے لئے مسلمانوں کا قافلہ روانہ فرمایا تو حضرت علی علیہ السلام کو اس قافلہ کے ساتھ ابوبکر کی ماتحتی میں نہیں بھیجا اور قافلہ کے روانہ ہوجانے کے بعد جب حضرت علی علیہ السلام کو روانہ کیا تو جناب ابوبکر کو تبلیغ برائت سے معزول کرنے کے لئے روانہ کیا یا یہ نہیں فرمایا

۱۔ مستدرک حاکم، ج۳، ص۵۲

تھا، کہ امارت حج پر ابوبکر کو باقی رکھنا اور تم خود ان کی ماتحتی میں حج کرنا پس ان روایات سے حضرت علی علیہ السلام کی ماتحتی ثابت نہیں۔

۴. مطابق حکم پروردگار اے رسول سوا تمہارے یا اس شخص کے جو تم سے ہو سورہ برائت کی تبلیغ کوئی نہیں کر سکتا اگر خود حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبلیغ برائت کے لئے تشریف لے گئے ہوتے تو کیا جناب ابوبکر کا عہدہ امارت حج باقی رہتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے تابع رہتے ہرگز ان کی امارت باقی نہ رہتی۔ بلکہ وہ اپنے ہر عہدہ سے معزول ہو کر تابع رسول ہو جاتے اسی طرح حضرت علی علیہ السلام کے پہنچنے کے بعد بھی جناب ابوبکر اپنے ہر عہدہ سے معزول ہو کر آپ کے ماتحت ہو گئے، کیونکہ حضرت علی علیہ السلام نیابت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں گئے تھے اور بمنزلہ نفس رسول تھے۔

۵. حضرت امیر المومنین علیہ السلام باب مدینہ علم امت تھے کل صحابہ کرام آپ کی طرف مشکل وقت میں رجوع کرتے تھے حضرت علی علیہ السلام کو جناب ابوبکر کیا احکام حج تعلیم کرتے جس کو فاکہۃ وابا اور کلالہ، کے معنی بھی معلوم نہ تھے جیسا کہ گذر چکا۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ دونوں حدیثیں جن میں جناب ابوبکر کے مکہ جانے کا ذکر ہے گڑھی ہوئی ہیں اور اگر بالفرض ان کو صحیح بھی فرض کر لیا جائے تو صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ جناب ابوبکر بھی اس قافلہ کے ساتھ مکہ گئے اور حج کیا لیکن ان کی امارت حج ثابت نہیں ہوتی۔

۱۴. دعوت ذوالعشیرہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے قرابتداروں کو دعوت اسلام دینا۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر جب چالیس سال ہوئی تو آپ مبعوث برسالت ہوئے اس کے بعد تین سال تک نہایت رازداری کے ساتھ پوشیدہ طور پر رہے نہایت احتیاط کی جاتی تھی کہ محرمان خاص کے سوا کسی کو خبر نہ ہونے پائے، نماز کا وقت آتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی پہاڑ کی گھاٹی میں چلے جاتے اور وہاں نماز ادا کرتے۔(۱)

جب آفتاب رسالت اونچا ہوا اور مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہوئی تو حکم آیا: "**فاصدع بما تومروا عرض عن المشركين**" تجھ کو جو حکم دیا گیا ہے اسے آشکار کرو نیز حکم آیا: "**وانذر عشيرتك الاقربين**"، یعنی اپنے نزدیک کے قرابت داروں کو اللہ سے ڈراؤ۔

---

۱. سیرۃ النبی، ج ۱ ص ۱۵۱

یہ حکم پا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوطالب کے گھر میں اپنے خاندان کے چالیس آدمیوں کی دعوت کی جب وہ سب کھانے سے فارغ ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تمہارے لئے ایسی چیز لایا ہوں جو دنیا و آخرت میں تمہارے لئے بہتر ہے میں جو کچھ تم سے کہوں گا تم لوگ اس کا یقین کرو گے؟ سب نے کہا: ہاں! ہم آپ کو سچا اور امین سمجھتے ہیں آپ نے فرمایا: خدا نے مجھ کو پیغمبر بنایا ہے اب بتاؤ تم میں کون ایسا ہے جو اس کام میں میرا ہاتھ بٹائے اور میں اس کو اپنا بھائی اور اپنا وزیر اور خلیفہ بناؤں حضرت علی علیہ السلام جو اس وقت بہت کمسن تھے اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں آپ کا ہاتھ بٹاؤں گا آپ کے دشمنوں کی آنکھیں نکال لوں گا اور ان کے پیٹ پھاڑ دوں گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ٹھہر جاؤ شاید جو لوگ تم سے بڑے ہیں اس کو قبول کریں آپ نے تین مرتبہ یہی پیغام دیا مگر کسی نے جواب نہ دیا اور ہر مرتبہ حضرت علی علیہ السلام کھڑے ہوئے اور وہی کلمات دہراتے رہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخری مرتبہ حضرت علی علیہ السلام کو اپنے نزدیک بلایا اور بیعت لی اور اپنے گلے سے لگایا اور فرمایا: دیکھو یہ میرا بھائی میرا وصی اور میرا جانشین ہے تم لوگ اس کی بات سننا اور اس کی اطاعت کرنا۔

فقال القوم یضحکون ویقولون لابی طالب قدامرک ان تسمع لابنک وتطیع.

لوگ ہنستے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور ابوطالب علیہ السلام سے کہنے لگے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو حکم دیا ہے کہ اپنے بیٹے کی بات سنئے اور ان کی اطاعت کیجئے۔(۱)

علامہ شملی لکھتے ہیں:

سبق ان الرسول دعا اعیان بنی قریش وعرض علیهم مافی نیته وطلب الموارده منهم علی ان من یحبیبه الی ذلک یکون اخاو وصیه وخلیفته ولمالم یلب دعوته وقتئذ الاعلی ابن عمه وهوالذی یقول.

سبقتکم الی الاسلام صرا غلاماما بلغت اوان حلمی

---

۱. طبری، ج۲، ص۶۳، مطبوعہ مصر؛ معارج النبوۃ رکن ۳، واقعہ نہم؛ کامل ابن اثیر، ج۲، ص۲۲؛ ابوالفداء، ج۱، ص۱۱۶؛ مستدرک حاکم، ج۳، ص۱۳۳؛ سیرت حلبیہ، ج۱، ص۳۸۱؛ خصائص نساء ص۶۰؛ مسند احمد بن حنبل، ج۱، ص۱۵۹؛ کنز العمال ج۶ ص۳۹۲؛ کتاب الوافی فی المسئلۃ الشرقیۃ، لامین ابن ابراہیم شملی مطبوعہ مصر ص۱۴، ص۱۷

فكان من المسلم به طبعاان ينتظر العلى الخلافة الاان الاختلاف بين الصحابة والانصار والامة الجلى اخيراعن اقامة ابى بكر فى السنة الحادية عشر من الهجرة .(۱)

یہ بات گذر چکی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کے سر برآوردہ لوگوں کو بلایا اور جو کچھ ان کی نیت میں تھا ان لوگوں کے سامنے اس وعدہ پر پیش کیا کہ جو شخص اس امر میں ان کی مدد کرے گا وہ ان کا بھائی، وصی اور جانشین ہوگا اور چونکہ اس وقت سوا ان کے چچازاد بھائی علی علیہ السلام کے کسی نے ان کی دعوت پر لبیک نہیں کہی جو کہا کرتے تھے کہ میں نے تم سے پہلے اسلام کی طرف سبقت کی جبکہ میں نابالغ تھا پس طبعاً یہ بات مسلم ہے کہ ان کو خلافت کا منتظر ہونا چاہئے تھا لیکن یہ کہ صحابہ اور انصار اور امت کا اختلاف آخر میں ۱۱ھ میں ابوبکر کی خلافت کی صورت میں ظاہر ہوا۔

اسی طرح گبن، کارلائل، ڈیون پورٹ، ایرنگ وغیرہ نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے علمائے اہل سنت میں سے بعض نے مثل ابن تیمیہ کے اس واقعہ دعوت عشیرہ سے انکار کر دیا ہے لیکن ایسے مستند اور صحیح واقعہ کا انکار کھلا ہو تعصب وعناد ہے اور بعض نے کہا ہے کہ یہ خلافت وقتی تھی لیکن یہ قول بھی باطل ہے۔

اس لئے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانا کہ آج کے روز جو میری مدد کرے گا وہ میرا بھائی اور خلیفہ اور وزیر ہوگا پھر حضرت علی علیہ السلام کے وعدہ نصرت پر ان کو بلا کر گلے لگانا اور بلا قید ومدت یہ فرمانا کہ آج سے یہ میرا بھائی اور وزیر اور خلیفہ ہے تم لوگ اس کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو وقتی اور چندروز کے لئے نہ تھا در آں حالانکہ حضرت علی علیہ السلام کا وعدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے آخری لمحہ تک کے لئے تھا اور آپ نے اس وعدہ کو اس طرح پورا بھی کیا کہ اولین وآخرین میں اس کی نظیر نہیں ملتی تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وعدہ وقتی کیونکہ ہوسکتا تھا۔ پھر یہ کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روز دعوت ذوالعشیرہ حضرت علی علیہ السلام کو اپنا وزیر اور خلیفہ بنانے کے بعد برابر اس کی تجدید وتاکید فرماتے رہے چنانچہ یہی خلافت تھی جس کا جنگ تبوک تبلیغ سورہ برائت وغدیر خم وغیرہ کے موقعوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اظہار واعلان فرمایا اور مسلمانوں کو حضرت علی علیہ السلام کی اطاعت پر باقی رہنے کی تاکید فرمائی۔

---

۱. الوافی، ج ۱، ص ۱۷

اور یہی خلافت تھی جس کے لئے آخر وقت میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کاغذ و دوات طلب فرمایا جس کو جناب عمر سمجھ گئے اور (ان الرجل لیھجر حسبنا کتاب اللہ) کہہ کر دوات و کاغذ پیش کرنے سے انکار کر دیا مسلمان ان باتوں کو کہاں تک چھپائیں گے اور کہاں تک تاویلیں کریں گے باختصار یہ ۲۸/دلیلیں ۱۴/قرآن مجید سے اور چودہ صحیح احادیث رسول سے جن میں سے کئی حدیثیں حد تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں خلافت امیر المومنین علیہ السلام پر خود اہل سنت کی کتابوں سے پیش کر دی گئیں جو صاحبان انصاف کے لئے کافی ہیں اور جن لوگوں کے لئے یہ دلیلیں کافی نہیں ہیں ان کے لئے ہزار دلیلیں بھی ناکافی ہیں علمائے اہل سنت شیعوں کے ان دلائل و براہین کے جوابات کی تلاش میں پہلے تو مغرب و مشرق و شمال و جنوب دوڑے لیکن جب کامیابی نہیں ہوئی تو یہ سوال پیدا کیا کہ اگر یہ دلیلیں درست ہیں تو روز سقیفہ جب حضرت علی علیہ السلام کی خلافت پر صحابہ قبضہ کر رہے تھے تو حضرت علی علیہ السلام اور ان کے شیعوں نے صحابہ کے سامنے ان دلیلوں کو کیوں نہ پیش کیا؟!

روز سقیفہ حضرت علی علیہ السلام اور ان کے شیعوں کے احتجاجات

طبرسی نے اپنی کتاب احتجاج میں بسند صحیح روایت نقل کی ہے جس کا کچھ حصہ یہ ہے کہ نبی ہاشم نے بھی ابوبکر کی بیعت سے انکار کیا اور وہ سب حضرت علی علیہ السلام کے گھر میں بیٹھ رہے اور ان میں زبیر بھی تھے جب یہ خبر ابوبکر کو ملی تو انھوں نے جناب عمر کو ایک جماعت کثیر کے ساتھ خانہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی طرف بھیجا عمر نے جا کر ان لوگوں کو فاطمہ سلام اللہ علیہا کے گھر سے نکالا اور بجبر و اکراہ ان سے بیعت لی اور حضرت علی علیہ السلام کو ابوبکر کے پاس لائے اور کہا کہ ابوبکر کی بیعت کیجئے۔

قال عمر لست متروکا حتی تبایع طوعا او کرھا فقال علی احلب حلبا لک شطرہ شدد لہ الیوم لیرد علیک غدا و اللہ لا اقبل قولک و لا احفل بمقامک و لا ابایع فقال ابو بکر مھلا یا ابا الحسن ما نشد فیک و لا نکرھک فقال ابو عبیدۃ یا ابن عم لسنا ندفع قرابتک و لا سابقیتک و لا علمک و لا نصرتک و لکنک حدث السن "و کان علی یومئذ ثلث و ثلثون سنۃ" و ابو بکر شیخ من مشائخ قومک و ھو احمل لثقل ھذاالامر و قد مضی فسلم لہ فان عمرک اللہ یسلموا ھذ الامر الیک و لا یختلف فیک اثنان بعد ھذ الا و انت بہ خلیق و لد حقیقی فقال امیر المومنین یامعشر الانصارو المھاجرین اللہ اللہ لا

تنسوا عهد نبیکم الیکم فِی امرِی و لا تخرجوا سلطان محمد مِن دارِہِ و قعرِ بیتِہِ الی دارکم و قعرِ بیوتکم و لا تدفعوا اهله عن حقِہِ و مقامِہِ فِی الناسِ فو اللّٰہِ معاشِر الجمعِ ان اللّٰه قضا و حکم و نبِیه اعلم و انتم تعلمون بانا اهل البیتِ احق بِهذا الامرِ ما کان القارِی لکتابِ اللّٰہِ الفقِیه فِی دِینِ اللّٰہِ المطلِع بامر الرعِیة و اللّٰہِ انه لفِینا فلا تتبعو الهوی فتزدادوا مِن الحقِ بعدا و تفسِدوا قدِیمکم بشر مِن حدِیثِکم فقال بشِیر بن سعد الانصارِی الذِی وطا الامر لِابِی بکر وجماعته الانصارِ یا ابا الحسنِ لو کان هذا الامر سمِعته الانصارمنک قبل بیعتِها لِابِی بکر ما اختلف فِیک اثنانِ فقال علِی یا هولا ء کنت ادع الرسول اللّٰہِ مسجیٰ لا اوارِیہِ و اخرج انازِع فِی سلطانِ و اللّٰہِ ماخفت احدا یسمو له و ینازِعنا اهل البیتِ فِیہِ و یستحِل ما استحللتموه و لا علِمت انِ رسول اللّٰه ترک یوم غدِیرِ خم لِاحدحجة و لا لِقائِلِ مقالا فانشد اللّٰه رجلا سمِع النبِی یوم غدِیرِ خم یقول من کنت مولاه فهذا علِی مولاه اللهم والِ من والاه و عادِ من عاداه و انصر من نصره و اخذل من خذله ان یشهد بِما سمِع قال زید ابن ارقم فشهد اثنا عشرر جلابدرِیا بِذلِک و کنت مِمن سمِع القول مِن رسولِ اللّٰہِ فکتمت الشهادة یومئِذ فدعا علِی علی فذهب بصرِی. قال و کثر الکلام فِی هذا المعنی و ارتفع لاصوات و خشِی عمر ان یصغِی الناس الی قولِ علِی ففسح المجلِس و قال ان اللّٰه یقلِب القلوب و لا تزال یا ابا الحسنِ ترغب عن قولِ الجماعة.

عمر نے کہا کہ جب تک آپ خوشی سے یا جبراً قہراً بیعت نہ کریں گے چھوڑے نہ جائیں گے تو آپ نے فرمایا: ہاں، خلافت کی اونٹنی، دودھ دوھ لے کہ کل تیرے لئے بھی اس سے حصہ ملے اور خلافت کو ابوبکر کے لئے مضبوط کر لے تا کہ کل وہ اس کو تیری طرف پلٹا دے خدا کی قسم میں تیری بات نہ مانوں گا، نہ تیری خلافت سے راضی ہوں گا نہ تیری بیعت کروں گا تو ابوبکر نے کہا: اے ابوالحسن! اگر آپ بیعت نہ کریں گے تو میں آپ پر سختی نہ کروں گا نہ آپ کو ہرگز مجبور کروں گا۔

پس ابوعبیدہ جراح نے کہا کہ اے میرے چچازاد بھائی! ہم لوگ آپ سے قرابت رسول

وسابقیت اسلام اور کثرت علم ونصرت دین پروردگار کا انکار نہیں کرتے لیکن ابھی آپ کمسن ہیں (راوی نے کہا کہ اس وقت حضرت علی علیہ السلام کی عمر ۳۳ رسال تھی) اور ابوبکر آپ کی قوم کے بوڑھے ہیں وہ اس خلافت کے بار اٹھانے کی بہتر صلاحیت رکھتے ہیں اور اس امر میں وہ زیادہ تجربہ کار ہیں، اس کی خلافت ان کے لئے چھوڑ دیجئے اگر خدا نے آپ کو طول عمر عطا فرمائی تو وہ لوگ یہ خلافت آپ کو سونپ دیں گے اور اس وقت آپ کے سزاوار وحقدر خلافت ہوتے ہوئے کوئی شخص اختلاف نہ کرے گا۔

ایسے مخالفت کے دور میں فتنہ کو نہ جگایئے حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ عرب اور غیر عرب کے دلوں میں آپ کی طرف سے کینہ ہے امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: اے گروہ مہاجرین وانصاء اللہ سے ڈرو اور میرے بارے میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو تم لوگوں سے عہد لیا ہے اس کو نہ بھولو اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکومت واقتدار کو ان کے گھر اوران گھر والوں سے نکال کر اپنے گھروں اور اپنے خاندان میں نہ لے جاؤ اور رسول کے اہل بیت کو ان کے حق اور ان کے درجہ سے جو انسانوں کے درمیان میں قائم ہے نہ ہٹاؤ پس خدا کی قسم اے حاضرین بے شک خدا نے فیصلہ کر دیا ہے۔

اوراس کا رسول بہتر جانتا ہے اور تم لوگ بھی جانتے ہو کہ ہم اہل بیت علیہم السلام اس خلافت کے تم لوگوں سے زیادہ حقدار ہیں کتاب خدا کا پڑھنے والا اور دین خدا کا سمجھنے والا اور امور رعیت وسیاست کا جاننے والا ہم ہی میں ہے تم لوگ اپنے خواہشات نفس کی پیروی نہ کرو کہ حق سے بہت دور ہو جاؤ۔

اور اپنی قدیم نیکیوں کو ان نئی اور بری باتوں سے برباد نہ کرو پس بشیر بن سعد انصاری جس نے ابوبکر کے لئے خلافت کو ہموار کیا تھا اور جماعت انصار نے کہا کہ اے ابوالحسن اگر ابوبکر کی بیعت کے قبل انصار نے آپ کا یہ بیان سنا ہوتا تو کوئی شخص آپ سے اختلاف نہ کرتا حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: کیا میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بے گوروکفن چھوڑ کر آپ کی حکومت حاصل کرنے کی فکر میں نکل پڑتا اور ان کو دفن نہ کرتا خدا کی قسم! مجھ کو کسی کی طرف سے خوف نہ تھا کہ وہ اس امر کے لئے کھڑا ہوگا۔

اوراس خلافت کے بارے میں ہم اہل بیت علیہم السلام سے جھگڑا کرے گا اور وہ اپنے لئے اس

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَى عَلَى سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا. (۱)

محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار کے لئے سخت ترین اور آپس میں انتہائی رحمدل ہیں تم انہیں دیکھو گے کہ بارگاہِ احدیت میں سرخم کئے ہوئے سجدہ ریز ہیں اور اپنے پروردگار سے فضل و کرم اور اس کی خوشنودی کے طلب گار ہیں، کثرتِ سجود کی بنا پر ان کے چہروں پر سجدہ کے نشانات پائے جاتے ہیں یہی ان کی مثال توریت میں ہے اور یہی ان کی صفت انجیل میں ہے جیسے کوئی کھیتی ہو جو پہلے سوئی نکالے پھر اسے مضبوط بنائے پھر وہ موٹی ہو جائے اور پھر اپنے پیروں پر کھڑی ہو جائے کہ کاشتکاروں کو خوش کرنے لگے تا کہ ان کے ذریعہ کفار کو جلایا جائے اور اللہ نے صاحبانِ ایمان وعمل صالح سے مغفرت اور عظیم اجر کا وعدہ کیا ہے۔

وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ. (۲)

اور جو لوگ ان کے بعد آئے ان کا کہنا یہ ہے کہ خدایا ہمیں معاف کر دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جنھوں نے ایمان میں ہم پر سبقت کی ہے اور ہمارے دلوں میں صاحبانِ ایمان کے لئے کسی طرح کا کینہ نہ قرار دینا کہ تو بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔

شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ مذہب ان لوگوں کا حق ہے جو کسی مومن کی طرف سے دل میں کینہ نہیں رکھتے ہیں اور اگلے ایمان لانے والوں کے حق میں جو صحابہ کرام اور امہات المومنین ہیں خدا سے مغفرت چاہتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک مومن کی یہی صفت ہے جو اس کی آیت میں پرودگار عالم نے بیان کی

---

۱. سورہ فتح آیت ۲۹ ۲. سورہ حشر آیت ۱۰

امر کو حلال سمجھے گا جس کو تم لوگوں نے اپنے لئے حلال کرلیا ہے۔

اور میں تو نہیں جانتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روز غدیر خم کسی کے لئے کوئی حجت اور گفتگو کی گنجائش چھوڑی ہو میں تم لوگوں کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ جس شخص نے غدیر خم کے روز حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''**من کنت مولاہ فھذا علیّ مولاہ اللھم وال من والاہ وعادمن عاداہ وانصرمن نصرہ واخذل من خذلہ**'' فرماتے ہوئے سنا ہو وہ اس امر کی گواہی دے جو کچھ اس نے سنا ہے، زید ابن ارقم نے کہا کہ بارہ بدری صحابیوں نے اس کی گواہی دی اور میں بھی ان لوگوں میں تھا جن لوگوں نے اس حدیث کو غدیر خم میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا تھا لیکن میں نے اس دن چھپا دیا اور شہادت نہیں دی پس حضرت علی علیہ السلام نے مجھ کو بددعا دی کہ میری بصارت زائل ہوگئی۔

یعنی نابینا ہو گیا راوی نے کہا کہ اس موضوع پر باتیں بہت بڑھ گئیں اور آوازیں بلند ہوئیں تو جناب عمر کو خوف پیدا ہوا کہ کہیں لوگ حضرت علی علیہ السلام کی طرف مائل نہ ہو جائیں انھوں نے نشست برخاست کردی اور کہا کہ خداوند عالم لوگوں کے دلوں کو پھیر دیتا ہے اور اے ابوالحسن! آپ تو ہمیشہ جماعت کے خلاف جاتے ہیں۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے اس احتجاج میں مسئلہ خلافت کی پوری حقیقت واضح فرما دی ہے آپ کے ایک ایک جملہ پر غور کیجئے اور نتائج حاصل کیجئے۔

آپ نے فرمایا:

ہاں! ہاں!

آج خلافت کا دودھ دوہ لے تا کہ اس سے تجھ کو بھی حصہ ملے۔

ابوبکر اور عمر کے درمیان باہم یہ معاہدہ ہو چکا تھا کہ آج ہم تم کو خلیفہ بناتے ہیں اس شرط پر کہ اپنے بعد ہم کو خلیفہ بنانا اسی بنا پر جناب ابوبکر نے مرنے کے وقت اجماع سے قطع نظر کر کے باختیار خود بہت خاموشی سے جناب عمر کو خلیفہ بنایا جس کی تفصیل آٹھویں اختلاف کے بیان میں گذر چکی۔

پھر حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ اے گروہ مہاجرین وانصار خدا سے ڈرو اور میرے بارے میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو تم لوگوں سے عہد لیا ہے اس کو نہ بھولو اور رسول کی حکومت کو ان کے گھر اور ان کے خاندان سے نکال کر اپنے گھروں میں اور اپنے خاندان میں نہ لے جاؤ یہ جملہ بتا رہا ہے کہ حضرت رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی ہی میں صحابہ کرام سے حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کا عہد لے لیا تھا اور حضرت علی کو اپنا خلیفہ بنا دیا تھا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس جملہ میں انھیں امور کی طرف اشارہ فرمایا ہے جس کی تفصیل صحابہ خود جانتے تھے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خدا نے فیصلہ کیا اور خدا کا رسول بہتر جانتا ہے اور تم لوگ بھی جانتے ہو کہ ہم اہل بیت رسول خلافت کے تم لوگوں سے زیادہ حقدار ہیں۔

ہم قرآن کے پڑھنے والے اور دین خدا کے سمجھنے والے اور امور رعیت وسیاست کے جاننے والے ہیں تم نہیں ہو پس اپنے خواہشات نفس کی پیروی کر کے حق سے دور نہ ہو جاؤ اور اپنی ان نت نئی باتوں سے اپنی گذشتہ نیکیوں کو برباد نہ کرو اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے قسم دیگر صحابہ سے غدیر خم کے واقعہ کی شہادت طلب کی غرض آپ نے اپنے اس بیان میں اپنی خلافت کی بہت سی دلیلوں کو کچھ کو اجمال کے ساتھ اور کچھ کو تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا اور صحابہ پر واضح کر دیا کہ جناب ابوبکر کی خلافت باطن اور ناجائز ہے جس کو تم لوگ خود بھی جانتے ہو لیکن تم لوگ ریاست دنیا کے لالچ میں حق سے دور ہو رہے ہو اور اپنی گذشتہ نیکیوں کو باد کر رہے ہو۔

احتجاج طبرسی کی یہ روایت جو میں نے نقل کی ابن قتیبہ نے بھی اپنی کتاب الامامۃ والسیاست میں نقل کی ہے لیکن اس نے اولاً: یہ کیا ہے کہ روایت کے کئی حصے کر کے ص ۴، سے ص ۱۲ تک کے اندر مختلف موقعوں سے متعدد فصلوں میں نقل کیا ہے۔

ثانیاً: خیانت یہ کی ہے کہ روایت کے خاص خاص جملے جو خلافت امیر المومنین کا اثبات کر رہے تھے اور خلافت ثلثہ پر ضرب کاری لگا رہے تھے ان کو ساقط کر دیا ہے میں امامت وسیاست ابن قتیبہ کی روایت کا کچھ حصہ نقل کر رہا ہوں احتجاج والی روایت سے اس کا مقابلہ کیجئے۔

ابن قتیبہ نے لکھا ہے:

فقال علی کرم اللہ وجهه اللہ یا معشر المهاجرین، لا تخرجوا سلطان محمد فی العرب من داره و قعر بیته الی دورکم و قعور بیوتکم، وا تدفعون اهله عن مقامه فی الناس و حقه، فو اللہ یامعشر المهاجرین، لنحن حق الناس به. لانااهل البیت و نحن حق بهذ الامر منکم ما کان فینا القاری لکتاب الفقیه فی دین اللہ العالم بسنن رسول اللہ المطلع لامر الرعیة الدافع عنهم الامور السیاسیة القاسم بینهم بالسویة انه لفینا فلا تتبعوا الهوی فتضلوا عن سبیل. اللہ فتزدادوا من الحق بعد فقال

بشیر بن سعد الانصاری لو کان هذا لکلام سمعته. الانصار من یا علی قبل بیعتها لابی بکر ما اختلفت علیک. (۱)

پس حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

اللہ سے ڈرو اے گروہ مہاجرین وانصار اور رسول اللہ کی حکومت کو ان کے گھر سے نکال کر اپنے گھروں میں نہ لے جاؤ اور ان کے اہل بیت کو ان کے، حق اور ان کے مرتبہ سے جو انسان میں قائم ہے ہٹاتے ہو۔

پس خدا کی قسم اے گروہ مہاجرین!

ہم لوگ اس خلافت کے سب سے زیادہ حقدار ہیں اس لئے کہ ہم رسول کے اہل بیت ہیں جب تک ہم میں کتاب خدا کا پڑھنے والا اور دین خدا کا سمجھنے والا اور سنت رسول کا عالم اور معاملات رعیت وسیاست ملکی کا جاننے والا اور اس سے خطرات کا دور کرنے والا اور ان میں بالمساوات تقسیم کرنے والا موجود ہے اور خدا کی قسم وہ شخص ہمارے ہی درمیان میں موجود ہے پس تم لوگ اپنے ہواہوس کی پیروی نہ کرو کہ خدا کی راہ سے گمراہ ہو کر حق سے دور ہوتے چلے جاؤ۔

پس بشیر بن سعد انصاری نے کہا کہ یا علی اگر بیعت ابوبکر کے قبل آپ کا یہ کلام انصار سن لیتے تو کبھی آپ سے اختلاف نہ کرتے۔

روایت احتجاج طبرسی:

فقال امیر المومنین یا معاشِر المهاجِرین والانصارِ الله الله لا تنسوا عهد نبِیکم اِلیکم فِی امرِی و لا تخرجوا سلطان محمد مِن دارِهِ و قعرِ بیتِهِ اِلی دورِکم و قعرِ بیوتِکم و لا تدفعوا هله عن حقِهِ و مقامِهِ فِی الناسِ فو اللّٰهِ معاشِر الجمعِ اِن الله قضا و حکم و نبیه علم و نتم تعلمون بانا اهل البیتِ احق بعض الامر اما مکان القاری لکِتابِ اللّٰهِ الفقِیه فِی دِینِ اللّٰهِ المطلع بِامرِ الرعِیةِ و اللّٰه. اِنه لفِینا فلا تتبِعوا الهوی فتزدادوا مِن الحقِ .بعدا و تفسِدوا قدیمکم بِشر مِن حدِیثِکم. فقال

۱. الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ ج۱ص ۱۳

بشیر بن سعد الانصارِی لذِی وطا .الامرلابی بکر و قالت جماعة الانصاریاابا الحسنِ لو کان ھذا الامر سمِعته الانصار .منک قبل بیعتِها ما اختلف فیک اثنان . (۱)

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: کہ اے گروہ مہاجرین وانصار اللہ سے ڈرو اور میرے بارے میں حضرت رسول اللہ نے تم لوگوں سے جو عہد لیا ہے اس کو نہ بھولو اور رسول اللہ کی حکومت واقتدار کو ان کے گھر سے اور ان کے گھر والوں سے نکال کر اپنے گھروں اور اپنے خاندان میں نہ لے جاؤ اور رسول اللہ کے اہل بیت کو ان کے حق اور ان کے درجہ سے جو انسانوں کے درمیان قائم ہے نہ ہٹاؤ۔

پس خدا کی قسم اے حاضرین بیشک خدا نے فیصلہ کر دیا اور حکم دیا ہے اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے اور تم لوگ بھی جانتے ہو کہ ہم اہل بیت اس خلافت کے تم لوگوں سے زیادہ حقدار ہیں جب تک کتاب خدا کا پڑھنے والا اور دین خدا کا سمجھنے والا اور امور رعیت وسیاست ملکی کا جاننے والا ہم میں موجود ہے اور بے شک ایسا شخص ہم ہی میں ہے پس اپنے خواہشات نفس کر پیروی نہ کرو کہ حق سے بہت دور ہو جاؤ اور اپنی قدیم نیکیوں کو ان نت نئی باتوں سے برباد نہ کرو پس بشیر بن سعد انصاری جس نے ابوبکر کے لئے خلافت کی راہ ہموار کی تھی اور جماعت انصار نے کہا کہ اے ابوالحسن! اگر ابوبکر کی بیعت کے قبل انصار نے آپ کا یہ بیان سنا ہوتا تو کوئی شخص آپ سے اختلاف نہ کرتا۔

ابن قتیبہ نے امامت وسیاست میں حسب ذیل جملے ساقط کر دے ہیں جو احتجاج والی روایت میں موجود ہیں۔

۱. لاتنسواعهد نبیکم الیکم فی امری .

اے گروہ محاجرین وانصار میرے بارے میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد کو نہ بھولو، یعنی میری خلافت کے متعلق حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم لوگوں سے جو عہد لیا تھا اس کو نہ بھولو۔

۲. فواللہ معاشر الجمع ان اللہ قضاوحکم ونبیه اعلم وانتم تعلمون بانا

---

۱. احتجاج طبرسی، ج۱ص۷۴

اهل بيت احق بهذالا مر منكم.

خدا کی قسم اے حاضرین! بے شک اللہ نے فیصلہ کر دیا ہے اور حکم دے دیا ہے اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے اور تم لوگ بھی جانتے ہو کہ اہل بیت رسول اس امر خلافت کے تم لوگوں سے زیادہ حقدار ہیں یعنی ہم بحکم پروردگار خلیفہ رسول بنائے گئے ہیں اور اس نے خلافت کا فیصلہ خود فرمایا ہے۔ جس کو حضرت رسول اللہ بہتر جانتے تھے اور تم لوگ بھی جانتے ہو اور ہماری خلافت کے نصوص سے بے خبر نہیں ہو۔

۳. وتفسدو اقديمكم بشر من حديثكم.

اپنے ان نئے برے اعمال سے اپنی سابق نیکیوں کو برباد نہ کرو۔

اس کے بعد بشیر بن سعد انصاری کے جواب میں جو حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا "یا هولاء كنت ادع الرسول مسجىٰ لااواريه" سے آخر روایت تک جس میں حضرت نے غدیر خم کے واقعہ کی شہادت صحابہ سے طلب کی ہے اور ۱۲/ بدری صحابہ نے شہادت دی ہے پوری عبارت ابن قتیبہ نے ساقط کر دی ہے۔

رہا یہ امر کہ یہ عبارتیں یقیناً اس روایت میں موجود تھیں اور ابن قتیبہ نے ان کو عناد سے ساقط کر دیا ہے اس کے ثبوت حسب ذیل ہیں۔

۱. یہ کہ خود یہی روایت جو قطع و برید کر کے ابن قتیبہ نے اپنی کتاب میں نقل کی ہے ان تمام ساقط شدہ عبارتوں کی طرف اشارہ کر رہی ہے مثلاً: حضرت کا قول کہ اے گروہ مہاجرین! اللہ سے ڈرو اور رسول اللہ کی حکومت کو ان کے گھر سے نکال کر اپنے گھروں میں نہ لے جاؤ، اس کا صریحی مطلب یہ ہے کہ حضرت علی کی نگاہ میں خلافت صرف اہل بیت کا حق تھی۔

اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر سے نکال کر اپنے گھروں میں نہ لے جاؤ اس کا صریحی مطلب یہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی نگاہ میں خلافت صرف اہل بیت علیہم السلام کا حق تھی اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر سے نکال کر اپنے گھروں میں لے جانے والے گنہگار اور ظالم تھے جس کو مہاجرین بھی جانتے تھے، جس بنا پر آپ نے فرمایا: اللہ سے ڈرو ایک فعل جائز و مباح میں اللہ سے ڈرنے کے کیا معنی لہٰذا ثابت ہوا کہ یقیناً حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں سے عہد لے لیا تھا کہ میرے بعد خلافت میرے گھر میں میرے اہل بیت میں رہے گی کیونکہ اگر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نص نہ فرمائی ہوتی تو خلافت کا اہل بیت علیہم السلام

سے نکال لینا ناجائز اور سبب خوف خدا نہ ہوتا پس جب کہ ثابت ہو گیا کہ خلافت عہد رسول تھی تو ثابت ہوا کہ آپ کا دوسرا جملہ اور تیسرا جملہ بھی یقیناً اس روایت کا جز تھا جس کو ابن قتیبہ نے ساقط کر دیا ہے اس کے بعد انھوں نے بیان فرمایا ہے کہ خلیفہ میں جن صفات کا پایا جانا ضروری ہے وہ یہ ہیں:

۱. یہ کہ خلیفہ اہل بیت رسول سے ہو۔

۲. یہ کہ کتاب خدا کا صحیح طور پر جاننے والا ہو۔

۳. دین خدا اور شریعت اسلام کا سمجھنے والا ہو۔

۴. احادیث رسول کا عالم ہو۔

۵. امور رعیت وسیاست ملکی سے باخبر ہو۔

۶. رعیت سے برائیوں کا دور کرنے والا۔

۷. بالمساوات تقسیم کرنے والا ہو۔

یہ کل صفتیں ہم اہلبیت علیہم السلام میں پائی جاتی ہیں تم لوگوں میں یہ صفتیں نہیں ہیں پس تم لوگوں پر فرض ہے کہ ہم اہلبیت علیہم السلام سے تمسک کرو کیونکہ ہم صحیح جانشین رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ہادی خلق ہیں اور ہوا وہوس کی پیروی کر کے خدا کی راہ سے گمراہ نہ ہو جاؤ کہ حق سے دور ہوتے چلے جاؤ۔

آپ کے اس بیان نے آیت ''اولوا الارحام بعضھم اولی ببعض'' دیکھئے دلیل خلافت امیر المومنین ص ۱۳۱/اور حدیث ثقلین اور حدیث سفینہ اور حدیث باب العلم اور آیت تطہیر وغیرہ بالاجمال سب کے مفہوم کو واضح کر دیا جس کی تفصیل سے صحابہ خود باخبر تھے۔

ابن قتیبہ لکھتے ہیں: حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا بیان سن کر بشیر ابن سعد انصاری نے کہا: یا علی علیہ السلام! اگر ابو بکر کی بیعت کے قبل آپ کا یہ بیان انصار سن لیتے تو بھی آپ کی خلافت سے اختلاف نہ کرتے اتنا لکھ کر ابن قتیبہ نے روایت ختم کر دی ہے۔

جس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے گویا آپ نے بشیر انصاری کے عذر کو قبول کر لیا کہ واقعاً غلطی میری ہی تھی اگر میں قبل بیعت ابو بکر اپنی دلیلیں پیش کرتا تو یقیناً کامیاب ہو جاتا۔

لیکن اب جو امر واقع ہو گیا وہ درست ہے اور انصار ومہاجرین کا عذر معقول ہے اور جب وہ معذور ہیں تو جناب ابو بکر بھی معذور ہیں کیونکہ یہی عذر ان کے لئے بھی ہے کہ آپ قبل بیعت کہاں تھے جو کہ دلیل وحجت کا وقت تھا اب جب کہ تیر کمان سے نکل چکا تو کیا ہو سکتا ہے لہٰذا اب آئندہ موقع کا انتظار

کیجئے۔

اس عذر کو قبول کر لینے کے بعد آپ پر لازم تھا کہ برضاوخوشی جناب ابوبکر کی بیعت کر لیتے اور اپنی ناراضگی کا عذر کرتے لیکن تاریخیں یہ بتاتی ہیں کہ یا تو آپ نے تاحیات ابوبکر کی بیعت نہ کی جیسا کہ شیعہ کہتے ہیں یا چھ ماہ کے بعد بیعت کی جس کی وجہ بقول اہل سنت خود آپ نے اپنی خلافت کے زمانے میں اہل کوفہ سے یہ بیان فرمائی: میں نے دیکھا کہ اسلام میری مدد کا محتاج ہے لہٰذا میں نے ابوبکر کی بیعت کر لی کیونکہ خدا کے دین کو اگر کوئی ضرر پہنچ جاتا تو یہ مصیبت میرے لئے خلافت کے نکل جانے سے کہیں زیادہ سخت ہوتی ورنہ محمد کی جگہ پر بیٹھنے کا سب سے زیادہ حق دار میں تھا۔(۱)

لیکن یہ نہیں فرمایا: غلطی میری ہی تھی کہ وقت وموقع پر میں نے اپنے حقوق بیان نہیں کئے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے بشیر انصاری کا عذر قبول نہیں کیا اور یقیناً ان کو کچھ جواب دیا کہ ان کا عذر قطع ہو گیا اور وہ لاجواب ہو گئے احتجاج کی روایت بتاتی ہے کہ حضرت نے بشیر کے جواب میں فرمایا:

هولاء كنت اداع الرسول مسجىٰ لااواريه واخرج انازع فى سطانه والله ماخفت احدايسمواله وبنا اهل البيت.

لوگوں میں اپنی دلیلیں کیونکہ پیش کرتا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بے گوروکفن چھوڑ کر ان کی حکومت حاصل کرنے کے لئے نکل پڑتا خدا کی قسم مجھ کو اس کا خوف نہ تھا کہ کوئی دوسرا اس خلافت کا دعویدار کھڑا ہو جائے گا اور ہم اہلبیت علیہم السلام سے اس امر میں جھگڑا کرے گا اور اس خلافت کو اپنے لئے حلال کر لے گا جس کو تم لوگوں نے حلال کر لیا ہے۔

پھر کیا ضرورت تھی کہ میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بے گوروکفن چھوڑ کر خلافت کے جھگڑا کے لئے کھڑا ہوتا، ابن قتیبہ کی روایت خود اس جواب کا مطالبہ کر رہی ہے۔

اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام خلافت کو صرف اپنا حق اور دوسروں کے لئے ناجائز سمجھتے تھے یہاں تک کہ آپ کو اس کا خیال بھی نہ تھا کہ خلافت کے لئے کوئی دوسرا شخص آپ سے جھگڑا کرے گا اور یہ خیال بغیر نص رسول کے پیدا نہیں ہو سکتا تھا لہٰذا یقیناً حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی علیہ السلام کی خلافت پر نص فرما چکے تھے اور یقیناً حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

---

۱. امامت وسیاست ابن قتیبہ ج ۱، ص ۱۳۰

ولا علمت ان رسول اللہ ترک یوم غدیر خم لاحد حجة.

جیسا کہ احتجاج والی روایت میں ہے یعنی میں تو نہیں جانتا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روز غدیر خم کسی کے لئے کوئی حجت چھوڑ رکھی ہو پس میں تم لوگوں کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غدیر خم میں ''من کنت مولاہ فعلی مولاہ'' فرماتے ہوئے سنا ہو وہ گواہی دے۔ زید ابن ارقم کہتے ہیں کہ ۱۲؍ بدری صحابہ نے گواہیاں دیں لیکن چھپایا تو آپ نے بد دعا دی جس سے میں نابینا ہو گیا اور اس موضوع پر اتنی باتیں بڑھ گئیں اور آوازیں بلند ہوئیں کہ جناب عمر کو خوف پیدا ہو گیا کہ کہیں لوگ حضرت علی علیہ السلام کی طرف مائل نہ ہو جائیں۔

پس انھوں نے مجلس برخواست کر دی، اس واقعہ کی تصدیق اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس کو ملا مبین صاحب نے وسیلۃ النجاۃ میں نقل کیا ہے:

روزے فرمود علی مرتضےٰ سخنے وانکار کرد آں را مردے پس فرمود علی مرتضیٰ کہ دعا کنم برتو اگر باشم راست گو گفت ان مرد گفت بکن دعا کرد و آں مرد ہماں وقت نابینا شد۔ (۱)

ایک دن حضرت علی علیہ السلام نے کوئی بات فرمائی تو ایک شخص نے انکار کیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں سچا ہوں تو تجھ پر بد دعا کروں اس نے کہا کیجئے آپ نے بد عا کی اور وہ مرد اسی وقت اندھا ہو گیا اس روایت میں راوی نے اس حدیث کو بھی چھپایا ہے جو علی علیہ السلام نے بیان فرمائی تھی اور اس شخص کا نام بھی چھپایا ہے۔

جس نے انکار کیا اس کا سبب یا تو یہ ہو سکتا ہے کہ راوی یہ دونوں باتیں بھول گیا لیکن یہ بات خلاف عقل ہے کہ ایسا اہم معجزہ حضرت علی علیہ السلام کا جس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور لوگوں سے بیان کرتا رہا اس کو معجزہ تو یاد رہا لیکن معجزہ کی تفصیل بھول گیا پھر یہ کہ اندھا ہونے والا اندھا ہونے کے بعد کچھ دنوں ضرور زندہ رہا ہو گا اور جب راوی کی نگاہ اس پر پڑتی ہو گی حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے معجزہ کی یاد تازہ ہوتی ہو گی لہٰذا یہ فرض کر لینا کہ راوی بھول گیا عقل سے بعید ہے۔

پس یقیناً وہ بات حضرت علی علیہ السلام کی خلافت سے متعلق تھی اور راوی کے عقیدہ کے خلاف تھی اور وہ اندھا ہونے والا شخص راوی کے گروہ سے تعلق رکھتا تھا اس لئے اس نے اس کا ظاہر کرنا مناسب نہیں سمجھا اب احتجاج والی روایت کا آخری حصہ ملاحظہ کیجئے معلوم ہو جائے گا کہ وہ حدیث جو حضرت علی علیہ السلام نے

---

۱. وسیلۃ النجاۃ ص ۱۷۲، ازالۃ الخفا فصل کرامات علی علیہ السلام

بیان فرمائی حدیث غدیر تھی۔

اور وہ اندھا ہونے والا شخص جس نے اس حدیث سے انکار کیا زید ابن ارقم تھا پس ثابت ہوا کہ روایت احتجاج کی آخری عبارت جس میں حدیث غدیر کا ذکر ہے اصل روایت کا جزو ہے جس کو ابن قتیبہ نے مخالفت کی بنا پر اپنی کتاب سے ساقط کر دیا ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے لسان المیزان میں لکھا ہے: سلفی نے جو ابن قتیبہ کے مذہب پر اعتراض کیا ہے اس سے مقصود یہ ہے کہ وہ ناصبی تھا کیونکہ وہ اہل بیت علیہم السلام سے منحرف تھا۔(۱)

اصحاب رسول کا احتجاج

حضرت ابن عباس سے منقول ہے: انھوں نے کہا کہ ایک دن جناب عمر نے مجھ سے کہا خدا کی قسم تم لوگوں میں حضرت علی علیہ السلام مجھ سے زیادہ مستحق خلافت ہیں بلکہ ابوبکر سے بھی زیادہ مستحق ہیں میں نے کہا کہ پھر آپ لوگوں نے کیوں ان کا حق غصب کیا جناب عمر نے کہا کہ ہم نے سمجھا کہ عرب علی علیہ السلام کے دشمن ہیں وہ اس پر متفق نہ ہوں گے۔(۲)

نیز ابن عباس سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ ایک روز مدینہ کی گلیوں میں سے ایک گلی میں جناب عمر کے دوش بدوش ان کا ہاتھ پکڑے جا رہا تھا کہ انھوں نے کہا: اے ابن عباس میں تمہارے ساتھی ''علی'' کو مظلوم سمجھتا ہوں میں نے اپنے دل میں کہا کہ اس بات میں یہ مجھ سے بڑھ نہیں سکتے۔

میں نے کہا:

یا حضرت امیر المومنین علیہ السلام آپ نے ظلم سے جو چیز ان سے لے لی ہے ان کو واپس کر دیجئے یہ سن کر جناب عمر نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ سے کھینچ لیا اور کچھ دیر تک تیز چلے پھر رک کر کہا کہ میرا خیال ہے کہ قوم نے ان کو اس لئے خلیفہ نہیں بنایا کہ وہ ابھی کمسن ہیں میں نے اپنے دل میں کہا یہ عذر پہلے سے بھی بدتر ہے۔

میں نے کہا:

خدا کی قسم اللہ اس کے رسول نے حضرت علی علیہ السلام کو کم عمر نہیں سمجھا اور ان کو حکم دیا کہ جا کر تمہارے

---

۱. لسان المیزان، علامہ ابن حجر عسقلانی، ج۳، ص۳۵۹

۲. استقصاء الافہام، ج۱، ص۱۶۹؛ بحوالہ محاضرات راغب اصفہانی

یار سے سورہ برائت واپس لے لیں اور خدا اور اس کے رسول کا حکم لوگوں تک پہنچا دیں۔

ابن عباس کہتے ہیں:

یہ سن کر جناب عمر نے منھ پھیر لیا اور اپنی رفتار تیز کر لی اور میں بھی ان سے جدا ہو کر واپس چلا آیا۔(۱)

ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ میں بحوالہ تاریخ بغداد، ابن عباس سے روایت کی ہے۔(۲)

انھوں نے کہا ہے:

ایک مرتبہ شام کے سفر میں جناب عمر کے ساتھ تھا وہ تنہائی میں مجھ سے کہنے لگے اے ابن عباس تمہارے چچازاد بھائی کی میں تم سے شکایت کرتا ہوں۔

میں نے ان سے خواہش کی کہ وہ میرے ساتھ آئیں لیکن وہ نہیں آئے میرا خیال ہے کہ وہ ہمیشہ ناراض رہتے ہیں جس کا سبب تم جانتے ہوگے۔

میں نے کہا:

آپ بہتر جانتے ہیں۔

اس نے کہا: میرا گمان ہے کہ ان کے ہاتھ سے خلافت نکل جانے کے سبب سے وہ غمگین رہتے ہیں۔

میں نے کہا:

ہاں!

ان کا خیال ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انھیں کو خلیفہ بنانے کا خیال رکھتے تھے۔

ایک دوسری روایت میں ہے:

جناب عمر نے کہا:

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مرض کے زمانے میں چاہتے تھے کہ علی علیہ السلام کی خلافت کی تصریح کردیں لیکن میں نے فتنہ کے خوف سے روک دیا۔

امیر معاویہ کا احتجاج: حضرت محمد بن ابوبکر نے معاویہ کو ایک ملامت کا خط لکھا تو معاویہ نے جواب میں لکھا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تمہارے باپ اور ان کے فاروق (عمر) نے علی علیہ السلام کا حق چھینا اور ان کو بڑی بڑی مصیبتوں میں مبتلا کر دینے اور امر عظیم (قتل) کا ارادہ کیا پس جس امر میں ہم لوگ ہیں

---

۱. شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی جز و ۱۲ ص ۵۵

۲. شرح نہج البلاغہ ج ۲، جز و ۱۲ ص ۶۱

لیکن پہلے یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ مومن کی تعریف کیا ہے۔

خداوند عالم نے مومن کی تعریف یہ کی ہے:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللهِ أُوْلَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ . (۱)

صاحبانِ ایمان صرف وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے اور پھر کبھی شک نہیں کیا اور اس کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جان سے جہاد بھی کیا در حقیقت یہی لوگ اپنے دعوی ایمان میں سچے ہیں۔

نیز سورہ فصلت اور احقاف میں فرماتا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا . (۲)

جن لوگوں نے سچے دل سے کہا کہ ہمارا پرودگار خدا ہے۔ پھر وہ اس پر قائم بھی رہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ایمان کے لئے استقامت شرط ہے۔ پس جو لوگ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بدل گئے۔ یہاں تک کہ انھوں نے دین خدا کو بدل دیا۔ اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ وہ مومن کب رہے۔ پس ایسے لوگوں سے محبت رکھنا اور ان کی اطاعت کرنا سبب گمراہی و دلیل نفاق ہے اسی جواب سے دوسری دلیلوں کا جواب ظاہر بھی ہے۔

---

۱. سورہ حجرات آیت ۱۵

۲. سورہ فصلت آیت ۳۰، اور احقاف آیت ۱۳

اگر وہ اچھا نہیں ہے تو پہلے تیرے باپ ہی نے اس پر قدم جمایا اور ہم لوگ ان کے شریک رہے اب تم کو اختیار ہے کہ اپنے باپ پر عیب لگاؤ یا چپ رہو۔(۱)

علمائے اہل سنت کا اعتراف

امام اہل سنت غزالی لکھتے ہیں: ریاست وخلافت کی محبت میں خواہش نفسانی صحابہ پر غالب آ گئی تھی اور پھر یروں کی لہروں اور فوج کی افسری اور شہروں کے فتح کرنے کی ہوس نے ان کو مدہوش کر دیا تھا اس لئے وہ اپنی اگلی مخالفتوں کی طرف پلٹ گئے اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غدیری فرمائش کو پس پشت ڈال دیا اور تھوڑی پونجی حاصل کی اور برا کام کیا اور جب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے انتقال کے قبل فرمایا کہ دوات وقلم لاؤ تا کہ میں خلافت کے امر کو طے کردوں اور میرے بعد جو شخص اس کا حقدار ہے اس کا ذکر کردوں تو عمر نے کہا کہ ان کو چھوڑ دو یہ ہذیان بک رہے ہیں۔(۲)

امام اہل سنت سعد الدین تفتازانی لکھتے ہیں: بعض صحابہ حق سے گذر کر حد ظلم وفسق تک پہنچ گئے تھے اور سبب اس کا کنیہ، فساد، حسد، عناد، ملک وریاست اور لذت وشہوت کی خواہش تھی۔(۳)

حضرت امیر المومنین علیہ السلام اور حضرت امام حسن علیہ السلام حضرت امام حسین علیہ السلام اور حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اور اصحاب رسول کے احتجاجات اگر سب لکھے جائیں تو ایک مستقل کتاب ہو جائے باختصار یہ چند احتجاجات فریقین کی کتابوں سے نقل کر دئے گئے جو کہ صاحبان انصاف کے لئے کافی ہیں ان احتجاجات سے معلوم ہوا کہ خلافت حضرت امیر المومنین علیہ السلام پر جو براہین قاطعہ اور نصوص صریحہ موجود ہیں مسلمانوں کے لئے بجز عناد وہٹ دھرمی کے ان سے انکار کا کوئی راستہ نہیں ہے یہاں تک کہ خود جناب ابوبکر وعمر بھی ان سے انکار نہ کر سکے بجز اس کے کہ کبھی کہا کہ علی علیہ السلام کمسن ہیں اس لئے قوم نے ان کو خلیفہ نہیں بنایا کبھی کہا ان میں مزاح ہے کبھی کہا: کہ خدا نے نہ چاہا کہ نبوت وامامت ایک ہی گھر میں جمع ہوں کبھی کہا کہ عرب ان کے دشمن تھے اس لئے ان کو خلیفہ نہ بنایا لیکن خلافت حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی واضح اور روشن دلیلوں کے سامنے جناب عمر کے یہ بہانے کچھ بھی وقعت نہیں رکھتے۔

---

۱. مروج الذہب مسعودی، برحاشیہ کامل، ج۶، حال معاویہ؛ کتاب فضائل باہرہ فی محاسن قاہرہ، مصنفہ ابن حجر عسقلانی وشرح ابن ابی الحدید، جزو آخر ص ۶۲

۲. سر العالمین، مقالہ رابعہ ص ۹، مطبوعہ بمبئی

۳. شرح مقاصد، آخر بحث امامت

اہل سنت کی نظر میں ائمہ اثنا عشر کی امامت

۱. عن علی المرتضیٰ قال قال: رسول اللّٰہ الائمة من ولدی فمن اطاعهم فقداطاع اللّٰہ ومن عصاهم فقد عصی اللّٰہ وهم عروة الوثقیٰ وهم الوسیلة الی اللّٰہ . (۱)

حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ائمہ میری اولاد سے ہوں گے پس جس نے ان کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے ان کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور وہ لوگ عروة الوثقی اور وہی لوگ اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان وسیلہ ہیں۔

۲. عن عبابه ابن ربیعی قال: قال: رسول اللّٰہ اناسیدالنبیین وعلی سید الوصیین وان الاوصیاء بعدی اثناعشر اولهم علی واخرهم قائم المهدی .(۲)

عبابہ ابن ربیعی سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمام انبیا کا سردار ہوں اور علی علیہ السلام کل اولیا کے سردار ہیں اور میرے بعد بارہ خلیفہ ہوں گے اول ان میں علی علیہ السلام ہیں اور آخری قائم آل محمد مہدی (آخرالزماں ہیں۔

۳. عن سلیم بن قیس الهلالی عن سلمان الفارسی قال دخلت علی النبی فاذ الحسین علی فخذه وهویقبل عینه ویقبل فاه ویقول انت سیدابن سید وانت امام ابن امام وانت حجة ابن حجة وانت ابو حجج تسعة من صلبک تاسعهم قائهم . (۳)

یعنی سلیم بن قیس ہلالی نے حضرت سلمان فارسی سے روایت کی ہے:

انھوں نے کہا کہ میں آنخضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ران پر امام حسین بیٹھے ہیں اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی ان کی آنکھوں کے اور کبھی منھ کے بوسے لے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ تو سید اور سید کا بیٹا ہے اور امام ہے اور

---

۱. مودة القربی، مودت ۱۰

۲. مودة القربی، مودت ۱۰ وحموینی از ابن عباس

۳. مودة القربی، مودت ۱۰

امام کا بیٹا ہے اور حجت ہے اور حجت کا بیٹا ہے اور خدا کی ۹ رحجتوں کا باپ ہے جو تیری نسل سے ہوں گے اور نواں ان کا قائم ہوگا، یہ حدیث خوارزم نے بھی روایت کی ہے۔

۴. عن علی قال: قال: رسول الله من احب ان یر کب سفینة النجاة ویستمسک با لعروة الوثقیٰ ویعتصم بحبل الله المتین فلیوال علیا بعدی ویعادعد وه ولیا ثم بالا ئمة الهداة من ولده فانهم خلفائی و اوصیائی وحجج اللّٰه علی خلفائی وسادة امتی وقادة الاتقیاء الی الجنة حزبهم حزبی وحزب الله وحزب اعدا ئهم حزب الشیطان. (۱)

حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے مروی کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی چاہے کہ کشی نجات میں سوار ہو اور مضبوط دستے کو پکڑ لے اور حبل المتین کو تھامے اس کو چاہئے کہ میرے بعد علی سے دوستی کرے اور ان کے دشمن سے دشمنی کرے اور ہدایت کرنے والے اماموں کی پیروی کرے جو ان کی نسل سے ہوں گے،

کیونکہ وہ میرے خلفاء، میرے وصی اور میرے بعد خدا کے بندوں پر خدا کی حجت ہیں ان کا گروہ میرا گروہ اور میرا گروہ خدا کا گروہ ہے اور ان کے دشمنوں کا گروہ شیطان کا گروہ ہے۔

۵. عن ابن عباس قال: قال: رسول الله انا میزان العلم وعلی کفتاه والحسن والحسین خیوط والفاطمة علاقة والائمة من بعدی عموده یوزن اعمال المحبین لناوالمبغضین علینا. (۲)

ابن عباس سے روایت ہے کہ حضرت رسالت مآب نے فرمایا:

میں علم کی ترازو ہوں اور علی علیہ السلام اس کے پلہ ہیں اور حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام اس کی ڈوریاں ہیں اور فاطمہ سلام اللہ علیہا اس کا علاقہ ہیں اور ائمہ طاہرین علیہم السلام جو میرے بعد ہوں گے اس کے ستون ہیں اس میں ہمارے دوست اور دشمنوں کے اعمال تولے جاتے ہیں۔ (۳)

۶. عن اصبع بن نباتة عن عبد الله بن عباس قال سمعت رسول الله

---

۱. مودة القربی مودت ۱۰؛ ینابیع المودة باب ۷۷، ص ۲۷۲؛ بحوالہ خوارزمی

۲. مودة القربی، مودت ۲

۳. اخرجہ الدیلمی

یقول اناوعلی والحسن والحسین وتسعة من ولده مطهرون معصومون. (۱)

اصبغ بن نباتہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں اور علی علیہ السلام اور حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام اور ۹/امام حسین علیہ السلام کی اولاد سے پاک وپاکیزہ اور معصوم ہیں۔

۷. عن محمدابن حنیفةعن ابیه قال انی لنا ئم یوما اذدخل رسول الله فنظرالی وحرکتی برجله وقال لی یفدی بک امی وابی فان جبریل اتانی فقال لی بشرهذا بان الله جعل الائمة من ولده وان الله لیغفر له ولذریته ولشیعته ولمحبیه وان من طعن علیه ویحبس حقه فهوفی النار. (۲)

محمد بن حنفیہ نے اپنے والد حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا میں ایک روز سو رہا تھا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور میری طرف نگاہ کی اور پائے مبارک سے مجھ کو حرکت دی اور مجھ سے فرمایا:

اے علی علیہ السلام اٹھو! تم پر میرے باپ ماں قربان ہوں۔

ابھی جبریل میرے پاس آئے تھے اور مجھ سے کہا کہ علی علیہ السلام کو بشارت دے دیجیے۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے امام ان کی اولاد میں قرار دیئے ہیں اور ان کی ذریت اور ان کے شیعوں کو بخش دے گا اور جو کوئی اس پر طعن کرے اور اس کے حق کو چھینے گا وہ یقیناً جہنم میں جائے گا۔

۸. عن زیدبن حارثه مولی رسول الله قال قال رسول الله ان الله اعطی موسی العطاوابراهیم بردالنار وعیسی الکلمات التی یحی بها الموتی واعطانی هذاواشارالی علی ولکل نبی آیة وهذا آیة ربی والا ئمة الطاهرون من ولده آیات ربی لن تخلوالارض من اهل الایمان مابقی الله احدا من ذریته وعلیهم یقوم القیامة.(۳)

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام زید بن حارثہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصا کا معجزہ عطا فرمایا، ابراہیم پر آگ کو گلزار کیا

---

۱. مودة القربی، مودت۱۰ ۲. مودة القربی، مودت۲

۳. مودة القربی، مودت ۱۰

اور حضرت عیسی کو وہ کلمات عطا فرمائے جن کے ذریعہ سے وہ مردوں کو زندہ کرتے تھے اور مجھ کو یہ ذات عطا فرمائی اور حضرت علی علیہ السلام کی طرف اشارہ فرمایا اور ہر پیغمبر کا ایک معجزہ ہوتا ہے اور یہ علی علیہ السلام اور ائمہ طاہرین جوان کی نسل سے ہوں گے میرے پروردگار کی طرف سے میرے معجزہ ہیں جب تک علی علیہ السلام کی اولاد سے کسی کو پروردگار عالم زمین میں باقی رکھے گا زمین ہرگز اہل ایمان سے خالی نہ ہوگی اور انھیں کے دور میں قیامت قائم ہوگی یعنی تا قیامت کوئی زمانہ اہل ایمان سے خالی نہ ہوگا۔

۹. من احب ان یحیٰ حیاتی ویموت میتتی ویدخل الجنة التی وعدنی ربی وھی جنة الخلد فلیتول علیا وذریته من بعده فانھم لن یخرجوکم من باب الھدی ولن یدخلوکم باب ضلالة. (۱)

جو چاہتا ہو کہ میری جیسی زندگی بسر کرے اور میری جیسی موت مرے اور اس جنت میں داخل ہو جس کا میرے پروردگار نے مجھ سے وعدہ کیا ہے اور وہ جنت خلد ہے پس وہ علی اور ان کی ذریت کی اطاعت کرے کیونکہ وہ تم لوگوں کو راہ راست سے جدا نہ کریں گے اور نہ تم کو گمراہیوں میں داخل کریں گے۔

۱۰. سیکون بعدی اثنا عشر خلیفة کلھم من قریش کلھم یعمل بالھدیٰ ودین الحق. (۲)

حضرت رسول اللہ فرمایا:

میرے بعد بارہ خلیفہ ہوں گے سب قریش سے ہوں گے اور سب کے سب ہدایت اور دین حق کے مطابق عملی کریں گے۔

یہ حدیث تھوڑے اختلاف کے ساتھ بہت سے صحابہ سے مروی ہے اور بہت سے محدثین نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔

علامہ ابن حجر نے لکھا ہے:

یہ حدیث صحیح ہے اور چالیس سے زیادہ صحابہ سے مروی ہے اور ائمہ فن نے کہا ہے کہ اس کی صحت پر اجماع واقع ہوا ہے۔ (۳)

---

۱. اصابہ درحالات زیاد ۲. صواعق محرقہ باب ا رفصل ۳ رص ۱۲ ۳. صواعق محرقہ باب ا رفصل ا رو ۳

علامہ سیوطی نے یہ حدیث بخاری اور مسلم اور احمد بن حنبل اور ابوداد اور مسند کبیر سے نقل کیا ہے۔(۱)
اور بخاری نے یہ حدیث جابر بن سمرہ سے روایت کی ہے۔
صحیح بخاری، ینابیع المودۃ، ازالۃ الخفاء، دلائل النبوۃ، مشکوۃ، سنن ترمذی وغیرہ میں یہ حدیث موجود ہے۔(۲)
علامہ سیوطی نے لکھا ہے: احمد اور بزاز نے بسند حسن عبداللہ بن مسعود سے روایت کی ہے کہ ان سے سوال کیا گیا کہ اس امت میں کتنے خلفاء ہوں گے۔

فقال سئلنا عنھا رسول اللہ فقال اثناعشر کعدد نقباء بنی اسرائیل. (۳)

انھوں نے کہا کہ ہم لوگوں نے حضرت رسول اللہ ﷺ سے اس امر کا سوال کیا تھا تو حضرت نے فرمایا کہ بارہ ہوں گے نقبائے بنی اسرائیل کی تعداد کے برابر۔
سید علی ہمدانی نے مودۃ القربیٰ میں عبدالملک بن عمیر سے انھوں نے جابر بن سمرہ سے نقل کیا ہے۔
انھوں نے کہا:

کنت مع ابی عند رسول اللہ فسمعت یقول بعدی اثناعشر خلیفۃ ثم اخفی صوتہ فقلت لابی مالذی اخفی صوتہ رسول اللہ قال کلھم من بنی ھاشم. (۴)

عبدالملک بن عمیر نے جابر بن سمرہ سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ میں اپنے باپ کے ساتھ حضرت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا کہ میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میرے بعد بارہ خلیفہ ہوں گے پھر آپ نے دھیمی آواز سے کچھ فرمایا میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ آپ نے آہستہ سے کیا فرمایا تھا تو انھوں نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا سب بنی ہاشم سے ہوں گے۔
حاصل ان حدیثوں کا یہ ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد بارہ خلیفہ ہوں گے وہ سب

---

۱. تاریخ الخلفاء، ص ۷، مطبوعہ مطبع محمدی لاہور۔
۲. صحیح بخاری ج ۴، ص ۱۶۸، مطبوعہ مصر؛ ینابیع المودۃ باب ۷۷، ص ۳/۷۱؛ ازالۃ الخفاء مقصد ا/ص ۱۱۰؛ دلائل النبوۃ؛ مشکوۃ؛ سنن ترمذی باب ا/ الفتن
۳. تاریخ الخلفاء ص ۷، مطبوعہ لاہور۔
۴. مودۃ القربیٰ، سید علی ہمدانی، مودت ۱۰

ہدایت یافتہ اور دین حق کے مطابق عمل کریں گے اور سب قریش سے اور بنی ہاشم سے ہوں گے۔

ملا سلیمان حنفی ینابیع المودۃ میں لکھتے ہیں: ہ یہ حدیثیں خلفائے راشدین پر مطابق نہیں ہوتیں کیونکہ وہ بارہ سے کم تھے اور خلفائے بنی امیہ اور نبی عباس بھی پر مطابق نہیں ہوتیں کیونکہ وہ بارہ سے زیادہ تھے اور بدکار تھے پس سوائے اہل بیت کے کوئی دوسرا مقصود نہیں ہوسکتا۔(۱)

میں کہتا ہوں کہ اس سبب سے بھی یہ حدیثیں خلفائے ثلاثہ اور خلفائے بنی امیہ اور خلفائے بنی عباس پر مطابق نہیں ہوتیں کہ ان میں سے کوئی بھی ہاشمی نہ تھا۔

۱۱. عن ابن عباس قال قال رسول اللّٰہ من سرہ ان یحی حیاتی ویموت مماتی ویسکن جنۃ عدن غرسھاربی فلیوال علیا من بعدی ولیوال ولیہ والیقتدی باﻻ ئمۃ بعدی فانھم عترتی خلقوامن طینتی ورزقوافھما وعلما وویل للمکذبین بفضلھم من امتی القاطعین فیھم صلتی لاانالھم اللہ شفاعتی.

ینابیع المودۃ؛ بحوالہ خوارزمی ومسند احمد بن حنبل زید بن ارقم سے اور بحوالہ ابونعیم وحموینی ابن عباس سے اور بحوالہ مسند احمد بن حنبل زید بن ارقم سے اور بحوالہ ابونعیم وحموینی ابن عباس سے اور بحوالہ مسند احمد بن حنبل ابونعیم ابوسعید خدری سے اور بحوالہ اصابہ زیادہ بن مطرف سے یہ حدیث ینابیع المودت میں آٹھ سندوں سے منقول ہے۔(۲)

جو چاہے کہ میری جیسی زندگی بسر کرے اور میری جیسی موت مرے اور باغ عدن میں رہے جس کو پروردگار نے لگایا ہے اس کو چاہے کہ علی اور ان کے دوستوں سے محبت کرے اور میرے بعد ائمہ کی اقتداء کرے کیونکہ وہ میری عترت ہیں اور میری طینت سے پیدا کئے گئے ہیں اور ان کو میرے جیسا علم وفہم عطا ہوا ہے پس دیل ہے ان لوگوں کے لئے جو میرے اہل بیت کی فضیلت کو جھٹلائیں اور میری قرابت کو قطع کریں خدا ان کو میری شفاعت سے محروم کرے۔

۱۲. ملا سلیمان حنفی نقشبندی نے کتاب ینابیع المودۃ میں بحوالہ مناقب جابر بن عبداللہ سے روایت کی

---

۱. ینابیع المودۃ، ملا سلیمان حنفی، باب ۷۷، ص ۳۷۳

۲. ینابیع المودۃ باب ۴۳، ص ۱۰۳؛ مسند احمد بن حنبل؛ اصابہ

ہے کہ جندل ابن جنادہ یہودی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور مختلف سوالات کئے پھر ایمان لایا اس کے بعد کہا: میں نے شب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خواب میں دیکھا ہے انھوں نے فرمایا ہے کہ اے جندل خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اوصیاء پر ایمان لا پس خدا کا شکر ہے کہ میں ایمان لا چکا اور خدا نے آپ کے ذریعہ سے میری ہدایت فرمائی اب فرمائے کہ آپ کے اوصیا کون لوگ ہیں جن کو میں اختیار کروں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے اوصیا بارہ ہیں۔

جندل نے کہا: میں نے توریت میں پڑھا ہے کہ بارہ ہوں گے اب آپ ان کے نام بتائیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ان اوصیاء کا پہلا شخص جوان اوصیاء کا باپ اور سردار ہے حضرت علی علیہ السلام ہیں۔

پھر ان کے دونوں بیٹے امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام ہیں تجھ کو ان سے تمسک رکھنا چاہئے اور جاہلوں کے جہل سے ہرگز دھوکہ نہ کھانا چاہئے۔

جب علی بن الحسین علیہما السلام پیدا ہوں گے تو تیری موت کا وقت قریب ہو جائے گا اور تیری آخری غذا دنیا کی غذاؤں میں دودھ ہوگا۔

جندل نے کہا: میں نے توریت میں سابق انبیا کی کتابوں میں ایلیا اور شبر و شبیر لکھا ہوا دیکھا ہے۔

آپ نے فرمایا: یہ نام حضرت علی علیہ السلام اور امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام کے ہیں۔

پھر امام حسین علیہ السلام کے بعد کون ہوگا؟

آپ نے فرمایا: ان کے بیٹے علی علیہ السلام ہونگے جن کا لقب زین العابدین امام ہوگا۔

ان کے بعد ان کے بیٹے محمد علیہ السلام ہونگے جن کا لقب باقر ہوگا۔

ان کے بعد ان کے بیٹے جعفر علیہ السلام ہونگے جن کا لقب صادق ہوگا۔

ان کے بعد ان کے بیٹے موسیٰ علیہ السلام ہونگے جن کا لقب کاظم ہوگا۔

ان کے بعد ان کے بیٹے علی علیہ السلام ہونگے جن کا لقب رضا ہوگا۔

ان کے بعد ان کے بیٹے محمد علیہ السلام ہونگے جن کا لقب تقی اور الجواد ہوگا۔

ان کے بعد ان کے بیٹے علی علیہ السلام ہونگے جن کا لقب نقی اور ہادی ہوگا۔

ان کے بعد ان کے بیٹے حسن علیہ السلام ہونگے جن کا لقب عسکری ہوگا۔

ان کے بعد ان کے بیٹے محمد (عج) ہونگے جن کا لقب مہدی اور حجت اور قائم ہوگا وہ غائب ہو جائیں

گے پھر ظاہر ہونگے اور زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے جیسا کہ وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی خوشخبری ہے ان لوگوں کے لئے جو ان کی غیبت کے زمانے میں صابر رہیں اور ان کی محبت پر قائم رہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کی تعریف میں خداوند عالم نے قرآن مجید میں فرمایا ہے: "ھدی للمتقین الذین یومنون بالغیب"، یعنی یہ کتاب ہدایت ہے ان متقین کے لئے جو غیب یعنی امام غائب پر ایمان رکھتے ہیں یہی لوگ خدا کا گروہ ہیں اور آگاہ رہو کہ خدا ہی کا گروہ غالب رہے گا، جندل نے کہا خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھ کو ان لوگوں کی معرفت کی توفیق عطا فرمائی۔

جندل حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی ولادت کے زمانے تک زندہ رہا اس کے بعد طائف چلا گیا وہاں بیمار ہوا اور دودھ پیا اور کہا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی تھی کہ تیری دنیا کی آخری غذا دودھ ہوگی اس کے بعد اس کا انتقال ہو گیا اور مقام ان کوزرہ میں دفن کیا گیا خدا اس پر رحمت نازل فرمائے۔(۱)

۱۳۔ ملا سلیمان نے ینابیع المودۃ میں ایک طویل حدیث بحوالہ فرائد السمطین حموینی مجاہد سے اور انھوں نے بحر العلوم عبد اللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ نعثل یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور توحید کے متعلق کچھ سوالات کئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے جوابات ارشاد فرمائے۔

اس نے کہا: آپ نے سچ فرمایا اب یہ فرمائے کہ آپ کا وصی کون ہے کیونکہ ہر نبی کا کوئی وصی ہوتا ہے چنانچہ ہمارے رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وصی یوشع بن نون تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے وصی علی ابن ابی طالب علیہما السلام ہیں۔

ان کے بعد میرے دونوں نواسے حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام ہیں۔

اور امام حسین علیہ السلام کے بعد ۹ رعدد امام ان کی نسل سے ہوں گے۔

نعثل نے کہا: ان کے نام کیا ہیں؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حسین علیہ السلام کے بعد ان کا بیٹا علی زین العابدین علیہ السلام امام ہوگا۔

ان کے بعد ان کا بیٹا محمد علیہ السلام امام ہوگا۔

ان کے بعد ان کا بیٹا جعفر علیہ السلام امام ہوگا۔

۱۔ ینابیع المودۃ، ملا سلیمان حنفی نقشبندی، ص ۳۷۰

ان کے بعد ان کا بیٹا موسیٰ علیہ السلام امام ہوگا۔

ان کے بعد ان کا بیٹا علی علیہ السلام امام ہوگا۔

ان کے بعد ان کا بیٹا محمد علیہ السلام امام ہوگا۔

ان کے بعد ان کا بیٹا علی علیہ السلام امام ہوگا۔

ان کے بعد ان کا بیٹا حسن علیہ السلام امام ہوگا۔

ان کے بعد ان کا بیٹا حجت خدا محمد مہدی (عج) امام ہوگا۔

یہ ہیں میرے بارہ نائب۔

پھر اس نے کہا: مجھ سے حضرت علی علیہ السلام اور حضرت حسن علیہ السلام اور حضرت حسین علیہ السلام کی موت کی کیفیت بیان فرمائیے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت علی علیہ السلام تلوار سے شہید ہوں گے۔

حضرت حسن علیہ السلام زہر سے شہید ہوں گے۔

حضرت حسین علیہ السلام ذبح کئے جائیں گے۔

پھر اس نے عرض کی: یہ فرمائیے کہ بہشت میں ان لوگوں کے مکانات کہاں ہیں؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے درجہ میں۔

نعثل نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا دوسرا خدا نہیں ہے اور آپ اللہ کے رسول ہیں اور یہ لوگ آپ کے وصی اور جانشین ہیں اور یہ مضامین میں نے انبیائے سابقین کی کتابوں میں پڑھے ہیں۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ تم اسباط کو جانتے ہو؟

اس نے کہا: ہاں! جانتا ہوں وہ بھی ۱۲ ر تھے ان میں سے پہلے لاوی ابن برخیا تھے جو بنی اسرائیل سے غائب رہے پھر ظاہر ہوئے اور شریعت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو غارت ہونے کے بعد زندہ کیا اور فرسطیا بادشاہ سے جنگ کر کے اس کو قتل کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

میری امت میں بھی ایسا ہی ہوگا میرا بارہواں بیٹا غائب ہوگا کہ دیکھا نہ جائے گا اور میری امت پر ایسا زمانہ آئے گا کہ اسلام کا صرف نام اور قرآن کا صرف نشان رہ جائے گا تب خدا اس کو ظاہر ہونے کی اجازت دے گا اور اس کے ذریعہ سے اسلام کی تجدید کرے گا مبارک ہیں وہ جوان کو دوست رکھیں گے

امت مسلمہ کے درمیان وہ دس

اختلاف جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی وفات کے بعد فرقہ بندی

کے سبب قرار پائے۔

اوران کی پیروی کریں گے اور جوان سے عداوت ودشمنی کریں گے وہ جہنم میں جائیں گے اور جوان سے تمسک کرے گا اس کے لئے بہشت ہے۔(۱)

۱۴. وعن الاعمش قال حدثنی ابواسحاق بن الحارث وسعدبن بشیر عن علی ابن ابی طالب قال قال رسول اللّٰه اناواردکم علی الحوض وانت یاعلی الساقی والحسن والحسین الامروعلی بن الحسین الفاطر ومحمد بن علی الناشروجعفر بن محمد السائق وموسی بن جعفر محصی المحبین والمبغضین وقامع المنا فقین وعلی بن موسی مزین المومنین ومحمد ابن علی منزل اهل الجنة الی درجاتهم وعلی بن محمدخطیبهم یزوجهم حورا لعین والحسن ابن علی سراج اهل الجنة یستضیئوون واهل به المهدی شفیعهم حیث لاشفا عة الا باذن اللّٰه لمن یشاء ویرضی به . (۲)

اعمش نے کہا کہ مجھ سے ابواسحاق ابن حارث اور سعد بن بشیر نے بیان کیا اوران دونوں نے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تم لوگوں کوحوض کوثر پر پہنچانے والا ہوں اوراے علی علیہ السلام تم ساقی کوثر ہواور حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام حکم دینے والے ہیں اور علی بن حسین علیہما السلام فاطر ہیں اور محمد بن علی علیہما السلام ناشر یعنی علم کے پھیلانے والے ہیں اور جعفر بن محمد علیہما السلام سائق یعنی اہل جنت کو جنت میں لے جانے والے ہیں اور موسیٰ بن جعفر علیہما السلام دوستوں اور دشمنوں کوشمار کرنے والے ہیں اور منافقوں کی بیخ کنی کرنے والے ہیں اور علی بن موسیٰ علیہما السلام مومنوں کوشمار کرنے والے ہیں اور محمد بن علی علیہما السلام اہل جنت کو ان کے درجات میں اتارنے والے ہیں اور علی بن محمد حوران جنت سے مومنوں کی تزویج کرنے والے ہیں اور حسن بن علی علیہما السلام اہل جنت کے چراغ ہیں اوروہ ان سے روشنی حاصل کریں گے اوروہ اس کے لائق ہیں اور مہدی (عج) ان کی شفاعت کرنے والے ہیں اس وقت جبکہ کسی کی شفاعت نہ ہوگی لیکن خدا کی اجازت سے جس کے لئے خدا چاہے اور جس سے وہ خوشنود ورضامند ہو۔

---

۱. ینابیع المودۃ، ملاسلیمان، باب ۷۶ ص ۳۶۹

۲. مودۃ القربی مودت ۱۴

شیعوں کے بارہویں امام حضرت مہدی آخرالزماں علیہ السلام کے متعلق مزید بشارتیں

عن علی بن ابیطالب قال قال رسول اللّٰہ لاتذھب الدنیا حتی یقوم بامر امتی رجل من ولد الحسین یملا الارض عدلا کماملئت ظلما. (۱)

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دنیا فنا نہ ہوگی جب تک کہ اولاد حسین علیہ السلام سے ایک شخص میری امت کا حاکم نہ ہو جو زمین کو عدل وانصاف سے پُر کردے گا جیسا کہ وہ اس کے قبل ظلم سے پر ہوگی۔

قال رسول اللّٰہ لاتنقص الدنیا حتی یملک العرب من اھل بیتی رجل یواطی اسمہ اسمی. (۲)

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دنیا اس وقت تک ختم نہ ہوگی جب تک میرے اہل بیت سے ایک شخص عرب کا حاکم نہ ہوجائے اس کا نام میرا نام ہوگا۔

عن ابی ھریرہ قال قال رسول اللّٰہ ولو لم یبق من الدنیا الا یوما واحدا لطول اللّٰہ ذالک الیوم حتی بعث رجل اھل بیتی فی امتی یواطی اسمہ اسمی. (۳)

ابوہریرہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ اگر دنیا کا صرف ایک دن باقی رہے گا تو خدا اسی دن کو اتنا لمبا کردے گا کہ میرے اہل بیت سے ایک شخص مبعوث ہوگا جس کا نام میرا نام ہوگا۔

عن عاصم عن زر عن عبداللّٰہ قال قال رسول اللّٰہ لایذھب اللیالی والایام حتی یبعث اللّٰہ تعالی رجلا من اھل بیتی یواطی اسمہ اسمی یملاء الارض کما ملئت قبل ذالک جورا. (۴)

عاصم نے زر سے انھوں نے عبداللہ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ روز وشب ختم نہ ہوں گے یہاں تک کہ خداوند عالم میرے اہلبیت علیہم السلام سے ایک شخص کو مبعوث کرے گا جس کا نام میرا نام ہوگا جو زمین کو عدل سے بھردے گا جس طرح قبل اس کے وہ ظلم سے پر ہوگی۔

---

۱. مودۃ القربی مودت ۱۰ ۲. سنن ابوداود، ج ۱۱، ص ۳۵۳، ج ۳۴، ۱۷، ج ۲، ۵۰۸،

۳. سنن ترمذی، ج ۸، ص ۴، ۱۷، ص ۵، ۱۷، ص ۴۴۹، ص ۴۵۰ ۴. دلائل النبوۃ فی ذکر المہدی، صواعق محرقہ ص ۹۷

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول الله لاتقوم الساعة حتی تملاء الارض ظلما وجوراوعدواناثم یخرج من اهل بیتی من یملاها قسطا وعدلا کما ملئت جوراوعدوانا. (۱)

ابوسعید الخدری سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک دنیا ظلم وجور سے پر نہ ہوجائے پھر ہمارے اہلبیت علیہم السلام میں سے ایک شخص نکلے گا جودنیا کو اسی طرح عدل وانصاف سے پرکردے گا جس طرح وہ ظلم وجور سے پر ہوگی۔

عن سعید ابن مسیب عن ام سلمة قالت ذکر رسول الله المهدی فقال هومن ولدفاطمة. (۲)

سعید ابن مسیّب نے ام سلمہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا: کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام مہدی علیہ السلام کا ذکر فرمایا اور کہا کہ وہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کی اولاد سے ہوں گے۔

مولانا نذیر الحق صاحب قادری ترمذی ''اردو'' میں لکھتے ہیں: شیخ عبدالحق لمعات میں فرماتے ہیں کہ اس باب میں احادیث حدتواتر کو پہنچ چکی ہیں کہ امام مہدی علیہ السلام حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی اولاد سے ہوں گے بعض احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ وہ امام حسن علیہ السلام یا امام حسین علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوں گے بہرحال یہ بات حدتواتر کو پہنچی ہے کہ وہ اہل بیت اطہار علیہم السلام سے ہوں گے اور وہ حضور کے ہمنام ہوں گے۔(۳)

امام اہل سنت ابن حجر مکی کہتے ہیں:

امام حضرت حسن عسکری نے سواء ابوالقاسم محمد حجت خدا کے کوئی دوسرا فرزند نہیں چھوڑا آپ کے پدر بزرگوار کے انتقال کے وقت آپ کی عمر پانچ سال تھی لیکن خداوند عالم نے اس سن میں آپ کو علم وحکمت عطا فرمائی آپ کا نام قائم منتظر ہے کیونکہ آپ غائب اور نظروں سے پوشیدہ ہوگئے اور نہیں معلوم کہاں تشریف لے گئے۔(۴)

---

۱. مستدرک حاکم، ج۴، ص ۵۵۷

۲. مستدرک حاکم، ج۴، ص ۵۵۷

۳. مولانا نذیر الحق قادری، ترمذی ''اردو'' ج ۲، ص ۴۱۱

۴. صواعق محرقہ، باب ۱۱، ص ۱۲۴ ذکر فضائل اہل بیت مطبوعہ مصر

پھر ابن حجر نے لکھا ہے کہ جو حدیثیں حضرت مہدی علیہ السلام کے متعلق لکھی گئی ہیں وہ تواتر کی حد تک پہنچی ہوئی ہیں ان سب کے مضامین کا حاصل یہ ہے کہ حضرت ظاہر ہوں گے اور حضرت رسول اللہ کے اہل بیت سے ہوں گے۔

زمین کو انصاف سے بھر دیں گے اور حضرت کے ساتھ حضرت عیسی علیہ السلام بھی ہوں گے وہ حضرت کے پیچھے نماز پڑھیں گے اور دجال کو قتل کرنے میں حضرت کی مدد کریں گے اور وہ فلسطین کی زمین قریہ لد کے دروازے پر قتل کیا جائے گا۔

جیسا کہ تم کو معلوم ہوا حدیثوں سے یہی ثابت ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام ہی آپ کے پیچھے نماز پڑھیں گے اور علامہ تفتازانی نے جو لکھا ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام حضرت عیسی علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھیں گے اس کا کوئی معقول ثبوت حدیثوں میں موجو نہیں ہے۔(۱)

شیخ کامل خواجہ محمد بن پارسا نقشبندی لکھتے ہیں:

لم يخلف الحسن العسكری ظاهر او باطنا غير ابی القاسم محمد المنتظر الملقب بالقائم عند الامامية و كان مولد المنتظر ليلة النصف من شعبان سنة خمس وخمسين وماتين . (۲)

امام حسن عسکری علیہ السلام نے حضرت ابوالقاسم محمد منتظر علیہ السلام کے سواء جن کا لقب امامیہ کے نزدیک قائم ہے کوئی دوسری اولاد نہیں چھوڑی (امام) منتظر کی ولادت پندرہ شعبان ۲۵۵ھ میں ہوئی عبدالوہاب شعرانی صاحب میزان کبریٰ میں لکھتے ہیں:

حضرت مہدی علیہ السلام امام حسن عسکری علیہ السلام کے صاحبزادے ہیں وہ ماہ شعبان پندرہویں شب ۲۵۵ھ میں پیدا ہوئے اور وہ زندہ رہیں گے یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ظاہر ہونگے اس کی خبر مجھ کو حسن عراقی نے دی تھی اور ان سے خود حضرت امام مہدی علیہ السلام نے فرمایا تھا جب کہ وہ ان کی زیارت سے مشرف ہوئے اور میرے استاد علی الخواص نے اس کی تصدیق کی۔(۳)

کمال الدین محمد بن شافعی لکھتے ہیں:

---

۱. صواعق محرقہ، باب ۶ ر فصل ۱۱ ر ص ۹۹
۲. وسیلۃ النجات، ص ۴۱۴؛ ینابیع المودۃ باب ۷۹ ص ۳۷۷؛ بحوالہ فصل الخطاب
۳. ینابیع المودۃ، باب ۸۵ ص ۳۹۲؛ بحوالہ یواقیت وجواہر

حضرت مہدی علیہ السلام حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے صاحبزادے ہیں ان کی ولادت سامرا میں ہوئی تھی۔(۱)

شیخ کبیر صلاح الدین صفوی لکھتے ہیں: حضرت مہدی علیہ السلام بارہویں امام ہیں ان ائمہ میں سے جن کے پہلے حضرت علی علیہ السلام ہیں اور بارہویں امام مہدی موعود ہیں۔(۲)

محمد بن یوسف گنجی شافعی لکھتے ہیں: مہدی علیہ السلام حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے فرزند زندہ ہیں اور اپنی غیبت کے زمانے میں اس وقت تک موجود ہیں اور ان کا باقی رہنا محال نہیں ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام اور الیاس علیہ السلام بھی تو زندہ ہیں۔(۳)

لیکن افسوس سواد اعظم نے کسی دور میں بھی آل رسول کو نہ تو خلافت کا حقدار سمجھا نہ مجتہد ومحدث کا درجہ دیا نہ ان کو زندگی کا حق دیا حضرت میر المومنین علیہ السلام کے زمانے میں جناب ابوبکر وعمر وعثمان خلیفہ بنائے گئے جنھوں نے اسلام کے ٹکڑے کردئے اور شریعت اسلام کو مسخ کردیا۔

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کتاب قرۃ العینین میں لکھتے ہیں کہ ترتیب کتاب وسنت واجماع وقیاس کے سب اصول شیخین کے کلام سے لئے گئے۔(۴)

اور آگے لکھتے ہیں: مالکی، حنفی وشافعی کے اصول مذہب کا اعتماد فاروق کے مسائل اجماعیہ پر ہے اور بجز چند مسئلوں کے یہ لوگ علی مرتضیٰ علیہ السلام کی حدیثوں پر عمل نہیں کرتے۔(۵)

حالانکہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے اہل سنت کی کتابوں میں ایک ہزار حدیثیں منقول ہیں۔(۶)

جناب ابوبکر سے کل سترہ۔(۷)

حالانکہ اہل سنت کا دعویٰ ہے کہ آپ زندگی میں کبھی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا نہیں ہوئے،

جناب عمر سے کل ۷۰ر۔(۸)

جناب عثمان سے ۱۴۰۔(۹)

---

۱. مطالب السئول ص ۶۵۴

۲. ینابیع المودت، باب ۸۵ ص ۳۹۳

۳. ینابیع المودت، باب ۸۵ ص ۳۹۲؛ بحوالہ کتاب البیان

۴. کتاب قرۃ العینین، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ص ۱۸۶

۵. کتاب قرۃ العینین، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ص ۲۰۹

۶. وسیلۃ النجات، ازالۃ الخفا وغیرہ

۷. سیرۃ النعمان، شبلی ص ۸۵

۸. الفاروق، مودودی، ص ۳۱۲

۹. ازالۃ الخفاء ص ۶۶۵

نیز جناب ابوبکر وعمر کلالہ کے معنی تک نہیں جانتے تھے اور جناب عمر کہا کرتے تھے کہ عمر سے سب لوگ یہاں تک کہ بوڑھی عورتیں بھی زیادہ فقہ جانتی تھیں ۔(۱)

لیکن تعجب ہے علمائے اہل سنت پر کہ ان لوگوں نے ان کی غلطیوں کو اصول اور مذہب بنالیا۔

حضرت امام حسن علیہ السلام کے زمانے میں معاویہ خلیفہ بنائے گئے جنھوں نے آپ کو زہر سے شہید کیا، حضرت امام حسین علیہ السلام کے زمانے میں یزید بن معاویہ خلیفہ بنایا گیا حضرت امام زین العابدین کے زمانے میں عبدالملک خلیفہ ہوا اور امام زہری محدث وفقیہ وقاضی بنائے گئے انھیں نے سب سے پہلے اہل سنت کی حدیثیں جمع کیں۔

عبدالوہاب شعرانی کہتے ہیں: امام زہری کہا کرتے تھے: دنیا میں صرف چار عالم ہیں مدینہ میں ابن مسیّب، بصرہ میں حسن بصری اور شام میں مکحول، کوفہ میں شعبی ۔(۲)

لیکن زہری صاحب کی نگاہ میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام عالم نہ تھے

حضرت امام باقر علیہ السلام کے زمانے میں عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے ان کے بعد یزید بن عبدالملک اس کے بعد ہشام ابن عبدالملک ہوا اور اسی نے آپ کو زہر سے شہید کیا اس کے بعد ولید بن عبدالملک اہل سنت کا بارہواں خلیفہ ہوا جس نے قرآن کو تیر مار کر ٹکڑے کیا اور محدث وفقیہ اس زمانے کے شعبی اور حماد تھے۔

حضرت امام محمد جعفر صادق علیہ السلام کے زمانے میں دشمن سادات وآل رسول وظالم منصور دوانقی خلیفہ بنایا گیا اس نے آل رسول کو چن چن کر شمار سے زیادہ طرح طرح کی اذیتوں کے ساتھ قتل کیا، کنووں میں گرایا ، دیواروں میں چنوایا اسی زمانے میں امام مالک سفیان ثوری وابوحنیفہ مجتہد ہوئے جن کی تقلید میں مسلمان آج تک چل رہے ہیں۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے زمانے میں مہدی اور ہارون الرشید خلیفہ ہوئے اور امام ابوحنیفہ اور امام مالک مجتہد تھے۔

حضرت امام رضا علیہ السلام کے زمانے میں مامون الرشید خلیفہ تھا اور احمد بن حنبل اور امام شافعی وغیرہ مجتہد تھے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے زمانے میں مامون اور اس کے بعد معتصم خلیفہ ہوا اور احمد بن حنبل اس

---

۱. ازالۃ الخفاء ص ۳۵۴ ۲. لواقح الانوار ج ۱ ص ۴۳

زمانے کے مجتہد ومحدث تھے۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے زمانے میں متوکل جس نے نشان قبر امام حسین علیہ السلام مٹانے کی کوشش کی اس کے بعد منتصر اس کے بعد معتز باللہ خلیفہ ہوا اور مسلمان ائمہ اربعہ کی تقلید کرتے تھے اور بخاری و مسلم وغیرہ محدث ہوئے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے زمانے میں واثق باللہ خلیفہ تھا اس کے بعد متوکل ہوا جس نے آپ کو قید کیا پھر منتصر پھر مستعین پھر معتز پھر مہدی پھر معتمد خلیفہ ہوا اسی نے آپ کو زہر دیا۔

یہی وہ آل رسول وسلالہ نبوت تھے جو باب مدینہ علم وسفینہ نجات وشریک ومثیل قرآن تھے جن پر نمازوں میں درود پڑھنا فرض قرار دیا گیا ہے اور جن کی محبت واطاعت سبب نجات وکلید دروازہ جنت ہے جن کی مودت اجرت رسالت ہے لیکن رسول کا کلمہ پڑھنے والوں نے دیکھئے کس طرح ان کو معطل وبیکار تصور کیا ان کو قرآن اور علوم قرآن سے جدا سمجھا ایک دو منزلیں نہیں بلکہ حضرت علی علیہ السلام سے لے کر حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام تک ہر امام سے روگردانی کی گئی حضرت علی علیہ السلام کے متعلق کہا گیا کہ ابھی کمسن ہیں خلافت کے لائق نہیں اور جناب ابوبکر افضل امت ہیں۔

سابق الاسلام ہیں بوڑھے ہیں اور ان کے لئے بہزار حیلہ وتدبیر خلافت حاصل کی گئی خیر ایک دور ایسا ہی سہی لیکن ان کے بعد جناب عمر افضل امت بن بیٹھے ان کے بعد جناب عثمان افضل ہو گئے ان کے بعد معاویہ حضرت امام حسن علیہ السلام سے خلافت کے لئے افضل ہو گیا۔

اس کے بعد یزید حضرت امام حسین علیہ السلام سے افضل ہو گیا اس کے بعد خلفائے بنی امیہ اور بنی عباس جو شراب پیتے، زنا کرتے، اغلام کرتے، خلافت کے لئے اہل بیت علیہم السلام سے افضل ہو گئے اور وہ فقہاء ومحدثین جو علم سے لگاؤ بھی نہیں رکھتے تھے رشوتیں لیتے، سود کھاتے، دوسروں کا مال غصب کرتے، بادشاہوں کی خوشامد میں نیک نیتی سے حدیثیں گڑھتے، جس کی تفصیل گذر چکی اجتہاد کے لئے آل رسول سے افضل ہو گئے اور جھوٹے اور کذاب راوی جنھوں نے لاکھوں جھوٹی حدیثیں بنا دیں روایت احادیث میں آل رسول سے افضل ہو گئے۔

چنانچہ وہ آل رسول جن سے علوم کے سمندر جاری ہوئے جن کے علوم سے یہود ونصاریٰ نے بھی فائدہ حاصل کیا اور ان کے فضائل کا اعتراف کیا اہل سنت والجماعت نے ان سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا اور بجز ایذاء وقتل کے ان کو کسی امر کا مستحق نہ سمجھا یہاں تک کہ خلافتوں کے دور میں ان کو کوئی معمولی عہدہ نہیں دیا گیا مسلمانوں کا اجر رسالت یوں ادا کیا۔

رجعت

خداوند عالم نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ ☆ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا مِنْهُمْ مَا كَانُوا يَحْذَرُونَ. (۱)

اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ جن لوگوں کو زمین میں کمزور بنا دیا گیا ہے ان پر احسان کریں اور انہیں لوگوں کا پیشوا بنائیں اور زمین کا وارث قرار دے دیں اور انہی کو روئے زمین کا اقتدار دیں اور فرعون وہامان اور ان کے لشکروں کو ان ہی کمزوروں کے ہاتھوں سے وہ منظر دکھلائیں جس سے یہ ڈر رہے ہیں۔

اس آیت میں ''نرید'' اور ''نمن'' اور ''نجعل'' اور ''نمکن'' سب مضارع کے صیغے ہیں جس میں حال اور استقبال کا زمانہ مراد لیا جاتا ہے لہٰذا یہ آیت حضرت موسیٰ علیہ السلام سے متعلق نہیں ہو سکتی کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نزول قرآن سے ہزاروں برس پہلے گذر چکے تھے۔

اس آیت میں خداوند عالم نے ان لوگوں پر احسان کا وعدہ فرمایا جو امامت و پیشوائی خلق کے لائق تھے لیکن کمزور کر کے امامت وحکومت سے محروم کر دیے گئے تھے۔

ملا مبین فرنگی محل اپنی کتاب وسیلہ النجات میں لکھتے ہیں: ابوالحسن محمد ذکی کی پھوپھی جناب حکمیہ خاتون سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ جب حضرت امام مہدی علیہ السلام پیدا ہوئے تو حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا کہ اے پھوپھی میرے فرزند کو میرے پاس لائے میں ان کے پاس لے گئی تو امام نے ان کو گود میں لیا زبان ان کے منہ میں دی اور کہا کہ اے فرزند اللہ کے اذن سے کلام کرو انھوں نے پڑھا۔

خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ. (۲)

اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ جن لوگوں کو زمین میں کمزور بنا دیا گیا ہے ان پر احسان کریں اور انہیں لوگوں کا پیشوا بنائیں اور زمین کا وارث قرار دے دیں۔

---

۱. سورہ قصص، آیت ۵، ۶

۲. سورہ قصص، آیت ۶

اس کے بعد میں نے دیکھا کہ سبز چڑیاں ہمارے پاس اتریں تو ابو محمد نے ان میں سے ایک طائر سے کہا کہ اس لڑکے کی حفاظت کرو یہاں تک کہ اللہ کا حکم نازل ہو بیشک خدا اپنے حکم کو پہنچانے والا ہے میں نے ابو محمد سے پوچھا کہ یہ طائر کون تھا اور وہ دوسرے طائر کون تھے انھوں نے فرمایا یہ جبریل تھے اور دوسرے ملائکہ رحمت تھے۔(۱)

ان بیانات سے معلوم ہوا کہ آیت رجعت اور حضرت امام مہدی آخر الزمان علیہ السلام کے ظہور اور حکومت و امامت سے تعلق رکھتی ہے چنانچہ اس کی تائید حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لاتزال طائفة من امتی قائمة بامر اللہ لایضرھم من خذلھم او خالفھم حتی یاتی امر اللہ وھم ظاھرون . (۲)

میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ موجود رہے گا جو حق پر قائم رہے گا اور اس گروہ کو ان کے مخالف اور ان کو چھوڑ دینے والے کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گے یہاں تک کہ خدا کا حکم ہوگا اور ایک زمانہ آئے گا کہ وہی گروہ جو کس مپرسی کے عالم میں رہے گا سب پر غالب آجائے گا۔

یہ حدیث مسلم نے ثوبان سے اخراج کی ہے۔ اور باختلاف الفاظ یہی حدیث مغیرہ اور جابر بن سمرہ اور جابر ابن عبد اللہ و معاویہ ابن ابی سفیان سے بھی مروی ہے نیز سنن ترمذی میں ترمذی نے ثوبان سے اخراج کیا ہے۔(۳)

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں ایک گروہ ہمیشہ حق پر ثابت قدم رہے گا جس کی مخالفت کی جائے گی اور اس کو کمزور و مخذول کیا جائے گا یہاں تک کہ ایک زمانہ دراز تک وہ اسی عالم کس مپرسی میں پڑا رہے گا اور بسبب حق پر قائم ہونے کے پیشوائی خلق کا اہل ہوگا لیکن اس کے مخالفین اس سے ہدایت حاصل نہ کریں گے اور اس کو مٹانے کی کوشش کریں گے اس کے بعد خدا کا حکم آئے گا اور وہی کمزور و مخذول گروہ سب پر غالب آئے گا۔

---

۱. وسیلہ النجات، ملا مبین فرنگی محل ص ۱۷

۲. ازالۃ الخفاء، مقصد اول ص ۱۱۸

۳. سنن ترمذی، ج ۴، ص ۴۸۵، ج ۸، ۳۸۱

اس حدیث کو آیت ''وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا'' کے مقابل میں رکھئے تو واضح ہو جائے گا کہ یہ حدیث اسی آیت کی تفسیر ہے اور آیت میں ''الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا'' سے وہی گروہ مقصود ہے جس کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حدیث ''من طائفة من امتی قائمة بامر الله'' فرمایا ہے اور اسلام مین سوائے اہل بیت رسول علیہم السلام کے کوئی دوسرا گروہ ایسا نہیں ہے جو اس حدیث کا مصداق ہو پس ثابت ہوا کہ یہ آیت اہل بیت رسول علیہم السلام سے تعلق رکھتی ہے پروردگار عالم نے ان سے وعدہ فرمایا ہے کہ ہم تم لوگوں کو لوگوں کا امام بنائیں گے اور زمین پر حکومت واقتدار بخشیں گے اور فرعون وہامان کو وہ امور دکھا دیں گے جن سے وہ ڈرا کرتے تھے لہذا ایک زمانہ ایسا آنا ضروری ہے جب کہ یہ حضرات دنیا میں پلٹ کر آئیں اور حکومت کریں اور اسی کا نام رجعت ہے۔

۲. خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے:

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ. (۱)

وہی خدا وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تا کہ اسے تمام ادیان پر غالب بنائے چاہے یہ بات مشرکین کو کتنی ہی ناگوار کیوں نہ ہو

اس آیت میں پروردگار عالم نے دین اسلام کو دنیا کے تمام ادیان پر غالب کرنے کا عدہ فرمایا ہے جو ابھی تک پورا نہیں ہوا دنیا کا ہر انسان جانتا ہے کہ اس وقت دنیا میں مردم شماری وحکومت وطاقت بحثیت عیسائی ساری دنیا پر غالب ہیں اور چھوٹی حکومتیں جو مسلمانوں کی ہیں بھی تو عیسائیوں کے زیر اقتدار اور ان سے مرعوب ومغلوب اور ان کی دست نگر ہیں لہذا ایک ایسا زمانہ آنا ضروری ہے جب کہ خداوند عالم اسلام کو دنیا کے کل ادیان پر غالب کرے اور دنیا سے کفر وشرک کا نام ونشان مٹ جائے۔

ابو یعلیٰ نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی علیہ السلام! تم ان کینوں سے بچتے رہنا جو لوگوں کے دلوں میں ہیں وہ میرے بعد ظاہر ہوں گے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روئے اور فرمایا کہ مجھے جبرئیل نے خبر دی ہے کہ لوگ علی علیہ السلام پر ظلم کریں گے اور ان کا ظلم قائم آل محمد کے ظاہر ہونے تک باقی رہے گا ان ظالموں کا آوازہ بلند رہے گا میری امت والے انھیں ظالموں سے محبت

---

۱. سورہ صف، آیت ۹

پہلا اختلاف

کریں گے ان کے مخالف کم ہوں گے۔ ان سے نفرت کرنے والے (ان لوگوں کی نگاہ میں) ذلیل ہوں گے اور ان کی تعریف کرنے والے زیادہ ہوں گے شہروں کی حالتیں بدل جائیں گی خدا کے نیک بندے کمزور پڑ جائیں گے کشائش ناامیدی سے بدل جائے گی اس وقت خداوند عالم قائم مہدی جو میری اولاد سے ہوگا ظاہر کرے گا وہ کھڑا ہوگا اور خدا اس کے اور اس کے مددگاروں کے ہاتھوں حق کو ظاہر کرے گا اس کی تلوار باطل کو مٹادے گی بعض لوگ خوشی سے اور بعض خوف سے اس کی پیروی کریں گے اے لوگو! اس کشائش پر خوش ہو جاؤ خدا کا وعدہ حق ہے جس کے خلاف نہیں ہوسکتا اور اس کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا اور وہ حکیم وخبیر ہے اور خدا کی مدد نزدیک آ پہنچی ہے۔(۱)

یہ حدیث ان دونوں آیتوں کی موئدہ ہے جو تحریر کی گئیں۔

خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

وَحَشَرْنَاهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ أَحَدًا. (۲)

روز قیامت، ہم سب کو زندہ کر کے اکٹھا کریں گے اور کسی ایک کو بھی نہ چھوڑیں گے۔

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ روز قیامت ہر انسان چاہے مومن ہو یا کافر عذاب سے مرا ہو یا اپنی موت سے زندہ کر کے اٹھایا جائے گا اور حساب وکتاب کے لئے میدان محشر میں لایا جائے گا۔

۳. سورہ انبیاء میں فرماتا ہے:

وَحَرَامٌ عَلَى قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا أَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُونَ . (۳)

حرام ہے ان بستیوں پر جن کو میں نے ہلاک کیا ہے وہ پلٹ کر نہ آئیں۔

اس آیت کا تعلق روز قیامت سے نہیں ہوسکتا ورنہ قرآن مجید میں تناقض لازم آئے گا کیونکہ سورہ کہف میں خدا نے فرمایا ہے کہ روز قیامت ہم ہر شخص کو زندہ کر کے اٹھائیں گے کسی ایک کو بھی نہ چھوڑیں گے پس یقیناً اس آیت کا تعلق دنیا سے ہے اور آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جن لوگوں نے دنیا میں اپنی بداعمالیوں کی سزا نہیں پائی ہے وہ پھر دنیا میں سزا دیکھنے کے لئے پلٹائے جائیں گے۔

---

۱. ینابیع المودۃ، باب ۷۵، ص ۳۶۸؛ بحوالہ مناقب موفق ابن اخطب خوارزم

۲. سورہ کہف، آیت ۴۷

۳. سورہ انبیاء، آیت ۹۵

اسی کا نام رجعت ہے قتادہ، عکرمہ، کلبی اور عطا نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جولوگ عذاب الٰہی سے ہلاک ہوئے ہیں وہ پھر دنیا میں پلٹ کر نہ آئیں گے۔

۴. خداوند عالم فرماتا ہے:

وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا مِمَّنْ يُكَذِّبُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ يُوزَعُونَ . (۱)

اوراس دن ہم ہر امت میں سے وہ فوج اکٹھا کریں گے جو ہماری آیتوں کی تکذیب کیا کرتے تھے اور پھر الگ الگ تقسیم کر دیئے جائیں گے

یہ آیت رجعت کا بہت واضح ثبوت ہے اس لئے کہ فرماتا ہے کہ ہم امت میں سے ایک گروہ کو محشور کریں گے حالانکہ قیامت میں ساری خلقت محشور ہوگی۔

جیسا کہ ارشاد ہے: ''فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ أَحَدًا ''یعنی نہیں چھوڑیں گے ہم ان میں سے کسی کو بغیر زندہ کئے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ علاوہ قیامت کے ایک وقت ایسا بھی ہے جب کہ کچھ لوگ زندہ کئے جائیں گے اور کچھ زندہ نہ کئے جائیں گے اور وہی رجعت ہے۔

۵. خداوند عالم فرماتا ہے:

وَلَايَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي مِرْيَةٍ مِنْهُ حَتَّى تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً أَوْ يَأْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيمٍ .(۲)

اور یہ کفر اختیار کرنے والے ہمیشہ اس کی طرف سے شبہہ ہی میں رہیں گے یہاں تک کہ اچانک ان کے پاس قیامت آجائے یا کسی منحوس دن کا عذاب وارد ہو جائے۔

اس آیت میں عقیم سے رجعت مقصود ہے کیونکہ قیامت کے علاوہ کفار کے لئے ایک عام عذاب کا روز سوائے رجعت کے کوئی دوسرا نہیں ہے۔

ائمہ اثنا عشر اور توریت سے رجعت کا ثبوت

توریت کتاب پیدائش باب ۱۷/ آیت ۲۰/ میں ہے کہ خداوند عالم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ارشاد فرمایا: اے ابراہیم! اسماعیل کے حق میں نے تیری دعا سنی، دیکھ میں اسے برکت دوں گا اور اسے برومند کروں گا

---

۱. سورہ نمل، آیت ۸۳

۲. سورہ حج، آیت ۵۵

اور اسے بہت بڑھاؤں گا اور اس سے بارہ سردار پیدا ہوں گے اور میں اسے بڑی قوم بناؤں گا۔

اس عبارت کی شرح میں جناب مولوی محمد عبدالغفور صاحب اعظم گڑھی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں: اب یہ اقرار کہ اسماعیل کو بہت بڑھاؤں گا کون کہہ سکتا ہے کہ قبل ظہور محمدی پورا ہو گیا کیونکہ اس وقت اولاد اسماعیل دینی اور دنیوی دونوں قسم کی فضیلتوں میں بمقابل بنی اسرائیل کے بہت پیچھے تھے لیکن دور احمدی میں رسالت وحکومت اور ہر طرح کی فضیلتوں کا دروازہ اسماعیلیوں پر کھل گیا اور سرزمین کنعان جس کے عطا کا وعدہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوا تھا۔(۱)

جس خاندان کی ایک شاخ کھو چکی تھی دوسری شاخ نے بتوفیق الٰہی دشمنوں سے چھین لیا اور اطراف عالم میں برکات توحید کو اس طرح پھیلا دیا جس کی آب وتاب اب تک علی حالہ باقی ہے وہ وعدہ جس کو ہم نے نمبر ۵ رمیں ذکر کیا ہے کہا جاتا ہے کہ قبل ظہور اسلام پورا ہو گیا اور اس کی سند میں مخالفین اسلام کتاب پیدائش باب ۲۵ ردرس ۱۶ رکا یہ ٹکڑا پیش کرتے ہیں۔

یہ بارہ فرزندان اسماعیل اپنی امتوں کے بارہ رئیس تھے لیکن خاندان کا بڑا بوڑھا دنیا میں معمولا رئیس اپنے خاندان کا ہوا ہی کرتا ہے اور فرزندان اسماعیل بھی اسی دستور کے موافق رئیس خانہ تھے لیکن خدا نے زور وشور کے ساتھ جو اظہار شفقت فرمایا تھا اس سے یہ مراد نہیں ہوسکتا کہ گھر کے احاطہ سے اسماعیلی سرداروں کی سرداری محدود رہے گی بلکہ جہاں قیاس سلیم تائید کرتا ہے اس سے دین یا دنیا کی کسی طرح کی ولایت عامہ مقصود ہے اور غالبًا اس سے ائمہ اثنا عشر مقصود ہیں خواہ بارہ الوالعزم نامور شاہان اسلام مقصود ہیں جن کے رقبہ حکومت کو سلیمان کے رقبہ حکومت سے ارباب تاریخ بڑھا ہوا تسلیم کرتے ہیں۔

میں عرض کرتا ہوں کہ مولوی عبدالغفور صاحب نے حمایت اسلام میں پہلے تو بہت سنجیدہ بات کہی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بڑے زور وشور کے ساتھ خدا کا وعدہ کہ میں اسماعیل سے بارہ سردار پیدا کروں گا اس سے یہ مراد نہیں ہوسکتا کہ گھر کے احاطہ سے اسماعیلی سرداروں کی بزرگی محدود رہے گی بلکہ جہاں قیاس سلیم تائید کرتا ہے اس سے دین یا دنیا کی ولایت عامہ مقصود ہے اس کے بعد یہ لکھ کر کہ غالبًا اس سے ائمہ اثنا عشر مقصود ہیں خواہ بارہ اولوالعزم نامور شاہان مقصود ہیں حقیقت کو مشتبہ کرنا چاہا ہے توریت کی اس عبارت کو دیکھتے ہی پہلے ان کے قیاس مسلم نے ائمہ اثنا عشر کی طرف ان کے دماغ کو پہنچا دیا لیکن موصوف

---

۱. مصباح ص ۴۱۲

فوراً متوجہ ہوئے کہ یہ کیا غلطی کررہا ہوں کہ خلفاء کو چھوڑ کر ائمہ اثنا عشر پر اس عبارت کی تطبیق کررہا ہوں لہٰذا فوراً عنان قلم کو موڑا اور لکھ دیا کہ بارہ اولوالعزم نامور شاہان اسلام مقصود ہیں۔

پہلے دیکھنا یہ ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لئے دنیوی حکومت و بادشاہت مانگی تھی یا دینی شرافت و سرداری مانگی تھی اس کے بعد اس کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے کہ خدا نے جو اسماعیل علیہ السلام کی نسل میں بارہ سردار پیدا کرنے کا وعدہ کیا تھا اس سے دنیوی بادشاہ مقصود تھے یا دینی سردار مقصود تھے۔

خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ☆ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ☆ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ. (۱)

اور اس وقت کو یاد کرو جب ابراہیم علیہ السلام و اسماعیل علیہ السلام خانہ کعبہ کی دیواروں کو بلند کررہے تھے اور دل میں یہ دعا تھی کہ پروردگار ہماری محنت کو قبول فرمالے کہ تو بہترین سننے والا اور جاننے والا ہے۔ پروردگار ہم دونوں کو اپنا مسلمان اور فرمانبردار قرار دے اور ہماری اولاد میں بھی ایک فرمانبردار امت پیدا کر ہمیں ہمارے مناسک دکھلا دے اور ہماری توبہ قبول فرما کہ تو بہترین توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ پروردگار ان کے درمیان ایک رسول کو مبعوث فرما جو ان کے سامنے تیری آیتوں کی تلاوت کرے۔ انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور انکے نفوس کو پاکیزہ بنائے بے شک تو صاحبِ عزت اور صاحبِ حکمت ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی ذریت کے لئے پروردگار عالم سے دین و علم و مغفرت و رسالت مانگی تھی، بادشاہت و حکومت نہیں مانگی تھی۔

اور اسی سورہ بقرہ میں ارشاد ہوتا ہے:

۱۔ سورہ بقرہ آیت ۱۲۷ تا ۱۲۹

وَإِذْ ابْتَلَى إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي قَالَ لَايَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ. (۱)

اور اس وقت کو یاد کرو جب خدا نے چند کلمات کے ذریعے ابراہیم علیہ السلام کا امتحان لیا اور انہوں نے پورا کر دیا تو اس نے کہا کہ ہم تم کو لوگوں کا امام اور قائد بنا رہے ہیں۔انہوں نے عرض کی کہ میری ذریت ارشاد ہوا کہ یہ عہدۂ امامت ظالمین تک نہیں جائے گا۔

اس موقع پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پروردگار عالم سے اپنی ذریت کے لئے صرف امامت مانگی لیکن ائمہ کے تعداد کی کوئی تعیین نہیں کی جیسا کہ رسالت طلب کرنے کے وقت عرض کیا کہ میری ذریت سے ایک امت مسلمہ بنا اور ان میں انھیں میں سے ایک رسول مبعوث کر جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی ذریت کے لئے متعدد امامتوں کے خواہاں تھے اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ توریت والی آیت میں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پروردگار عالم نے نسل اسماعیل سے بارہ سردار بنانے کا وعدہ کیا تھا اس سے بارہ امام مقصود تھے نہ کہ بارہ بادشاہ کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پروردگار عالم سے اپنی ذریت کے لئے رسالت و امامت مانگی تھی۔

نیز یہ کہ میں نہ سمجھ سکا کہ بادشاہان اسلام پر بارہ سردار کی تطبیق میں مولوی صاحب کا قیاس سلیم کہاں کھو گیا اگر موصوف نے بارہ سردار خلفائے راشدین کو مراد لیا ہے تو ان کی تعداد چار تھی اور خدا کو یقیناً معلوم تھا کہ اہل سنت کے خلفاء چار ہوں گے تو اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بارہ کا وعدہ کیوں کیا اور السلاطین اسلام کو مراد لیا ہے تو جناب ابوبکر سے لے کر آخری عباسی خلیفہ المتوکل علی اللہ، عبدالعزیز بن یعقوب ابن متوکل تک جو سلاطین گذرے ہیں ان میں سے ۴ر خلفائے راشدین اور ۱۵ر اموی خلفاء اور ۵۱ر عباسی خلفاء تھے۔

بشہادت تواریخ اہل سنت یہ سب نسل حضرت اسماعیل سے تھے پھر خداوند عالم نے ۷۰ر کیوں نہ فرمایا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مزید مسرت و شکر گذاری کا سبب ہوتا ۱۲ر کیوں فرمایا لہٰذا ہر صاحب عقل سمجھ سکتا ہے کہ ۱۲ر سردار سے نہ تو خلفائے ثلاثہ مقصود تھے نہ سلاطین اسلام بلکہ اولاد حضرت اسماعیل سے ۱۲ر وہ پیشوائے امت و امام خلق مقصود تھے جو ائمہ اہلبیت علیہم السلام کہے جاتے ہیں اور یہی ہستیاں اس لائق بھی تھیں کہ

---

۱. سورہ بقرہ، آیت ۱۲۴

خداوند عالم مقام امتنان میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کے وجود کی خبر دیتا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام واسماعیل مسرور وشکر گذر ہوتے نہ کہ فساق وفجار بنی امیہ وبنی عباس۔

ائمہ اثنا عشر کی امامت پر ان نصوص کے علاوہ جو امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کے ذیل میں قرآن اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "مثل آیت اولی الامر اور آیت وسیلہ اور آیت کونوا مع الصادقین اور حدیث ثقلین اور حدیث سفینہ" وغیرہ جو گذر چکیں ہیں مزید یہ چودہ نصوص حدیثوں کی شکل میں اور ان کی معتبر کتابوں سے باختصار پیش کیئے گئے جملہ، ان لوگوں کے لئے جو جویائے حق اور انصاف پسند ہیں کافی ہیں۔

لیکن اس کو کیا کیا جائے کہ علمائے اہل سنت اپنے مقصود کے موافق تو روایات ضعیف وآحاد سے قطع نظر موضوعات پر اس طرح ایمان لاتے ہیں کہ ان کو قرآن کا ناسخ قرار دیتے ہیں لیکن شیعہ جب خود ان کی کتابوں سے اپنے مذہب حقہ کی تائید میں صحیح اور متواتر حدیثیں پیش کرتے ہیں تو پہلے اس سے انکار وتاویل کرتے ہیں اور جب اس سے بھی کام نہیں چلتا تو شیعوں کو برا بھلا کہتے ہیں اور ان کی طرف غلط اور بے بنیاد باتیں منسوب کر کے مسلمانوں کو ان سے متنفر کرتے ہیں۔

پانچویں قیامت: دنیا کا فنا ہو جانا اور دوبارہ خلق ہونا

ایک روز دنیا اور دنیا کی تمام چیزیں فنا ہو جائیں گی اور جز ذات خدا کے کوئی باقی نہ رہے گا پھر وہ قادر مطلق اس دنیا اور کل خلائق کو ان کی اصل حالت پر بغیر کسی مادہ کے پیدا کرے گا اور میدان محشر میں اکھٹا کرے گا تا کہ وہ اپنے نیک وبد اعمال کا حساب دیں اور اس کی جزاء وسزا دیکھیں۔

تناسخ

آواگون، باطل ہے اور اس کا مقصد خارج از اسلام ہے۔

شفاعت

انبیا اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اور ائمہ طاہرین علیہم السلام اور مومنین کا شفاعت کرنا حق ہے۔

سوال منکرونکیر

فشار قبر، ثواب وعقاب، جنت وجہنم، احباط وعفو، توبہ وعذاب اہل کبائر، صراط ومیزان سب حق ہیں اوران کا منکر اسلام سے خارج ہے یہ ہیں بطور اجمالی مذہب حقہ امامیہ کے پاک وپاکیزہ عقائد جومطابق عقل وکتاب اللہ اور مطابق سنت رسول وتعلیمات ائمہ طاہرین ہیں۔

جوابوہریرہ اورانس بن مالک وابوحنیفہ ومالک وشافعی سے نہیں بلکہ طیبین وطاہرین سے حاصل ہوئے ہیں جن سے بہتر اصول مذاہب عالم پیش نہیں کرسکتے اور فرق اسلام میں کوئی فرقہ ان اصول میں شیعوں کا شریک نہیں ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ امامیہ جس کو خدا اوراس کے رسول نے شیعہ کا خطاب عطافرمایا ہے صرف ایک ہی فرقہ ہے اور یہی وہ فرقہ ہے جس کے ہدایت یافتہ اورناجی ہونے کی خبر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی ہے اس کے سوا اسلام میں جتنے فرقے ہیں سب اہل دعویٰ اور گمراہ اور جہنمی ہیں۔

ان کے علاوہ جوعقائد علمائے اہل سنت نے اپنی کتابوں میں شیعوں کی طرف منسوب کئے ہیں یا اپنی تحریروں اورتقریروں میں منسوب کئے ہیں وہ سب بالکل جھوٹ اورافتراہیں۔

علمائے عامہ غلاۃ واسماعیلیوں اور زیدیوں کوشیعہ قرار دے کر لفظ شیعہ سے فائدہ اٹھاتے ہیں اوران کے باطل اورلغوعقائد شیعوں کی طرف منسوب کرتے ہیں لہٰذا اس سے دھوکہ نہ کھانا چاہئے اور پروردگار کا شکر ہے جس کی توفیق ومدد سے اسلام کے تہتر فرقوں میں سے صرف شیعہ کا ہدایت یافتہ ہونا قرآن مجید اورخود اہل سنت کی بہت سی معتبر اورصحیح کتابوں اور مضبوط دلائل وبراہین سے ثابت کیا گیا ہے خداوندعالم مسلمانوں کواس کتاب کا فائدہ حاصل کرنے کی توفیق عطافرمائے اور میرے لئے اس کو ذخیرہ آخرت قرار دے۔ آمین

واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم

وآخردعوانا ان الحمدللہ رب العامین

السیدعلی الرضوی قمی گوپالپوری

متوطن اترولہ ضلع گونڈہ یوپی ۱۳؍اپریل ۱۹۶۵ء

منابع وماخذ

قرآن کریم

انوارالتنزیل واسرارالتاویل: ''تفسیر بیضاوی'' عبداللہ بن عمر بیضاوی شیرازی م: ۶۸۵ھ یا ۶۹۱ھ

اعیان الشیعہ: سید محسن جبل عاملی م: ۱۳۷۱ھ مطبوعہ لبنان (جلدامام زمان عج)

اعلام الموقعین: ابن قیم جوزیہ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر، بیروت دارالجبل ۱۹۷۳ء

اختیار معرفة الرجال ''رجال کشی'' ابوعمرو محمد بن عمر بن عبدالعزیز م: ۳۸۵ھ انتشارات دانشگاہ مشہد

ارجح المطالب: مولوی عبیداللہ امرت سری، مطبوعہ دوم ۱۳۴۰ھ

اسد الغابہ فی معرفة الصحابة: ابوالحسن عزالدین بن علی بن محمد، ابن اثیر م: ۶۳۰ھ مطبوعہ ۱۳۸۵ھ قاہرہ

ازالة الخفاء فی مناقب الخلفا: شاہ ولی اللہ دہلوی م: ۱۱۷۶ھ

الاستیعاب فی معرفة الاصحاب: ابن عبدالبر بن عاصم، نمری، قرطبی

کتاب الاکمال، ابن ماکولا، علی بن ہبة اللہ دارالکتب العلمیہ بیروت

ارشادالساری، شرح بخاری: قسطلانی، مطبوعہ مصر

احیاء علوم الدین: ابوحامد محمد بن محمد ''امام غزالی'' مطبوعہ دارالمعرفت بیروت

الاحاد والمثانی: ابن ابی عاصم، دارالرایة، مطبوعہ ریاض، سعودی

اخبارالطّوال دینوری ابوحنیفہ احمد بن داود، مطبوعہ مصر،

اعلام الوری، امین الاسلام، ابوعلی فضل بن حسن طوسی ۵۴۸ھ مطبوعہ ۳۹۹ھ دارالمعرفت بیروت

ابیات، ملا مبین فرنگی محل لکھنو

الارشاد فی معرفۃ حجج اللہ علی العباد، ابو عبداللہ محمد بن محمد بن نعمان بغدادی، ناشر شیخ مفید، قم

الاحکام السلطانیۃ: ابوالحسن علی بن محمد ماوردی

اسباب النزول القرآن: علی بن احمد الواحدی، طبعہ مصر

اخیر الکلام فی احوال العرب والاسلام

اناجیل اربعہ

ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول: حافظ محمد بن علی بن محمد شوکانی، مطبوعہ مصر

ارشاد القاصد فی اسنی المقاصد، مطبوعہ بیروت

الامامۃ والسیاسۃ لابن قتیبہ: تحقیق علی شبیری، بیروت دار الاضواء طبع اول ۱۴۱۰ھ

احتجاج طبرسی، ابو منصور احمد بن علی طبرسی ''چھٹی صدی ہجری'' مطبوعہ بیرت

اربعین: محمد ابن عمر بن حسن تیمی، امام فخر الدین رازی

الاصابہ فی تمیز الصحابۃ، ابن حجر عسقلانی، ابو الفضل احمد بن علی بن محمد کنانی م: ۸۵۱ھ مطبوعہ ۱۳۱۵ھ

الامل، ابن اثیر، عز الدین ابو الحسن علی بن محمد م: ۶۳۰ھ

استقصاء الافحام مطبوعہ ''ہند'' ۱۳۱۵ھ

امہات الامۃ، مولوی نذیر احمد دہلوی

اشعۃ اللمعات، مولانا عبد الحق صاحب دہلوی، مطبوعہ نولکشور

بہشتی زیور، مولانا اشرف علی تھانوی

بحار الانوار: علامہ مجلسی محمد باقر بن محمد تقی اصفہانی، متولد ۱۰۳۷ھ، م: ۱۱۱۰ھ ایران

بغیۃ الوعاۃ: علامہ جلال الدین سیوطی، عبد الرحمٰن بن ابی بکر، دار الفکر بیروت

صحیح بخاری: ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری م: ۲۵۶ھ مطبوعہ مصر ۱۳۴۰ھ

تحفہ اثنا عشریہ: شاہ عبد العزیز بن شاہ ولی اللہ دہلوی

تفسیر ڈائیلی مطبوعہ ۱۸۵۶ء

تحفۃ الخیار علی نور الانوار: مولانا عبد الحی صاحب لکھنوی

تذییل، شرح عقائد: مولانا اشرف علی تھانوی،

تاریخ الخلفاء: جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابوبکر سیوطی، م: ۹۱۱ھ، مطبوعہ دارالجیل بیروت
تفسیر فرات الکوفی: فرات بن ابراہیم بن فرات کوفی، کتاب فروشی داوری قم
تاریخ خمیس دیار بکری مطبوعہ مصر
تفسیر الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل: ابوالقاسم زمخشری، محمد بن عمر خوارزمی م: ۵۳۸ھ مطبوعہ مصر
تہذیب التہذیب: احمد بن علی ابوالفضل ابن حجر عقلانی، دار صادر، بیروت
تہذیب الاسماء، واللغات: نووی ابوزکریا محی الدین بن شرف مطبوعہ بیروت
تاریخ القرآن: ابوعبداللہ زنجانی
تفسیر ابن جریر طبری، موسسہ الاعلی للمطبوعات
تفسیر ابوالسعود ''ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم'' محمد بن محمد بن مصطفیٰ العمادی
تمتہ المختر فی اخبار البشر، ابن الوروی، علامہ عمر بن مظفر عمر
تفسیر درمنثور فی التفسیر بالماثور: جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابوبکر سیوطی، م: ۹۱۱ھ دار المعرفت بیروت
تفسیر ابن کثیر رازی عماد الدین ابوالفداء اسماعیل بن کثیر قرشی، دمشقی م: ۷۷۴ھ، مطبوعہ مصر ۱۳۵۷ھ
تفسیر ثعلبی ''الجواہر الحسان فی تفسیر القرآن، ابوزید عبدالرحمٰن بن محمد بن مخلوف ثعلبی
تفسیر بیضاوی ''انوار التنزیل واسرار التاویل'' ابوالخیر عبداللہ بن عمر بن محمد البیضاوی، مطبوعہ بمبئی
تفسیر نیشاپوری، نظام الدین حسن بن محمد بن حسین قمی نیسابوری معروف بنظام الاعرج، مطبوعہ بمبئی
تفسیر الخازن ''لباب التاویل فی معانی التنزیل'' الخازن، ابوالحسن علی بن محمد بن ابراہیم بن عمر الشیحی
تفسیر عمدہ البیان: سید عمار علی م: ۱۳۰۴ھ مطبوعہ ہند ۱۳۲۲ھ
تفسیر ابوالفتوح رازی: حسین بن علی بن محمد بن احمد خزاعی نیشاپوری رازی
تفسیر انوار القرآن: حجۃ الاسلام والمسلمین، آیۃ اللہ... مولانا سید راحت حسین صاحب قبلہ گوپالپوری
تفسیر صافی، فیض کاشانی ۱۰۹۱ھ مطبوعہ موسسہ الاعلمی بیروت
وفیات الاعیان ''تاریخ ابن خلکان'': احمد بن محمد بن ابراہیم بن ابی بکر بن خلکان برمکی
تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاعلام: ذہبی، شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد دار الکتب العربی بیروت
تاریخ خلیفہ، خلیفہ بن خیاط بن ابی ہبیرہ لیثی، عصفری م: ۲۴۰ھ
تنزیہ الانساب فی قبائل الاعرابوشیوخ الاصحاب، احمد سلطان مصطفوی، چشتی

پہلا اختلاف

حدیث قرطاس

محمد بن عبدالکریم شہرستانی شافعی نے اپنی کتاب ملل ونحل اور دیگر مورخین نے اپنی اپنی کتابوں میں مسلمانوں کے درمیان افتراق ہونے کے بہت سے اسباب تحریر کئے ہیں ان میں سے ہم نے ۱۰ ر مشہور اختلاف مفصل طور پر اس کتاب میں تحریر کئے ہیں:

اول تنازع وقع فی مرضة صلی اللہ علیه وسلم فیها وقع رواہ محمد بن اسمعیل البخاری باسنادہ عن ابن عباس قال لما اشتد بالنبی مرضه مات فیه قال ایتونی بداوة وقرطاس ان اکتب لکم کتا با لاتضلوا بعدی ابدا فقال عمررضی الله عنه :ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قد غلب علیه الوجع وفی اخریٰ ان هذا الرجل لیهجر حسبنا کتاب اللہ وکثیر اللفظ فقال النبی صلی اللہ علیه وسلم قوموا عنی لاینبغی عندی التنازع قال ابن عباس الرزیة کل الرزیة ما حال بیننا وبین کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم .(۱)

پہلی نزاع جو حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض میں واقع ہوئی ۔اس امر میں ہوئی جس کو محمد بن اسمعیل بخاری نے اپنے اسناد کے ذریعہ ابن عباس سے روایت کی: ابن عباس نے کہا کہ جب حضرت رسول اللہ (ص) کے مرض نے شدت اختیار کی جس میں آپ کی

---

۱. الملل والنحل ج۱ص۲۰ (المقدمة الرابعه)

تبصرة العوام، جناب مرتضیٰ رازی م: ۴۷۰ھ
تحقیق الکلام فی مسئلة البیعة والالہام ابو عبداللہ قوری
تاریخ طبری (تاریخ الامم والملوک) ابو جعفر محمد بن جریر طبری م: ۳۱۰ھ دار المعارف قاہرہ مصر
تذکرة الخواص، سبط عبدالرحمٰن بن جوزی "سبط ابن جوزی" م: ۶۵۴ھ مطبوعہ ۱۳۶۹ھ نجف
تاسیس الشیعہ للعلوم الاسلام، سید حسن صدر منشورات الاعلی تہران
تنبیہ الوسنان، علامہ اشرف بن طیب بن تقی الدین حیدر حنفی
جمع الجوامع، ابو المحاسن، عبدالواحد بن اسماعیل رویانی م: ۵۰۲ھ
جواہر المضیہ، مولوی سید اعجاز حسین صاحب
الجامع الصغیر فی الاحادیث البشیر النذیر، جلال الدین سیوطی، م: ۹۱۱ھ مطبوعہ دار الفکر بیروت
حاشیہ الجامع الصغیر فی الاحادیث البشیر النذیر، جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابوبکر سیوطی، م: ۹۱۱ھ
جامع کبیر، جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابوبکر سیوطی، م: ۹۱۱ھ دار الفکر، بیروت
جذب القلوب: مطبوعہ کلکتہ
حج الکرامہ فی آثار القیامہ، صدیق حسن خاں،
حلیة اولیاء وطبقات الاصفیا: ابو نعیم، احمد بن عبداللہ اصفہانی، م: ۴۳۰ھ مطبوعہ سلفیہ، ۱۳۵۷ھ بیروت
حیواة الحیوان دمیری، محمد بن موسیٰ الدمیری
حبیب السیر: محمد بن محمد بن خواند میر
حدیقة الحقیقة حکیم سنائی، غزنوی، م: بعداز ۵۳۸ھ
حاشیہ سندی بخاری، مطبوعہ مصر
درمختار: علامہ شامی
دانی، امین ابن ابراہیم شموئیل
ذخیرة المال فی شرح عقد جواہر الآل
رسالة الاحتواء علی مسئلة الاستواء نواب صدیق حسن بھوپائی
روضہ الصفا فی سیرة الانبیاء والملوک والخلفاء، محمد میر خواند بن خاوند شاہ، م: ۹۰۳ھ
ربیع الابرار، ابو القاسم محمود بن عمرو بن احمد، زمخشری جار اللہ

روضۃ الاحباب فی سیرۃ النبی والآل واصحاب میر جمال الدین عطاء اللہ بن فضل اللہ

رسالہ ضرورۃ الامامۃ، مرزا غلام احمد ابن غلام مرتضی ابن عطا محمد ابن گل محمد،

الرسالہ الرفع وتکمیل، مونالا عبدالحی احب فرنگی محل، مبطوعہ انوار محمدی لکھنو

الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ المبشرین بالجنۃ، ابو جعفر احمد المحب الطبری، دار الندوۃ الجدیدۃ

سیرۃ النعمان مطبوعہ دہلی علامہ شبلی نعمانی

سنن بیہقی (السنن الکبریٰ) ابوبکر احمد بن حسین بیہقی م: ۴۵۸ھ دار المعرفت بیروت

سنن ترمذی، ابوعیسی، محمد بن عیسی بن سورہ، م: ۲۷۹ھ مطبوعہ ۱۳۵۷ھ قاہرہ، باتحقیقات احمد شاکر

سنن ترمذی ''اردو'' مولانا نذیر الحق قادری

السقیفہ: علامہ جوہری

السیرۃ الحلبیہ، علی بن برہان الدین حلبی شافعی م: ۱۰۴۴ھ مطبوعہ بیروت

سنن ابی داود: سلیمان ابن الاشعث السجستانی الازدی،، دار احیاء السنۃ النبویہ

سر العالمین مقالہ رابعہ، مطبوعہ بمبئی

سیرۃ النبی: علامہ شبلی

السیرۃ النبویہ (سیرہ ابن ہشام) ابو محمد عبد الملک بن ہشام،

شواہد التنزیل: عبداللہ بن عبداللہ حسکانی ''پانچویں صدی ہجری''، مطبوعہ ۱۳۹۳ھ بیروت

شذرات الذہب، ابن علماو حنبلی ابو الفلاح عبدالحی بن العماد بیروت دار الفکر ۱۴۰۹ھ

شرح المقاصد، مسعود بن عمر بن عبداللہ تفتازانی، م: ۷۹۳ھ مطبوعہ ۱۲۷۷ھ استانبول

شرح تجرید: قوشجی

شرح مواقف، سید شرف جرجانی

شواہد النبوت، مولانا عبدالرحمٰن ملا جامی، طبع لکھنؤ ۱۹۰۵ء

شرح عقائد: نسفی

شرح شفا: قاضی عیاض

شرح فقہ اکبر: ملا علی قادری، مطبوعہ مصر،

شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، عبدالحمید بن ابی الحدید مدائنی، م: ۶۵۶ھ مطبوعہ ۱۳۷۸ھ قاہرہ،

الصواعق المحرقہ فی الرد علی اہل البدع، ابن حجر مکی ابو العباس احمد بن محمد بن علی بن حجر ہیثمی م ۹۷۴ھ
صیانۃ الایمان، مطبوعہ مراد آباد، مولوی شہود الحق
الصوارم المہرقہ فی دفع الصواعق المحرقہ: شہید ثالث، قاضی نور اللہ بن شریف تستری م: ۱۰۱۹ھ
صحیح مسلم، ابو الحسن، مسلم بن حجاج بن مسلم قشیری نیشاپوری، م: ۲۶۱ھ مطبوعہ بیروت
کتاب الضعفا، محمد ابن اسماعیل، امام بخاری
طبقات الکبریٰ: محمد بصری ابن سعد کاتب واقدی بصری م ۲۳۰ھ دار صادر ۱۳۲۲ھ و مطبوعہ لندن
عشرہ طروس، طرس عاشر، مولوی اشرف علی تھانوی مطبوعہ مجتبائی دہلی
العقد الفرید، شہاب الدین احمد، ابن عبد ربہ الاندلسی المالکی م: ۳۲۸ھ، مطبوعہ عامرہ شرقیہ، مصر
عین الحیات: علامہ مجلسی
العبر، علامہ ذہبی، شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان، دار الکتب العلمیہ بیروت
عبقات الانوار "حدیث طیر" مولانا سید میر حامد حسین "ہندوستان"
عمدۃ الرعایۃ، مولانا عبد الحی
غایۃ المرام فی الحجۃ الخصام عن طریق الخاص والعام، سید ہاشم بن سلیمان بحرانی م: ۱۱۰۷ھ مطبوعہ موسسہ اعلمی بیروت
غنیۃ الطالبین شیخ عبد القادر جیلانی۔ مطبوعہ لاہور، بڑے پیر صاحب
فتح الباری شرح بخاری، ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی بن حجر طبعہ اولی بیروت دار الکتب العلمیہ
فرائد السمطین، ابراہیم بن محمد بن موید جوینی خراسانی شافعی، م: ۷۳۰ھ مطبوعہ بیروت
فتح مبین مع تنبیہ وہابیین، مولانا محمد منور علی مراد آبادی مطبوعہ مطبع آسی اصح المطابع محمود نگر لکھنو۔
الفصول المہمۃ فی معرفۃ احوال الائمۃ: نور الدین علی بن محمد بن احمد، ابن صباغ مالکی، م: ۸۵۵ھ مطبوعہ نجف اشرف
فضائل بیروفی محاسن قاہرہ، ابن حجر عسقلانی، ابو الفضل، احمد بن علی بن حجر،
فتح المبین رد مذہب مقلدین: مولانا محمد منصور علی مراد آبادی
فاطمہ کا چاند: مولانا عبد الصمد رحمانی پھلواری پٹنہ
فتاوی، شاہ عبد العزیز دہلوی، شاہ ولی اللہ دہلوی

قرۃ العینین، شاہ ولی اللہ دہلوی مطبوعہ مجتبائی پریس دہلی

قادیانی مذہب، بحوالہ حمامۃ البشری، مرزا غلام احمد ابن غلام مرتضی ابن عطا محمد ابن گل محمد صاحب

کنز العمال: متقی ہندی) علاء الدین علی بن حسام الدین م: ۹۷۵ھ مطبوعہ ۱۳۹۹ھ بیروت

الکافی، محمد بن یعقوب کلینی، م: ۳۲۹ھ مطبوعہ دار الکتب اسلامیہ ۱۳۸۸ھ تہران

کشف الاستار من زوائد البزار علی الکتب الستۃ، نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی، تحقیق حبیب الرحمٰن الاعظمی، موسستہ الوسالۃ، بیروت، ۱۳۹۹ھ۔

الکامل فی التاریخ ابن اثیر عز الدین ابوالحسن علی بن محمد م: ۶۳۰ھ ناشر دار الکتب العلمیہ بیروت۔

گلستان باب اول در سیرت بادشاہان

الکامل فی ضعفاء الرجال، ابن عدی جرجانی ابو محمد عبد اللہ بیروت دار الفکر ۱۴۰۹ھ

کتاب الہدایت: امام غزالی

کشف الالتباس: نواب صاحب بھوپال

کبریت احمر: مظفر علی شاہ، محمد تقی بن محمد کاظم کرمانی

کفایۃ الطالب، محمد بن یوسف گنجی

کشکول: محمد علی شیرازی

اللئالی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ، علامہ جلال الدین سیوطی، دار الموضوعہ بیروت

مذاہب الاسلام: عبد الغنی رامپوری

مودۃ القربی: سید علی ہمدانی شافعی

میزان الاعتدال، علامہ ذہبی، شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان، دار المعرفت بیروت

المسائدہ: محی الدین حنفی

مجالس المومنین، قاضی نور اللہ شوشتری مطبوعہ تہران

مرزا غلام احمد ابن غلام مرتضی ابن عطا محمد ابن گل محمد کا خط، بنام اخبار عام لاہور مورخہ ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء

مناقب ابن مغازلی، مناقب الامام امیر المومنین علی ابن ابیطالب، علی بن محمد شافعی، بیروت دار اضواء

مناقب خوارزمی: المناقب، الموفق بن احمد الخوارزمی، نشر الاسلامی قم، ۱۴۱۱ھ

مناقب، الابی طالب ابن شہر اشوب ابو جعفر رشید الدین محمد بن علی بیروت دار الفکر اء ۱۴۱۲ھ

مقدمہ عالمگیری

مختلف الحدیث: ابن قتیبہ

لسان المیزان، علامہ ابن حجر عسقلانی، ابوالفضل، احمد بن علی، الاعلمی للمطبوعات بیروت

مغیث الخلق الی اختیار الحق، امام الحرمین

مثالب، ابوالمنذر ہشام بن محمد بن سائب کلبی م: ۲۰۶ھ

منہاج السنۃ، ابن تیمیہ

المعلم: ترجمہ مسلم

مراۃ الانوار ومشکاۃ الاسرار، مولی ابوالحسن فتونی

المصنف: عبداللہ بن محمد ابن ابی شیبہ، م: ۲۳۵ھ دار السلفیہ بمبئی ہندوستان

مسند ابویعلی: ابویعلی

معجم کبیر: طبرانی، ابوالقاسم سلیمان بن احمد، مطبوعہ دار الاحیاء التراث العربی بیروت

مرات الجنان، یافعی، شیخ عبداللہ بن اسعد، طبعہ دار المعارف نظامیہ حیدرآباد ''ہندوستان'' ۱۳۳۶ھ

مرات الجنان وعبرۃ القظان فی معرفۃ حوادث الزمان، ناشر موقع الوراق۔ یافعی

مسند ابوحنیفہ مطبوعہ لکھنو

شرح مشکوۃ ''فارسی'' شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی

مسند: احمد بن محمد بن حنبل، دار الفکر بیروت

معارف ابن قتیبۃ: ابی محمد عبداللہ بن مسلم ابن قتیبۃ،، ناشر منشورات الشریف الرضی، مطبعہ امیر، قم

معارج النبوۃ: ملامعین کاشفی

الملل والنحل: ابوالفتح محمد بن عبدالکریم بن ابوبکر شہرستانی، م: ۵۴۸ھ، مطبوعہ مصر وحجاز ودار المعرفۃ بیروت ۱۴۰۴ھ

المستدرک علی الصحیحین، محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری م: ۴۰۵ھ مطبوعہ ۱۳۲۴ھ حیدرآباد دکن

مدارک: نجم الدین زاہدی

مروج الذہب، (تاریخ مسعودی) علی بن حسین مسعودی، م: ۳۴۹ھ مطبوعہ دار الاندلس، بیروت

مدینۃ العلم، علامہ ازینقی

مقاتل الطالبین، ابوالفرج اصفہانی علی بن حسین دار الکتب العلمیہ بیروت

مطالب السؤل فی مناقب آل الرسول، کمال الدین محمد بن طلحہ قرشی شافعی م: ۶۵۲ھ مطبوعہ نجف

نہج البلاغہ، ابوالحسن شریف رضی محمد بن حسین بن موسیٰ موسوی ۴۰۶ھ

نصائح کافیہ، علامہ ابن عقیل

ناسخ التواریخ، محمد تقی سپہر

نہایہ فی غریب الحدیث، ابن اثیر جزری ابوالسعادت مجد الدین المبارک بن محمد مطبوعہ بیروت

نور العین فی تفصیل الشیخین، محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ

وسیلۃ النجات، ملا مبین فرنگی محل لکھنو

وفیات الاعیان وابناء ابناء الزمان، احمد بن محمد بن ابوبکر ابن خلکان شافعی م: ۳۱۴ھ مطبوعہ مصر

وفیات الاعیان وابناء ابناء الزمان، احمد بن محمد بن ابوبکر ابن خلکان شافعی م: ۳۱۴ھ دار الثقافہ بیروت

وسیلۃ الجنان، ملا مبین، فرنگی محل لکھنو

الوافی فی المسئلۃ الشرقیۃ لامین ابن ابراہیم شمیلی مطبوعہ مصر

ہدایۃ الکبریٰ، حسین بن حمدان حسینی حصینی م: ۱۲۹۴ھ موسسہ البلاغ

الہنود، مرزا محمد کاظم برلاس مراد آبادی

الیواقیت والجواہر، ابوالمواہب عبدالوہاب بن احمد بن علی شعرانی م: ۹۷۳ھ مطبوعہ قم

ینابیع المودۃ، سلیمان بن ابراہیم قندوزی حنفی م: ۱۲۹۴ھ مطبوعہ قم

یزید بن معاویہ، علامہ ابوالنصر قدسی ''ترجمہ''

یزید بن معاویہ، سید احمد علوی عراق ''ترجمہ''



IDARA-E-ISLAH
Masjid Diwan Nasir Ali, Murtaza Husain Road
Yahiyahganj, Lucknow-226003 INDIA
www.islah.in
E-mail: info@islah.in,islah_lucknow@yahoo.co.in

فقیہ اہلبیت

حضرت آیۃ اللہ سید علی رضوی گوپال پوری



IDARA-E-ISLAH

وفات واقع ہوئی تو فرمایا کہ میرے پاس دوات اور کاغذ لاؤ تمہارے لئے ایک ایسی تحریر لکھ دوں کہ میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ پس عمر نے کہا: آنحضرت (ص) پر مرض کی تکلیف غالب ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ جناب عمر نے کہا: یہ مرد ہذیان بک رہا ہے ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے۔ (اس سے صحابہ کے درمیان) قیل وقال زیادہ ہوئی تو آنحضرت (ص) نے فرمایا کہ اٹھ جاؤ۔ نکل جاؤ۔ میرے پاس سے۔ میرے پاس جھگڑا سزاوار نہیں ہے۔ ابن عباس نے کہا: یہ دنیا کی ایک عظیم ترین مصیبت تھی جو ہم لوگوں کے اور حضرت پیغمبر خدا (ص) کی تحریر کے درمیان میں حائل ہوگئی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اسلام میں فرقہ بندی اور امت کی گمراہیوں کی بنیاد سب سے پہلے جناب عمر نے رکھی۔ اگر انھوں نے رسول خدا ﷺ (ص) کو دوات وکاغذ دے دیا ہوتا تو اسلام میں تفرقہ نہ پڑتا۔ اللہ اکبر خدا کا آخری پیغمبر سید الانبیاء جس کے متعلق خود خدا فرماتا ہے:

ما ینطق عن الھوی ان ھو الاوحی یوحی

یعنی ہمارا پیغمبر بغیر وحی کے کچھ نہیں بولتا۔

اس کی طرف ہذیان کی نسبت (نعوذ باللہ من ذلک) خدا مسلمانوں کو عقل وہوش عطا فرمائے!

ابن قتیبہ لکھتے ہیں: جناب ابوبکر نے اپنے مرض الموت میں جناب عثمان کو بلوا کر جناب عمر کی خلافت کے لئے عہد نامہ لکھوا دیا۔ (۱)

لیکن جناب عمر نے جناب ابوبکر کے اس فرمان کو ہذیان نہیں کہا اس لئے کہ یہ خود ان کے مفاد میں تھا اور حکومت مل رہی تھی حالانکہ جناب ابوبکر کی حالت اس عہد نامہ کے وقت ہذیان ہونے سے زیادہ قریب تھی۔

۱. اس سبب سے کہ جناب ابوبکر کی حالت اس عہد نامہ کے لکھوانے کے وقت اتنی زیادہ خراب تھی کہ ان کو غش پہ غش آرہے تھے جیسا کہ ابن قتیبہ وغیرہ نے لکھا ہے۔

۲. اس سبب سے کہ جناب ابوبکر رسول نہ تھے نہ ان پر وحی نازل ہوتی تھی ان کا ہذیان میں مبتلا ہونا جائز تھا۔

---

۱. امامت وسیاست ابن قتیبہ ص ۱۹

اسی طرح جیسا کہ اہل سنت کا دعویٰ ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے آخر وقت میں ابوبکر کو نماز پڑھانے کا حکم دیا اگر اس روایت کو تسلیم کرلیا جائے تو جناب ابوبکر وعمر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان پر ہذیان کا شبہ نہیں ہوا حالانکہ اس وقت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مرض کا زیادہ غلبہ تھا۔ چنانچہ ابن قتیبہ لکھتے ہیں:

ثم انصرف رسول اللّٰہ الی منزلة وهو معصوب الراس شدید الوجع فلما کانت الصلوة اتی بلال المؤذن یدعوالی الصلوة ففتح رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم عینه وقال للنساء ادعوا ان لی حبیبی فعرفت عائشة رضی اللّٰہ انه یریدابابکر فقالت ارسل الیٰ عمرفان ابابکر رجل رقیق ان تام رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم افتضح من البکاء.(۱)

پھر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت الشرف کی طرف تشریف لے گئے آپ کا سر اقدس بندھا ہوا تھا اور شدید درد تھا پس حضرت عائشہ سمجھ گئیں کہ آنحضرت ابوبکر کو طلب فرما رہے ہیں (چونکہ وہ جانتی تھیں کہ جناب ابوبکر، رسول اللہ (ص) کو بہت پیارے ہیں پس حضرت عائشہ نے کہا کہ عمر کو بلوا لیجئے کیونکہ ابوبکر ایک مرد رقیق القلب شخص ہیں اگر آپ کی جگہ پر نماز کے لئے کھڑے ہوں گے تو جوش گریہ کے سبب سے ان کا عیب ظاہر ہوجائے گا اور عمران سے قوی ہیں پھر میں نے آدمی بھیج کر عمر کو بلوایا انھوں نے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ص) کو سلام کیا...

اس مضمون کی متعدد روایتیں بخاری میں بھی موجود ہیں یہ روایتیں بتارہی ہیں کہ جس وقت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب ابوبکر کو بلایا اور نماز پڑھانے کا حکم دیا اس وقت آپ بہت تکلیف میں تھے۔ اور شدت الم کے سبب سے آپ پر غشی کی کیفیت طاری تھی اور آنکھیں بند کئے ہوئے تھے لیکن ان شدید حالات میں بھی جناب عمر کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہذیان کا شبہ نہیں ہوا حالانکہ جناب عمر نے آکر اپنی آنکھوں سے حضرت کے حالات دیکھے ہاں! جناب عمر کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہذیان بولنے کا شبہ نہیں بلکہ یقین اس وقت پیدا ہوا جب حضرت نے دوات وقلم مانگا اور جناب عمر سمجھ گئے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن کے ساتھ اہل بیت کو بھی شریک کرنا چاہتے ہیں اور خود ہم لوگوں کے قلم سے لکھوا کر ہم

---

۱. الامامہ والسیاستہ، ج۱ص۲۰

لوگوں کو اہل بیت کی اطاعت کا پابند کرنا چاہتے ہیں چنانچہ فوراً پکار اٹھے کہ:

ان الرجل لیهجر حسبنا کتاب اللّٰہ

جیسا کہ خود جناب عمر نے حضرت ابن عباس سے اقرار کیا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اخری وقت میں چاہتے تھے کہ علی علیہ السلام کی خلافت کی تصریح کردیں لیکن میں نے فتنہ کے خوف سے روک دیا۔(۱)

ملا علی متقی نے کنز العمال میں جناب عمر سے روایت کی ہے انھوں نے کہا:

لما مرض النبی قال ادعوا الی بصحیفة و دوات اکتب کتابا لاتضلوا بعده ابدافقال النسوة من وراء الستر الاتسمعون ما یقول رسول اللّٰہ فقلت انکن صواحبات یوسف اذامر النبی عصر تن اعینکن و اذا صح رکبتن عنقه فقال رسول اللّٰہ دعوا هن فانهن خیر منکم.(۲)

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مریض ہوئے تو فرمایا کہ مرے لئے دوات وکاغذ لاؤ تا کہ ایک ایسی تحریر لکھ دوں جس کے بعد تم ہرگز گمراہ نہ ہوگے پس عورتوں نے پردہ کے پیچھے سے کہا: کیا تم لوگ سنتے نہیں جو رسول اللہ (ص) فرماتے ہیں تو میں نے کہا کہ تم لوگ یوسف والی عورتیں ہو، جب آنحضرت (ص) بیمار ہوئے تو رو رو کر اپنی آنکھیں نچوڑ ڈالیں اور جب اچھے ہوئے تو گردن پر سوار ہوگئیں آنحضرت (ص) نے یہ سن کر فرمایا کہ (اے عمر) چھوڑ وان عورتوں کو یہ تم لوگوں سے بہتر ہیں۔

اسی مضمون کی ایک روایت ابن سعد نے نقل کی ہے ان روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جن عورتوں کو جناب عمر نے حضرت یوسف والی بری اور مکار عورتیں کہا اور خود حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی فرمایا جیسا کہ آئندہ آئے گا وہ بھی جناب ابوبکر وعمر سے بہتر تھیں۔

اس مقام پر مومنین کی تفریح طبع کے لئے ایک پر لطف مضمون لکھ دیا جائے جو اس طرح ہے:

اس حدیث قرطاس نے علمائے اہل سنت کے درمیان ایک عجیب بے چینی و پریشانی پیدا کردی ہے۔ ایک طرف پیغمبر اسلام کا عظیم الشان فرمان جس پر نجات امت کا دارومدار ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود فرمایا: ایک ایسی تحریر لکھ دوں کہ میرے بعد تم لوگ کبھی گمراہ نہ ہوں اور دوسری طرف جناب عمر کا

---

۱. شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، جز ۱۲ ص ۶۱، بحوالہ تاریخ بغداد
۲. کنز العمال، ج ۵ ص ۶۴۴

بیا کا نہ قول کہ رسول ہذیان بول رہے ہیں اور کاغذ دینے سے لوگوں کو روکنا اس پر جناب عمر سے عباس کا کہنا کہ اس سے بڑی کوئی مصیبت نہیں ہو سکتی کہ لوگوں نے حضرت رسول اللہ ﷺ کو تحریر نہیں لکھنے دی اور سب سے بڑی مشکل یہ کہ امام بخاری جیسے محدث نے بخاری جیسی صحیح کتاب میں اس کو متعدد مقامات پر نقل کر دیا لہذا علماء نے جناب عمر کا دامن پاک کرنے میں اپنی ساری علمی اور دماغی صلاحتیں صرف کر دیں اور گھبراہٹ میں ایسی ایسی تاویلیں پیدا کیں جن پر مرے ہوئے بیٹے کا خون بھی ہنس پڑے اور ایک دوسرے کو جھوٹا بھی بنایا ہے۔

عالم جلیل اہل سنت سندی صاحب نے بخاری پر حاشیہ لگاتے وقت صفحہ سیاہ کر دیا۔ وہ لکھتے ہیں کہ علما نے آنحضرت ﷺ کے اس فعل کی توجیہ یہ کی ہے کہ کاغذ وقلم مانگنے سے حضرت رسول اللہ ﷺ کا مقصد صرف صحابہ کا امتحان لینا تھا۔ دیکھیں آنحضرت ﷺ کے دل کی بات کون شخص سمجھتا ہے؟ چنانچہ رسول خدا ﷺ کا اصل مقصد کوئی نہ سمجھا اور سب نے حضرت کو دوات وقلم دینا چاہا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے جناب عمر کو ہدایت کی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی بات کو سمجھ گئے اور کہا کہ قلم و دوات نہ دو یہ مرد ہذیان بک رہا ہے اور یہی رسول کا مقصد تھا لیکن ابن عباس وغیرہ رسول ﷺ کے اصل مقصد کو نہ سمجھ سکے لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جناب عمر نے جہاں جہاں خدا سے موافقت کی ہے اس واقعہ کو بھی انھیں میں شمار کیا جائے گا۔

سندی صاحب لکھتے ہیں کہ یہ توجیہ کھلا ہوا جھوٹ ہے کیونکہ حضرت کا یہ فرمانا کہ ہم ایسی تحریر لکھ دیں کہ میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم نے کاغذ وقلم دیا اور تحریر لکھوائی تو گمراہ نہ ہو گے لہذا یہ کہنا کہ حضرت کا مطلب یہ تھا کہ کاغذ وقلم نہ لاؤ یہ بالکل غلط اور جھوٹ ہے۔ جس سے پیغمبر کی ہستی منزہ تھی لہذا ضروری ہے کہ اس کے لئے کوئی دوسرا عذر تراشا جائے اور یہ کہا جائے کہ یہ حکم حضرت کا واجب نہ تھا بلکہ صرف ایک مشورہ تھا جس کی تعمیل ضروری نہ تھی لہذا جناب عمر نے آنحضرت کی زحمت کا خیال کر کے یعنی یہ خیال کر کے کہ بے سبب ایک غیر ضروری کام کے لئے کیوں تکلیف دی جائے کاغذ وقلم دینے سے روک دیا۔

لیکن سندی صاحب جس گڑھے سے بچ کر نکلنا چاہتے تھے آخر اسی میں گر پڑے یعنی حضرت رسول اللہ ﷺ کا وہی جملہ لن تضلوا ابعدی یعنی تا کہ میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ جس سے سندی صاحب نے پہلی توجیہ کو غلط اور جھوٹا ثابت کیا ہے سندی صاحب کی توجیہ کو بھی باطل کر رہا ہے۔ کیونکہ وہ تحریر جس

کے بعد امت کبھی گمراہ نہ ہو اور جس کے بغیر گمراہ ہو جائے۔ غیر ضروری اور صرف مشورہ نہیں ہو سکتی تھی۔ جس تحریر پر ہدایت و گمراہی کا دارومدار ہو وہ غیر ضروری کیونکر ہو سکتی تھی نیز یہ کہ سندی صاحب نے روایت کے آخری جملہ کو نظر انداز کر دیا کہ جب لوگوں نے کاغذ و قلم نہیں دیا اور اختلاف شروع کیا تو حضرت نے فرمایا کہ قوموا عنی یعنی میرے پاس سے نکل جاؤ یہ جملہ بتا رہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ حکم انتہائی اہم تھا کہ صاحب خلق عظیم بھی خاموش نہ رہ سکا اور حکم دیا کہ میرے پاس سے نکل جاؤ حالانکہ حضرت نے کبھی کسی کافر یا دشمن کو اپنے پاس سے نہیں بھگایا۔

مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی لکھتے ہیں کہ جن کے دل میں تمنائے خلافت چٹکیاں لے رہی تھی انھوں نے دھینگا مشتی سے منصوبہ ہی کو چٹکیوں میں اڑا دیا اور مزاحمت کی تاویل یہ کی کہ ہماری ہدایت کے لئے قرآن بس کرتا ہے اور چونکہ اس وقت پیغمبر کے حواس بجا نہیں کاغذ و قلم و دوات کا لانا ضروری نہیں ہے خدا جانے کیا کیا لکھوا دیں گے۔(۱)

نیز سندی صاحب بھی یہ بھول گئے کہ آنحضرت کبھی کوئی چیز خود نہیں لکھتے تھے پس اگر جناب عمر کاغذ و قلم پیش کر دیتے تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ ہی میں سے کسی سے لکھواتے لہذا حضرت کی زحمت کا بھی کوئی سوال نہیں پیدا ہوتا تھا اور اگر بالفرض زحمت بھی ہوتی تو اس سے زیادہ اذیت نہ ہوتی جتنی کاغذ و قلم نہ دینے سے ہوئی۔

کہا جاتا ہے کہ پھر حضرت علی علیہ السلام نے کیوں نہیں لکھوالیا۔

کتنے سادہ لوح ہیں سوال کرنے والے جو اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ جو لوگ رسول کے سامنے بیٹھ کر رسول کی نافرمانی کر رہے تھے اور ان کی طرف ہذیان کی نسبت دے رہے تھے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تحریر کو کب قبول کرتے اور جو تحریریں ہیں ان کو کب قبول کیا۔

---

۱. امہات الامۃ ص ۹۲

دوسرا اختلاف

جیش اسامہ

دوسرا اختلاف بھی اسی زمانے کا ہے جب آپ حالت مرض میں تھے۔

في مرضه صلى الله عليه واله وسلم انه قال جهز وا جيش اسامة لعن الله من تخلف عنها فقال قوم يجب علينا امتثال امره .

دوسرا اختلاف آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض کے زمانے میں یہ ہوا کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ لشکر اسامہ کیلئے آمادہ ہوجاؤ۔ خدا لعنت کرے اس شخص پر جو اس سے روگردانی کرے۔ پس ایک قوم نے کہا کہ آپ کے حکم کی اطاعت ہم پر واجب ہے

آپ نے اپنے آخری ایام زندگی میں بنفس نفیس ایک لشکر آراستہ فرمایا یہ ۱۱ھ ماہ صفر ۲۶، تاریخ کا واقعہ ہے دوسرے دن صبح کو آپ نے اسامہ بن زید بن حارثہ کو طلب فرما کر اس لشکر کا سردار بنایا اور حکم دیا کہ روم کی سرزمین پر جہاں تمہارے باپ شہید ہوئے ہیں روانہ ہوجاؤ۔ اوران لوگوں کو روند ڈالو۔

تمام مہاجرین وانصار اور جناب ابوبکر وعمر اور ابوعبیدہ وجراح وغیرہ کو تاکیدی حکم دیا کہ اسامہ کے ماتحت روانہ ہوجائیں اور حضرت علی علیہ السلام کو روک لیا اس کے بعد آپ گھر میں تشریف لے گئے پھر جب آپ کو خبر ملی کہ لوگ اسامہ کی ماتحتی میں جانے سے کوتاہی کر رہے ہیں تو آپ نہایت درجہ غضب کی حالت میں باوجود ناسازی مزاج کے باہر تشریف لائے اور منبر پر تشریف لے گئے۔ آپ کے سراقدس پر عصابہ بندھا ہوا تھا اور چادر اوڑھے ہوئے تھے، بعد حمد وثنائے پروردگار کے فرمایا میں نے اسامہ کو تم لوگوں کا افسر

بنایا ہے تو تم اس سے انحراف کر رہے ہو اور اس سے قبل جب میں نے جنگ موتہ میں اسامہ کے باپ زید کو امیر لشکر بنایا تھا جب بھی تم لوگوں نے روگردانی کی تھی اس کا سبب کیا ہے خدا کی قسم زید ابھی سرداری کے لائق تھا اور اسامہ بھی افسری کے لئے سزاوار ہے۔

میں اسامہ سے محبت رکھتا ہوں تم لوگ اس کے بارے میں میری وصیت کو فرمانبرداری کے ساتھ قبول کرو یہ سن کر صحابہ لشکر کی طرف روانہ ہونے لگے اور حضرت گھر میں تشریف لے گئے۔ اور برابر فرماتے جارہے تھے کہ لشکر اسامہ کو جلد روانہ کرو ۱۲، ربیع الاول کو اسامہ آپ کی خدمت میں پہنچے آپ نے حکم دیا کہ خدا کی برکتوں کے ساتھ جلد روانہ ہو جاؤ وہ پلٹے اور ان کے ساتھ ابوبکر و عمر بھی تھے لیکن یہ لوگ گھر سے نکلنے کے بعد جدا ہو گئے اور لشکر میں نہیں گئے اسی روز حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مرض کا غلبہ ہوا اور آپ نے انتقال فرمایا۔ (۱)

یہ دوسرا سبب اختلاف تھا جس کی بنیاد ابوبکر و عمر نے اپنے ہاتھوں سے رکھی ظاہر تو یہ کیا کہ اسامہ چونکہ غلام زادہ ہے اس لئے ان کی سرداری ہم لوگوں کو منظور نہیں ہے حالانکہ یہ بھی نافرمانی خدا اور رسول تھی لیکن در حقیقت جو راز تھا وہ یہ تھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخر وقت تھا ان لوگوں کو یہ شبہہ پیدا ہوا ایسا نہ ہو کہ خوش اسلوبی کے ساتھ ہم لوگوں کو اسامہ کے ساتھ روانہ کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کا اعلان کر دیں اور حکومت ہاتھ سے نکل جائے لہذا یہ وقت مدینہ چھوڑنے کا نہیں ہے بلکہ مدعی حاصل کرنے کا یہی وقت ہے اگر چہ خدا کے رسول نے انتہائی تاکید فرمائی یہاں تک خود شدت مرض میں گھر سے باہر تشریف لائے۔ اور خطبہ فرمایا۔ اور فرمایا کہ میری وصیت فرمانبرادی کے ساتھ قبول کرو اس کے بعد بھی جب لوگوں نے جانے سے پہلے پہلوتہی کی تو، فرمایا: **لعن الله من تخلف جيش اسامه.** (۲)

یعنی خدا لعنت کرے اس پر جو اسامہ کے لشکر میں جانے سے روگردانی کرے۔

لیکن پھر بھی کسی نے نہ مانا۔

واضح رہے کہ بعد وفات حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب جناب ابوبکر نے اسامہ کا لشکر روم کی طرف روانہ کیا کو خدا اور رسول کی لعنت سے نکل جانے کے لئے جناب ابوبکر و عمر کا فرض تھا کہ اسامہ کی ماتحتی میں

---

1. مدارج النبوۃ، ج ۲، ص ۴۸۸
2. ملل و نحل شہرستانی، ج ۱، ص ۲۰ و شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی، ج ۲، ص ۲۱، الکتاب السقیفہ علامہ جوہری

خود بھی روم کی طرف روانہ ہو جاتے کیونکہ حضرت نے فرمایا تھا کہ خدا لعنت کرے اس پر جو اسامہ کے لشکر میں جانے سے روگردانی کرے لیکن کسی روایت سے معلوم نہیں ہوتا کہ یہ لوگ اسامہ کی ماتحتی میں لشکر میں داخل ہو کر روم کی طرف گئے۔ لہذا وہ لعنت جو نافرمانی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان پر وارد ہو چکی تھی باقی رہی اس واقعہ سے حسب ذیل نتائج برآمد ہوئے۔

۱. یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جناب ابوبکر وعمر کو ایک غلام زادہ کا ماتحت بنانا ثابت کرتا ہے کہ یہ لوگ خلافت وامارات کے سزاوار نہ تھے۔

۲. یہ کہ جناب ابوبکر وعمر نے لشکر اسامہ سے روگردانی کر کے رسول خدا کی نافرمانی کی اور غضب خدا ورسول کے مستحق ہوئے اور ایسا انسان جانشین وخلیفہ رسول نہیں ہو سکتا۔

۳. یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری ایام زندگی میں ابوبکر کے نماز پڑھانے والی حدیثیں جھوٹی اور جعلی اس لئے ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو لشکر اسامہ میں جانے کا تاکیدی حکم دیا تھا اور اپنے آخری سانس تک برابر لشکر روانہ کرنے کی تاکید فرماتے رہے یہاں تک کہ آپ کی وفات ہوئی۔

پس آپ نے جناب ابوبکر کو نماز پڑھانے کا کب حکم دیا اور کیونکر دے سکتے تھے کیونکہ اس حکم کو ضرورت تھی کہ جناب ابوبکر لشکر اسامہ میں جانے سے مستثنیٰ کر دئے جاتے حالانکہ مستثنیٰ نہیں کئے گئے۔

پس یہ کیونکر ممکن تھا کہ ایک ہی شخص اسامہ کے لشکر کے ساتھ روم کی طرف بھی جائے اور مدینہ میں رہ کر لوگوں کو نماز بھی پڑھائے۔

لشکر اسامہ سے صحابہ کرام کی روگردانی کے بارے میں علمائے اہل سنت نے کچھ توجیہ کی ہیں مثلاً: یہ کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخر وقت تھا ایسے وقت میں آپ کو چھوڑ کر چلے جانے سے صحابہ کی محبت مانع ہوئی لیکن ہر صاحب عقل سمجھ سکتا ہے کہ یہ کیسی محبت تھی جس نے باوجود رسول کے تاکیدی حکم کے لشکر اسامہ میں جانے سے تو صحابہ کو روک دیا مگر خدا اور رسول کی ناراضگی ولعنت کا مستحق بنا دیا اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حالت احتضار میں تنہا چھوڑ کر مدینہ سے تین میل دور سقیفہ بنی ساعدہ میں جانے سے نہ روکا۔ مسلمان سوچیں اور فیصلہ کریں کیا یہی بات نہ تھی کہ لشکر اسامہ میں جانے سے خلافت ہاتھ سے نکل جائے گی اور سقیفہ میں نہ پہونچ پائیں گے جہاں خلافت کو حاصل کیا جائے۔

نیز بہانہ بناتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخری وقت تھا اور دشمنان اسلام ایسے موقع کی تاک میں تھے ہر طرف شورش شروع ہو چکی تھی لہذا اصحابہ کے لئے ایسے وقت میں مدینہ خالی کر دینا قرین مصلحت نہ

تھا۔لیکن سوال یہ ہے کہ یہ کوئی اکبر شاہ اور شاہ جہاں کی حکومت نہ تھی جس میں دوسروں کو بھی سوچنے اور سمجھنے اور رائے زنی کا اختیار حاصل تھا بلکہ یہ حکومت الہیہ اور نبوت تھی یہاں وحی پرودگار کے مطابق کام ہوتا تھا خدا کا رسول جو کام کرتا تھا حکم پرودگار سے کرتا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرائض نبوت تھے جس میں غیر کی شرکت نہ تھی خدا کا رسول بہتر جانتا تھا کہ اسلام کا مفاد کس امر میں ہے اور نقصان کس امر میں۔ اگر ایسے وقت میں لشکر اسامہ کا روم کی طرف بھیجنا اسلام کے کسی خطرہ ونقصان کا سبب ہوتا تو پروردگار عالم کبھی حضرت کو اس لشکر کے بھیجنے کا حکم نہ دیتا جبرئیل کے ذریعہ سے پیغمبر کو روک دیتا کہ ایسے وقت میں مسلمانوں کا مدینہ سے باہر بھیجنا مناسب نہیں ہے اور اگر بالفرض یہ کچھ بھی نہ ہوتا جب بھی کسی شخص کو پیغمبر خدا کے اس تاکیدی حکم سے انحراف کرنے کا اختیار نہ تھا۔

خداوند عالم اس بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا. (۱)

اور کسی مومن مرد یا عورت کو اختیار نہیں ہے کہ جب خدا اور رسول کسی امر کے بارے میں فیصلہ کر دیں تو وہ بھی اپنے امر کے بارے میں صاحبِ اختیار بن جائے اور جو بھی خدا و رسول کی نافرمانی کرے گا وہ بڑی کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا ہوگا۔

پس صحابہ کو کیا حق حاصل تھا کہ اطاعت رسول سے روگردانی کرتے چنانچہ اسی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ پر غضبناک ہوئے اور لعنت فرمائی۔ پس معلوم ہوا کہ جناب ابوبکر وعمر نے صرف خلافت حاصل کرنے کی غرض سے خدا اور رسول کی نافرمانی اور لشکر اسامہ سے روگردانی کی اسی وجہ سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قلم دینے سے انکار کیا۔ ورنہ جو لوگ کبھی اسلام کے ہمدرد نہ رہے لڑائیوں میں ہمیشہ بھاگ گئے کبھی نہ سوچا کہ اگر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہو گئے اور اسلام فنا ہو گیا تو کیا ہوگا آج ان کے دل میں خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت وفکر کہاں سے پیدا ہوگئی، ایسے موقع پر فقط اہلبیت رسول نے آپ کی مدد فرمائی۔

۱۔ سورہ احزاب آیت ۳۶

تیسرا اختلاف

قتل کی دھمکی

فی موتہ قال عمر بن الخطاب من قال ان محمد مات اقتلہ بسیفی ھذا انما رفع الی السماء کما رفع عیسی بن مریم وقال ابوبکر بن قحافہ من کان یعبد محمد افقد مات ومن یعبدالله فانہ حی لایموت وقرء ھذہ الآیہ" وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِيْن مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ فرجع القوم.(۱)

تیسرا اختلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے وقت ہوا کہ عمر نے کہا: جو کہے گا کہ حضرت محمد نے انتقال فرمایا اس کو اپنی تلوار سے قتل کردوں گا وہ آسمان پر جناب عیسیٰ علیہ السلام کی طرح اٹھا لئے گئے، ابوبکر نے کہا: جو محمد کی پرستش کرتا تھا سمجھ لے کہ وہ مرگئے اور جو خدا کی پرستش کرتا ہے وہ سمجھ لے کہ وہ زندہ ہے اس لئے کہ اسے موت نہیں اور یہ آیت پڑھی: محمد تو صرف ایک رسول ہیں جن سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں اگر وہ مر جائیں یا قتل ہو جائیں تو تم الٹے پیروں پلٹ جاؤ گے (اپنے کفروالحاد کی طرف) تو جو بھی ایسا کریگا وہ خدا کا کوئی نقصان نہیں کریگا اور خدا تو عنقریب شکر گزاروں کو ان کی جزا دیگا۔

طبری نے ابراہیم سے نقل کیا ہے: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس وقت وفات پائی جناب ابوبکر

---

۱. طبری، ج۲، ص۴۴۳ مطبوعہ مصر

تین دن یا تین پہر سے غائب تھے جب آئے تو رسول اللہ ﷺ کا چہرہ کھول کر دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا پھر باہر آئے اور خدا کی حمد وثنا کے بعد کہا: من کان یعبد محمد ...ابوبکر نے کہا: جو شخص خدا کی پرستش کرتا ہے وہ سمجھ لے کہ خدا زندہ ہے اس کے لئے موت نہیں اور جو محمد کی پرستش کرتا تھا وہ سمجھ لے کہ وہ مر گئے (آخر آیت تک) پھر لکھتے ہیں:

کان عمر یقول لم یمت و کان یتوعد الناس بالقتل فی ذالک فاجتمع الانصار فی سقیفة بنی ساعدة لیبا یعوا سعد بن عبادہ فبلغ ذالک ابابکر فاتاھم ومعه عمر وابو عبیدة جراح...

عمر کہہ رہے تھے کہ وہ مرے نہیں ہیں اور مردہ کہنے والوکو قتل کی دھمکی دے رہے تھے اتنے میں انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں سعد بن عبادہ کی بیعت کرنے کیلئے جمع ہو گئے جب یہ خبر ابوبکر کو ملی تو وہ بھی ان کے پاس پہونچ گئے آپ کے ساتھ عمر اور عبیدہ جراح بھی تھے۔

باختلاف الفاظ یہی روایت بخاری، تاریخ الخلفا اور روضۃ الاحباب وغیرہ میں بھی ہے۔(۱)

خلاصہ ان روایات کا یہ ہوا کہ ابوبکر وفات رسول اللہ ﷺ کے وقت غائب تھے وفات رسول کے بعد آئے یہاں عمر تلوار لے کر دھمکی دے رہے تھے کہ اگر کسی نے زبان سے نکالا کہ آنحضرت ﷺ کا انتقال ہو گیا تو اس کا سر کاٹ لوں گا یہ جوش ان کا اس وقت تک رہا جب تک ابوبکر آئے اتنے میں جاسوس نے خبر دی کہ انصار سقیفہ میں جمع ہو گئے ہیں پس جناب ابوبکر، عمر اور ابوعبیدہ کو لے کر روانہ ہوئے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جناب عمر جو تلوار سے دھمکی دے رہے تھے کہ اگر کوئی کہے گا کہ آنحضرت نے انتقال فرمایا تو اس کا سر کاٹ لوں گا اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ جب تک خلافت کی مہم سر نہ ہو جائے، خبر وفات رسول پوشیدہ رکھی جائے تا کہ ہر طرف سے خلافت کے مدعی کھڑے نہ ہو جائیں، جس سے اختلافات کا طوفان اٹھ جائے اور خلافت کے منصوبے خاک میں مل جائیں، ورنہ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ وفات رسول ﷺ نے جس شخص کے دل ودماغ پر ایسا اثر ڈالا ہو کہ وہ ہوش وحواس سے گذر گیا ہو جناب ابوبکر کی صورت دیکھتے ہی اور سقیفہ میں انصار کے جمع ہونے کی خبر سنتے ہی اتنا باہوش ہو گیا کہ اس نے ابوبکر کی خلافت کی مہم تنہا سر کر لی اور رسول اللہ ﷺ کی محبت اس کے دل سے اس طرح نکل گئی کہ تین دن تک رسول کا جنازہ رکھا رہا لیکن اس کو یاد تک نہ آیا کہ پیغمبر کو سپرد خاک کرنا ہے۔

---

۱. صحیح بخاری، ج ۲، ص ۸۸ مطبوعہ مصر؛ تاریخ الخلفاء، ص ۴۸؛ روضۃ الاحباب، ج ۱، ص ۳۹۶

چوتھا اختلاف

دفن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

فی موضع دفنه فاراداهل مكة من المهاجرين رده الى مكة واراد اهل مدينة دفنه بالمدينة واراد جماعة رده الى مقابر الانبياء بالبيت المقدس ثم اتفقوا على دفنه فى موضعه الان .

چوتھا اختلاف آنحضرت کے دفن میں واقع ہوا۔ مہاجرین نے چاہا کہ حضرت کو مکہ لے جائیں اور مدینہ والوں نے چاہا کہ مدینہ میں دفن کریں۔ پھر باتفاق لوگوں نے آنحضرت کو اسی مقام پر دفن کیا جہاں اس وقت آپ کی قبر ہے۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت علی علیہ السلام جناب عباس فضل قثم اسامہ اور شقران نے غسل دیا اور دفن کیا ان کے علاوہ کوئی موجود نہ تھا۔

صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں:

ابوبكر صديق تعزيت وتسليت اهل بيت بجائے و گفت مهم غسل وتجهيز وتكفين آن سرور تعلق به شما دارد وخود با اكابر مهاجرين وانصار رفت با امر خلافت را اقرار دهد .(١)

ابوبکر صدیق نے اہل بیت کو تعزیت و تسلیت دی اور کہا کہ غسل وتجہیز وتکفین آنحضرت کی آپ لوگوں

---

١. روضۃ الاحباب، ج۱، ص ۳۹۶؛ وسیلۃ النجات، ص ۲۵

سے تعلق رکھتی ہے اور خود اکابر مہاجرین وانصار کے ساتھ سقیفہ بنی ساعدہ میں چلے گئے تا کہ خلافت کا مسئلہ طے کریں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوشنبہ (پیر) کے دن انتقال فرمایا اور شب چہار شنبہ (بدھ) کو دفن ہوئے بعض نے کہا ہے کہ آپ تین دن تک دفن نہیں ہوئے۔(۱)

جناب ابوبکر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دفن ہونے کے بعد تشریف لائے۔(۲)

جب آپ کے دفن کے بارے میں اختلاف ہوا تو حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ روئے زمین کا کوئی حصہ شرف ومرتبہ میں اس سے زیادہ نہیں ہے جہاں خدا نے اپنے پیغمبر کی روح قبض فرمائی ہے چنانچہ اسی مقام پر قبر کھودی گئی اور آپ کو دفن کیا گیا حضرت علی علیہ السلام اور حضرت عباس اور فضل وقثم قبر میں اترے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پائین پا کی طرف سے قبر میں اتارا۔(۳)

سب کے بعد حضرت علی علیہ السلام قبر سے باہر تشریف لائے۔(۴)

---

۱. تاریخ طبری، ج۲ص۱۴۵۰مطبوعہ مصر وابوالفداء، ج۱ص۱۵۲

۲. کنزالعمال، ج۳ص۱۴۰

۳. وسیلۃ النجات ص۲۸

۴. روضۃ الاحباب، ج۱ص۳۹۸؛ کنزالعمال، ج۳ص۱۴۰

پانچواں اختلاف

مسئلہ امامت

فی الامة واعظم خلاف بین الامة خلاف الامامة اذماسل سیف فی الاسلام علی قاعدة دینیة مثل ماسل علی الامامة فی کل زمان وقد سهل اللّٰه تعالی. ذالک فی الصدر الاول فاختلف المهاجرین والانصار قالت منا امیر ومنکم امیر.

پانچواں اختلاف مسئلہ امامت میں واقع ہوا اور امت میں سب سے اہم اختلاف اختلاف امامت ہے اس لئے کہ اسلام میں کسی دینی امر کے لئے اس طرح تلواریں نہیں کھینچیں گئی جس طرح ہر زمانے میں امامت کے لئے کھینچیں گئی۔ صدر اول میں خداوند عالم نے اس کو آسان کر دیا تھا لیکن مہاجرین وانصار کے درمیان میں اختلاف پیدا ہوا اور ان لوگوں نے کہا کہ ایک امیر ہم سے ہو اور ایک تم میں سے ہو

وبعد کلام قال عمر حتی مد دت یدی فبایعته وبایعه الناس وسکت النائرة فقال عمر الان بیعة ابی بکر کانت فلتة وفی اللّٰه شرها فمن عاد الی مثلها فاقتلوه.

قیل وقال کے بعد جناب عمر نے کہا: میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور ابوبکر کی بیعت کر لی اس کے بعد لوگوں نے بھی بیعت کر لی جب لوگوں کا جوش ٹھنڈا ہو گیا تو عمر نے کہا: لوگو! آگاہ رہو کہ ابوبکر کی بیعت اچانک ہو گئی ہے خدا نے اس کے شر سے بچا لیا (یعنی کوئی فتنہ

کھڑا نہ ہوا) لیکن اب اگر کوئی شخص اس قسم کی بیعت کرے تو اس کو قتل کر دو (یعنی جس اجماع سے جناب ابوبکر خلیفہ ہوئے تھے۔ جناب عمر نے اس کو باطل قرار دیدیا۔

سقیفہ کی کہانی جناب عمر کی زبانی

سقیفہ مدینہ سے تین میل پر ایک مکان تھا جہاں عرب باطل مشوروں کے لئے جمع ہوتے تھے۔ (۱)

بخاری اور مسلم روایت کرتے ہیں: جناب عمر بن خطاب نے حج سے واپس آتے ہوئے ایک خطبہ دیا اور کہا: مجھے خبر ملی ہے کہ تم میں سے فلاں شخص کہتا ہے اگر عمر مر گئے تو میں فلاں کی بیعت کروں گا اس شخص کو بھولنا نہ چاہئے کہ ابوبکر کی بیعت بے سوچے سمجھے اور اچانک ہوگئی تھی یہ تو ٹھیک ہے لیکن اللہ نے لوگوں کو اس کے فتنے سے بچالیا اور تم میں کوئی ایسا شخص موجود نہیں ہے جس کی طرف ابوبکر کی طرح لوگوں کی گردنیں بلند ہوں رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی تو ابوبکر سب سے افضل تھے۔

علی، زبیر اور ان کے ساتھی بے شک فاطمہ کے گھر میں بیٹھ گئے اسی لئے جب تمام انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے اور وہاں پر مہاجرین ابوبکر کے پاس آگئے تو میں نے کہا: اے ابوبکر ذرا انصار تک چلئے تو راستہ میں ہم کو دو آدمی ملے اور کہا: انصار کے پاس نہ جایئے اور اپنا کام کیجئے۔

میں نے کہا: بخدا میں ضرور جاؤں گا جب سقیفہ میں ہم لوگ پہنچے تو دیکھا انصار جمع ہیں اور ایک شخص چادر اوڑھے بیٹھا ہے میں نے پوچھا یہ کون ہے لوگوں نے کہا سعد بن عبادہ ہیں اے مہاجرین تم ہم میں سے ایک گروہ ہو اب تم خفیہ طور پر یہ ارادہ رکھتے ہو کہ ہمارے اصل سے ہم کو قطع کر دو اور خلافت سے ہم کو روک دو یہ کہہ کر بیٹھ گئے میں اپنے دل میں ایک بات سوچے ہوئے تھا اور پوشیدہ تیاری کر رہا تھا ابوبکر میری تیاری دیکھ کر سمجھ گئے اور کہا کہ اپنی جگہ بیٹھے رہو میں بیٹھا رہا۔

بخدا جب وہ اٹھ کر کھڑے ہوئے تو انھوں نے مجھ سے بہتر اس کو ادا کیا جو میں سوچ رہا تھا انھوں نے کہا: جس خلافت کا ذکر کر رہے ہو بیشک تم اس کے لائق ہو مگر اہل عرب اس کو قریش ہی کے لئے پسند کرتے ہیں کیونکہ وہ نسب اور گھر کے لحاظ سے اوسط العرب ہیں میں تمہارے لئے دو شخصیتوں میں سے ایک کو پسند کرتا ہوں، میرا اور ابوعبیدہ جراح کا ہاتھ پکڑا لیکن اس بات کے سوا اور کوئی بات مجھے ناگوار نہ معلوم ہوئی کہ ابوبکر کے ہوتے ہوئے خلیفہ بنایا جاؤں، مجھے اس سے زیادہ پسند تھا کہ کوئی میرا سر کاٹ

---

۱. غیاث اللغات ص۲۵

لے۔

اس پر گروہ انصار میں سے کسی نے کہا: میری رائے اور تدبیر سے شفا حاصل ہوگی ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک تم میں سے اس پر (موافقت ومخالفت میں) ہر طرف سے شور وغل شروع ہوا میں ڈرا کہ کہیں اختلاف نہ پیدا ہو جائے میں نے ابوبکر سے کہا: ہاتھ بڑھاؤ انھوں نے بڑھا دیا اور ہم نے جھٹ بیعت کر لی اس کے بعد مہاجرین نے بیعت کی ان کے بعد انصار نے بیعت کی بخدا ہم جس کام کے لئے اکٹھا ہوئے تھے اس کے لئے ابوبکر سے زیادہ مناسب کسی کو نہیں پا رہے تھے ہمیں یہ ڈر تھا کہ اگر ہم لوگ چلے گئے اور کسی کی بیعت نہ ہوئی تو یہ لوگ کہیں کسی اور کی بیعت نہ کر لیں تو ایسی صورت میں ہم کو کسی ایسے شخص کی بیعت کرنا پڑے گی جس کو ہم پسند نہیں کرتے یا اگر اس کے خلاف جائیں گے تو فساد ہوگا۔ (۱)

صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں:

ابو بکر بعد از حمد وثنائے باری تعالی ودرود برمحمد صلی اللہ علیه وسلم بیان فضل مهاجرین وسابقه ایشان در اسلام ومواسات نمودن آن طائفه با حضرت بجان ومال و صبر برشدت ایذائے کفارقریش وبعد از ان تعداد فضائل انصار واستمالت ایشان فرمود واثبات کرد که مهاجرین بواسطه قرابت قریبه که با پیغمبر دارند بهترین عرب انداز روئی حسب ونسب ومکه منقاد کسی نخواند شد مگر انکه انکس از قریش باشد باید که شمابر ایشان حسد نبرید ومخالفت ایشان نه کنید چه بمقتضائے خیرالناس بیع بقریش مردمان پیرو وقریش اند وشما برادران ما اید در کتاب اللہ وشرکائی ما آید در دین... الخ. (۲)

ابوبکر نے حمد وثنائے پرودگار اور حضرت رسول اللہ پر درود بھیجنے کے بعد مہاجرین کی فضیلت اور ان کی سابقت اسلام کو اور اس گروہ کے جان ومال سے آنحضرت کے ساتھ مواسات کو اور کفار قریش کی سخت ترین ایذا پر اس کے صبر کو بیان کیا اس کے بعد انصار کے فضائل کی تعداد بیان کی اور ان کو مائل کرنے کی باتیں کیں اور ثابت کیا کہ مہاجرین حضرت رسول اللہ سے قرابت قریبہ رکھنے کی وجہ سے حسب ونسب میں بہترین عرب

---

۱. تاریخ الخلفاء، ص ۵۴، علامہ سیوطی بحوالہ بخاری ومسلم

۲. روضۃ الاحباب، ج ۲، ص ۲۲

ہیں اور مکہ والے بجز قریشی کے کسی کی اطاعت قبول نہ کر سکے۔ پس تم لوگ ان سے حسد نہ کرو اور ان کی مخالفت نہ کرو اس لئے کہ بمقتضائے خیر الناس لوگ قریش کے پیرو ہیں اور تم لوگ کتاب خدا میں ہمارے بھائی اور دین میں ہمارے شریک ہو، یہی مضمون تھوڑے اختلاف کے ساتھ امامت وسیاست اور تاریخ طبری وغیرہ میں بھی ہے۔(۱)

روز سقیفہ جناب ابوبکر کی چار دلیلیں

اس خطبہ میں جناب ابوبکر نے اپنے استحقاق خلافت کی چار دلیلیں بیان کی ہیں:

پہلی دلیل: سابقیت اسلام، یعنی انھوں نے کہا کیونکہ مہاجرین سابق الاسلام ہیں لہذا انصار سے زیادہ حقدار خلافت ہیں۔

دوسری دلیل: مواسات، یہ کہ مہاجرین نے اپنی جان ومال سے پیغمبر خدا کی مدد کی۔

تیسری دلیل: آزار واذیت کا برداشت کرنا، مہاجرین نے خدا کی راہ میں کفار سے سخت ترین اذیتیں اٹھائی ہیں۔

چوتھی دلیل: قرابت رسول، مہاجرین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرابت قریبہ رکھتے ہیں اور حسب ونسب میں بہترین عرب ہیں۔

یہی چار دلیلیں جو جناب ابوبکر نے اپنے استحقاق خلافت کے ثبوت میں پیش کیں جناب ابوبکر کی خلافت کو باطل اور حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کو ثابت کر رہی ہیں۔

دلیل اول: سابقیت اسلام

ملا مبین فرنگی محل لکھنوی اپنی کتاب وسیلۃ النجات میں لکھتے ہیں:

بہ روایت ابن عباس وزید ابن ارقم وسلمان فارسی وبسیاری از صحابہ وتابعین وے (علی علیہ السلام) اول مسلمین است ابن حجر گفتہ کہ ہو الارجح واز بعضے اجماع بریں معنی نقل شدہ وسن شریف ان صاحب ولایت وقت بعثت حضرت رسالت دہ سال ونزد

---

۱. امامت وسیاست ابن قتیبہ، ج۱، ص۸، تاریخ طبری، ج۲، ص۵۶ مطبوعہ مصر

بعضے کمتر از ان گفته اند واز ابیات منسوب به آنجناب که در شرح وقایه در باب قسمة الغنائم ذکر کرده اولیت اوبااسلام واختصاص اورا بفضائل مختصه واضح ولائح است.(۱)

یعنی ابن عباس اور زید ابن ارقم اور سلمان فارسی اور بہت سے صحابہ وتابعین کی روایت کی بنا پر حضرت علی علیہ السلام سب سے پہلے مسلمان ہیں ابن حجر نے کہا ہے کہا یہی قول زیادہ راجح ہے اور بعض علماء نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ عمر شریف اس صاحب ولایت کی بعثت کے وقت دس برس اور بعض کے نزدیک کم تھی اور ان اشعار سے جو حضرت علی علیہ السلام کی طرف منسوب ہیں اور شرح وقایہ باب قسمت غنائم میں مذکور ہیں۔ حضرت کی سابقیت اسلام اور فضائل مخصوصہ کے ساتھ آپ کا مخصوص ہونا واضح وروشن ہے۔

محـمـد النبی اخی وصهری
وحـمـزه سید الشهداء عـمـی
وجعـفـر الذی اضحیٰ وامسی
یـطـیـر مع الـمـلائکة ابن امی
وبـنـت مـحـمـد سکنی وعرسی
مشوب لحمهـا بدمی ولحمی
وسبـطـا احـمـد ولدای منهـا
فـایکم لـکـم سهم کسهـمـی
سبـقـتـکـم الـی الاسـلام طـرا
غـلامـامـا بـلـغـت او ان حـلـمـی
واوجـب لـی ولایتـه عـلـیکم
رسـول الـلّٰـه یـوم غـدیـر خـم

حضرت محمد مصطفیٰ خدا کے رسول اور میرے بھائی اور خسر ہیں۔ اور حمزہ سید الشہداء میرے چچا ہیں۔ اور جعفر طیار جو فرشتوں کے ساتھ شب وروز (بہشت میں) پرواز کرتے ہیں میری ماں کے بیٹے ہیں۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دختر میری اہل خانہ اور زوجہ ہیں ان کا خون اور گوشت میرے خون اور گوشت سے ملا ہوا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے بنت رسول کے بطن سے میرے بیٹے ہیں پس تم

۱. ملا مبین فرنگی محل لکھنوی، کتاب وسیلۃ النجات، ص ۷۰

میں کون ہے جس کو فضائل میں مجھ جیسا حصہ ملا ہو۔ میں نے اسلام کی طرف تم لوگوں سے سبقت کی جبکہ میں نوجوان لڑکا تھا اور ابھی سن بلوغ کو نہیں پہنچا تھا اور تم لوگوں پر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری ولایت غدیر خم میں واجب کی۔

علامہ طبری محمد بن سعد سے روایت کرتے ہیں:

قال قلت لابی اکان ابوبکر اولکم اسلاما قال لا ولقد اسلم قبله اکثر من خمسین ولکن کان افضلنا اسلاما. (۱)

میں نے اپنے باپ سے پوچھا کہ کیا ابوبکر آپ لوگوں میں سب سے پہلے اسلام لائے تھے تو انھوں کہا: نہیں! ان سے پہلے پچاس آدمیوں سے زیادہ اسلام لا چکے تھے لیکن وہ اسلام میں ہم لوگوں سے افضل تھے پھر طبری نے اسی صفحہ پر لکھا ہے:

ابن حمید قال حدثنا مسلمه عنه ثم اسلم زید بن حارثه مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فکان اول ذکر اسلم وصلی بعد علی بن ابیطالب ثم اسلم ابوبکر بن ابی قحافة الصدیق.. (۲)

ابن حمید نے کہا: مجھ سے مسلمۃ نے اور ان سے عروہ نے بیان کیا ہے کہ پھر زید بن حارثہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام اسلام لائے پس دو پہلے مرد ہیں جو حضرت علی کے بعد اسلام لائے اور نماز پڑھی ان کے بعد ابوبکر بن قحافہ اسلام لائے۔

صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں:

وصحیح نزد محققان اهل سیر وتواریخ اینست که اول خدیجه بعد ازوی علی وبعد از وی زید بن حارثه آنگاه ابوبکر پس بلال بوده. . (۳)

یعنی محققان اہل سیر وتاریخ کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ (اسلام لانے والوں میں) پہلے خدیجہ ان کے بعد حضرت علی علیہ السلام اور ان کے بعد زید بن حارثہ ان کے بعد ابوبکر، ان کے بعد بلال ہیں یہی مضمون ابن قتیبہ نے معارف میں لکھا ہے اور خود حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں اس ملت میں کسی کو نہیں جانتا جس نے مجھ سے پہلے خدا کی عبادت کی ہو میں

---

۱. طبری، ج۲، مطبوعہ مصر ۲. طبری، ج۲، ص۶۰
۳. روضۃ الاحباب، ج۲، ص۶

ہی پہلا شخص ہوں جس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔(۱)

اسی طرح تاریخ کامل، میزان الاعتدال، کنز العمال، تاریخ ابوالفداء، سیرت حلبیہ، شرح نہج البلاغہ اور فصول المہمہ وغیرہ میں حضرت علی علیہ السلام کے سابق الاسلام ہونے کے متعلق بہت سی روایتیں ہیں ابن عباس سے روایت ہے کہ سب سے پہلا شخص جس نے نماز پڑھی وہ علی علیہ السلام کی ذات ہے۔(۲)

علمائے اہلسنت سے جب ان راویات کا انکار ممکن نہ ہوا تو انھوں نے یہ تاویل کی کہ حضرت علی علیہ السلام عہد طفولیت میں قبل بلوغ اسلام لائے اور جناب ابوبکر اسلام لانے کے وقت سن رسیدہ تھے لہذا یوں کہنا بہتر ہے کہ عورتوں میں سب سے پہلے خدیجہ اسلام لائیں اور بچوں میں سب سے پہلے حضرت علی علیہ السلام اور سن رسیدہ لوگوں میں سب سے پہلے جناب ابوبکر۔ اس طرح شکل تبدیل کر کے مذکورہ بالا مطلب کو پیش کرنا ابوحنیفہ کی ذہانت کا نتیجہ ہے۔(۳)

جناب ابوحنیفہ نے سوچا کہ اگر تسلیم کرلیں کہ سب سے پہلے حضرت علی علیہ السلام اسلام لائے تو جناب ابوبکر کی سابقیت اسلام خطرہ میں پڑ جائے گی اور حضرت علی علیہ السلام پر ان کی افضلیت ثابت نہ ہوگی اور اگر کہیں کہ سب سے پہلے جناب ابوبکر اسلام لائے تو روایات و تواریخ کو کہاں لے جا کر چھپائیں لہذا موصوف نے اقوال کو جمع کیا اور یہ صورت نکالی لیکن جناب ابوبکر کی سابقیت اسلام والی روایتیں حضرت امیر المومنین کی سابقیت اسلام کے مقابلہ میں بنائی گئی ہیں۔

ملا مبین صاحب لکھتے ہیں:

اول و آخر کسی کہ باسعادت باشد و ازلوث شرک شوب شقاوت وخلط نجاست پاک باشد وبجز طہارت از ابتدا تا انتہا نگذشتہ باشد سوائے علی مرتضیٰ از صحابہ بہ کسی نبود لھذا بر نام نامی آنحضرت کرم اللہ وجہ می گویند

یعنی جو شخص اول اور آخر باسعادت ہوا اور لوث شرک وشقاوت وآلودگی نجاست سے پاک ہوا ابتدا سے انتہا تک پاک ہی رہا ہو بجز علی کے صحابہ میں کوئی دوسرا نہ تھا اسی سبب

---

۱. استیعاب، ج ۲، ص ۴۷۲ و معارف ابن قتیبہ بیان اسلام ابوبکر
۲. سنن ترمذی باب فضائل علی
۳. تاریخ الخلفاء، ص ۲۳

سے ان کے نام کے ساتھ کرم اللہ وجہ لگاتے ہیں۔

سئل عمدة المحققين وقدوة المحدثين شيخ شهاب الدين ابن حجر المكی عن حكمة استعمال كرم الله وجهه فی حق علی عليه السلام دون غيره عوضا عن الرضی وهل يستعمل ذالک لغيره من الصحابة فاجاب بقوله حكمة ذالک ان عليا عليه السلام لم يسجدلصنم قط فناسب ان يدعیٰ له بما هو مطابق لحاله من تكرمة الوجه والمراد به حقيقة او كناية عن الذات الخ... حفظه عن ان يتوجه لغير اللّٰه قط فی عبادته وعدم سجوده لصنم امر مجمع عليه لانه اسلم وهو صبی مميز وصح اسلامه حسينه علی خلاف مذهبنا لان الاحكام وقت اسلامه كانت منوطة بالتميز ثم بعد ذالک فسخ الامر وينطت بابلوغ كما بينه البيهقی وغيره. (۱)

عمدۃ المحققین پیشوائے محدثین شیخ شہاب الدین ابن حجر مکی سے پوچھا گیا کہ کیا سبب ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ کے بدلے کرم اللہ وجہ کہتے ہیں اور دوسرے صحابہ کے نام کے ساتھ نہیں کہتے اور کیا حضرت علی علیہ السلام کے علاوہ دوسرے صحابہ کے نام کے ساتھ کرم اللہ وجہ کہا جاسکتا ہے کہ نہیں تو انھوں نے کہا: اس میں حکمت یہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے کبھی بتوں کا سجدہ نہیں کیا لہذا مناسب ہے کہ ان کو ایسے نام سے پکارا جائے جو ان کے حال کے مطابق ہو اور مراد اس سے حقیقت یا کنایۃ ان کی ذات ہو۔ یعنی حفاظت کی ان کی خدا نے اس امر سے کہ وہ کبھی غیر خدا کی عبادت کی طرف متوجہ ہوں اور یہی معنی کرم اللہ وجہ کے ہیں اور ان کا غیر خدا یعنی بتوں کے سجدہ سے محفوظ رہنا ایک ایسا اجماعی مسئلہ ہے جس پر مسلمانوں کا اجماع ہے اس لئے کہ جس وقت وہ ایمان لائے طفل ممیز تھے اور ان کا اسلام اس وقت صحیح تھا بہ خلاف ہمارے مذہب کے اب طفلی کا ایمان قبول نہیں ہے۔ جس وقت حضرت علی علیہ السلام ایمان لائے اس وقت یہی حکم تھا کہ طفلی کا ایمان قبول تھا لیکن اس کے بعد یہ حکم منسوخ ہو گیا اور اب ایمان کے لئے بالغ ہونا شرط ہے جیسا کہ بیہقی نے بیان کیا ہے۔

---

۱. وسیلۃ النجات ص ۵۶

۱. اس بیان سے یہ بات معلوم ہوئی کہ حضرت علی علیہ السلام نے کبھی بت پرستی نہیں کی اور آپ کا اسلام کفر سے نہ تھا بلکہ آپ قبل بعثت بھی اسی دین پر تھے جس پر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے اور حضرت کے ساتھ نمازیں پڑھا کرتے تھے جیسا کہ سابق روایتوں میں گذرا ہے۔

۲. یہ کہ اگرچہ آپ بچپنے میں ایمان لائے لیکن اس وقت کی شریعت میں طفلی کا ایمان صحیح تھا اور یہ حکم بعد میں منسوخ ہوا جیسا کہ بیہقی اور علامہ ابن حجر نے بیان کیا۔

میں عرض کرتا ہوں کہ اگر حضرت علی علیہ السلام کا طفلی کا ایمان صحیح نہ ہوتا تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ایمان کو کیوں قبول فرماتے اور بعثت کے تین برس کے بعد جب آیت ''فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنْ الْمُشْرِكِينَ. (۱)'' نازل ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے قبیلہ کے چالیس آدمیوں کی دعوت کی اور ان کے سامنے اسلام پیش کیا اور فرمایا کہ آج جو شخص ہماری مدد کرے گا اور ہم پر ایمان لائے گا وہ ہمارا خلیفہ، جانشین اور وزیر ہوگا لیکن کسی نے کوئی جواب نہ دیا تو حضرت علی علیہ السلام کھڑے ہو گئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں آپ کی مدد کروں گا، آپ کا وزیر، بھائی اور خلیفہ بنوں گا اس وقت آنحضرت نے حضرت علی علیہ السلام کو بلا کر سینے سے لگایا اور فرمایا دیکھو آج سے یہ میرا بھائی، میرا وزیر، میرا جانشین اور خلیفہ ہے جس طرح میری اطاعت تم لوگوں پر واجب ہے اسی طرح اس کی اطاعت بھی تم پر واجب ہے۔ (۲)

حالانکہ اس وقت حضرت علی علیہ السلام کی عمر تیرہ سال سے کم تھی۔ پس اگر طفلی کا ایمان نہ ہوتا یا سن رسیدہ لوگوں کے ایمان سے اس کا درجہ کم ہوتا تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی علیہ السلام کو قبل بلوغ اپنا جانشین، خلیفہ اور تمام مسلمانوں کا امیر کیوں بناتے نیز حضرت علی علیہ السلام کی اطاعت بوڑھے مسلمانوں اور جناب ابوبکر پر کیوں واجب کرتے جس سے ثابت ہوا کہ حضرت علی علیہ السلام کا طفلی کا ایمان صرف صحیح ہی نہیں بلکہ کل مسلمانوں کے ایمان سے بہتر تھا۔

پس جبکہ طفلی اور بڑھاپے کے ایمان کا فرق باطل ہو گیا تو وہ جمع کی صورت جو امام ابوحنیفہ نے نکالی ہے کہ عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہ اور بچوں میں حضرت علی علیہ السلام اور بڈھوں میں جناب ابوبکر ایمان لائے اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تو اس دلیل سے باطل ہو گئی اور ثابت ہو گیا کہ حضرت علی علیہ السلام نے

---

۱. سورہ الحجر آیت ۹۴ ۲. تاریخ طبری، ج ۲، ص ۶۳

سب سے پہلے تصدیق رسالت کی جیسا روایات صحیحہ اور اجماع مسلمین سے بھی ثابت ہے۔

پس اس سابقیت اسلام والی دلیل سے جو جناب ابوبکر نے روز سقیفہ پیش کی حضرت علی علیہ السلام کے علاوہ کسی کا استحقاق خلافت ثابت نہیں ہوتا۔

دلیل دوم: مواسات

روز سقیفہ جناب ابوبکر نے اپنے استحقاق خلافت کی دوسری دلیل یہ دی کہ ہم مہاجرین نے اپنی جان و مال سے پیغمبر خدا کی مدد کی۔

جناب ابوبکر کے اس دعوائے مواسات کے باطل ہونے کا پہلا ثبوت آیت نجویٰ ہے بعض اصحاب رسول کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تخلیہ میں گفتگو کرنے کا بڑا شوق تھا مگر جب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی علیہ السلام سے تنہائی میں گفتگو فرماتے اور راز و نیاز کرتے ان لوگوں کو بہت شاق گذرتا چنانچہ جناب ابوبکر نے ایک مرتبہ اپنی قلبی کیفیت کے تحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اعتراض بھی کر دیا ایک مرتبہ جبکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی علیہ السلام کو طائف بھیجنا چاہتے تھے تو آپ نے دیر تک حضرت علی علیہ السلام سے رازدارانہ گفتگو فرمائی تو جناب ابوبکر سے برداشت نہ ہوسکا اور اعتراض کر بیٹھا! یارسول اللہ! آج آپ کی علی سے بہت دیر تک سرگوشی حکم خدا سے تھی؟۔(۱)

اس روایت کو دیگر محدثین نے بھی اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے لیکن اتنی تحریف کے ساتھ کہ جناب ابوبکر کا نام نکال کر الناس کی لفظ لکھا ہے یعنی لوگوں نے کہا غرض صحابہ نے بھی حضرت سے خواہی نخواہی سرگوشی شروع کردی۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی:

يَـا أَيُّهَـا الَّـذِينَ آمَنُوا إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَىْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَةً ذَٰلِكَ خَيْرٌ لَكُمْ وَأَطْهَرُ فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا فَإِنَّ اللهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ .(۲)

اے ایمان والو جب بھی رسول سے کوئی راز کی بات کرو تو پہلے صدقہ نکال دو کہ یہی تمہارے حق میں بہتری اور پاکیزگی کی بات ہے پھر اگر صدقہ ممکن نہ ہو تو خدا بہت بخشنے والا اور مہربان ہے۔

---

۱. کنز العمال ذکر فضائل علی، ج ۶ ص ۳۹۹ مشکوۃ باب فضائل علی

۲. سورہ مجادلہ آیت ۱۲

اس حکم کا نازل ہونا تھا کہ سب تخلیہ کرنے والے الگ ہو گئے اور حضرت علی علیہ السلام کے سوا دس روز تک کوئی صاحب مقدور آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس نہ پھٹکا لیکن حضرت علی علیہ السلام باوجود فقر و تنگدستی کے روزانہ صدقہ دیتے اور سرگوشی کرتے اور علوم حاصل فرماتے۔

چنانچہ اس امر پر عبداللہ بن عمر نے رشک کیا جس کے بارے خود حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

قرآن میں ایک آیت ایسی بھی ہے جس پر نہ میرے قبل کسی نے عمل کیا نہ میرے بعد کوئی قیامت تک عمل کرے گا۔ غرض دس روز تک یہ حکم رہا آخر صاحبان مقتدر اصحاب رسول کی فیاضیوں کا امتحان ہونے کے بعد منسوخ ہو گیا۔(۱)

اگر کوئی کہے کہ اصحاب رسول اس زمانے میں تنگدست تھے اس سبب سے معذور تھے تو یہ غلط ہے اس لئے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد جب اصحاب رسول نے صدقہ دینے کے خوف سے سرگوشی ترک کر دی تو یہ آیت نازل ہوئی۔

أَشْفَقْتُمْ أَنْ تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَىْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَاتٍ فَإِذْ لَمْ تَفْعَلُوا وَتَابَ اللهُ عَلَيْكُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَطِيعُوا اللهَ وَرَسُولَهُ وَاللهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ. (۲)

کیا تم اس بات سے ڈر گئے ہو کہ اپنی رازدارانہ باتوں سے پہلے خیرات نکال دو اب جب کہ تم نے ایسا نہیں کیا ہے اور خدا نے تمہاری توبہ قبول کر لی ہے تو اب نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو اور اللہ و رسول کی اطاعت کرو کہ اللہ تمہارے اعمال سے خوب باخبر ہے۔

اس آیت نے صاف ظاہر کر دیا کہ ان لوگوں نے پیسہ رہتے ہوئے بخل کیا اور گناہ کیا لیکن خدا نے معاف کر دیا۔

ابوسعید بن اعرابی نے ابن عمر سے روایت کی ہے:

جس وقت جناب ابوبکر مشرف با اسلام ہوئے اس وقت آپ کے پاس چالیس ہزار درہم نقد موجود تھے اور جب آپ شب ہجرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مدینہ جانے لگے تو آپ کے پاس صرف پانچ ہزار درہم یا اس سے کم رہ گیا تھا اور یہ سب مال آپ نے مسلمانوں کی مدد اور غلام آزاد کرنے میں خرچ

---

1. تفسیر کشاف، ج ۳، ص ۱۷۱ مطبوعہ مصر و مستدرک حاکم، ج ۲، ص ۴۸۲ و شرح مشکوۃ و مدارک زاہدی
2. سورہ مجادلہ آیت ۱۳

کردیا تھا۔(۱)

شاہ عبدالحق محدث دہلوی اپنی کتاب مدارج النبوۃ میں لکھتے ہیں:

جناب ابوبکر نے دوسو درہم کا ایک اونٹ خریدا تھا جب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شب ہجرت مدینہ کا سفر درپیش ہوا اور آپ پاپیادہ روانہ ہوئے تو راستے میں جناب ابوبکر بھی جا کر مل گئے اور آپ نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں یہ اونٹ پیش کیا اور حضرت سے اس کی قیمت نوسو درہم وصول کی۔(۲)

حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا:

جس دام پر تم نے خریدا ہے اسی دام پر لوں گا۔(۳)

مسلمان غور کرلیں کہ شب ہجرت جناب ابوبکر کے پاس فقط پانچ ہزار درہم ہی موجود نہ تھے!!

بلکہ بروایت عروہ ابن زبیر چالیس ہزار درہم موجود تھے پھر بھی ایسے سخت وقت میں جبکہ آنحضرت کے لئے موت وزندگی کا سوال درپیش تھا اور تقریباً تین سو میل کا سفر طے کرنا تھا جناب ابوبکر نے دوسو درہم کا اونٹ نوسو درہم میں فروخت کیا یعنی سات سو روپے کا فائدہ حاصل کیا باوجود اس کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میں اسی دام میں لوں گا جس دام میں تم نے خریدا ہے۔

اسی طرح آیت نجویٰ نازل ہونے کے بعد باوجود اس کے کہ خداوند عالم نے صرف ایک درہم صدقہ مقرر فرمایا تھا لیکن نہ دیا یہی وہ مواسات ہے جس پر جناب ابوبکر روز سقیفہ فخر کررہے تھے اور اپنا استحقاق خلافت ثابت کررہے تھے پس انصاف یہ ہے کہ جناب ابوبکر کی یہ دلیل بھی صرف حضرت علی علیہ السلام کے استحقاق خلافت کو ثابت کررہی ہے۔

انھیں روایات سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ جناب ابوبکر کی سخاوت کے جتنے افسانے مسلمانوں کے درمیان شہرت رکھتے ہیں سب جھوٹے اور جعلی ہیں۔

علامہ سیوطی تاریخ الخلفاء میں لکھتے ہیں:

خداوند عالم نے فرمایا:

---

۱. تاریخ الخلفاء، ص ۲۶

۲. مدارج النبوۃ، ج ۲، ص ۴۷

۳. فتح الباری شرح بخاری واقعہ ہجرت

وَسَیُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ☆ الَّذِی یُؤْتِی مَالَهُ یَتَزَکَّی. (۱)

اوراس سے عنقریب صاحبِ تقوی کومحفوظ رکھا جائے گا جواپنے مال کودے کرپاکیزگی کا اہتمام کرتا ہے۔

ابن جوزی کہتے ہیں: علماء کا اجماع ہے کہ یہ آیت ابوبکرصدیق کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

امام احمد ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جیسا کہ مجھے ابوبکر کے مال نے فائدہ پہنچایا ایسا کسی کے مال نے نفع نہیں دیا یہ سن کرجناب ابوبکر رونے لگے اورعرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا مال آپ ہی کیلئے ہے۔(۲)

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خدیجہ کے مال سے بھی زیادہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابوبکر کے مال نے فائدہ پہنچایا حالانکہ یہ کہنا جھوٹ ہے اوراس روایت کے راوی ابوہریرہ ہیں اب ذرا ابوہریرہ کے حالات ملاحظہ فرمائیں: ابوہریرہ کے متعلق علامہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں:

ضربه عمر بالدره وقال قد اكثرت من الرواية واحرىٰ بک ان تكوم كاذبا على رسول الله. (۳)

ابوہریرہ کوعمر نے درے لگائے اورکہا کہ میں جانتا ہوں تو روایت میں زیادتی کرتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پرجھوٹ باندھتا ہے اورامام فخرالدین رازی نے اپنی تفسیر میں تفسیرسورہ حمد بیان کرتے ہوئے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

الاان اكذب الناس على رسول الله ابوهريره الدوسى

آگاہ ہوجاؤ کہ سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پرجھوٹ باندھنے والا ابوہریرہ دوسی ہے۔

نیز ابن ابی الحدید نے لکھا ہے:

ان معاوية وضع قوما من الصحابة وقوما من التابعين على رواية اخبار قبيحة فى على تقتضىٰ الطعن فيه والبرائة منه وجعل لهم على ذالک جعلا يرغب فى مثله فاختلقوا ما ارضاه منهم ابوهريره وعمر بن العاص والمغيرة بن شعبه ومن التابعين عروة بن زبير. (۴)

معاویہ نے صحابہ اورتابعین کی ایک جماعت کومقرر کیا کہ وہ حضرت علی علیہ السلام کے متعلق

---

۱. سورہ لیل آیت ۱۷، ۱۸

۲. تاریخ الخلفاء، ص ۸۷

۳. شرح نہج البلاغہ، ج ۱، ص ۳۶۰

۴. شرح نہج البلاغہ، ج ۱، جزو رابع، ص ۳۵۷ مطبوعہ مصر

مذمت کی روایتیں اور توہین کی حدیثیں بنائیں جس کی وجہ سے ان کی رسوائی اور توہین اور بدنامی ہو اور لوگ حضرت پر تبرا کریں اور اس نے ان باتوں کے لئے بڑی بڑی رشوتیں اور انعامات مقرر کیئے جس کی وجہ سے لوگ ایسی باتوں کے لئے ٹوٹ پڑے اور معاویہ کی خوشامد میں حدیثیں گڑھیں انھیں لوگوں میں سے ابوہریرہ، عمر بن عاص، مغیرہ بن شعبہ صحابہ میں اور تابعین میں عروہ بن زبیر شامل ہیں۔

علی متقی لکھتے ہیں: عمر نے ابوہریرہ کو تازیانے مارے اور ڈانٹا اور حضرت رسول اللہ ﷺ سے حدیث نقل کرنے سے روکا اور کہا کہ کیا تو اسی لائق ہے کہ آنحضرت ﷺ پر جھوٹ باندھے لہذا تجھ کو چاہئے کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں بیان کرنا چھوڑ دے۔(۱)

جناب عمر نے اپنی خلافت کے زمانے میں ابوہریرہ کو بحرین کا حاکم بنایا آپ نے تھوڑے ہی دنوں میں دس ہزار دینار جمع کر لئے جناب عمر نے پوچھا کہ یہ مال کہاں سے جمع کیا؟ اس نے کہا: لوگوں نے نذر انہ دیا اس کا نفع بہت سا ہو گیا یہ سن کر جناب عمر کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا اور حکم دیا کہ ان کا مال چھین کر بیت المال میں جمع کر دیا جائے۔(۲)

اب ناظرین خود فیصلہ کریں کہ ابوہریرہ کی روایتوں کی حیثیت کیا ہے۔

دلیل سوم: آزار و اذیت کا برداشت کرنا

روز سقیفہ جناب ابوبکر نے اپنے استحقاق خلافت کی تیسری دلیل یہ دی کہ مہاجرین نے خدا کی راہ میں کفار سے سخت ترین اذیتیں اٹھائی ہیں۔

خدا کی راہ میں اذیت اٹھانے کا حال یہ تھا کہ بجز اس کے کہ ایک مرتبہ جبکہ ابتدائے بعثت میں حضرت رسول اللہ ﷺ اور کل مسلمان تقیہ میں بسر کرتے تھے آپ نے آنحضرت ﷺ کو مجبور کیا کہ اسلام ظاہر فرمائیں اگر چہ آنحضرت ﷺ نے پہلے انکار کیا لیکن جب آپ کا اصرار بڑھا تو قبول فرمایا چنانچہ متعدد مسلمان مختلف مقامات پر ادھر سے ادھر بکھر گئے اور اپنے اپنے قبیلہ میں تقریریں کرنے لگے جناب ابوبکر بھی اپنے قبیلہ میں تقریر کرنے کو کھڑے ہوئے اس پر کافروں نے آپ کو جوتیوں سے اتنا مارا کہ آپ

---

۱. کنز العمال، ص ۲۳۹

۲. عقد الفرید، ج ۱، ص ۱۶ مطبوعہ مصر؛ طبقات ابن سعد، ج ۴، ص ۹۰

کا منہ سوج گیا۔ (۱)

زندگی میں کبھی آپ نے کسی کافر کو کوئی زخم لگایا نہ کبھی خود زخم کھایا لڑائیوں میں ہمیشہ بھاگ گئے۔ چنانچہ خود فرمایا کرتے تھے کہ جنگ احد میں جب مسلمان رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو چھوڑ کر میدان جنگ سے بھاگے تو "کنت اول من جاء ینی" سب سے پہلے میں واپس آیا۔ (۲)

لیکن اسد اللہ الغالب حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام نے جس طرح اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر جان و مال قربان کیا وہ مستغنی البیان ہے اس کے لکھنے کی نہ قلم میں طاقت ہے نہ وقت میں گنجائش ہے۔

دلیل چہارم: قرابت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

چوتھی دلیل ابوبکر نے روز سقیفہ یہ پیش کی کہ ہم حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے قرابت قریبہ رکھتے ہیں اور جناب ابوبکر کی یہی سب سے عمدہ دلیل تھی۔

اہل سنت کے خیال میں جس کا جواب انصار کے پاس نہیں تھا اگرچہ دلیل کھلے لفظوں میں حضرت علی کے استحقاق خلافت کا اعلان کر رہی ہے لیکن مناسب ہے کہ اس احتجاج کو بیان کروں جو حضرت علی علیہ السلام نے جناب ابوبکر کے سامنے پیش کیا۔ ابن قتیبہ دینوری لکھتے ہیں:

ثم ان علیا اتی بہ الی ابی بکر وھو یقول انا عبداللّٰہ واخورسول اللّٰہ فقیل لہ بایع ابابکر فقال انا احق بھذہ الامر منکم لا ابایعکم وانتم اولیٰ بالبیعۃ لی اخذ تم ھذا الامر من الانصار واحتججتم علیھم بالقرابۃ من النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وتاخذوہ منا اھل البیت غصبا الستم زعمتم الانصار انکم اولی بھذا الامر منھم لما کان محمد منکم فاعطواکم المقادۃ وسلموا الیکم الامارۃ فاذااحتج علیکم بمثل ما احتججتم علی الانصار نحن اولی برسول اللّٰہ حیا ومتیافا نصفونا انکنتم تومنون والا فبؤو باظلم وانتم تعلمون فقال عمروانک لست متروکا حتی تبایع فقال لہ علی احلب حلبالک شطرہ وشدلہ الیوم یرررہ علیک غدا اثم قال واللّٰہ یا عمر الاقبل قولک ولا ابابعد فقال لہ ابوبکر فان لم تبایع فلاکرھک فقال ابوعبیدہ بن الجراح یا ابن عم انت حدیث السن

---

۱. تاریخ خمیس، ج ۲، ص ۳۳۲ مطبوعہ مصر ۲. تاریخ الخلفاء فصل شجاعت ابوبکر

وهولاء مشخية قومک لیس لک مثل تجربتهم ومعرفتهم بالامور ولاری ابابکر الاقوی علی هذا الامر منکم واشدا حتمالا واستطلاعا فسلم لابی بکرهذا الامر فانک ان تعش ویطل بک بقاء فانت بهذا الامر خلیق وحقیق فی فضلک ودینک وعلمک و فهمک وسابقیتک ونسبک وصهرک فقال علی کرم اللہ وجهه اللّٰہ.

اللّٰہ یامعشر المهاجرین لاتحربوا سلطان محمد فی العرب من رارة وقعربتیة الي دورکم وقعور بیوتکم وتذفعون اهله عن فقامه فی الناس وحقه فواللّٰہ یا معشر المهاجرین لنحن احق به لانا اهل البیت ونحن احق بهذا الامر منکم ما کان فینا القاری الکتاب اللّٰہ الفقیه فی دین اللّٰہ العالم بسنن رسول اللّٰہ المطلع لامر الوعیت الدافع عنهم الامور السیة القاسم بینهم بالسویه واللّٰہ انه لغینا فلاتتبعو الهویٰ فتضلوا عن سبیل اللّٰہ فلتنردا دوا من الحق بعد اوقال بعداوقال بشیرین سعد الانصاری لوکان هذا الکلام سمعته الانصار منک یا علی قبل بیعها لابی بکرما اختلف علیک الاما مة والیساسةلابن قبیة . (۱)

حضرت علی، ابوبکر کے پاس لائے گئے حالانکہ وہ کہہ رہے تھے کہ میں خدا کا بندہ اور رسول اللہ کا بھائی ہوں ان سے کہا گیا کہ ابوبکر کی بیعت کیجئے تو فرمایا کہ میں بخدا بہ نسبت تم لوگوں کے اس امر خلافت کا زیادہ مستحق ہوں۔ میں تمہاری بیعت نہیں کرسکتا بلکہ تم لوگوں کو میری بیعت کرنا چاہئے تم لوگوں نے قرابت رسول کے بہانے سے اس امر کو انصار سے لیا ہے اور ہم اہلبیت سے یہ حق چھینا ہے کیا تم کو یہ گمان نہیں ہے کہ تم امر خلافت کے لئے انصار سے اولیٰ ہو اس سبب سے کہ تم کو رسول اللہ سے قرابت حاصل تھی میں وہی دلیل پیش کر رہا ہوں جس کے ذریعہ تم کو انصار نے خلافت وامارت سونپ دی پس میں اب وہی حجت تمہارے سامنے پیش کر رہا ہوں جو تم نے انصار کے سامنے پیش کی تھی کہ ہم زندگی وموت میں رسول اللہ کے ساتھ اولیٰ ہیں اگر تم لوگ خدا پر ایمان رکھتے ہو اور اس سے ڈرتے ہو تو ہمارے ساتھ انصاف کرو ورنہ دانستہ ظلم میں پڑے رہوگے۔

---

۱. الامامة والسیاسة لابن قتیبہ، ج ا ص ۱۲، مطبوعہ مصر

اس پر عمر نے کہا: جب تک آپ بیعت نہ کریں گے، چھوڑے نہیں جائیں گے آپ نے فرمایا کہ ہاں اپنے حصہ کا بھی دودھ دوھ لے اور آج ابوبکر کے لئے خلافت کو مضبوط کر لے تاکہ کل وہ تیری طرف اس کو پلٹا دے خدا کی قسم اے عمر تیری بات نہ مانوں گا اور ابوبکر کی بیعت نہ کروں گا۔

ابوبکر نے کہا: اگر آپ بیعت نہیں کرتے تو میں مجبور نہیں کرتا اس وقت ابوعبیدہ جراح نے کہا کہ اے میرے چچا کے بیٹے آپ ابھی کمسن ہیں اور یہ آپ کی قوم کے بوڑھے ہیں ان جیسا تجربہ اور معرفت ابھی آپ کو نہیں ہے اور میں ان کو آپ کی نسبت زیادہ قوی اور متحمل سمجھتا ہوں۔

پس یہ امر خلافت ابوبکر کو تسلیم کر دیجئے اگر آپ زندہ رہے اور آپ کی عمر نے وفا کی تو آپ اپنی فضیلت اور کمال دین اور علم اور سمجھ اور سابقیت اسلام اور شرافت نسب اور دامادی پیغمبر کے لحاظ سے اس خلافت کے زیادہ حقدار و مناسب ہیں تو حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اے گروہ مہاجرین خدا کو یاد کرو اور حضرت رسول کی حکومت عرب کو ان کے خاص گھر اور گھر والوں سے نکال کر اپنے گھروں میں نہ لے جاؤ تم اہل بیت رسول کو ان کے مرتبہ سے جو انسانوں میں ان کو حاصل ہے ان کے حق سے دور کر رہے ہو پس خدا کی قسم اے گروہ مہاجرین بے شک ہم لوگ تمام انسانوں سے زیادہ امر خلافت کے حقدار ہیں اس لئے کہ ہم اہلبیت رسول ہیں اور تم لوگوں سے اس امر خلافت کے زیادہ حقدار ہیں جب تک ہم لوگوں میں کتاب خدا کا پڑھنے والا اور فقہ کا جاننے والا اور سنت پیغمبر خدا کا عالم اور امور (انتظامات) رعیت سے باخبر اور اس سے برائیوں کا دور کرنے والا اور ان میں مساوات تقسیم کرنے والا موجود ہے اور خدا کی قسم ایسا انسان ہمارے ہی اندر ہے پس اپنے ہوا و ہوس کی پیروی نہ کرو کہ خدا کی راہ سے گمراہ ہو جاؤ گے اور حق سے بہت دور ہوتے چلے جاؤ گے۔

بشیر بن سعد انصاری نے کہا: یا علی اگر ابوبکر کی بیعت کے قبل انصار آپ کا یہ کلام سن لیتے تو کبھی آپ سے اختلاف نہ کرتے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے اس احتجاج نے خلافت شیخین کی کل دلیلوں کی بیخ کنی کر دی حضرت علی علیہ السلام نے اس اجتماع میں جو باتیں بیان فرمائی ہیں وہ یہ ہیں:

۱. حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اے گروہ مہاجرین ہم اہل بیت رسول اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرابت قریبہ رکھتے ہیں لہذا تمہاری ہی پیش کردہ حجت و دلیل جس کے ذریعہ تم نے انصار سے خلافت حاصل کی ہم اس خلافت کے زیادہ حقدار ہیں۔

۲. تم لوگوں نے خلافت پر جو ہمارا حق ہے غاصبانہ قبضہ کیا ہے اور ایمان چھوڑ دیا ہے تم خدا سے نہیں

ڈرتے اور گمراہ ہوگئے ہو اور یاد رکھو کہ تم ہمارا دامن چھوڑ کر حق سے دور ہی ہوتے چلے جاؤ گے۔

۳. بڑھاپا اور اس کے علاوہ جن چیزوں کو تم نے استحقاق خلافت کا سبب سمجھ رکھا ہے ایسا نہیں ہے خلیفہ کے لئے قاری قرآن، فقیہ و عالم، سنت رسول اور رعیت وسیاست ملکی کا جاننے والا، رعیت سے برائیوں کو دور کرنے والا، عدل وانصاف کے ساتھ مساوات تقسیم کرنے والا ہونا ضروری ہے۔

یہ صفات ہم اہل بیت میں پائے جاتے ہیں لہذا امر خلافت کا چھیننے والا ظالم ہے اور جب تک وہ خلافت کو ہمارے سپرد نہ کردے ظالم رہے گا نیز حضرت علی علیہ السلام کے اس بیان سے یہ امر بھی پوری طرح واضح ہوگیا کہ آپ نے ابوبکر کی بیعت نہیں کی اور قسم کھا کر فرمایا کہ میں ابوبکر کی بیعت نہ کروں گا اور پھر کسی روایت سے معلوم نہیں ہوتا کہ آپ نے اپنی قسم توڑ دی اور کفارہ قسم ادا کیا...

حضرت علی علیہ السلام نے اپنے اس احتجاج میں اپنے دیگر فضائل وکمالات کا بیان اس لئے ترک کردیا کہ خلافت شیخین کے کرتا دھرتا ابوعبیدہ جراح نے کل مہاجرین وانصار کے مجمع میں خود کہدیا کہ اس سبب سے بے شک آپ ہی حقدار خلافت ہیں لیکن ابوبکر بوڑھے اور تجربہ کار ہیں لہذا خلافت ان کو تسلیم کردیجئے۔

ابوعبیدہ کے اس بیان نے واضح کردیا کہ ابوبکر میں نہ تو کوئی فضیلت تھی نہ کمال ایمان وعلم وفہم اور نہ سابقیت اسلام وقرابت رسول کا شرف ان کو حاصل تھا ورنہ ابوعبیدہ کو یہ کہنا چاہئے تھا کہ اے علی بیشک آپ رسول سے قرابت رکھتے ہیں اور دامادی رسول ودیگر فضائل بھی آپ میں موجود ہیں لیکن ابوبکر آپ سے افضل اور محبوب رسول اور کامل الایمان وعلم وفہم وسابقیت اسلام کے ساتھ بوڑھے اور تجربہ کار بھی ہیں لہذا ان کی موجودگی میں آپ کا خلیفہ ہونا مناسب نہیں ہے ان کے بعد اگر آپ کی زندگی نے وفا کی تو ضرور خلیفہ بنائے جاؤ گے لیکن نہ تو یہ باتیں ابوعبیدہ نے کہیں نہ کسی دوسرے صحابی نے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ کل مہاجرین وانصار کو یہاں تک کہ خود جناب ابوبکر وعمر کو بھی اعتراف تھا کہ جناب ابوبکر میں سوا بوڑھے ہونے کے کوئی فضیلت موجود نہ تھی۔

یعنی جس طرح روز سقیفہ انصار کے مقابلہ میں ابوبکر کا مہاجرین کی سابقیت اسلام وقربت کی بنا پر انصار کو خاموش ہونا پڑا اسی طرح بمقابل ابوبکر کے ابوعبیدہ جراح کا حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے لئے ان خصوصیات کے بیان کرنے کا واضح مقصد یہ تھا کہ اے علی علیہ السلام !! اگرچہ یہ فضیلتیں ابوبکر کو حاصل نہیں ہیں نہ وہ کامل الایمان ہیں، نہ علم وفہم رکھتے ہیں، نہ سابق الاسلام ہیں، نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرابت قریبہ رکھتے، نہ ان کو دامادی رسول کا شرف حاصل ہے بلکہ یہ کل فضیلت صرف آپ میں پائی جاتی ہیں لیکن

چونکہ یہ بوڑھے ہیں لہذا ان کی خلافت کو مان لیجئے۔

ابوعبیدہ جراح کے اس بیان کو سن کر خود ابوبکر و کل مہاجرین وانصار اسی طرح خاموش رہے جس طرح مہاجرین کے مقابلہ میں روز سقیفہ انصار خاموش ہو گئے تھے لیکن مہاجرین نے حضرت علی علیہ السلام کے فضائل واستحقاق خلافت کا اعتراف کرنے کے بعد بھی خلافت نہ چھوڑی اور بقول حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کے دین خدا سے گمراہ اور حق سے دور ہو گئے حالانکہ بشیر ابن سعد انصاری نے کہہ بھی دیا کہ اے علی علیہ السلام اگر یہ کلام آپ کا بیعت ابوبکر کے قبل انصار سن لیتے تو کبھی ابوبکر کی بیعت نہ کرتے جس کا مطالب یہ تھا کہ آپ کے ان بیانات کے بعد ابوبکر کی خلافت کی گنجائش باقی نہیں ہے بجز اس کے کہ ان کی بیعت ہو چکی ہے صاحبان انصاف کے لئے ان بیانات کے بعد مسئلہ خلافت اور حق و باطل کے سمجھنے کے لئے کسی دوسری دلیل کی احتیاج نہیں ہے اور جو علمائے اہل سنت کہتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے کبھی خلفائے ثلاثہ کو غاصب وظالم وگمراہ نہیں کہا بلکہ آپ ان کی خلافت پر راضی اور ان کے فضائل کا اقرار کرتے رہے اور اگر حضرت علی علیہ السلام ان کی خلافت کو ناجائز سمجھتے تھے تو احتجاج کیوں نہ کیا ان کو چاہئے کہ امامت وسیاست ابن قتیبہ میں آپ کے اس احتجاج کا بار بار مطالعہ کریں۔

ان ہی بیانات سے یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ بمقابل حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کے فضائل شیخین اور جناب ابوبکر کی سابقیت اسلام واستحقاق خلافت کے متعلق جتنی حدیثیں بیان کی جاتی ہیں سب باطل اور، جعلی اور بے بنیاد ہیں جو بعد میں بنائی گئی ہیں ابوبکر کی خلافت کے روز ان کا کہیں وجود نہ تھا ورنہ روز سقیفہ انصار کے مقابلہ میں یا بالآخر حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کے بالمقابل ضرور پیش کی جاتیں لیکن ان موقعوں پر ان کا کہیں نام ونشان نہیں ملتا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خلافت پر قبضہ کرنے اور حضرت علی علیہ السلام کے احتجاج کو سننے کے بعد اس امر کی ضرورت محسوس کی گئی کہ بمقابل حضرت علی علیہ السلام کے خلفائے ثلاثہ کے لئے بھی فضائل کی حدیثیں تیار کی جائیں تا کہ حضرت علی علیہ السلام کی دلیلوں کو کمزور کیا جا سکے۔

چنانچہ اس طرح صحابہ کو کچھ بلند کیا گیا اور کچھ حضرت علی علیہ السلام کی توہین وتنقیص کر کے گھٹایا گیا تا کہ دنیا کو یہ سمجھایا جائے کہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوبکر سے افضل اور ان سے زیادہ محبوب خدا اور رسول اور زیادہ استحقاق خلافت رکھنے والا کوئی دوسرا نہ تھا۔

بنی امیہ کے دور میں حدیث سازی کا طوفان

موقع بموقع مختلف اغراض ومقاصد کے تحت حدیث سازی کا سلسلہ اگرچہ جناب ابوبکر ہی کے بعد شروع ہو چکا تھا لیکن معاویہ نے علی الاعلان آل رسول کی مخالفت وتوہین وتنقیص شروع کردی اور حضرت علی علیہ السلام کی فضیلتوں کے بالمقابل صحابہ کی فضیلت میں لاکھوں حدیثیں وضع کردیں۔

چنانچہ علامہ ابن عقیل عالم جلیل اہلسنت اپنی کتاب نصائح کافیہ میں لکھتے ہیں:

وکتب معاوية الی عماله فی جميع الافاق ان لايجيز ولاحد من شيعة علی شهادة وكتب اليهم ان انظروا من قبلكم من شيعة عثمان ومحبيه واهل ولايته الذين يروون فضائله ومناقبه فادنوا مجالسهم وقربوهم واكرموهم واكتبو الی بكل مايروی كل رجل منهم واسمه واسم ابيه وعشيرته ففعلوا ذالک حتی اكثرفی فضائل عثمان ومناقبه لما كان يبعثمهم معاوية من الصلات والكساء والحباء والقطائع ويفيضه فی العرب منهم والموالی فكثر ذالک فی كل مصروتنا فسوا فی المنازل والدينا. فليس يجدامرء من الناس عاملا من عمال معاويه فيروی فی عثمان فضيلة اومنقبة الا كتب اسمة وقربه وشيعة فلبيتوابذالک حينا ثم كتب الی عماله ان الحديث فی عثمان قد كثر وفشانی مصر وكل وجه وناحية فاذاجاء كم كتابی هذا فادعوا الناس الی الرواية فی فضائل لصحابه والخلفاء الاولين ولاتتركو اخبرايرويه احد من المسليمن فی ابی تراب الاوائتونی بمناقض له فی الصابةفان هذا احب الی واقر العينی وادحض لحجة ابی تراب وشيعه واشد عليهم من مناقب عثمان وفضله فقرئت كتبه علی الناس فرويت احاديث كثيرة فی مناقب الصحابه مفتعلة لا حقيقه لها وجدالناس فی رواية ما يجری هذا المجری حتی اشاروبذكر ذالک علی المنا بروا القی الی معلم الكتاب نعلموا صبيا نهم وغلما هم من ذالک الكثير الواسع حتی رووه وتعلموه كما يتعلمون القران وحتی علموه ابنائهم ونسائهم وخدمهم وحشمهم فلبشو علی ذالک ما شاء الله. (۱)

---

۱. نصائح کافیہ ص۷۰

معاویہ نے اپنی مملکت کے کل عمال کے نام یہ فرمان جاری کیا: علی کے کسی شیعہ کی گواہی قبول نہ کرو اور جناب عثمان کو خلیفہ ماننے والوں اور ان کو دوست رکھنے والوں اور ان کی ولایت کا اقرار کرنے والوں میں جو لوگ بھی ان کے فضائل ومناقب بیان کرتے ہوں ان کی عزت کرو ان کو اپنے قریب جگہ دو ان کا احترام کرو ان کی باتیں اور ان کا اور ان کے باپ کا نام اور ان کے قوم وقبیلہ کا نام لکھ کر میرے پاس بھیج دو پس لوگوں نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ جناب عثمان کے فضائل کا انبار لگ گیا کیونکہ جو لوگ بھی ان کی فضیلت میں کوئی حدیث بھیجتے تھے معاویہ ان لوگوں کو انعامات اور خلعت اور بخشش اور جاگیریں دیتا تھا اور ان احادیث کو عرب میں اور عثمان کے ماننے والوں میں رائج کرتا تھا۔ غرض ہر شہر میں اس کی کثرت ہوگئی اور ان لوگوں نے اس حدیث سازی کے ذریعہ سے دنیا حاصل کرنے میں پوری سعی وکوشش کی یہاں تک کہ جس نے بھی معاویہ کے کسی عامل سے کوئی حدیث بیان کی اس نے اس کا نام لکھ لیا اور اس کو مقرب بنالیا اس کی سفارش قبول کی اسی طرح ایک زمانہ گزر گیا پھر معاویہ نے اپنے عمال کو لکھا کہ عثمان کے فضائل میں حدیثیں بکثرت ہوگئی ہیں اور ہر طرف، ہر شہر میں پھیل گئی ہیں لہذا اب جس وقت میرا خط ملے لوگوں کو شیخین اور صحابہ کے فضائل میں حدیث بیان کرنے کی طرف متوجہ کرو اور مسلمانوں میں سے جو شخص بھی ابوتراب کی شان میں کوئی حدیث روایت کرے بالکل ویسی ہی حدیث صحابہ کی مدح میں بنا کر میرے پاس بھیجو اس لئے کہ یہ بات مجھ کو بہت محبوب ہے اور میری آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانے والی ہے نیز علی اور ان کے شیعوں کی دلیلوں کو توڑنے والی ہے اور عثمان کی فضیلتوں کو سن کر ان کو جتنا دکھ ہوتا ہے اس سے زیادہ ان کو اس سے تکلیف پہونچتی ہے۔

معاویہ کا یہ حکم نامہ لوگوں کے سامنے پڑھا گیا پھر تو کثرت سے مدح صحابہ میں ایسی حدیثیں گڑھ دی گئیں جن کی کوئی حقیقت نہ تھی لوگوں نے اس قسم کی حدیثیں گڑھنے میں کوشش کی یہاں تک کہ لوگوں نے ان جھوٹی حدیثوں کو منبروں پر پڑھنا شروع کر دیا اور مدرسوں کے معلموں کو دی گئیں انھوں نے بچوں کو پڑھانا شروع کر دی یہاں تک کہ مثل قرآن لوگ ان کی تعلیم حاصل کرنے لگے اور لوگوں نے اپنی لڑکیوں اور بیویوں اور نوکروں کو بھی تعلیم دی اور اسی طرح ایک زمانہ گذر گیا۔ یہی مضمون ابن ابی الحدید

معتزلی نے بھی لکھا ہے اور مولانا شبلی کی تحریر اسی کتاب کے شروع میں گذر چکی ہے کہ بڑے بڑے ثقات اور پارسا نیک نیتی سے فضائل و ترغیب میں حدیثیں وضع کرتے تھے۔(۱)

ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ فضائل امیر المومنین علیہ السلام کی حدیثیں معاویہ کے عہد حکومت سے قبل بھی مسلمانوں میں عام شہرت رکھتی تھیں اور معاویہ کو بھی ان کی صحت سے انکار نہ تھا لہذا احادیث فضائل امیر المومنین علیہ السلام میں کسی کو شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ ان علمائے اہل سنت کے دعووں کی تصدیق کے لئے جناب ابوبکر وعمر کی شان میں جعلی احادیث کے کچھ نمونے یہاں نقل کئے جاتے ہیں تا کہ پڑھنے والے سمجھیں کہ امت نے نور خدا کو بجھانے میں کتنی کوشش کی ہے اور علامہ ابن عقیل وغیرہ نے جو لکھا ہے وہ غلط نہیں لکھا ہے۔

صدیق اکبر علی

اخرج النسائی فی خصائص علی والحاکم عن عبادة بن عبدالله قال سمعت علیا یقول انا عبدالله واخو رسول الله وانا الصدیق الا کبرو فی روایه انا الفاروق الا عظم لا یقول ھا بعدی الا کاذب .وھذا الحدیث صحیح.

اخراج کیا ہے نسائی نے خصائص علی میں اور حاکم نے عبادۃ بن عبداللہ سے عبادہ نے کہا: ہم نے حضرت علی علیہ السلام کو کہتے ہوئے سنا کہ میں ہی صدیق اکبر ہوں اور ایک روایت میں ہے کہ میں ہی فاروق اعظم ہوں اور نہیں دعوی کرے گا اس امر کا میرے بعد کوئی لیکن یہ کہ وہ جھوٹا ہوگا۔

یہ حدیث صحیح ہے اس مضمون کی حدیث معارف ابن قتیبہ میں بھی ہے۔

وعن ابن عباس قال قال رسول الله لعلی ھذا الصدیق الاکبر وھذا فاروق ھذه الامة یفرق بین الحق والباطل وھذایعسوب الدین. (۲)

ابن عباس سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ نے حضرت علی سے فرمایا کہ یہی صدیق اکبر اور یہی اس امت کا فاروق ہے۔ جو حق وباطل میں فرق کرے گا اور یہی مومنوں کا

---

۱. شرح نہج البلاغہ جز ۳، ص ۱۵ و ۱۶

۲. وسیلۃ النجاۃ ص ۱۳۳؛ ارجح المطالب باب ۱ ص ۲۳؛ معجم کبیر طبرانی؛ سنن بیہقی؛ کامل ابن عدی

سردار ہے۔

ملا مبین فرنگی محل لکھنوی اپنی کتاب میں ان حدیثوں کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

بایں ہر دو لقب سید الوری علی مرتضیٰ را لقب ساخت

یعنی ان دونوں القاب کے ساتھ سید الوریٰ نے علی مرتضیٰ کو ملقب کیا۔

صدیق اکبر ابو بکر

حاکم عن النزال بن سبرہ قال قلنا لعلی یا امیر المومنین اخبرنا عن ابی بکر قال ذاک امرء سماہ اللہ الصدیق علی لسان جبریل وعلی لسان محمد .(۱)

حاکم نے نزال بن سبرہ سے روایت کی ہے کہ ہم لوگوں نے حضرت علی علیہ السلام سے پوچھا: اے امیر المومنین ابو بکر کے بارے میں کچھ فرمایئے آپ نے فرمایا: وہ ایک ایسے شخص ہیں جن کو خدا نے حضرت جبرئیل اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے صدیق کا لقب عطا فرمایا۔

اس حدیث کے متعلق علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ اس کی سند میں ہلال بن علا ہے جو منکر الحدیث ہے۔

حاکم عن ابی یحییٰ سمع علیا یحلف لانزل اللہ اسم ابی بکر رضی اللہ عنہ من السماء صدیقا .(۲)

حاکم نے ابی یحییٰ سے روایت کی ہے انھوں نے کہا: ہم نے حضرت علی علیہ السلام کو قسم کھا کر کہتے سنا کہ خدا نے ابو بکر کا نام آسمان سے صدیق اتارا ہے۔

حاکم اور امام ذہبی کہتے ہیں کہ اگر اس سند میں محمد بن سلیمان سعیدی مجہول نہ ہوتا تو اس حدیث کو ہم صحیح مانتے یعنی ان دونوں کے نزدیک یہ حدیث جھوٹی ہے۔

ان حدیثوں کے جھوٹی ہونے کا دوسرا ثبوت یہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

انا عبد اللہ واخو رسول اللہ وانا الصدیق الاکبر ما قالھا قبلی ولا یقولھا بعدی الا کاذب مفتر ولقد اسلمت وصلیت قبل الناس بسبع سنین.(۳)

میں خدا کا بندہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھائی ہوں اور نہیں دعوی کیا صدیق اکبر ہونے کا

---

۱. مستدرک حاکم، ج ۳، ص ۶۲؛ تاریخ الخلفاء ص ۲۱ ۲. مستدرک جلد ۳، ص ۶۲

۳. میزان الاعتدال جلد ۲، ص ۱۱

مرے قبل کسی نے اور نہ میرے بعد کوئی کرے گا لیکن یہ کہ وہ جھوٹا مفتری ہوگا میں کل انسانوں سے سات برس پہلے اسلام لایا اور نمازیں پڑھیں اس روایت سے معلوم ہوا کہ جناب ابوبکر کے صدیق ہونے والی روایت امیر المومنین علیہ السلام کے بعد معاویہ کے زمانے میں بنائی گئی ہے۔

امیر المومنین علی

طبرانی نے ابن ابی حاتم سے روایت کی ہے کہ ابن عباس نے کہا: قرآن مجید میں جہاں جہاں ﴿یا ایھا الذین امنوا﴾ آیا ہے حضرت علی علیہ السلام ان کے امیر و سردار ہیں۔(۱)

عن حذیفه قال قال رسول الله لوعلم الناس ان علیا متی سمی امیر المومنین ما انکروا فضله سمی امیر المومنین و آدم بین الروح والجسد .(۲)

حذیفہ یمانی سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ علی کب امیر المومنین نامزد ہوئے تو ان کی فضیلتوں سے انکار نہیں کر سکتے آپ کو یہ نام اس وقت دیا گیا جب آدم روح وجسد کے درمیان تھے۔

امیر المومنین عمر

علامہ سیوطی تاریخ الخلفاء ''اولویات جناب عمر'' میں لکھتے ہیں:

قال العسکری هو اول من سمی امیر المومنین .(۳)

عسکری نے کہا کہ سب سے پہلے جناب عمر کو امیر المومنین کا لقب دیا گیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ جناب عمر کو امیر المومنین کا لقب مسلمانوں نے عطا کیا لیکن حضرت علی علیہ السلام کو خدا اور اس کے رسول نے امیر المومنین کا لقب عطا فرمایا چنانچہ غدیر خم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو اپنا خلیفہ بنانے کے بعد مسلمانوں کو حکم دیا کہ علی کو امیر المومنین کہہ کر سلام کریں پس سب نے حضرت امیر المومنین کہہ کر سلام کیا اور مبارکباد دی۔(۴)

---

۱. صواعق محرقہ فصل ۳، باب ۵، ص ۷۶؛ تاریخ الخلفاء فصل فضائل علی؛ کنز العمال ج ۶ ص ۳۹۱

۲. مودۃ القربیٰ مودت ۴، حدیث ۶

۳. تاریخ الخلفاص ۹۳، علامہ سیوطی

۴. ارجح المطالب ص ۱۵، بحوالہ ابن مردویہ

اناوعلی من نورواحد

عن سلیمان قال قال رسول اللّٰہ خلقت انا وعلی من نور واحد قبل ان یخلق اللّٰہ آدم باربعة آلاف عام فلما خلق آدم رکب ذالک النور فی صلبه فلم یزل شی واحد حتی افترقافی صلب عبدالمطلب ففی النبوة وفی علی الخلافة . (۱)

سلمان فارسی نے بیان کیا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

میں اور علی حضرت آدم علیہ السلام کی خلقت سے چار ہزار برس پہلے ایک نور سے خلق ہوئے جب خدا نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو وہ نوران کی صلب میں رکھا گیا پھر ہمیشہ یہ نور یکجا رہا یہاں تک کہ عبدالمطلب کی پشت میں آ کر جدا ہوگیا پس مجھ میں نبوت ہے اور علی میں خلافت ووصایت ہے اسی مضمون کی حدیث ریاض النضر ہ میں بھی ہیں۔(۲)

وعنه رضی اللّٰہ عنه قال قال رسول اللّٰہ کنت انا وعلی نورا بین یدی اللّٰہ معلقا وکان ذالک النور قبل ان یخلق آدم باربعة عشر الف عام فلما خلق اللّٰہ آدم رکب ذالک النور فی صلبه فلم یزل فی صلب عبدالمطلب فجزء اناوجزء علی. (۳)

حضرت سلمان فارسی سے منقول ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہم اور علی ایک نور سے تھے جو پرودگار عالم کے سامنے معلق تھا اور وہ نور حضرت آدم علیہ السلام کی خلقت کے چودہ ہزار برس پہلے موجود تھا جب اللہ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو اس نور کو ان کی پشت میں رکھا اور وہ برابر ایک ہی رہا یہاں تک عبدالمطلب کی پشت میں آ کر اس کے دو حصے ہوگئے ایک حصہ میں ہوں اور ایک حصہ علی ہیں اور اسی مضمون کی ایک حدیث حضرت علی علیہ السلام سے بھی منقول ہے۔

---

۱. مودة القربی مودت ۸، حدیث ۶ ۲. ریاض النضر ہ، ج ۲، ص ۱۶۴

۳. مودة القربی مودت ۸ حدیث ۷